

۶۰/۱۲۰

باقر، باقرعلی، قرن ۱٤

دیوان باقر/ از افادات ... ملک الشعرا سید شاه باقر علی المخاطب به شاه شهید المحبت چشتی قادری فخری اصدقی المتخلص به باقر قدس؛ مرتب و مدون کرده مولوی حافظ سید عطا حسین صاحب. — حیدرآباد دکن: شمس‌الاسلام پریس، ۱۳۵۵ق. = ۱۳۱۵.

۱۶۸، ۳۳۸ص.

چاپ سنگی.

مقدمه ۱۶۸ صفحه‌ای عطا حسین به زبان اردو می‌باشد.

کتابنامه به صورت زیرنویس.

(ادامه روی برگه بعد)

دیوان باقرؔ

مرتبہ

مولوی سیّد عطا حسین صاحب

اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا وَاِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً

دیوان باقر

(از)

افادات سلطان اقلیم سخنوری و سخندانی شہنشاہ مملکت فصاحت و بلاغت و معانی
سرآمد علمائے ربانی و پیشوائے فضلائے ہدایت نشانی بحر الشریعت مصباح الطریقت امین الحقیقت
زین المعرفت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین صدر الواصلین فانی فی اللہ باقی باللہ کاشف اسرار خفی و جلی
ملک الشعرا حضرت سید شاہ باقر علی المخاطب بہ شاہ شہید المحبت چشتی قادری فخری اصدقی
المتخلص بہ باقر قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ و نور اللہ مرقدہٗ
شاگرد حضرت نجم الدولہ دبیر الملک نواب اسد اللہ خان نظام جنگ
المتخلص بہ غالب طاب اللہ تعالیٰ ثراہ
وجعل الجنت مثواہٗ

(مرتب و مدوّن کردہٗ)

مولوی حافظ سیّد عطا حسین صاحب ام، اے۔ سی، ای
ام، آر، اے، اس، بی۔
ناظم تعمیرات وظیفہ یاب سرکار ابد قرار سلطنت آصفیہ

قیمت کتاب دوروپیہ آٹھ آنہ سکہ انگریزی علاوہ محصول ڈاک۔
کتاب کے ملنے کا پتہ (۱) خان بہادر مولوی سید عبد الصمد صاحب محلہ رمنہ۔ ڈاکخانہ بانکی پور۔ پٹنہ
(۲) مولوی سید عطا حسین صاحب۔ محلہ لنگم پلی۔ حیدر آباد دکن

مطبوعہ
شمس الاسلام پریس سالار جنگ بلڈنگ
حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الرب الاکرم اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ والصلوٰۃ والسلام علی من انزل علیہ نون والقلم شفیع الامم ترجمان لسان القدم منبع العلوم والحکم افصح العرب والعجم الذی اوتی جوامع الکلم سیّدنا ومولانا وھادینا وشفیعنا محمدن النبی المحترم وعلیٰ آلہٖ واصحابہ الذین ھم سفن النجات ونجوم الاھتدا فی الظلم

المنت للہ کہ وقت مساعد ہوا اور توفیق الٰہی رفیق حال ہوی کہ حضرت افصح الفصحا ابلغ البلغا سلطان الشعراء والدی مولانا سید باقر علی پیرنگہوی حنفی چشتی قادری فخری الاصدقی المتخلص بہ باقرؔ رحمۃ اللہ علیہ کے منتشر کلام کو راقم الحروف عطا حسین جمع اور بصورت دیوان مرتب اور طبع کرسکا۔ یہ مقالہ چونکہ دیوان باقر کی ترتیب اور طباعت کے ضمن میں لکھا جاتا ہے اس لئے کافی ہوتا کہ صرف حضرت باقر علیہ الرحمہ کے سوانح حیات اور ان کی شاعری پر تبصرہ اور ان کے کلام کو جمع اور دیوان کو مرتب کرنے کی کیفیت قلمبند کردی جاتی۔ مگر خیال آیا کہ اس موقع کو کام میں لاکر اون کے خاندان اور اسلاف کے حالات بھی اختصار کے ساتھ قلمبند کردئے جائیں تاکہ نہ صرف حضرت باقر قدس سرہٗ کے خاندان کی ایک اجمالی تاریخ مرتب ہوجائے بلکہ بمقتضائے لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ شاید یہ مختصر تذکرہ

اون کی اولاد و اخفاد کے لئے ذریعۂ انتفاع و اعتبار اور اون کے مراحل زندگی میں مشعل ہدایت ہو سکے۔ وہ لوگ تو جا چکے اور اون کے ساتھ اون کا تمدن اور طرز معشرت اون کی تہذیب اور اون کے اخلاق سب رخصت ہو گئے۔ ممکن ہے کہ اس مختصر مقالہ کے آئینہ میں اون بزرگوں کی تہذیب اون کے اخلاق اون کی خالص اسلامی طرز معشرت اور مخلوق کے ساتھ اون کی ہمدردی اور یاد الٰہی اور اتباع سنّت نبویؐ میں اون کے انہماک کی جھلک نظر آئے اور اون کی اولاد و احفاد میں جو لوگ جوہر قابل رکھتے ہوں عکس پذیر ہو کر منتفع ہوں اور فلاح دارین حاصل کر سکیں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

موضع پیر بگہہ کا جغرافیہ اور حضرت باقر کا نسب پدری و مادری

صوبہ بہار میں گیا پٹنہ ریلوے لائین پر گیا سے چھ میل پٹنہ کی جانب چاکند نام کا ایک اسٹیشن ہے اس سے ڈیرہ میل جانب مغرب و شمال مشائخین کی ایک چھوٹی سی بستی ہے جو پیر بگہہ کے نام سے مشہور ہے حضرت باقر کا اور ان کی اجداد میں پانچ پشت اوپر تک بزرگوں کا مولد و مسکن یہی قریہ رہا ہے۔ ان کا نسب پدری حضرت مخدوم العارفین جلال الدین محمد کبیر الاولیا گازرونی پانی پتی سے اور نسب مادری حضرت سیدنا عبد الوہاب بن حضرتِ قطب الاقطاب غوث الاعظم غوث الثقلین سیدنا محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ان بزرگوں تک دونوں نسب نامے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

نسب پدری

حضرت سید شاہ باقر علی بن حضرت شاہ وارث علی بن حضرت مخدوم شاہ محب اللہ بن مخدوم شاہ ہدایت اللہ بن مخدوم شاہ رحمت اللہ بن مخدوم شاہ ماہرو (جنھوں نے پیر بگہہ میں سکونت اختیار کی) بن مخدوم شاہ محمد بن مخدوم شاہ معروف بن مخدوم شاہ منصور

بن مخدوم برہان الدین عرف بندگی شاہ اخوند میاں (انھوں نے قصبہ بہار سے منتقل ہو کر موضع دیورہ میں سکونت اختیار کی) بن مخدوم شاہ برخوردار بن مخدوم شاہ اسحٰق بن مخدوم شاہ سلیمان بن مخدوم شاہ داؤد (پانی پت سے آکر قصبہ بہار میں سکونت پذیر ہوے)۔ بن مخدوم شاہ عبد القدوس بن مخدوم شبلی بن حضرت مخدوم العارفین جلال الدین محمد کبیر الاولیا گازرونی پانی پتی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

نسب مادری

والدہ حضرت سید شاہ باقر علی بنت حضرت میر سید عبد القادر بن میر سید عباد اللہ بن میر سید نعمت اللہ بن میر سید محمد باقر بن میر سید محمود عرف مودن بن میر سید علی بن میر سید جلال بن میر سید فیروز بن میر سید عثمان بن میر سید شمس الدین عرف سید جبین جونقی بن میر سید نور الدین بن میر سید ضیاء الدین بن میر سید فخر الدین بن میر سید احمد بن میر سید صوفی بن حضرت سید عبد الوہاب بن حضرت غوث الثقلین محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الحسینی رحمۃ اللہ علیہم۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کے مورث اعلیٰ حضرت خواجہ رکن الدین عبد الرحمٰن الکبیر علیہ الرحمہ ابو جعفر عبد اللہ المنصور عباسی کے ظلم و ستم کے بدولت مدینہ منورہ میں نہ رہ سکے اور گازرون میں آکر سکونت اختیار کی۔ (ابو جعفر عبد اللہ المنصور بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سلاطین عباسیہ کا دوسرا بادشاہ تھا۔ تاریخ الخلفا میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے کارناموں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا اقتباس یہ ہے قتل خلقا کثیرا حتی استقام ملکہ وھو الذی ضرب ابا حنیفہ رح علی القضاء ثم سجنہ فمات بعد ایام وقیل انہ قتلہ بالسم۔۔۔ فقتلھما (یعنی محمد و ابراھیم ابنے عبد اللہ بن حسن بن الحسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب)

وجماعة كثيرة من آل البيت فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ..... واذى المنصور خلقاً من العلما ممن خرج معهما او امر بالخروج قتلا وضربا وغير ذلك منهم ابو حنيفه وعبد الحميد بن جعفر وابن عجلان ...

.... وفى سنة (مائة و) ثمان وخمسين امر المنصور نائب مكة بحبس سفيان الثورى وعباد بن كثير فحبسا وتخوف الناس ان يقتلهما المنصور اذا ورد الحج فلم يوصله الله مكة سالما بل قدم مريضا ومات وكفاهم الله شره -

ترجمہ (منصور نے) مخلوق کثیر کو قتل کیا یہاں تک کہ اُس کے ملک کو استقامت ہوئی اور اس نے قضا کے عہدہ کو قبول نہ کرنے کے سبب حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مارا اور قید کیا اور اسی قید میں انھوں نے چند روز کے بعد انتقال کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے ان کو زہر دیکر مار ڈالا .....

حضرت محمدؑ و حضرت ابراہیمؑ کو (جو حضرت عبد اللہ بن حسن بن الحسن المجتبی بن علیؑ بن ابی طالب کے بیٹے تھے) اور ان کے ساتھ اہل بیت کی جماعت کثیر کو بھی قتل کیا پس اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ...... اور ان علماء میں سے جماعت کثیر کو منصور نے قتل اور ضرب وغیرہ سے ایذا پہنچائی جنھوں نے ان دونوں (محمدؑ اور ابراہیم) کے ساتھ خروج کیا تھا یا خروج کا فتویٰ دیا تھا ان میں حضرت ابو حنیفہ اور عبد الحمید بن جعفر اور ابن عجلان تھے .... اور سنہ ۱۵۸ھ میں نایب مکہ کو منصور نے حضرت سفیان ثوری اور عباد بن کثیر کو قید کرنے کا حکم دیا اور لوگوں کو خوف ہوا کہ جب وہ حج کے لئے مکہ آئیگا تو ان بزرگوں کو قتل کر دیگا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو حج کے موقع پر مکہ معظمہ صحیح

وسلامت نہیں پہنچایا بلکہ وہ بیمار آیا اور مرگیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے ان کو بچایا۔

اون کی اولاد میں پانچویں پشت میں حضرت خواجہ قطب الدین عبد العزیز گازرونی میں بھی نہ رہ سکے اور سرخس چلے آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت عباسیہ کے اوائل زمانہ میں ان بزرگوں کو بے حد تکلیف پہنچائی گئی غالباً اسی وجہ سے حضرت باقر علیہ الرحمہ کے خاندان میں اباً عن جدٍّ یہ وصیت چلی آتی ہے کہ حضرت عبد العزیز سرخسی کی اولاد میں کوئی شخص :-

(۱) عباسیوں میں شادی بیاہ نکرے۔

(۲) سیاہ رنگ کا کپڑا نہ پہنے۔

(۳) سیاہ (مشکی) رنگ کا گھوڑا سواری میں نہ رکھے۔

حضرت خواجہ قطب الدین عبد العزیز سرخسی کے فرزند حضرت خواجہ شہاب الدین عبد الرحمٰن ثانی کو سلطان محمود غزنوی نور اللہ مضجعہ اپنے ہمراہ ہندوستان لائے اور سنہ ۴۳۰ھ میں تھانیسر کو فتح کرکے اون کو پانی پت کی حکومت اور قضاءت دی۔ انھوں نے پانی پت میں سکونت اختیار کی اور نواح کے ممالک کو فتح کرکے اسلامی حکومت میں شامل کیا۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیاء کے حالات کے ذیل میں حضرت عبد الرحمٰن[1] چشتی مرات الاسرار میں لکھتے ہیں :-

"در ملفوظات شیخ جلال دیدہ ام کہ نوشتہ اند کہ قبل از آمدن بزرگان مخدوم بولایت ہندوستان یکے از اسلاف او کہ قاضی محمد یوسف نام داشت

---

[1] حضرت عبد الرحمٰن چشتی رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ عالم اور درویش کامل تھے۔ شاہجہاں بادشاہ کے استاد تھے۔ اسی بادشاہ کے عہد سلطنت میں سنہ ۱۰۴۵ھ میں انھوں نے اولیاء کے حالات میں ایک مبسوط کتاب مسمی بہ مرات الاسرار تصنیف کی۔

وبفضائل صوری ومعنوی در سرزمین فارس کہ عبارت از گازرون است مشہور ومعروف بود وبسیارے از مشایخ آں دیار تولا بوے داشتند وخاک آستانہ اورا سرمۂ دیدۂ خود ہا میساختند سلطان محمود بغایت اعزاز و اکرام آنحضرت را ہمراہ خود آوردہ بحکومت وریاست پرگنات نواحی قنوج مامور ساختہ والآن بر ہماں ریاست اولاد کثیر او قیام دارند واکثرے از اں خاندان بموجب دعائے خواجہ عبداللہ خفیفؒ کہ شیخ الاسلام بود بجاہ وحشمت دینی ودنیوی وبفضائل علوم صوری ومعنوی بوجود می آیند چنانچہ مشہور اند بشجاعت وسخاوت وعلوم ظاہری وباطنی۔ واز بزرگان شیخ جلال قاضی شہاب الدین (عبدالرحمن) نام در وقت سلطنت غوریان از گازرون آمدہ در قصبہ پانی پت سکونت اختیار نمودہ وقاضی محمد یوسف بالگرامی دو صد سال پیش از قاضی شہاب الدین مذکور بہمراہی سلطان محمود بقنوج آمدہ بحکومت قصبۂ بالگرام مامور شدہ کافران را علف تیغ بیدریغ ساختہ چراغ اسلام روشن ساختہ بود ......"

حضرت عبدالرحمن چشتی کی یہ روایت کہ قاضی شہاب الدین عبدالرحمن قاضی محمد یوسف سے دو سو سال بعد سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے غلط اور واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ شہاب الدین غوری نے ۵۸۸ھ میں پرتھوی راج پر فتح پاکر ہندوستان میں سلطنت قایم کی۔ حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کی ولادت ۵۹۵ھ سے دو چار سال قبل واقع ہوی اور حضرت شہاب الدین عبدالرحمن اون سے دسویں پشت اوپر ہیں۔ صرف پچپن یا ساٹھ سال میں دس پشتوں کا گزرنا محال ہے اس کے

علاوہ ادن قدیم نسب ناموں میں جو حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کی اولاد میں چند جگہ محفوظ ہیں بصراحت لکھا ہوا ہے کہ حضرت شہاب الدین عبدالرحمن کو سلطان محمود غزنوی اپنے ہمراہ ہندوستان لائے تھے اور نیز یہی روایت حضرت باقر کے خاندان میں ابًا عن جدٍ چلی آرہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دونوں بزرگوں یعنی مخدوم شہاب الدین عبدالرحمن اور قاضی محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہما کو سلطان محمود غزنوی اپنے ہمراہ ہندوستان لائے۔ تھانیسر کے فتح (سنہ ۴۰۲ھ) کے بعد حضرت عبدالرحمن کو پانی پت کی حکومت اور قضاوت دی گئی اور قنوج کی فتح (سنہ ۴۰۹ھ) کے بعد قاضی محمد یوسف کو بلگرام (جو قنوج کے قریب ایک شہر تھا) اور بلگرام کی قضاوت وحکومت دی گئی۔ حضرت مخدوم شہاب الدین عبدالرحمن کا مزار مبارک پانی پت میں ہے اور معتقدوں کا زیارت گاہ ہے۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا

حضرت قاضی شہاب الدین عبدالرحمن کے بعد اون کی دسویں پشت میں ہیں۔ حضرت مخدوم طریقہ علیہ چشتیہ صابریہ کے پیشوا ہیں اور اپنے وقت کے کامل مکمل اولیا میں بہت ہی بلند پایہ بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت مخدوم اللہ دیہ[2] سیر الاقطاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت مخدومؒ "صاحب کشف و کرامات عالیہ وصاحب مقامات جلیلہ ورفیع الشان بود و در علم شریعت وطریقت و حقیقت ومعرفت عدیم العدیل بود" انکی ولادت پانی پت میں ہوی۔ سنہ ولادت صحیح طور پر معلوم نہ ہوسکا لیکن واقعات کو تطبیق دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت ۵۹۵ھ سے دو چار سال قبل ہوی والد ماجد خواجہ محمود نے محمدؐ نام رکھا۔ پانچ سال

[2] حضرت اللہ دیہ حضرت مخدوم کے اولاد میں تھے۔ بزرگان سلسلہ چشتیہ صابریہ کے حالات میں سیر الاقطاب نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں سنہ ۱۰۳۶ھ میں اسکی تالیف شروع کی اور اوسی بادشاہ کے عہد میں ۱۰۵۶ھ میں ختم کی۔

کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور اون کے عم بزرگوار نے انہیں آغوش تربیت میں لیا۔ اوائل عمر میں کلام اللہ شریف کو حفظ کیا اس کے بعد بہت جلد تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی۔ ایام طفلی ہی میں محبت الٰہی کا ان پر غلبہ شروع ہوا بعض وقت بے اختیار ہو جاتے اور گھر چھوڑ کر جنگل میں چلے جاتے اور وہاں ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت ان پر بہت مبذول رہا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ بسا اوقات وہ خود حضرت مخدوم کے مکان پر آکر ان سے ملا کرتے حضرت مخدوم نے دو ایک بار ان سے بیعت کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت قلندر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ وقت آئیگا کہ تمہارے پیر یہاں پانی پت میں تشریف لائینگے اور تم کو مرید کرینگے اور تمہاری تکمیل انہیں سے ہوگی۔ علوم متداولہ کی تحصیل سے حضرت مخدوم کو فراغت ہو چکی تھی۔ اور جذبہ الٰہی جلد جلد بڑھتا جاتا تھا۔ آخر بیتاب ہو کر یکایک وطن اور اہل وطن کو چھوڑ کر انھوں نے سفر اختیار کیا۔ تقریباً تیس[۳۰] سال تک سفر میں رہے۔ اوس زمانہ کے بہت سے اولیا سے ملے اور حجاز و شام میں برسوں سفر کرتے رہے ہر سال حج کے زمانہ میں مکۂ معظمہ آتے اور مناسک حج ادا کرکے مدینۂ منورہ حاضر ہوتے پھر شام چلے جاتے۔ حجاز و شام کے اکابر محدثین کی صحبتوں سے بھی مستفید ہوئے اور علم حدیث و رجال میں تبحر حاصل کیا طویل سیاحت کے بعد پانی پت واپس تشریف لائے۔

حضرت مخدوم قدس سرہٗ کے پانی پت واپس آنے سے تین چار سال پہلے حضرت شاہ ولایت خواجہ شمس الدین ترک علیہ الرحمہ یہاں تشریف لا چکے تھے۔ یہ بزرگ سیّد تھے اور ترکستان کے رہنے والے تھے۔ تحصیل علوم کے بعد طلب حق میں تبلاش پیر وطن سے نکلے اور جا بجا سفر کرتے ہوئے ہندوستان آئے۔ اس ملک میں بھی جا بجا

پھرتے ہوئے پاک پٹن شریف آئے اور حضرت شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ کچھ مدت تک قیام کے بعد ان کو ارشاد ہوا کہ کلیر جاؤ۔ اس ارشاد کی بنا پر پاک پٹن شریف سے روانہ ہو کر پیران کلیر شریف آئے اور حضرت مخدوم جہاں علاؤ الدین علی احمد صابر چشتی کلیری قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مرید ہوئے اور چند سال تک پیر کی خدمت میں حاضر رہ کر مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے حضرت مخدوم پاک نے بھی بہت ہی محبت اور شفقت سے ان کی تعلیم و تربیت کی یہاں تک کہ درجۂ کمال تک پہنچا یا۔ صاحب سیر الاقطاب لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم پاک علاؤ الدین علی احمدؒ صابر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

"شمس الدین تو مرا فرزندی از حق سبحانہٗ تعالیٰ خواستہ ام کہ ایں سلسلہ با از تو جاری باشد و تا قیامت بر پا ماند۔"

وفات سے کچھ پہلے حضرت مخدوم پاک نے ان کو خلافت سے مشرف فرمایا اور حکم دیا کہ میرے انتقال کے بعد پانی پت جا کر قیام کرو۔ چنانچہ ان کی رحلت (۱۳ ربیع الاول ۶۹۱ھ) کے تین روز کے بعد وہ کلیر شریف سے روانہ ہوئے اور پانی پت تشریف لائے اور یہاں سکونت اختیار فرمائی۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیرالاولیا نے وطن واپس آکر حضرت شاہ ولایت مخدوم خواجہ شمس الدین ترک کے تشریف آوری اور قیام پانی پت کا حال سنا اور باشتیاق تمام ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی اور شدید مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہوئے صاحب مرات الاسرار لکھتے ہیں:۔

"الغرض وے از ممتازان و محبوبان ایں طائفہ بود شانے عظیم و طبعے کریم و حالے مستقیم

داشت و آنقدر ریاضات و مجاہدات بر خود نہادہ بود کہ از غایت شدت جوع نفس امارۂ او بصورتے مجسم شدہ از بدن مبارکش جدا افتاد اما در استقامت او ہیچ فتورے راہ نیافت۔"

تکمیل کے بعد ۷۰۷ھ میں حضرت شمس الدین ترک نے حضرت مخدوم کو خلافت دیکر مجاز مطلق کیا اور اپنے تمام مریدوں کی تعلیم و تربیت بھی انہیں سے متعلق کردی اور آٹھ سال کے بعد ۷۱۵ھ میں پانی پت میں متوجہ عالم بالا ہوے قدس اللہ سرہ العزیز۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا نے پیر کے حکم سے اور ان کے سامنے اپنے فیضان کو جاری کردیا تھا۔ پیر کی رحلت کے بعد یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اور طلبہ اور مریدوں کو علوم ظاہر و باطن سے مستفید فرماتے رہے۔ آخر عمر میں شدید استغراق کی حالت پیدا ہوگئی تھی۔ یہاں تک کہ ان کو کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی تھی۔ جب نماز کا وقت آتا تو حاضرین و خدام میں سے کوئی شخص باآواز بلند اون کے کان کے قریب حق حق حق کہتا۔ اس نام پاک کے سننے سے وہ ہوش میں آجاتے وضو کرتے اور نماز پڑھتے نماز کے بعد پھر استغراق کی حالت پیدا ہوجاتی۔ ان کا فیض بہت پھیلا اور سلسلہ علیہ چشتیہ صابریہ انہیں کے واسطہ سے ابھی تک جاری ہے۔ مریدوں میں سے چالیس بزرگوں کو خلافت سے مشرف فرمایا۔ ان کی رحلت ۱۳ ربیع الاول ۷۶۵ھ میں ہوی۔ مزار مبارک پانی پت میں ہے۔ پیر نے خلافت صرف انہیں کو دی۔ ان کا نام محمد تھا۔ خلافت دیتے وقت پیر نے ان کو جلال الدین لقب دیا اور اسی لقب سے وہ مشہور ہوے۔ انہوں نے بہت طویل عمر پائی۔ بقول صاحب سیر الاقطاب "عمر شریفش از یک صد و ہفتاد سال زیادہ بود" ممکن ہے کہ مؤلف سیر الاقطاب نے اس روایت کی تنقید نہ کی ہو لیکن روایتوں اور واقعات کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ اون کا سن شریف ایکسو تیس ۱۳۰ سال سے ضرور زیادہ تھا۔ اوس وقت کے اولیا کی عمریں بہت ہوی ہیں چنانچہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد یحییٰ منیری[۳] کا (جو حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کے ہمعصر تھے) سن شریف ایکسو اکیس سال تک پہنچا تھا (ولادت ۶۶۱ھ وفات ۷۸۲ھ) اور دوسرے بزرگوں نے بھی بہت طویل عمریں پائی ہیں۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کے حالات کم و بیش متعدد کتابوں میں منقول ہیں اور مرات الاسرار اور سیر الاقطاب میں کسیقدر تفصیل سے لکھے گئے ہیں چونکہ ان کے مفصل سوانح حیات کا لکھنا یہاں پیش نظر نہیں ہے اس لئے جو کچھ لکھا گیا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ البتہ جو خلافت نامہ حضرت شاہ ولایت شمس الدین ترک نے ان کو لکھکر دیا تھا اس کو نقل کردینا مناسب خیال کرتا ہوں شاید ناظرین کرام کی دلچسپی کا باعث ہو اس سے ایسی باتیں معلوم ہوسکینگی جو کسی تذکرہ اور کتاب میں منقول نہیں ہیں۔ اور اس سے علاوہ پیر کی خاص عنایت اور توجہ اور محبت کے جو حضرت مخدوم پر مبذول تھی اوس خلافت مطلقہ اور اجازت نامہ کی وسعت کا بھی اندازہ ہوسکیگا جس سے حضرت مخدوم ممتاز ہوے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سب تعریفیں اللہ کیلئے جو
رب العلمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة	پروردگار عالمیان ہے اور عاقبت متقیوں کیلئے اور درود
والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ	وسلام ہو اوس کے رسول سیدنا محمد پر اور اون کے آل اور اون کے صحابہ پر
الرسول اعطی لاسد اللہ تعالیٰ وھو علی رض	رسول نے عطا کیا اللہ تعالیٰ کے شیر کو اور وہ علی ہیں ان سے اللہ راضی ہو
وھو اعطی لخواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہ العزیز	اور انھوں نے عطا کیا خواجہ حسن بصری کو قدس اللہ سرہ العزیز۔

[۳] منیر (بفتح میم و کسر نون بایائے مجہول) پٹنہ سے سترہ میل مغرب جانب ایک نہایت قدیم قصبہ ہے حضرت مخدوم شیخ یحییٰ قدس سرہ کا یہاں مسکن تھا اور یہاں اون کا مزار ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین احمد قدس سرہ اون کے فرزند تھے انہوں نے قصبہ بہار شریف میں سکونت اختیار فرمائی اور اسی قصبہ میں ان کا مزار مبارک ہے۔

وهو اعطى لخواجه عبد الواحد زيد نور الله تعالى روضته
اور انہوں نے دیا خواجہ عبد الواحد زید کو اللہ تعالے ان کے روضہ کو روشن کرے

وهو اعطى لخواجه فضيل بن عياض رحمة الله تعالى عليه
اور انہوں نے دیا خواجہ فضیل بن عیاض کو اللہ تعالی کی رحمت ان پر ہو

وهو اعطى لخواجه ابراهيم ادهم نور الله تعالى مرقده
اور انہوں نے دیا خواجہ ابراہیم ادہم کو اللہ تعالے ان کے قبر کو روشن کرے

وهو اعطى لخواجه حذيفة المرعشي طاب الله تعالى ثراه
اور انہوں نے دیا خواجہ حذیفہ مرعشی کو اللہ تعالے انکی مٹی کو خوشبو کرے

وهو اعطى لخواجه هبيرة البصري رحمة الله تعالى عليه
اور انہوں نے دیا خواجہ ہبیرۃ البصری کو اللہ تعالی کی رحمت ان پر ہو

وهو اعطى لخواجه علو ممشاد دينوري مع ولايت دينور قدس الله تعالى سره العزيز۔
اور انہوں نے دیا خواجہ علو ممشاد دینوری کو مع ولایت دینور کے قدس اللہ تعالی سرہ العزیز۔

وهو اعطى لخواجه قطب الدين ابو اسحق مع ولايت شام نور الله تعالى روضته۔
اور انہوں نے دیا خواجہ قطب الدین ابو اسحق کو مع ولایت شام کے اللہ تعالی ان کے روضہ کو روشن کرے۔

وهو اعطى لخواجه قدوة الدين ابو احمد مع ولايت چشت طاب الله تعالى ثراه۔
اور انہوں نے دیا خواجہ قدوۃ الدین ابو احمد کو مع ولایت چشت کے اللہ تعالی اونکی مٹی کو خوشبو کرے۔

وهو اعطى لخواجه ابو محمد معها نور الله تعالى مرقده۔
اور انہوں نے دیا خواجہ ابو محمد کو مع اس کے (یعنی ولایت چشت کے) اللہ تعالی اون کے قبر کو روشن کرے۔

وهو اعطى لخواجه ناصر الدين ابى يوسف معها قدس الله تعالى سره۔
اور انہوں نے دیا ناصر الدین ابو یوسف کو مع اس کے قدس اللہ تعالی سرہ۔

وهو اعطى لخواجه مودود معها نور الله تعالى قبره۔
اور انہوں نے دیا خواجہ مودود کو مع اس کے اللہ تعالے انکی قبر کو روشن کرے۔

وهو اعطى لخواجه حاجى شريف زندنى رحمة الله تعالى عليه۔
اور انہوں نے دیا خواجہ حاجی شریف زندنی کو اللہ تعالے کی رحمت ان پر ہو۔

وهو اعطى لخواجه عثمان هاروني طاب الله تعالى ثراه
اور انہوں نے دیا خواجہ عثمان ہارونی کو اللہ تعالے اونکی مٹی کو خوشبو کرے

وهو اعطى لخواجه معين الدين حسن السجزي مع ولايت اجمير رحمة الله تعالى عليه
اور انہوں نے دیا خواجہ معین الدین حسن السجزی کو مع ولایت اجمیر کے اللہ تعالی کی رحمت ان پر ہو۔

وهو اعطى لخواجه قطب الدين بختيار اوشي مع ولايت دهلى نور الله تعالى روضته
اور انہوں نے دیا خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کو مع ولایت دہلی کے اللہ تعالی اون کے روضہ کو روشن کرے

وهو اعطى لخواجه فريد الدين مسعود گنج شكر مع ولايت اجودهن قدس الله تعالى سره
اور انہوں نے دیا خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر کو مع ولایت اجودھن کے قدس اللہ تعالی سرہ۔

وهو اعطى لخواجه علاء الدين على احمد الصابر مع ولايت كلير
اور انہوں نے دیا خواجہ علاء الدین علی احمد الصابر کو مع ولایت کلیر کے

وهو اعطى للفقير مع ولايت پانى پت وانا فى الخطة المذكورة واقيمها وانا اعطيت خرقة وعصا ومقراضا وكاسا وسلمت ما فى قلبى وروحى وجسمى وعينى وبدنى وحلى ومكانى واسرارى واعلانى ظاهرا وباطنا لابنى القلبى وخليفة اسرارى محمد ابن محمود ابن يعقوب وخطبته خطابا باسم من اسماء الحسنى وهو جلال الدين وانا اقيمه فى مقامى بهذه الخطة مع سوادها وانا لا آخذ بيد رجل من الرجال من بعد هذا التاريخ لاجل

اور انہوں نے دیا اس فقیر کو مع ولایت پانی پت کے اور میں اس خطہ مذکورہ میں ہوں اور اسکو قایم رکھتا ہوں اور عطا کیا میں نے خرقہ اور عصا اور مقراض اور پیالہ اور حوالہ کیا جو کچھ کہ ہے میرے قلب میں اور میرے روح میں اور میرے جسم میں اور میری آنکھ میں اور میرے بدن میں اور میرے حل میں اور میرے مکان میں اور میرے اسرار میں اور میرے اعلان میں ظاہر اور باطن میرے قلبی فرزند اور میرے خلیفہ اسرار محمد بن محمود ابن یعقوب کو اور مخاطب کیا میں نے انکو اسماء حسنے کے ایک اسم کے خطاب سے اور وہ (خطاب) جلال الدین ہے اور میں اون کو اس خطہ میں اپنے مقام پر قایم کرتا ہوں مع اس کے سواد کے اور میں آج کی تاریخ سے کلاہ اور ارادت کے لئے

دۃ القلنسوۃ والارادۃ ولکلِ من ھوشاءِ ادا وخرقۃ وقلنسوۃ علیَّ ولکنی سلّمتہ صحیحا واجزت اجازۃً الی شیخ المشایخ قطب الاقطاب بدر الزھاد شیخ جلال المذکور وھو اعلم بطریق اللہ تعالیٰ وانا اعلمہ فی ما بقی وھو اسبق من ھولاء الدرجۃ فسلمتہ بہ واجزتہ۔

مردوں میں سے کسی مرد کا ہاتھ نہیں پکڑوں گا اور اون سب کو جو مجھ سے ارادت اور خرقہ اور کلاہ کی خواہش رکھتے ہیں میں نے ان کو صحیح طور پر تفویض کیا اور ان کو بڑے اجازت کے اجازت دی (کہ رجوع ہوں) بجانب شیخ المشایخ قطب الاقطاب بدر الزہاد شیخ جلال مذکور کے اور وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے خوب واقف ہیں اور جو باقی رہا ہے اسکی میں ان کو تعلیم دونگا اور وہ اس درجہ سے اسبق ہیں پس میں نے تم لوگوں کو اون کے تفویض کیا اور اون کو اجازت دی۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیاء کے فرزندان

خلافت سے مشرف کرنے کے بعد باصرار تمام حضرت خواجہ شمس الدین ترک نے حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کو نکاح کرنے پر مجبور کیا چنانچہ کرنال کے ایک بزرگ خاندان میں انہوں نے نکاح کیا۔ دو صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے (حضرت عبد القادر، حضرت ابراہیم حضرت مخدوم شبلی۔ حضرت کریم الدین اور حضرت عبد الاحد) پیدا ہوے۔ حضرت عبد القادر کا والد کی موجودگی میں انتقال ہوا اس لئے حضرت مخدوم کی وفات کے بعد اون کے دوسرے فرزند سجادہ نشین ہوے لیکن کسی وجہ سے بہت جلد وہ سجادہ نشینی سے کنارہ کش ہو گئے۔ اور حضرت مخدوم شبلی جو بقول صاحب مرات الاسرار "از اعظم خلفائے والد بزرگوار خود است" سجادہ نشین ہوے۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے فرزند اکبر حضرت مخدوم عبد القدوس سجادہ ارشاد پر بیٹھے۔ انہوں نے دو فرزند چھوڑے۔ بڑے حضرت عبد الکبیر الاولیاء تھے جو والد کی جگہ سجادہ نشین ہوے دوسرے حضرت مخدوم شاہ داؤد قدس سرہ (حضرت باقر کے جد اعلیٰ) جن کا اوس وقت شباب کا زمانہ تھا اور اوس وقت سلوک باطنی کے ساتھ علوم ظاہر کی تحصیل میں بھی مشغول تھے۔

۸۰۱ھ میں امیر تیمور نے دہلی پر حملہ کیا اور اس کو بالکل برباد کر دیا۔ حملہ کی خبر پا کر بہت سے شرفا، علما، سادات اور اکابر صوفیہ دہلی چھوڑ کر دور دراز مقامات پر چلے گئے اور حملہ کے بعد قتل اور اسیری سے جو بچ گئے انھوں نے بھی دہلی کو خیر باد کہا۔ دہلی جو علم و فضل کا مرکز تھا بالکل اجڑ گیا اور علما اور فضلا میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ برسوں کے بعد سلطان سکندر لودی نے اس شہر کو از سر نو آباد کیا لیکن مغلیہ سلطنت کے قیام تک علمی حیثیت سے اس شہر کو فروغ نہ ہو سکا۔ جس زمانہ کا یہ ذکر ہے جونپور میں ایک نئی سلطنت موسوم بہ سلطنت شرقیہ قایم ہو چکی تھی۔ سلطان ابراہیم شرقی نے اپنے زمانہ سلطنت (۸۰۴ھ تا ۸۴۴ھ) میں اس کو بہت فروغ دیا۔ علماء و فضلاء کو دور دور سے طلب کر کے جمع کیا اور جونپور کو علم و فضل کا مرکز کر دیا۔ لیکن اون کے انتقال کے بعد ہی اس سلطنت کا زوال شروع ہوا اور جونپور بھی علما و فضلا سے خالی ہو گیا۔ اوس وقت تمام ہندوستان میں صرف بہار کا ایک خطہ محفوظ رہ گیا تھا جہاں علم کا فیضان جاری تھا اور جابجا اچھے اچھے علما موجود تھے۔ زمانۂ قدیم سے خطۂ بہار علم کا مرکز رہا ہے۔ بودھ اور ہندوؤں کے زمانہ میں قصبۂ بہار کے قریب جا بجا اون کی بڑی بڑی درسگاہیں زمانۂ دراز تک قایم رہیں۔ ساتویں صدی ہجری میں جب مسلمانوں کا قبضہ ہوا علما و فضلا سادات و مشایخ دور دور سے آکر اس خطہ میں جا بجا سکونت پذیر ہوے چنانچہ اوس وقت سے تیرھویں صدی کے آخر تک علم و فضل کے اعتبار سے خطۂ بہار بہت ممتاز رہا اور اس کے قریہ قریہ سے علم و فضل کا فوارہ جوش مارتا رہا۔

طریقت کا دارومدار سنت نبویؐ کے علم و عمل پر ہے۔ اکابر طریقت خود بلند پایہ عالم ہوے ہیں اور ہمیشہ مریدوں کو تحصیل علم کے لئے تاکید کرتے آئے ہیں حضرت شیخ الاسلام شیخ کبیر بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "اندریں راہ علم درجہ

اولیس دارد" حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز سترہ سال کی عمر میں حضرت ختم المشائخ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے اور تحصیل علم کے ساتھ ساتھ سلوک باطنی میں بھی مشغول ہوئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد غلبہ حال سے مجبور ہو کر پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو پڑھنا چھوڑ دوں تاکہ ہمہ تن یکسو ہو کر مشاغل باطنی میں مصروف ہو جاؤں انہوں نے منع کیا اور فرمایا کہ میں کسی مرید کو تحصیل علم سے دست بردار ہونے کا حکم نہیں دیا کرتا۔

حضرت مخدوم شاہ داؤد رحمۃ اللہ علیہ کو تکمیل علم کے لئے پانی پت سے باہر جانے کی ضرورت محسوس ہوی۔ دہلی اور جونپور علم سے خالی ہو چکے تھے اس لئے لامحالہ بہار کی جانب انکی توجہ منعطف ہوی۔ وطن اور اہل وطن کو چھوڑا اور بہار کی جانب روانہ ہو گئے باوجودیکہ خطۂ بہار علم کا مرکز رہا ہے مگر کسی بادشاہ کے عہد میں کوئی درسگاہ اور طلبہ کی اقامت کے لئے دار الاقامت تعمیر نہیں کیا گیا۔ علما اپنے اپنے گھروں یا قریہ کی مسجد میں خالصاً لوجہ اللہ درس دیا کرتے تھے۔ نزدیک و دور سے طلبہ کسی بزرگ کے علم و فضل کی شہرت سنکر بے سروسامانی کے ساتھ آتے اور اوس قریہ کے اہل مقدرت و اہل خیر حضرات حسب موقع و حسب حیثیت دو دو چار چار طالب علموں کے خورونوش اور جملہ مایحتاج کے کفیل ہو جاتے اور اگر گنجائش ہوتی تو اپنے گھروں میں ورنہ محلہ یا قریہ کے مسجدوں میں اُن کے قیام کا انتظام کر دیتے۔ مایحتاج سے بے فکر ہو کر طلبہ ہمہ تن تحصیل علم میں مشغول رہا کرتے۔ حضرت مخدوم شاہ داؤد جب قصبہ بہار میں پہنچے ایک سید صاحب ان کے ضروریات کے کفیل ہوئے اور اپنے مکان کا ایک بیرونی حجرہ ان کو سکونت کے لئے دیا وہ اطمینان کے ساتھ تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔

سید صاحب کو صرف ایک صاحبزادی تھیں جو سن بلوغ کو پہنچ چکی تھیں لیکن کفو کے نہ ملنے کے باعث اُن کے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکے تھے اور اسی سبب سے اُن کو اور اُن کے حرم کو بہت فکر دامن گیر رہا کرتی تھی۔ حضرت مخدوم شاہ داؤد کو سید صاحب کے مکان میں رہتے دو ڈیڑھ سال ہو چکے تھے کہ سید صاحب کو کسی طرح حضرت مخدوم کی نہ صرف خاندانی شرافت کا بلکہ خود اُونکی بزرگی اور تقدس اور واصل الی اللہ ہونے کا حال یکایک منکشف ہو گیا۔ اونہوں نے اپنی حرم کو مطلع کیا اور باہم یہ رائے قرار پائی کہ لڑکی حضرت مخدوم شاہ داؤد سے منسوب کر دی جائے۔ دو تین روز کے بعد سید صاحب نے حضرت مخدوم سے گفتگو کی وہ سنکر بے حد متفکر اور پریشان ہو گئے اور اقرار یا انکار کچھ نہ کر سکے اقرار اس لئے نہ کر سکے کہ سید صاحب گو بہار میں سید مشہور تھے لیکن حضرت مخدوم کو اون کے حسب و نسب کے متعلق مطلق واقفیت نہ تھی اور جب تک اُس کے جانب سے کامل اطمینان نہ ہو لیتا اقرار نہیں کر سکتے تھے۔ انکار اس لئے نہ کر سکے کہ سید صاحب نے اون کو مثل اپنے فرزند کے آرام سے رکھا تھا اور ہر طرح اون کے خبرگیراں رہے تھے انکار کرنا سراسر احسان مندی کے خلاف تھا۔ ان وجوہ سے حضرت مخدوم نے اول اپنی غریب الوطنی اور طالب علمی کا عذر پیش کیا لیکن جب سید صاحب نے ان عذرات کو قبول نہیں کیا تو مجبور ہو کر غور کرنے کے لئے دو تین روز کی مہلت طلب کی۔ حضرت باقر کے خاندان میں یہ روایت اباً عن جدٍ مسلسل چلی آرہی ہے کہ حضرت مخدوم شاہ داؤد علیہ الرحمۃ اوس روز اس قدر پریشان ہوئے کہ نہ کھانا کھا سکے نہ سبق پڑھ سکے اور رات کو عشا کے بعد ہی بستر پر لیٹ گئے۔ خواب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اون کو مشرف کیا اور فرمایا "فرزند تم فکرمند اور پریشان نہ ہو۔ سید صاحب واقعی سید

ہیں اور میری اولاد میں ہیں تم اون کا پیام قبول کر لو" حضرت مخدوم کو اس ارشاد نے بالکل مطمئن کر دیا اور صبح ہوتے ہی سید صاحب پر رضامندی کا اظہار کیا۔ اونہوں نے متبسم ہو کر کہا "صاحبزادے میرے کہنے سے تم کو اطمینان نہیں ہوا جب وہاں سے ارشاد ہوا تو تم مطمئن ہوئے"۔ چند روز کے بعد سید صاحب کی صاحبزادی کا نکاح حضرت مخدوم سے کر دیا گیا اور اس پابندی کی وجہ سے وہ پھر پانی پت نہ جا سکے اور قصبۂ بہار میں ایک محلہ بیگن آباد تھا وہاں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے۔

حضرت مخدوم شاہ داؤد رحمۃ اللہ علیہ کو اون کے والد حضرت مخدوم شاہ عبد القدوس قدس سرہٗ سے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں خلافت ملی تھی۔ اوُن کے پوتے حضرت مخدوم شاہ اسحٰق کو (جو کم عمری میں یتیم ہو گئے تھے) حضرت مخدوم شیخ شعیب قدس سرہٗ العزیز نے آغوش تربیت میں لیا۔ یہ بزرگ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحیٰی منیری بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی حضرت شیخ جلیل الدین قدس سرہٗ کے فرزند تھے۔ شباب کے زمانہ میں عم بزرگوار سے مرید ہو کر ریاضت میں مشغول ہوئے اور بہت جلد اُن پر جذب کا غلبہ ہوا اور سالہا سال تک قایم رہا۔ مخدوم الملک کی رحلت (۷۸۲ھ) کے بعد اوُن کے خلیفہ راستین حضرت مخدوم مظفر شمس بلخی مکہ معظمہ چلے گئے۔ چند سال کے بعد واپسی میں عدن میں ٹھہرے۔ وہاں بیمار ہوئے اور اپنے برادر زادہ حضرت مخدوم حسین بن شیخ معز الدین شمس بلخی کو خلافت دے کر ۲۷ محرم جمادی الاول ۷۸۸ھ کو عدن میں انتقال کیا۔ حضرت مخدوم حسین بہار آئے اور سجادہ ارشاد پر متمکن ہوئے۔ اوُن کے انتقال (۸۴۲ھ) کے بعد اون کے فرزند اور خلیفہ حضرت شیخ حسن نوشہ توحید علیہ الرحمہ سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت مخدوم شیخ شعیب کو ان کی سجادہ نشینی کے زمانہ میں جذب سے افاقہ ہوا اور تکمیل کے لئے اون کی

حضرت مخدوم شاہ اسحٰق

جانب متوجہ ہوئے اور اُن سے خلافت حاصل کی۔ اون کا آخر زمانہ تھا کہ حضرت مخدوم شاہ اسحٰق اون کے آغوش تربیت میں آئے اور تعلیم و تربیت کے بعد سلسلہ علیہ فردوسیہ میں خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت باقر کے خاندان میں حضرت شاہ اسحٰق قدس سرہٗ سے اب تک اس سلسلہ میں اباً عن جدٍ خلافت چلی آ رہی ہے۔

گیا سے تین میل شمال کے جانب بیتھو نامی ایک موضع ہے حضرت سید السادات سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ (جن کا مزار قصبہ کچھوچھہ ضلع جونپور میں ہے) کے ہمشیر زادہ کے اولاد میں ایک بزرگ یہاں سکونت پذیر ہوئے۔ ان بزرگ کی اولاد میں حضرت مخدوم شاہ درویش قدس سرہ بیتھو میں صاحب سجادہ تھے۔ حضرت مخدوم شاہ اسحٰق قدس سرہ کے پوتے حضرت برُہان الدین عرف بندگی شاہ اخوند میاں کی شادی اُن کی صاحبزادی سے ہوئی اور وہ بہار سے تشریف لا کر بیتھو میں سکونت پذیر ہوئے لیکن اہل خانہ کے انتقال کے بعد اِس موضع میں قیام نہ کر سکے اور اپنے دونوں فرزند حضرت شاہ نور اور شاہ منصور (جو حضرت باقر کے اجداد میں ہیں) کو ہمراہ لے کر دیورہ[1] چلے گئے اور وہاں سکونت پذیر ہوئے۔ اور اِسی موضع میں ۱۰ صفر ۹۸۰ھ کو رہگرائے عالم آخرت ہوئے اون کی اولاد میں حضرت مخدوم شاہ ماہرو (ابن مخدوم شاہ محمد بن مخدوم شاہ معروف بن مخدوم شاہ منصور بن مخدوم برُہان الدین عرف بندگی اخوند میاں) دیورہ سے پیر بگہا آئے۔ اوس وقت یہ جگہ صرف چند جھوپڑیوں کی بستی تھی اور اُس کا نام بھی کچھ دوسرا تھا۔ چونکہ یہ جگہ تنہائی کی تھی اور دیورہ سے قریب بھی تھی اون کو پسند آئی تا کہ اپنے عزیزوں سے قریب رہ کر تنہائی میں فارغ البالی سے مجاہدہ اور عبادت الٰہی میں مصروف

حضرت برہان الدین

حضرت شاہ ماہرو

[1] موضع دیورہ پیر بگہ سے جانب غرب مایل بہ شمال نو کوس پر واقع ہے۔

رہ سکیں۔ بعد میں مستقل طور پر وہ یہاں سکونت پذیر ہو گئے اور اون کے قیام کے باعث اس بستی کا نام پیر نگر مشہور ہوا۔

حضرت باقر کے والد ماجد حضرت شاہ وارث علی علیہ الرحمۃ (بن شاہ محب اللہ بن شاہ ہدایت اللہ بن شاہ رحمت اللہ بن مخدوم شاہ ماہرو) نے ابتدائی تعلیم پیر نگر ہی میں حاصل کی اوس کے بعد طلب علم کی غرض سے لکھنو چلے گئے۔ اودھ میں نواب سعادت علی خاں کی حکومت کا ابتدائی زمانہ تھا اور لکھنؤ میں حضرت ملا مبین رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۲۵ھ) کے درس کا دریائے فیض جاری تھا۔ حضرت شاہ وارث علی رح اون کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے۔ شاگرد کی ذہانت اور شوق تحصیل علم اور ان کی صفات برگزیدہ کو دیکھکر استاد اُن پر بہت مہربان ہوئے اور نہایت توجہ اور محبت سے تعلیم دی۔ چند سال میں تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی اور سند فضیلت لیکر وطن واپس تشریف لائے۔ اون کے والد ماجد حضرت شاہ محب اللہ قدس سرہ کا انتقال ہو چکا تھا اور بڑے چچا حضرت مخدوم شاہ اہل اللہ قدس سرہ سجادۂ ارشاد پر تھے اور اون کا فیض ظاہری و باطنی جاری تھا۔ تحریر مرقومہ بالا میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت شاہ اسحٰق قدس سرہٗ کو حضرت مخدوم شیخ شعیب علیہ الرحمہ نے سلسلۂ فردوسیہ میں خلافت دی تھی اور اون سے یہ سلسلہ اون کے خاندان میں جاری ہوا۔

حضرت شاہ اہل اللہ رح کا حضرت مولانا محمد منعم پاک سے خلافت حاصل کرنا

حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہ کو اِس سلسلہ میں خلافت اون کے والد ماجد حضرت شاہ ہدایت اللہ سے ملی تھی لیکن اُن کی طلب باقی رہی اور پٹنہ جا کر حضرت مولانا محمد منعم پاک اُبوالعلائی نقشبندی قدس اللہ سرہ العزیز (متوفی ۱۳ رجب ۱۱۸۵ھ بعمر ۱۰۳ سال) کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور بارہ سال تک ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہکر سلسلہ ابوالعلائیہ

نقشبندیہ اور چشتیہ اور قادریہ میں اون سے خلافت حاصل کی اور اون کی رحلت کے بعد پیر نگر واپس تشریف لائے۔ حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ لکھنو سے پیر نگر واپس آکر عم بزرگوار حضرت شاہ اہل اللہ صاحب کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور تحصیل کمالات باطنی میں بہت محنت و مجاہدہ کیا۔ تکمیل کے بعد حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہ نے اون کو

حضرت شاہ محب اللہ کی رحلت

سلسلۂ فردوسیہ اور سلاسل اُبوالعلائیہ نقشبندیہ اور چشتیہ اور قادریہ میں خلافت دی اور چند ماہ بعد ۲۵ رمضان المبارک ۱۲۲۴ھ کو بعمر پچھتر سال متوجہ مقعد صدق عند ملیکٍ مقتدر ہوئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت باقر کے اجداد میں ہر بزرگ حضرت شاہ اہل اللہ اور حضرت شاہ محب اللہ قدس اللہ سرہما تک دنیا سے بالکل کنارہ کش رہے اور شرف ولایت سے ممتاز رہے اِن بزرگوں کے عمر کا ابتدائی حصہ تحصیل علم میں صرف ہوا اوس کے بعد ریاضت اور مجاہدہ کے جانب متوجہ ہوئے باطنی تکمیل کے بعد خلافت حاصل کی اور بقیہ تمام عمر طلبا اور مریدین کی تعلیم و تربیت ظاہری و باطنی میں صرف کر دی۔ یہ لوگ ہمہ تن متوجہ الی اللہ رہے اور عمر کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہونے دیا۔ اون کا ذریعہ معاش محض بقدر مایحتاج زراعت اور کاشتکاری رہا۔

حضرت شاہ وارث علی رح کا ملازمت قبول کرنا

حضرت شاہ وارث علی علیہ الرحمہ کی ولادت کے پہلے ہی ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط بنگال اور بہار پر ہو چکا تھا اور منظم انگریزی حکومت قایم ہو چکی تھی۔ اوس زمانہ میں اور اوس کے بہت برسوں بعد تک اضلاع کی اعلیٰ خدمتوں پر تو صرف انگریز ہی مامور ہوا کرتے تھے لیکن اون کی ماتحتی میں ذیلی خدمتوں کے لئے (جیسے سب ججی اور ڈپٹی کلکٹری وغیرہ) اعلیٰ اور ذی اثر خاندان کے ذی علم اور ذی وجاہت مسلمانوں کی تلاش رہا کرتی تھی اور جس طرح

ہوسکتا گورنمنٹ اکثر ایسے ہی لوگوں کو راضی کرکے ان خدمتوں پر مامور کرتی تھی۔ حضرت سید شاہ وارث علی قدس سرہ کے خاندان کی بزرگی اور برگزیدگی سے گورنمنٹ کے حکام پہلے ہی سے واقف تھے۔ تکمیل علوم کے بعد لکھنؤ سے جب وطن واپس آئے تو اون کے علم وفضل کی کیفیت بھی حکام مقامی تک پہنچی اور اون کی جانب سے اُن پر سرکاری ملازمت کے قبول کرنے کا تقاضا شروع ہوا۔ خاندانی قدیم طریقہ کے خلاف اونہوں نے خود کو دنیا کے کاروبار میں پھنسانا نہیں چاہا اور چند سال تک برابر انکار کرتے رہے آخر اون پر اِس قسم کی مجبوریاں عاید کی گئیں کہ اونہیں ملازمت قبول کرنی ہی پڑی اور گورنمنٹ نے سررشتۂ عدالت میں خدمت دے کر اون کا تقرر ضلع شاہ آباد کے مستقر آرہ پر کیا۔ ضلع شاہ آباد میں اوس وقت بہت بڑے زمیندار بابو[ش] کنور سنگھ کے والد تھے۔ وہ حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ سے ملکر اون کی بزرگی وبرگزیدگی اور اخلاق حسنہ سے بہت متاثر ہوئے اور اپنی زمینداری کی زمین میں سے ایک قطعہ شہر آرہ کے باہر شرقی جانب بطور نذر کے عقیدتاً پیش کیا اور قبول کرنے پر مصر ہوئے۔ اونہوں نے قبول کیا اور اوس کے ایک مختصر حصہ پر اپنی سکونت کے لئے سفال پوش خام مکان تعمیر کیا اور بقیہ حصہ کو قطعہ قطعہ کرکے لوگوں کو دے کر ایک محلہ بنام ناظر گنج آباد کیا جو اب بھی موجود ہے۔ تقریباً بیس سال تک ملازمت کی اور تمام مدت ملازمت آرہ ہی میں رہے۔ اکیاون یا باون سال کی عمر تھی

ش۔ کنور سنگھ اور اُن کے آبا واجداد ضلع شاہ آباد آرہ کے موضع جگدیس پور کے رہنے والے تھے اور بہت بڑے زمیندار تھے ۱۸۵۷ء کے غدر میں انگریزی دیسی فوج باغی ہوکر آرہ آئی اور ان فوجیوں نے بابو کنور سنگھ کو زبردستی اپنے ساتھ شریک کرلیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ باغی فوج خود بھی برباد ہوئی اور کنور سنگھ نے بھی زخمی ہوکر دنیا کو خیرباد کہا۔

کہ اسہال کبدی میں مبتلا ہوئے۔ جب علالت زیادہ ہوی تو پیر نگہ تشریف لے گئے اور وہاں ۹ ماہ رجب المرجب ۱۲۴۹ھ کو جمعہ کے دن نماز صبح کے وقت رہگرائے عالم جاودانی ہوئے نماز جمعہ کے بعد جنازہ کی نماز پڑھی گئی اور پیر نگہ کی آبادی کے باہر جانب جنوب اپنے والد ماجد حضرت شاہ محب اللہ اور عم بزرگوار حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہما کے جوار میں دفن کئے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت شاہ وارث علی رح کی رحلت

حضرت شاہ وارث علی نے گو سرکاری ملازمت قبول کرلی تھی لیکن تمام عمر اونہوں نے اپنی قدیم خاندانی روش ہی کو قایم رکھا۔ آرہ میں سکونت کے لئے جو مکان تعمیر کیا تھا وہ مٹی کی دیواروں کا سفال پوش مکان تھا۔ اوسی میں مقیم رہے اور پختہ مکان کی تعمیر کا کبھی خیال نہیں کیا۔ پیر نگہ میں اون کو موروثی مکان کا جو حصہ ملا تھا وہ مختصر سا تھا جب اولاد ہوی اور مکان کی تنگی زیادہ تکلیف دینے لگی تو ارادہ کیا کہ اوس قدیم مکان پر مٹی کی دیواروں کی ایک بالائی منزل تعمیر کرلیں تاکہ تنگی رفع ہوجائے۔ اون کے بڑے بھائی حضرت شاہ بندہ علی صاحب قدس سرہٗ نے منع کیا اور فرمایا کہ دیکھو اگر بالاخانہ تعمیر کروگے تو نفس اور شیطان چونکہ ہر وقت انسان کے ساتھ ہے ممکن ہے کہ کسی وقت تم اون سے دھوکا کھاؤ اور تمہارے دل میں برادری کے غریب لوگوں پر ایک گونہ تفوق کا خیال گزرے۔ بھائی کے فرماتے ہی اِس ارادے سے باز آئے اور پھر کبھی اونہوں نے اوس مکان میں اضافہ یا اس کے علاوہ دوسرے مکان کے تعمیر کا ارادہ نہیں کیا۔ ملازمت کے زمانہ میں دوستوں کے مجبور کرنے سے چند گاؤں خرید لئے تھے مگر جب تک زندہ رہے اُون کی آمدنی میں سے ایک پیسہ اپنی ذات میں یا اپنی اولاد میں صرف نہیں کیا۔ جو کچھ وصول ہوتا اپنی برادری کے لوگوں اور دوسرے اہل حاجات کی ضرورتوں میں صرف

حضرت شاہ وارث علی رح اخلاق اور ان کا طرز معشرت

کر دیتے۔ اون کا دسترخان ہمیشہ بہت وسیع رہا اور کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا۔ کسی وقت اگر پاس کچھ نہیں ہوتا تو اپنے پہننے کا کپڑا سایل کو دیدیتے اور خود تکلیف اوٹھاتے طلبہ اور مریدین کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ اونھوں نے ہمیشہ جاری رکھا جو طلبہ اون سے پڑہتے اُن کے تمام ضروریات کے وہ کفیل ہوتے۔ راتوں کو بہت کم سوتے تھے نیم شب کے بعد سے اشراق تک نماز ذکر شغل اور تلاوت قرآن پاک میں مصروف رہتے اور ایک لمحہ بھی یاد الٰہی اور مشغولی باطن سے خالی نہیں جاتا۔ لوگوں سے نہایت خندہ پیشانی اخلاق اور خلوص کے ساتھ ملتے۔ وہ نہایت بامذاق حاضر جواب اور زندہ دل تھے اون کی حاضر جوابی کی نہایت لطیف لطیف باتیں میں نے اپنے بزرگوں سے سنی ہیں لیکن اُن کو یہاں قلمبند کرنے کی گنجایش نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اُن کی تھوڑی صحبت بھی اوٹھائی تھی وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ اون کے اخلاق و خلوص و محبت اور برگزیدگی کو تمام عمر نہیں بھولے راقم کی سترہ اٹھارہ سال کی عمر تک چند اشخاص جو اُن کی صحبت میں رہے تھے زندہ تھے ان کے سامنے جب کبھی اون کا ذکر آتا وہ بے حد متاثر ہوجاتے اور دیر تک نہایت محبت اور عقیدت کے ساتھ اون کے اخلاق اور اون کے محاسن کا ذکر کرتے رہتے۔

اِن میں دو شخص وہ تھے جنھوں نے اون کی خدمت گاری کی تھی اون کا ذکر جب ان کے سامنے ہوتا تو ان کی آنکھوں سے بعض وقت بے اختیار آنسو جاری ہوجاتا۔ اللہ اللہ وہ کیسے مخلصانہ اخلاق ہوں گے جن کا اثر اُون کے ملنے والوں کے قلوب میں دایماً قایم رہا اِس میں شک نہیں کہ وہ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کے مظہر تھے بلا ملازمت قبول کرنے کی وجہ سے اپنے ہمعصر بزرگوں میں حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ دنیادار خیال کئے جاتے تھے مگر اون دنیادار جیسے اِس زمانے کے بڑے بڑے دین دار بھی نظر نہیں آتے۔

حضرت شاہ وارث علیؒ کی اولاد۔

حضرت شاہ وارث عُلی کی والدہ ماجدہ حضرت شاہ یار اللہ بن مولانا محمد اعظم بن مولانا احمد کبیر بن حضرت شاہ معروف بن حضرت شاہ منصور کی صاحبزادی تھیں اور اون کی ہم جد تھیں۔ حضرت علیہ الرحمہ کی شادی حضرت مولانا میر سید عبدالقادر قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ یہ بزرگ موضع میران بیگہ[1] لگھاور کے رہنے والے اور حضرت سیدنا سید عبدالوہاب بن حضرت غوث الاعظم محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد میں تھے۔ تقریباً ساڑھے تین سو سال ہوئے کہ اون کے اجداد میں ایک بزرگ حضرت سید فیروز یہاں تشریف لائے اور سکونت پذیر ہوئے اون کی اولاد اِس موضع میں آباد ہے۔ حضرت شاہ وارث علی کے انتقال کے بعد اون کی اہل خانہ تقریباً چالیس سال بقید حیات رہیں اور ۱۲۸۹ھ میں پیر بگہ میں انتقال کیا اور اُن کے قبر کے متصل دفن ہوئیں۔ حضرت شاہ وارث علی نے دو بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑے۔ بڑی صاحبزادی کی شادی پیر بگہ میں خاندان ہی کے ایک صاحب حضرت شاہ منور علی سے ہوی اون کے صرف ایک ہی فرزند شاہ محمد اکرم صاحب علیہ الرحمہ زندہ رہے انہوں نے پٹنہ کے محلہ حاجی گنج میں مکان تعمیر کرکے سکونت اختیار کرلی تھی اور وہیں ۱۳۱۶ھ میں اکہتر سال کی عمر میں انتقال کیا اون کے فرزند مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم اُن کا جنازہ پیر بگہ لائے اور آبائی قبرستان میں دفن کیا۔ دوسرے فرزند حضرت سید شاہ حسین علی خاں بہادرُ تھے۔ اون کے بعد ایک صاحبزادی تھیں جنکی شادی موضع مکارم چک میں شاہ رمضان علی صاحب سے ہوی اونکی اولاد اسی موضع میں سکونت پذیر ہیں

---

[1] موضع میران بیگہ لکھاور سادات کی بستی ہے۔ پیر بیگہ سے بیس میل جانب شمال بمائل بمشرق اور گیا پٹنہ ریلوے لائن کے اسٹیشن جہاں آباد سے چار میل پر واقع ہے۔

چوتھے فرزند حضرت سید شاہ باقر علی باقرؔ تھے۔

سید شاہ حسین علی رح کی ولادت اور تعلیم اور قبول ملازمت

حضرت شاہ وارث علی قدس سرہٗ کے بڑے فرزند سید شاہ حسین علی خاں بہادر ۹ ذی الحجہ ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۰ نومبر ۱۸۱۶ء شب یکشنبہ طلوع صبح سے ایک گھنٹہ پیشتر موضع کہرہ[شہ] میں پیدا ہوئے۔ اوایل عمر میں تحصیل علم میں مشغول ہوئے اور طلب علم ہی کے زمانہ میں والد سے مرید ہوئے اور سلاسل فردوسیہ اور ابُو العلایہ نقشبندیہ او چشتیہ اور قادریہ میں خلافت لی۔ والد کی رحلت کے بعد وہ پیر بگہ میں مقیم رہے لیکن بہت جلد اون پر نوکری کے لئے تقاضہ شروع ہوا اور ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء) میں ملازم ہو گئے ۱۸۵۷ء (۱۲۷۳ھ) میں جب غدر ہوا وہ ضلع سارن چھپرہ کے سب ڈویزن سیوان پر متعین تھے اُون کے حسنِ انتظام کے باعث وہاں کا خزانہ اور کچھری بلکہ سارا سب ڈویزن غدر کے آفات سے محفوظ رہا۔ غدر کے فرو ہونے کے بعد گورنمنٹ نے اون کی کارگزاریوں کا بہت کچھ اعتراف کیا اور خان بہادری کا خطاب دے کر بعہدۂ ڈپٹی کلکٹری اون کو آرہ کے صدر سب ڈویزن پر متعین کیا۔ جب تک وہ ملازم رہے اپنے فرایض کو نہایت احتیاط سے انجام دیتے رہے لیکن نوکری سے وہ ہمیشہ کارہ رہے چنانچہ ۱۸۵۸ء (۱۲۷۴ھ) میں اوہنوں نے استعفاء دے دیا لیکن گورنمنٹ نے منظور نہیں کیا۔ چند سال کے بعد کچھ خانگی ضروریات کا عذر پیش کر کے ۱۸۶۴ء (۱۲۸۰ھ) میں جب وہ بھاگلپور میں اسسٹنٹ کمشنر تھے پھر استعفا دیا لیکن اب بھی منظور نہیں کیا گیا اور ایک سال کی رخصت پوری تنخواہ پر دی گئی۔ آخر کار پینتیس (۳۵) سال کی ملامت کے بعد ۱۸۷۵ء (۱۲۹۱ھ) میں پنشن لے کر خدمت سے سبکدوش ہوئے پانچ چھ سال کے بعد حج بیت اللہ شریف اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے۔

شہ موضع کہرہ گیا پٹنہ ریلوے لاین کے اسٹیشن بیلا کے قریب سادات کی بستی ہے۔

حضرت شاہ حسین علی کا حلیہ

حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کشیدہ قامت متناسب الاعضا اور صبیح اللون تھے اُن کا سینہ چوڑا چہرہ کتابی آنکھیں بڑی اور خوبصورت اور داڑہی گھنی اور لمبی تھی چہرہ سے نہایت درجہ بزرگی اور برگزیدگی ظاہر ہوتی تھی۔ اوس زمانہ کے تمام اقسام کے فنون سپہ گری میں کامل تھے۔ گھوڑے کی سواری میں میر کریم اللہ صاحب مرحوم (جن کا حال بعد میں بیان کیا جائے گا) کے شاگرد رشید تھے اور صاحب کمال تھے۔ انتقال سے چند سال پہلے اون کے دونوں ہاتھ اور پاؤں میں رعشہ کی بیماری پیدا ہو گئی تھی جس سے وہ چلنے پھرنے بلکہ نشست و برخاست سے بھی بالکل معذور ہو گئے تھے لیکن دماغ کی قوت اور سماعت اور بصارت رحلت کے وقت تک ویسی ہی قایم رہی جیسی کہ جوانی میں تھی۔

حضرت شاہ حسین علی کے اخلاق و عادات

وہ بڑوں کا بہت احترام کرتے اور چھوٹوں پر بہت شفقت فرماتے تھے اپنے برابر کے لوگوں سے نہایت گرمجوشی اور محبت سے ملا کرتے اور اُن کی صحبتوں میں بہت زندہ دلی کا اظہار کرتے۔ عزیزوں اور قرابت داروں کی ہر طرح خبر لیتے رہتے اور اُن کی ہر ضرورت کے وقت امداد کرتے اہل برادری کے نادار لوگوں کی پوشیدہ طور پر امداد کر کے اون کی لڑکیوں کی شادی کرا دیتے۔ جب تک رعشہ کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے معذور نہیں ہوئے اُون کا ہمیشہ معمول رہا کہ اشراق کے بعد ایک پیالی چاء پی کر ہاتھ میں لکڑی لے کر گھر سے نکلتے اور تمام بستی میں پھر کر پہلے ہر عزیز و قرابت دار کے گھر جاتے اور سب کی خیریت اور ضرورت دریافت کرتے اوس کے بعد دوسرے اہل بستی کے گھروں پر جا کر اون کی خیریت دریافت کرتے نو بجے تک گھر واپس آتے اور چاشت کی نماز کے بعد پھر چاء پیتے اور باہر کے برآمدہ میں آکر بیٹھ جاتے اس وقت جو لوگ آتے اون سے ملتے چونکہ طبیب بھی تھے اس لئے اہل بستی کا

علاج بھی کر لیتے تھے اور اُن کو اپنے پاس سے دوائیں دیتے تھے جو بیمار اون کے پاس نہیں آسکتا تھا خود اوس کے گھر جاکر اوس کو دیکھ لیتے تھے۔ چونکہ صایب الرائے تھے اس لئے لوگ ان کے پاس آتے اور اپنے معاملات میں رائے لیتے اور اون کو نہایت صایب رائے ملا کرتی۔ ملازمت کے حالت میں بھی وہ طلبا کو درس دیتے اور اہل طلب کو مرید کرتے تھے۔ پیر بگہ اور اطراف کے بستیوں کے بہت لوگ اون سے مرید تھے اون کا وقت ضائع نہیں ہوتا تھا اور ہر وقت یاد آلہی میں مشغول رہتے تھے پنشن کے بعد اُن کا معمول رہا کہ رات کو کھانا کر ساڑھے نو بجے استراحت فرماتے۔ دو بجے بیدار ہو جاتے اور اشراق کے وقت تک نماز و وظایف اور اشغال واذکار میں مصروف رہتے۔ اشراق کے بعد بستی میں گشت کرتے چاشت کے وقت واپس آکر چاشت کی نماز پڑھتے اور چاء پی کر برآمدہ میں بیٹھتے۔ گیارہ بجے کھانا کھا کر قیلولہ کرتے دو بجے بیدار ہو کر ظہر کی نماز ادا کرتے اور عصر تک تلاوت کلام اللہ شریف میں مصروف رہتے۔ عصر کی نماز پڑھ کر برآمدہ میں تشریف لاتے اور مغرب تک لوگوں سے ملتے رہتے۔ مغرب کی نماز کے بعد سے عشا تک وہ ذکر مراقبہ اور اشغال میں مصروف رہتے۔ سخاوت اور شجاعت صبر اور تحمل، رضا اور تسلیم میں وہ اپنے بزرگوں کے نمونہ تھے۔

حضرت شاہ حسین علیؒ کی اولاد اور اولاد کے فوت ہونے پر اُن کا صبر و تحمل۔

حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی اور پانچ بیٹے دئے بیٹی سب اولاد میں بڑی تھیں اون کی شادی قصبہ اروَل[۱] میں شاہ شجاعت حسین صاحب مرحوم سے ہوی اون کے اکلوتے فرزند سید شاہ محمد قاسم صاحب اپنے والد کی جگہ اروَل میں سجادہ نشین ہیں۔ بیٹوں میں سب میں بڑے شاہ عبدالغنی صاحب تھے اون کے بعد مولوی

[۱] گیا سے آرہ کے راستہ میں اور گیا سے ۴۴ میل پر قصبہ سون ندی کے کنارے واقع ہے سادات اور مشایخین کی بستی ہے۔

محمد رشید پھر مولوی محمد نقی پھر مولوی شاہ محمد تقی اور سب میں چھوٹے مولوی محمد ذکی تھے جن کی شادی حضرت باقر کی بڑی صاحبزادی سے ہوی تھی۔ پنشن لینے کے بعد حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کے صبر و تحمل رضا و تسلیم کا امتحان شروع ہوا۔ وہ رعشہ کے مرض میں مبتلا ہوئے اور ہاتھ پاؤں سے بالکل معذور ہو گئے اور اس کی وجہ سے آخر عمر تک سخت تکلیف اوٹھاتے رہے باوجود اِس کے اون کے معمولات نماز روزہ ورد و وظایف اور اشغال ظاہری و باطنی میں مطلق کوئی تغیر نہیں ہونے پایا اور رحلت کے وقت تک اِس حالت پر استقامت کے ساتھ قایم رہے جسمانی تکلیف کے علاوہ وہ اُن مصایب میں مبتلا ہوئے جو انسان کے لئے سخت ترین ابتلا ہے ۱۲۹۸ھ میں اون کے چھوٹے فرزند مولوی محمد ذکی دق میں مبتلا ہوئے اور انتقال کر گئے۔ اون کے بعد ان کے بڑے فرزند مولوی عبدالغنی (جو سررشتہ افیون میں گماشتہ کی خدمت پر مامور تھے) انتقال کر گئے۔ پھر بیٹی اور بیوی کا انتقال ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اون کے نہایت محبوب فرزند مولوی محمد نقی (جو سررشتۂ عدالت میں مامور ہو کر گیا کے سب ڈیویزن اورنگ آباد پر متعین ہوئے تھے) ایک روز کچہری سے آکر عصر کی نماز کے لئے وضو کرتے کرتے بیمار ہوئے اور چند گھنٹوں میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اِس پیرانہ سالی اور جسمانی معذوری کی حالت میں تین سال کے اندر بیوی بیٹی اور تین بیٹوں کا پے در پے انتقال ہوا مگر اون کو ذرا لغزش نہیں ہوی اور صبر و استقامت رضا اور تسلیم کا دامن اُن کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔ مولوی محمد نقی کا جس وقت انتقال ہوا اون کے چچا حضرت باقر قدس سرہ پٹنہ میں تھے۔ بڑے بھائی نے اس حادثہ کی اطلاع اُن کو تار دے کر کی۔ اِن بھتیجے کو وہ بھی بہت عزیز رکھتے تھے خبر کے سنتے ہی بیتاب ہو کر پیر بگہہ روانہ ہو گئے عصر کے

وقت بھائی کے پاس پہنچے وہ حسب معمول برآمدہ میں کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت باقر نے بھائی کو سلام کیا اور اُن کی بوڑھی معصوم صورت دیکھ کر بے اختیار ہو گئے اور جس وقت قدمبوسی کو جھکے اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ حضرت شاہ حسین علی قدس سرہ نے فرمایا "ہاں ہاں باقر صبر صبر۔ جناب باری کا ارشاد یاد کرو فرماتا ہے:-

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝

یہ وقت صبر اور استقامت کا ہے اللہ تعالیٰ سے صبر و استقامت کی التجا کرو اور ثابت قدم رہو" اللہ اللہ۔ پیری اور معذوری کی حالت میں تین سال کے اندر بیوی بیٹی اور تین جوان نہایت صالح اور سعادت مند بیٹے داغ مفارقت دیتے ہیں اور باپ اپنے چھوٹے بھائی کو رضا و تسلیم کی ہدایت کرتا ہے!۔ رضا اور تسلیم صبر و استقامت کی یہ حالت صرف اولیاء اللہ ہی میں پائی جا سکتی ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جو اس بشارت کے مصداق ہیں۔ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ۝

حضرت شاہ حسین علیؒ کی رحلت

حضرت سید شاہ حسین علی علیہ الرحمہ کی رحلت پیر یگہ میں ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۸۸۹ء یکشنبہ کو صبح کے چار بجے نماز صبح کے آغاز وقت سے ایک گھنٹہ پہلے واقع ہوئی۔

نماز ظہر کے بعد جنازہ کی نماز پڑھی گئی اُس کے بعد پیر یگہ کی مسجد کے متصل دفن کیے گئے۔ اون کی رحلت کا بھی عجیب واقعہ ہے! اون کی عادت تھی کہ عشا کی نماز کے بعد وہ کھانا کھا کر سو جاتے تھے۔ جس صبح کو اون کا انتقال ہوا اوس شب کو کھانا نہیں کھایا اور نماز عشا کے بعد خدمتگاروں کو جو رات کی خدمت پر متعین تھے فرمایا کہ تم لوگ حسب معمول حجرہ کے باہر بیٹھو اور مجھے جائے نماز پر بیٹھا رہنے دو۔ آدھی رات کے کچھ بعد خدمتگار کو بلایا اور استنجا کر کے وضو کیا اور تہجد کی نماز میں مشغول ہو گئے۔ تین بجے شب کو خدمتگار کو کہا کہ "تقی کو بلا لاؤ"۔ خلاف معمول طلبی پر مولوی محمد تقی صاحب گھبرا گئے اور فوراً حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اُس کے بعد فرمایا کہ دنیا میں جو پیدا ہوتا ہے وہ مرتا بھی ہے اب میرا بھی وقت آ چکا ہے اور جانے والا ہوں۔ شاہ محمد تقی صاحب گھبرا گئے اور رونے لگے۔ فرمایا کہ خاموش رہو اور جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں کہنے دو اوس کے بعد چند منٹ تک اون سے گفتگو کر کے خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا "تقی کیا صبح کی نماز کا وقت ہو گیا" اونھوں نے عرض کیا کہ ابھی تو دیر ہے۔ اس کے بعد آدھے گھنٹہ تک پھر مراقب بیٹھے رہے۔ پھر دریافت کیا کہ کیا صبح کی نماز کا وقت ہو گیا شاہ محمد تقی صاحب نے کہا کہ نہیں۔ اونہوں نے حکم دیا کہ جاؤ باہر آسمان کو دیکھو وہ گئے اور آ کر عرض کیا کہ ابھی تو ایک گھنٹہ کی دیر ہے۔ یہ سنکر حضرت شاہ حسین علی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تمام عمر نماز وقت پر پڑھی ہے آج جب مہلت نہیں ہے تو قبل از وقت ہی سہی یہ کہکر اونہوں نے صبح کی سنت اور فرض نمازیں ادا کیں اور مراقب بیٹھ گئے اور رنگرائے عالم جاودانی ہوئے۔

فرزندان حضرت شاہ حسین علیؒ

حضرت شاہ حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اون کے دو فرزند باقی رہے۔ ایک مولوی

محمد رشید صاحب جو سررشتۂ افیون میں گماشتہ کی خدمت پر مامور تھے اور ملازمت ہی کے زمانہ میں ۹ر شوال ۱۳۱۶ھ مطابق ۲۰ر فروری ۱۸۹۹ء کو دوشنبہ کے روز پیر بگہ میں انتقال کیا اور والد کے قریب دفن ہوئے۔ دوسرے مولوی شاہ محمد تقی صاحب تھے اونھوں نے تکمیل علوم اور سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد پیر بگہ میں قیام رکھا اور کسی ملازمت کی جانب توجہ نہیں کی۔ اُن کی رحلت ۸ر رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۰ر فروری ۱۹۰۰ء چہارشنبہ کے روز پیر بگہ میں واقع ہوی اور یہ بھی اپنے والد ماجد کے قبر کے نزدیک دفن کئے گئے۔ مولوی محمد رشید صاحب لاولد رہے۔ مولوی عبدالغنی صاحب کے اکلوتے فرزند حکیم افتخار حسین صاحب گیا میں مطب کرتے ہیں۔ مولوی محمد تقی صاحب کے فرزندان پیر بگہ میں ہیں۔ مولوی محمد تقی صاحب مرحوم کے بڑے فرزند شاہ واعظ الدین محمد رضی مرحوم شب ۱۹ر جمادی الاول ۱۲۹۴ھ مطابق یکم جون ۱۸۷۸ء کو پیدا ہوئے۔ تجارت کی غرض سے امریکہ گئے تھے وہاں صوبہ میچگین کے شہر ڈی ٹرایٹ میں بتاریخ ۱۳ر ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۸ر ستمبر ۱۹۲۸ء کو جمعہ کے دن انتقال کیا اُن کے سب میں چھوٹے بھائی مولوی سید شاہ زین العابدین ندوی اتفاقاً وہاں اُن کے پاس موجود تھے اونھوں نے تجہیز و تکفین کی اور جنازہ میں اوس شہر اور قرب وجوار کے شہروں کے رہنے والے ممالک غیر کے جس قدر مسلمان تھے شریک ہوئے۔ مولوی شاہ زین العابدین سے بڑے دو بھائی اور ہیں جن میں ایک مولوی شاہ خیر الدین مطلب کرتے ہیں اور دوسرے ملازم ہیں۔ مولوی محمد ذکی صاحب مرحوم نے دو چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے تھے۔ اون میں سے ایک تو والد کی رحلت سے تھوڑے ہی دنوں بعد انتقال کر گیا اور دوسرا جس کا نام محمود بختیار تھا چودہ سال کی عمر میں بیمار رہا۔ اثنائے علالت میں بیان کیا جاتا ہے

کہ دوا میں کسی طرح زہر مل گیا جس کے پینے سے اوس کی ہلاکت واقع ہوی۔ یہ بچہ حضرت باقرؔ کا نواسہ تھا اُس کے انتقال سے اون کو بہت رنج ہوا۔ دیوان باقر کے قطعات میں قطعہ (۲۷) اِسی بچے کے انتقال کے متعلق ہے۔

حضرت شاہ حسین علی علیہ الرحمہ نے مولوی شاہ محمد تقی مرحوم کو سلسلۂ قادریہ میں مرید کرکے قادریہ و چشتیہ و فردوسیہ طریقوں میں خلافت دی۔ اوُن کے فرزند مولوی شاہ واعظ الدین محمد رضی دادا سے مرید ہوئے اور اپنے والد سے ان تینوں طریقوں میں خلافت حاصل کی انتقال کے چند روز پیشتر اونھوں نے چھوٹے بھائی مولوی شاہ زین العابدین ندوی کو سلسلہ فردوسیہ میں مرید کیا اور تینوں سلسلوں میں خلافت دی۔ مولوی زین العابدین ۱۳۱۶ء میں پیدا ہوئے اور ابھی نوجوان ہیں مدرسۂ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم پائی ہے اور فارغ التحصیل عالم ہیں۔ امریکہ کے قیام کے زمانہ میں چند مختلف فنون کو سیکھا اور سندیں حاصل کی ہیں۔ طول اللہ عمرہ

حضرت باقرؔ کی ولادت اور ابتدائی تعلیم

ملک الشعراء، شہید محبت الٰہی حضرت سید شاہ باقر علی المتخلص بہ باقرؔ علیہ الرحمۃ ہشتم ماہ محرم الحرام ۱۲۴۷ھ مطابق ۱۹ر جون ۱۸۳۱ء کو یکشنبہ کے روز طلوع صبح صادق کے وقت پیر بگہ میں پیدا ہوئے ڈھائی سال کی عمر میں والد ماجد کا سایہ اوُن کے سر سے اُٹھ گیا۔ والدین کے سب میں چھوٹے فرزند تھے اور اِس قدر کم عمری میں یتیم ہو گئے تھے اِس لئے والدہ ماجدہ نے غیر معمولی شفقت مادری کے ساتھ اوُن کی پرورش کی۔ پانچویں سال کی عمر میں اوُن کی بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی اور قرآن پاک اوُن کو والدہ ماجدہ نے خود پڑھایا اوُس کے بعد ایک استاد ملازم رکھے گئے جنھوں نے گلستان تک فارسی پڑھائی

اوس کے بعد عربی شروع کرائی گئی تیرہ چودہ سال کی عمر میں اونھوں نے صرف و نحو میں شرح جامی اور منطق میں شرح تہذیب اور فقہ میں قدوری اور شرح وقایہ تک نصاب کو ختم کیا۔

اوس کے بعد عربی کے درس کا سلسلہ رک گیا اور حضرت باقر نے فطری رجحان اور مناسبت کے باعث فارسی کی جانب بطور خود توجہ کی اور اِس زبان کی متداول کتابوں اور کتب لغت اور شعراء کے دواوین کا مطالعہ شروع کیا۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں زبان فارسی کی لغات اور ادب اور شعراء کے کلام پر کامل تحقیق کے ساتھ حاوی ہو گئے اور شعر بھی کہنے لگے۔

فنون سپہ گری کی تعلیم

اُس زمانہ میں شرفا کی اولاد کو جس طرح علم کا حاصل کرنا ضروری تھا اوسی طرح فنون سپہ گری کو بھی سیکھنا کم و بیش لازمی خیال کیا جاتا تھا۔ گیا اور پٹنہ کے اضلاع میں لکڑی اور گتکہ پٹا اور بانا کا بہت رواج تھا اور شریفوں کی ہر بستی میں اِس فن کے ایک دو استاد (جو خلیفہ کہے جاتے تھے) ضرور موجود رہتے تھے جو لڑکوں کو اِن فنون کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ پیر بگہ میں بھی اوس وقت اِس فن کے ایک اُستاد مداری خلیفہ نامی تھے۔ نو دس سال کی عمر میں حضرت باقر گتکہ وغیرہ کے فنون میں اون کے شاگرد ہوئے کچھ عرصہ کے بعد اُون کے عزیزوں میں ایک بزرگ میر یار محمد صاحب پیر بگھوی نے جو اِس فن میں نہایت کامل تھے اون کی تعلیم شروع کی اور بہت جلد اون کو کامل کر دیا۔

میر کریم اللہ صاحب سے حضرت باقر کا فنون سپہ گری حاصل کرنا

حضرت باقر کے دور کے رشتہ داروں میں میر کریم اللہ صاحب نامی ایک بزرگ تھے اُون کا مکان گیا میں حضرت باقر کے مکان کے متصل تھا۔ پیر بگہ کے قریب ایک موضع ڈہنگیع میں اون کی زمینداری تھی جس کی آمدنی پر اون کی گذر تھی۔ یہ بزرگ فنون سپہ گری کے جملہ اقسام میں اور گھوڑے کی سواری اور کوڑا مارنے کے فن میں یکتائے روزگار تھے۔ تمام صوبہ بہار میں اون کے پاسنگ کا ایک شخص بھی نہیں تھا۔ اون کو افیون کھانے کا شوق تھا اور

افیونیوں کا اُن کے گھر پر مجمع رہا کرتا تھا لیکن افیونی ہونے کے باوجود اُون کی تہجد اور صبح کی نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔ دُبلے پتلے آدمی تھے لیکن قوت بہت رکھتے تھے اسّی سال کی عمر میں ۱۲۹۱ھ میں اونکا انتقال ہوا۔ اِس عمر میں بھی اُون کے قوی ایسے تھے کہ انتقال سے کچھ پہلے تک روزانہ تین چار شاگردوں کو لکڑی اور تلوار کی مشق کرا کر تھکا دیتے تھے اُون کی بہادری اور مختلف فنون سپہ گری میں اُون کے کمال کے عجیب عجیب قصے میں نے والدی حضرت باقر علیہ الرحمۃ سے سنے ہیں لیکن اُون کو قلمبند کرنے کی یہاں گنجایش نہیں ہے

لکڑی اور گتکہ وغیرہ کے فنون کی تکمیل کے بعد حضرت باقر علیہ الرحمۃ میر کریم اللہ صاحب مرحوم مغفور کے شاگرد ہوئے اور نو دس سال تک بہت محنت کر کے تیر اندازی شمشیر زنی پھیکی بانک بنوٹ، گھوڑے کی سواری، نیزہ بازی اور کوڑا مارنے کے فن میں اِس قدر کمال حاصل کیا کہ استاد فرمایا کرتے تھے کہ "مجھے جو کچھ آتا تھا میں نے باقر کو سب کچھ سکھا دیا اور وہ میرے برابر ہو گئے"۔ ان فنون کے ساتھ ساتھ حضرت باقر نے کُشتی کا فن بھی سیکھا تھا لیکن اِس فن میں اُن کے استاد کا حال راقم کو معلوم نہیں ہوا۔ بانک اور بنوٹ کے جاننے والے اوس وقت بھی کم تھے اور اب شمالی ہند میں اِن دونوں فنون کا جاننے والا شاید ہی کوئی باقی رہا ہو۔ حیدرآباد دکن میں تیس چالیس سال قبل تک اون کے جاننے والے متعدد آدمی موجود تھے اب یہاں بھی شاذ و نادر باقی رہ گئے ہیں۔ یہہ دو فن تھے جو صرف شریفوں ہی کی اولاد کو سکھائے جاتے تھے اور ان میں بھی صرف اون لوگوں کو جن کے حلم اور ضبط نفس کی قوت کی جانب سے استاد کو اطمینان ہو جاتا تھا۔ کوڑا مارنے کا ایک خاص فن تھا جس کا مہارت رکھنے والا کوڑے سے قریب قریب تلوار کا کام لے سکتا تھا۔ میر کریم اللہ صاحب مرحوم کے زمانہ میں اِس فن کا جاننے والا صوبہ بہار میں بجز اُون کے دوسرا کوئی نہیں تھا اور

اونھوں نے بجز حضرت باقر علیہ الرحمۃ کے یہ فن پوری طرح کسی کو نہیں سکھایا۔ گھوڑے کی سواری میں اب چابک یا پتلی بیت ہاتھ میں رکھنے کا رواج ہوگیا ہے۔ چالیس سال قبل تک چابک سوار سواری کے وقت ہاتھ میں کوڑا رکھا کرتے تھے۔ سوت کے نہایت مضبوط تاگوں کی باریک باریک ڈوریاں بٹ لی جاتی تھیں ان ڈوریوں کو باہم بٹ کر تقریباً تین فٹ لمبی گاؤدم چابک بنائی جاتی تھی جو ایک جانب نر انگشت کے برابر موٹی اور دوسری جانب باریک ہوتی تھی۔ اِس چابک کو موٹی بیت کے دو فیٹ کے ٹکڑے میں اس مضبوطی سے باندھ دیتے تھے کہ کبھی نکل نہیں سکتی تھی۔ صوبہ بہار کی اصطلاح میں اسے کوڑا کہتے تھے۔

کوڑے سے مارنے کا ایک ناگوار واقعہ

ایک ناگوار واقعہ کے پیش آنے کی وجہ سے حضرت باقر کے کوڑے زنی کے کمال کی صوبہ بہار میں شہرت ہوگئی۔ گیا میں جس جگہ اون کا مکان تھا اوس سے تھوڑے فاصلہ پر لب سڑک ضلع کا محبس واقع تھا اِسی لئے اِس محلہ کا نام ابھی تک محلہ پرانا جیل خانہ ہے۔ دسمبر ۱۸۵۸ء کا واقعہ ہے کہ ایک روز مغرب کی نماز کے بعد حضرت باقر محبس کے سامنے سڑک پر گھوڑا پھیر رہے تھے جیل کے دروازہ کے سامنے پولیس کا ایک سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ انکو گھوڑا پھیرتے دیکھ کر قریب آیا اور نہایت تحکمانہ لہجے میں گھوڑا پھیرنے سے منع کیا اونھوں نے کہا کہ ہم تو سڑک پر گھوڑا پھیر رہے ہیں اس میں تمہارا کیا ہرج ہے۔ وہ اوس زمانے کے پولیس کے سپاہی تھے اپنے حکم کے خلاف ایسا جواب سننے کی تاب اونہیں کہاں ہو سکتی تھی بے تکلف گالی دے بیٹھے۔ حضرت باقر سنتے ہی بے اختیار ہوگئے اور ایک کوڑا اوس کے کمر پر مارا وہ گر گیا اور انہوں نے گھوڑے کو گھر کی جانب موڑا۔ میر کریم اللہ صاحب مرحوم اپنے گھر میں بیٹھے دوستوں سے باتیں کر رہے تھے کوڑے کی آواز اون کے کانوں تک پہنچی خیال کیا کہ گھوڑے کو مارا اور بے ساختہ چلا اوٹھے "مار ڈالا اس لڑکے نے گھوڑے کو" اور آواز کی جانب دوڑتے

راستہ میں حضرت باقر ملے اور واقعہ بیان کیا۔ میر صاحب نے فرمایا "تم نے غضب کر دیا اسی وقت اِسی حالت میں آرہ روانہ ہو جاؤ اور جس قدر جلد ہو سکے وہاں پہنچ جاؤ" حضرت باقر نے بھی واقعہ کی سنگینی کا احساس کیا اور اوسی گھوڑے پر اوسی وقت آرہ روانہ ہو گئے۔ اوس زمانہ میں ریل نہیں تھی اور گیا سے آرہ تک کوئی پختہ سڑک بھی نہیں تھی۔ خام راستہ سے براہِ ٹکاری اَرول اور سہار بہتر میل سے کسی قدر زیادہ کا فاصلہ تھا۔ اَرول اور سہار کے درمیان سون ندی واقع ہے جس کا عرض تین میل ہے۔ موسم سرما میں بھی پانی بہت رہتا ہے اور پانی کے دونوں جانب دور دور تک نہایت نرم ریت پھیلی رہتی ہے۔ حضرت باقر شبا شب چلے گئے گھوڑا قیمتی اور مضبوط تھا صبح کی نماز کے وقت اوس نے آرہ پہنچا دیا۔ وہاں پہنچکر بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علیخاں بہادر (جو آرہ کے صدر ڈویزن پر ڈپٹی کلکٹر تھے) کے خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا اونھوں نے اطمینان دلایا اور اپنے پاس ٹھہرالیا۔ وہ زمانہ شدید سردی کا تھا۔ سپاہی گرم یونیفام پر موٹی بانات کا اُوور کوٹ پہن کر پہرہ دے رہا تھا۔ کوڑے کا ضرب اِس قدر شدید تھا کہ اوس نے اُوور کوٹ اور گرم بانات کے کوٹ کو کاٹ کر سپاہی کے کمر میں گہرا زخم ڈالدیا وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ دوسرے سپاہی اوس کو اٹھا لے گئے اور جیلر نے دواخانہ بھیجدیا۔ ڈاکٹر نے تلوار کے زخم کا صداقتنامہ دیا اور حضرت باقر پر مقدمہ قایم ہوا اور کچھ دنوں دوران کے بعد خارج ہو گیا اور حضرت باقر کی براءت ہو گئی۔ اوس وقت کے معمولی لوگ بھی اہل کمال کے عجیب قدر شناس ہوا کرتے تھے دوران مقدمہ میں سپاہی کو معلوم ہوا کہ اون کو تلوار کا نہیں بلکہ کوڑے کا زخم لگا تھا تو نہایت متعجب ہوئے اور مقدمہ سے دست بردار ہونے کا ارادہ کیا لیکن قانوناً اس کی اجازت نہیں ملی۔ ختم مقدمہ کے بعد اونھوں نے ایک مہینہ کی رخصت لی اور چلتے ہوئے

آرہ آئے اور حضرت باقر سے ملکر بہت دیر تک اون کا ہاتھ چومتے رہے اور اونکے کمال کی تعریف کرتے رہے۔ حضرت باقر نے اون کو اپنے پاس ٹہرایا اور بہت خاطر و مدارات کی وہ سپاہی جب تک زندہ رہے سال میں ایک دو بار آکر اون سے مل لیتے تھے اور حضرت باقر اون کی انتقال کے بعد اون کی اولاد کے برسوں خبرگیراں رہے۔ اِس واقعہ کی شہرت تمام ضلع گیا اور پٹنہ اور آرہ میں پھیل گئی اور "مولوی باقر صاحب کا کوڑا" جابجا ضرب المثل ہوگیا اوس واقعہ کو جاننے والے ابھی تک کچھ لوگ زندہ اور موجود ہیں۔

حضرت باقر کا فن پنجہ کشی حاصل کرنا اور اون کے استاد کا حال

حضرت باقر نے پنجہ کشی کا فن بھی بہت محنت سے سیکھا تھا اور کمال حاصل کیا تھا۔ اون کے استاد (راقم کو اُن کا نام یاد نہیں رہا) ضلع پٹنہ کے ایک موضع کے رہنے والے تھے آدمی درحقیقت نہایت عابد و زاہد اور بہت ہی بزرگ تھے لیکن وضع عجیب و غریب رکھی تھی۔ نہایت حسین اور خوش رو جوان تھے ہاتھوں میں مہندی لگاتے تھے اور دانتوں میں مسّی ملتے تھے سر کے بال بہت بڑھائے رکھتے تھے اور اُسمیں خوشبو تیل خوب لگائے رہتے تھے زر کے کام کی ٹوپی گلبدن اور کامدانی کا کرتہ اور انگرکھا مشروع کا پائجامہ اور زریں جوتا پہنا کرتے تھے۔ ظاہری طریقہ اونہوں نے ایسا رکھا تھا کہ لوگ اون کی جانب اچھا خیال نہیں رکھتے تھے اور عیاش سمجھتے تھے۔ حضرت باقر راقم سے فرماتے تھے کہ میں ایک روز پٹنہ آنے کے لئے مقام اسٹیشن پر کلکتہ سے آنے والی گاڑی کے انتظار میں کھڑا تھا۔ جب گاڑی آئی تو اُس میں استاد کو بیٹھا ہوا دیکھا اور انہیں کے پاس بیٹھ گیا اور نہایت کمزور و ناتواں دیکھکر مزاج کی کیفیت پوچھی استاد نے فرمایا کہ برادر میں بنگالہ کے ایک دیہات میں تھا ایک بنگالی عورت مبتلا ہوئی اور اس نے ناجائز خواہش کا اظہار کیا قطعی انکار کی وجہ سے وہ بیحد ناراض ہوئی اور اِس قدر ایذا اور تکلیف مجھے پہنچائی کہ میں بیمار ہوگیا۔ دو ماہ کی علالت میں جب

حالت خراب ہوی تو بارگاہ آلٰہی میں میں نے التجا کی کہ اگر موت آچکی ہے تو اِس قدر قوت مرحمت ہو کہ گھر والدہ کے پاس پہنچ جاؤں حق سُبحانہ و تعالیٰ نے التجا قبول کی اور میں اِس قابل ہوا کہ گھر جا رہا ہوں وہاں پہنچکر دو چار روز میں رخصت ہوجاؤنگا، میں نے کچھ تشفی آمیز باتیں کیں لیکن اونہوں نے فرمایا کہ میری موت آچکی ہے اور چند روز میں تم سُن لوگے۔ بختیار پور کے اسٹیشن پر وہ اتر گئے اور میں پٹنہ آیا۔ چند روز کے بعد اُون کی رحلت کی خبر سنی اور معلوم ہوا کہ اون کی موت اوس طرح ہوی جیسے اولیا کی موت اکثر ہوا کرتی ہے۔

حضرت باقر استاد کی اصلی حالت سے واقف تھے اور جب تعزیت کے لئے اون کے گھر گئے تو اون کی والدہ سے اون کے حالات مفصل طور پر معلوم ہوئے۔ اون کی والدہ نے فرمایا کہ طالب علمی ہی کے زمانہ میں اون کو شب بیداری کی عادت ہوگئی تھی عشا کی نماز کے بعد حجرہ میں بند ہوجاتے تھے اور تمام رات عبادت میں بسر کرتے تھے پچھلی رات کو سجدہ میں جاتے اور صبح تک اِس قدر روتے کہ جانماز بھیگ جاتی تھی۔ چھت سے ایک رسّی لٹکا رکھی تھی کبھی جب نیند کا غلبہ ہوتا تو سر کے بالوں کو (جن کو اسی غرض سے بڑھا رکھا تھا) رسّی سے باندھ دیتے تھے تاکہ تکلیف ہو اور نیند نہ آئے۔ والدہ سے اونھوں نے اقرار لے لیا تھا کہ اون کا راز کسی پر افشا نہ کریں اور وہ متاہل بھی نہیں ہوے اسلئے کہ اوس سے نہ اونکا راز قایم رہے گا اور نہ یکسوئی باقی رہے گی۔ اُون کے انتقال سے ایک سال کے بعد اون کی والدہ نے اپنے دو عزیزوں کو بلا کر کچھ روپیہ دیا کہ اُون کے فرزند کی قبر پختہ کردی جائے۔ اینٹ وغیرہ جمع ہونے کے بعد جب مزدوروں نے کام شروع کیا تو اون کی قبر کھل گئی اور ان کی نعش نہایت محفوظ حالت میں دیکھی گئی اور کفن بھی نہایت سفید اور محفوظ پایا گیا بستی کے لوگوں کو خبر ہوی سب نے آکر دیکھا آخر اون کی والدہ کی اجازت سے

قربند کر دی گئی اور ریختہ نہ بن سکی

امراؤ خاں صاحب اور حضرت باقر کا اون سے بندوق بازی کا فن حاصل کرنا۔

سنہ ۱۲۹۶ ہجری (سنہ ۱۸۷۹ء) میں حضرت باقر ضلع موتیہاری میں متعین تھے اور قصبہ ٹہرّوا[1] اون کا مستقر تھا۔ ایک مرتبہ وہ بتیا گئے وہاں امراؤ خاں صاحب بھوپالی سے ملاقات ہوی۔ یہ بزرگ اوس وقت چالیس سال عمر کے تھے اور بندوق چلانے کے فن میں بہت باکمال تھے اون کا ایک کمال یہ تھا کہ کسی درخت سے پچاس ساٹھ گز کے فاصلہ پر اوس کی جانب پیٹھ کرکے اور گولی بھری ہوی بندوق کندھے پر رکھکر کھڑے ہوجاتے درخت پر کوئی چڑیا جس وقت بولتی اوس کی آواز پر بندوق سر کرتے اور گولی سے اوس کو گرا دیتے پھرتے پھراتے وہ مہاراجہ بتیا کے پاس اِس امید پر آئے تھے کہ اون کے کمال کو دیکھکر وہ ملازم رکھ لیں گے۔ یہ مہاراجہ بہت معمر آدمی تھے، فارسی اور عربی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے اہل کمال کے قدر داں تھے اور پرانے اخلاق کے نمونہ تھے امراؤ خاں صاحب کے کمالات کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے لیکن کسی وجہ سے ملازم نہیں رکھ سکے اور معقول انعام واکرام کے ساتھ رخصت کر دیا۔ حضرت باقر اون سے بتیا میں ملے اون کے کمال سے واقف ہوئے اور اون کو اور اون کے ساتھ آٹھ ہمراہیوں اور ملازموں کو ہمراہ لے کر ٹہرّوا آئے اور چار پانچ ماہ تک اون کو اور اون کے ساتھیوں کو نہایت احترام اور آرام سے اپنے پاس ٹہرا کر اون سے بندوق کا فن سیکھا۔ حضرت باقر سے رخصت ہو کر امراؤ خاں صاحب آرہ آئے اور آرہ سے ڈمراؤن گئے۔ مہاراجہ ڈمراؤن نے اون کو اپنے پاس رکھ لیا وہاں وہ آخر عمر تک رہے اور سنہ ۱۹۰۱ء یا سنہ ۱۹۰۲ء میں وہاں انتقال کیا۔

بندوق بازی اور دوسرے فنون سپہ گری کے حاصل کرنے سے حضرت باقر کا منشاء

حضرت باقر نے تقریباً پچاس سال کی عمر میں امراؤ خاں صاحب سے بندوق کا فن سیکھا

[1] یہہ قصبہ بتیا سے چودہ میل جانب جنوب واقع ہے

تھا اون کی اور اُن کے ہمراہیوں کی مہانداری اور خاطر و مدارات میں بہت روپیہ صرف کیا تھا لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ اِس عمر میں اور اِس قدر روپیہ صرف کر کے اِس فن کو سیکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ چونکہ اون کو شکار کا مطلق شوق نہیں تھا اِس لئے لوگ اور بھی زیادہ متعجب ہوتے تھے لیکن کسی کو اُن سے پوچھنے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ بہت دنوں کے بعد ایک روز اُن کے چند دوست اون کے پاس بیٹھے باتیں کر رہے تھے اثنائے گفتگو میں فنون سپہ گری کا بھی ذکر آیا۔ حضرت باقر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مسلمان کو لازم ہے کہ جہاں تک ہوسکے فنونِ سپہ گری کو سیکھے اور اون میں مشق کو قایم رکھے ہمارے اعمال کے بدولت جہاد کے شرف سے ہم بالکل محروم ہوچکے ہیں لیکن حق سبحانہ و تعالی کا فضل منقطع نہیں ہوا ہے ممکن ہے کہ کسی وقت اوس کی عنایت مبذول ہو اور جہاد کا موقع ہاتھ آئے فنون سپہ گری اوس وقت کام آئیں گے ورنہ جو شخص اون سے ناواقف ہے وہ یا تو پست ہمت ہو کر پیچھے رہ جائیگا یا مفت میں جان دے گا۔ حضرت باقر نے جس وقت یہ کہا اوس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ اِن فنون کو اِس قدر محنت اور شغف سے حاصل کرنے میں اون کی نیت کیا تھی سچ ہے نیت المومن خیر من عملہٖ اور انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی

حضرت باقر کے استاد مولانا مہدی حسن رح اور استاد الاستاد قاضی القضات مولانا فضل الرحمن رح

حضرت باقر قدس سرہٗ کی عربی تعلیم ملتوی ہو گئی تھی اوس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ منطق اور فقہ کی ابتدائی کتابوں کے پڑھنے کے بعد اون کو پیر بگہ میں اون کی مرضی کے مطابق استاد نہیں مل سکے مزید براں فنون سپہ گری اور گھوڑے کی سواری کی مشق میں اون کو انہماک ہو گیا۔ اِس سے فارغ ہونے کے بعد اونھوں نے عربی کی درسیات کی تکمیل کی جانب پھر توجہ کی اور اون کو استاد بھی اون کی مرضی کے مطابق مل گئے یہہ بزرگ موضع بیتھو کے رہنے والے مولانا مہدی حسن صاحب علیہ الرحمۃ تھے اونھوں نے ابتدائی درسی

کتابیں صوبہ بہار کے علما سے پڑھیں اوس کے بعد کلکتہ چلے گئے۔ اوس زمانہ تک کلکتہ میں بڑے بڑے علما وفضلا موجود تھے اور علوم قدیمہ کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ اوس وقت کے علما میں سب سے زیادہ فاضل متبحر قاضی القضات مولٰنا فضل الرحمٰن بن مولانا محمد واجد بردوانی تھے۔ یہ بزرگ علم وفضل میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور صاحب تصنیف بھی تھے۔ حضرت سید عبد الرحمٰن چشتی صابری لکھنوی کی مشہور کتاب کلمۃ الحق کی نہایت عالمانہ شرح موسوم بالتشید فی مبانی کلمۃ التوحید ۱۲۶۹ھ میں لکھی اور ۱۲۷۰ھ میں کلکتہ میں طبع کرائی تھی۔ مولانا مہدی حسن علیہ الرحمہ کلکتہ پہنچکر اون کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہدایہ کا سبق شروع کیا اور معقولات کی کتابیں بھی پڑھنے کی خواہش ظاہر کی لیکن قاضی القضات صاحب نے انکار کیا اور فرمایا کہ معقولات کے پڑھانے سے میں نے توبہ کر لی ہے تھوڑے ہی دنوں کے بعد مولٰنا مہدی حسن صاحب کی ذہانت اور جودت طبع کو دیکھ کر وہ اس قدر خوش ہوئے کہ معقولات کے پڑھانے کے لئے خود بخود راضی ہو گئے۔ مولانا نے فقہ اور اصول فقہ عقاید اور کلام تفسیر اور اصول تفسیر اور حدیث کی دو تین کتابیں اور حساب اور ریاضی کی سب متداول کتابیں اون سے پڑھکر سند فضیلت حاصل کی۔ حضرت قاضی القضات صاحب کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ معقولات کے پڑھانے سے میں نے توبہ کر لی تھی لیکن مہدی حسن کی ذہانت اور ذکاوت نے میری توبہ توڑ دی۔

حضرت باقر کا علوم عربیہ کی تکمیل کرنا

۱۲۷۲ھ میں حضرت باقر علیہ الرحمۃ نے مولانا مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پیریگہ میں پڑھنا شروع کیا لیکن ۱۲۷۳ھ میں آرہ چلے آئے اور درس ملتوی ہو گیا اوس سال جب غدر ہوا حضرت باقر آرہ سے پیریگہ چلے گئے اور درس کو پھر جاری کیا۔ غدر کے فرو ہونے کے بعد حضرت باقر کے بڑے بھائی حضرت شاہ حسین علی قدس سرہٗ سیوان سے

متبدل ہو کر آرہ آئے اور حضرت باقر بھی مولانا مہدی حسن صاحب کو ہمراہ لے کر آرہ آئے اور اپنے پاس ٹھہرایا اور اون سے پڑھنا شروع کیا۔ اور تین سال میں تمام متداول کتابیں ختم کیں۔ مولانا مہدی حسن صاحب مرحوم کو حضرت شاہ حسین علی صاحب نے ایک ملازمت بھی دلوادی جس کی وجہ سے وہ سات آٹھ سال آرہ میں مقیم رہے اوس کے بعد ترک ملازمت کر کے بیتھو چلے گئے اور وہاں ۱۲۹۳ھ میں راہی ملک بقا ہوئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً استاد اور شاگرد میں بے حد محبت ہو گئی تھی حضرت باقر جس قدر شوق سے پڑھتے تھے اوسی قدر محبت اور توجہ سے مولٰنا اونھیں پڑھاتے تھے۔ حضرت باقر اپنی آخر عمر تک استاد کے علم وفضل اور اُن کی عنایت اور شفقت کا بہت ہی محبت سے ذکر کیا کرتے رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ راتوں کو استاد استراحت فرماتے اور میں کتاب کا مطالعہ کیا کرتا جب کبھی ایسا مضمون پیش آجاتا جس کے حل میں دشواری ہوتی میں بے تکلف جاتا اور استاد کا پاؤں دبا کر اون کو بیدار کرتا وہ فوراً اوٹھ بیٹھے اور نہایت مسرور ہو کر مطلب بیان فرما دیتے۔ حضرت باقر کو استاد کے انتقال کا بہت رنج ہوا۔ اون کے رحلت کا ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے جو اِس دیوان کے (صفحہ ۲۹۵) پر ہے اوس کے ایک ایک مصرعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ استاد کے انتقال کا حضرت باقر کو کس قدر صدمہ ہوا۔

حضرت مولٰنا مہدی حسن علیہ الرحمہ کے اکلوتے فرزند مولٰنا عبد العلیم صاحب بسمل تخلص اپنے وطن بیتھو میں قیام فرما ہیں اور اون کے فرزند ارجمند گیا میں بیرسٹر ایٹ لا ہیں۔

جمیع اقسام علوم پر حضرت باقر کی وسعت نظر

حضرت باقر قدس اللہ سرہٗ العزیز بڑے پایہ کے اور بہت ہی وسیع النظر اور صاحب تحقیق عالم ہوے۔ فقہ اور اصول فقہ عقاید اور کلام فلسفہ اور معقولات کی سب درسی کتابیں

اونھوں نے بالاستیعاب پڑہی تھیں فقہ کی درسی کتابوں کے علاوہ فتادے عالمگیری اور فتاوے قاضی خاں اور رد المحتار کا چند بار مطالعہ کیا تھا اور مولنا عبد العلی بحر العلوم کی شرح مسلم الثبوت کے مضامین اون کو تقریباً حفظ تھے۔ تفسیر جلالین تفسیر بیضاوی اور تفسیر احمدی استاد سے پڑھی تھی اون کے علاوہ تفسیر کبیر تفسیر مدارک تفسیر روح البیان اور چند دوسری تفسیروں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا حدیث میں مشکوٰۃ شریف اور ترمذی شریف اور صحیح مسلم شریف استاد سے پڑھی تھی بقیہ کتابوں کو پڑھ کر سند کے حاصل کرنے کا اونھیں موقع نہیں ملا۔ عقاید میں شرح مقاصد اور شرح مواقف مولنا مہدی حسن صاحب سے پوری پڑھی تھیں اور تجرید طوسی کی دونوں شرحیں (قوشجی اور لاہیجی) کا مطالعہ کیا تھا اور جہاں جہاں دشواری پیش آئی استاد سے حل کیا تھا فلسفہ وغیرہ میں درسیات کے علاوہ شیخ بوعلی سینا کی شفا، اور اشارات اور علامہ قطب الدین شیرازی کی شرح حکمۃ الاشراق استاد سے پڑھی تھیں اور اشارات کی دونوں شرحیں (رازی اور طوسی) کا مطالعہ استاد کی موجودگی میں کیا تھا۔ صدر الدین شیرازی اور میر باقر داماد کی اکثر تصانیف پر اون کو عبور تھا۔ عربی ادب کی کتابیں بھی مولانا مہدی حسن صاحب سے پڑھی تھیں اور صحاح جوہری اور قاموس کا از اول تا آخر چند بار مطالعہ کیا تھا جس سے عربی لغات پر وہ خوب حاوی تھے۔ ریاضی میں ملا عصمت کی شرح خلاصۃ الحساب اور تحریر اقلیدس اور تشریح الافلاک اور شرح چغمینی اور محقق طوسی کی شرح مجسطی مولنا سے پڑھی تھی۔ طب کی سب درسی کتابیں بھی قانونچہ سے قانون شیخ تک اونھوں نے پڑھی تھیں مگر اس فن میں ان کے اساتذہ کا حال راقم کو معلوم نہ ہو سکا۔ تصوف کی کتابوں پر اون کی نظر بہت وسیع تھی۔ قوت القلوب۔ تعرف۔ رسالہ قشیریہ۔ فتوح الغیب۔ عوارف المعارف۔ احیاء العلوم

فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کا جو تصوف اور سلوک اور حقایق اور معارف کی اصولی اور جامع کتابیں ہیں چند بار مطالعہ کیا تھا۔ ان کے علاوہ تصوف کی صدہا کتابیں اون کی نظر سے گزری تھیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اون کو بہت ہی ذہین اور قوی الحافظہ پیدا کیا تھا اس لئے جو کچھ وہ پڑھ لیتے تھے کبھی نہیں بھولتے تھے اور مشکل ترین مسایل کو آسانی سے حل کر دیتے تھے۔ درس دینے کا موقع اون کو بہت کم ملا اور ملازمت اور دوسری مشاغل کے باعث درسی کتابوں کی مزاولت بھی نہیں رہی لیکن بارہا دیکھا گیا کہ کسی مسئلہ کے بحث کے وقت وہ کتاب کے مضمون کا حوالہ دیدیتے اور بعض وقت اپنی پڑھی ہوئی کتابوں کے صفحات بھی بتا دیتے تھے۔ شہرت سے بچنے کی وہ بہت کوشش کرتے تھے بریں ہم اون کے علم وفضل کی شہرت نہ صرف خطۂ بہار میں بلکہ صوبہ بنگال میں بھی پھیل گئی تھی اپنا وقت اونھوں نے کبھی ضائع ہونے نہیں دیا۔ فرصت کے وقت مختلف علوم کی کتابیں اور شعرا کے دواوین دیکھا کرتے تھے۔ علوم وفنون کی کتابوں کی اشاعت کا اونھیں بہت خیال تھا۔ غدر کے دو چار سال بعد کلکتہ میں چند علما نے ایک مجلس موسوم بہ "جماعت اشاعت علوم" قایم کی تھی جس کے صدر مولانا محمد وجیہ اور نائب الصدر مولوی سید کرامت علی الحسینی اور مولوی سید زین الدین حسین خاں بہادر اور مولوی سید اعظم الدین حسین خاں بہادرؒ (نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی مرحوم کے والد اور چچا) تھے اور حضرت باقر اس "جماعت" کے خاص رکن تھے اور اس کے قیام کے اصل محرک بھی وہی تھے۔ اس مجلس نے عربی اور فارسی کی بہت سی مفید کتابیں طبع کرائیں جن میں امام جلال الدین سیوطی رح کی اتمام الدرایہ لقراء النقایہ اور ابن یمین کے قطعات راقم کی نظر سے بھی گزرے ہیں۔

حضرت باقر کی گفتگو اور تقریر نہایت مسلسل اور مدلل اور صاف صاف ہوتی تھی

جس مسئلہ کو وہ بیان کرتے اس طرح سلاست اور وضاحت کے ساتھ بیان کرتے کہ سننے والوں کو ذہن نشین ہو جاتا اور کسی طالب علم کو چون وچرا کی گنجایش نہیں ملتی۔ میری عمر جب کم تھی راتوں کو اپنے قریب سلاتے اور نماز روزہ کے مسایل کو اس لطیف طریقوں پر بیان فرماتے کہ میرے ذہن نشین ہو جاتا اور یاد رہ جاتا۔ اوسی کم عمری کے زمانہ میں منطق کے اصطلاحات اور اُن کے معانی کو قصہ کے پیرایہ میں یاد کرا دیا تھا" ایک بادشاہ تھا اوس کا نام تھا علم اوس کے دو بیٹے تھے جن کا نام تھا تصور اور تصدیق الخ "

منشی واصل حسین صاحب خوشنویس سے حضرت باقر کا فن خطاطی سیکھنا

حضرت باقر نے خط نسخ اور خط نستعلیق کی بھی مشق کی تھی اور دونوں خط بہت اچھا لکھتے تھے خصوصاً خط نسخ کے بہت اچھے خوشنویس تھے۔ اس فن کو اونھوں نے منشی واصل حسین صاحب سے سیکھا تھا۔ یہ بزرگ آگرہ کے قریب کے رہنے والے تھے کسی وجہ سے وطن سے آرہ آئے اور یہاں متاہل ہو کر سکونت پذیر ہوئے اور عدالت میں کسی خدمت پر مامور ہو گئے تھے۔ آخر عمر تک وہ اسی شہر میں رہے اور ۱۲۹۶ہجری (۱۸۷۹ء) میں موضع دولت[1] پور میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔ اپنے فن میں یکتائے روزگار تھے اور صوبہ بہار میں اون جیسا خوش نویس کوئی نہیں تھا خط نسخ اور خط نستعلیق دونوں میں کامل تھے۔ حضرت باقر علیہ الرحمہ کے پیر حضرت مولانا شاہ قیام الصدیق قدس اللہ سرہٗ کے مرید تھے۔ اس حیثیت سے حضرت باقر سے اون کو بہت محبت تھی اور فن خوشنویسی کی مشق اون کو کمال توجہ سے کرائی تھی۔ یہ عام طور پر مشہور ہے کہ پنجہ کش خوشنویس نہیں ہو سکتا لیکن حضرت باقر دونوں میں صاحب کمال تھے۔

حضرت باقر کا ملازمت قبول کرنا

غدر ۱۸۵۷ء کے فرو ہونے کے بعد حضرت سید شاہ حسین علیخاں بہادر علیہ الرحمہ آرہ

---

[1] یہ موضع آرہ سے تین میل شمال کی جانب واقع ہے۔

متبدل ہو گئے تھے اون کی قیام کی وجہ سے حضرت باقر اپنے استاد حضرت مولانا مہدی حسن کو ہمراہ لے کر آرہ آگئے۔ اس اقامت کے زمانہ میں حضرت سید شاہ حسین علی صاحب جب کبھی انگریز افسروں کی ملاقات کو جاتے تو حضرت باقر کو بھی ہمراہ لیجاتے۔ ایک مرتبہ لفٹیننٹ گورنر دورہ پر آئے حضرت شاہ حسین علی صاحب نے حضرت باقر کو اُن سے ملایا اون کی وجاہت دیکھکر اور مقامی افسروں سے اون کے حالات کو سن کر لفٹیننٹ گورنر نے ملازمت کرنے کے لئے کہا۔ حضرت باقر اون کا کہنا ٹال نہیں سکے اور ۱۲۷۵ہجری (۱۸۵۹ء) میں سررشتہ افیون میں اون کو گماشتہ کی خدمت دی گئی اور آرہ ہی میں متعین ہوئے ۱۸۷۸ء میں اون کا تبادلہ ضلع موتیہاری میں ڈہرواکے مقام پر ہوا وہاں سے ۱۸۸۲ء میں متبدل ہو کر پٹنہ آئے چار سال کے بعد اون کا تبادلہ گیا ہوا وہاں ۱۸۸۹ء (۱۳۰۶ہجری) تک مامور بکار رہکر پینشن پر سبکدوش ہوئے۔ چونکہ اون کے اہل وعیال کی مستقل سکونت آرہ میں تھی اس لئے پنشن لے کر آرہ چلے آئے اور آخر عمر تک یہاں قیام پذیر رہے۔

حضرت باقر کا حلیہ

حضرت باقر کشیدہ قامت تھے قد چھ فیٹ تھا اعضا ورزشی اور نہایت متناسب تھے۔ پیشانی کشادہ اور چوڑی تھی۔ آنکھیں بڑی اور نہایت حسین تھیں اور حیا اور مروت اور شجاعت سے لبریز نظر آتی تھیں دونوں ابرو گھنے اور ملے ہوئے تھے ناک لمبی تھی ہونٹ باریک مایل تھے۔ دانت مسلسل اور ملے ہوے اور نہایت چمکدار تھے۔ چہرہ بھرا ہوا اور کتابی تھا داڑھی گھنی تھی جس کو وہ ترشوا کر شرعی حد کے مطابق ایک مشت سے کچھ زیادہ رکھتے تھے، سر کے بال بطریق مسنون گردن تک رکھتے تھے۔ چوبیس سال کی عمر میں سر اور داڑھی مونچھ کے بال سفید ہو گئے تھے اس لئے اوس وقت سے اونھوں نے خضاب لگانا شروع کیا تھا اور ۱۳۱۰ہجری (۱۸۹۳ء) تک لگاتے رہے اون کے چہرہ سے حلم ووقار

رعب وشجاعت تقوی و برگزیدگی اور سرور واطمینان قلب ظاہر ہوتا تھا۔ ہاتھ قوی اور ہتھیلیاں پرگوشت اور انگلیاں لمبی اور موٹی تھیں اور باوجود پنجہ کشی کی مشق کے اون کی ہتھیلیاں اور انگلیاں نرم تھیں۔ شانہ اور سینہ بہت عریض تھا اور پیٹ کسی قدر نکلا ہوا تھا پاؤں کی ہڈیاں موٹی اور قوی تھیں اور پاؤں کی انگلیاں لمبی تھیں۔ گھوڑے کی سواری چونکہ کم عمری میں شروع کی تھی اور بہت عمر تک کرتے رہے تھے اس لئے رانوں کی ہڈیوں میں اندر کی جانب خم آگیا تھا آخر عمر میں جب مسلسل علالتوں کی باعث دبلے ہوگئے تھے ان ہڈیوں کا خم ظاہر میں بھی محسوس ہونے لگا تھا۔ چونکہ جسمانی ورزش بہت کی تھی اس لئے طاقت بھی بہت رکھتے تھے۔ برہڑوا میں ایک مرتبہ دورہ پر جانے والے تھے اور سامان ایک بیل گاڑی پر پہلے روانہ ہونے والا تھا۔ ملازمین کسی دوسرے کام میں مصروف تھے اور ڈھائی من کا چاول کا ایک تھیلہ گاڑی پر رکھا نہیں گیا تھا اونھوں نے اوس کو نہایت آسانی سے اوٹھا کر گاڑی پر رکھدیا۔ ۱۳۰۹ھ (۱۸۹۲ء) سے اون کی آنکھوں میں پانی آنا شروع ہوا یہاں تک کہ ۱۳۱۳ھ (۱۸۹۵ء) میں دونوں آنکھوں کی روشنی بالکل زائل ہوگئی اوس سال پٹنہ میں ایک کحال سے ایک آنکھ قدح کرائی مگر قدح اچھا نہیں ہوا اور وہ آنکھ خراب ہوگئی اور پانچ سال تک اوس آنکھ میں درد رہا اور اونھوں نے بے حد تکلیف اوٹھائی۔ آخر کار شعبان ۱۳۱۵ھ (جنوری ۱۸۹۹ء) میں لکھنؤ جاکر ڈاکٹر عبدالرحیم سے جو آنکھ کے علاج میں بہت ماہر تھے علاج کرایا اور اچھے ہوے اور آنکھ کے درد کی شدید تکلیف سے اونھیں نجات ہوئی۔ اِس آنکھ کی شارکت سے دوسری بھی خراب ہوگئی اور قدح کے قابل نہیں رہی اس لئے آخری عمر تک وہ بینائی سے بالکل معذور رہے۔

حضرت باقر کا لباس

حضرت باقر قدس سرہٗ کا لباس تمام عمر ایک ہی وضع کا رہا سر پر سبز مخمل کی ٹوپی اور

علماء کے وضع کا عمامہ جسم پر ململ کا کرتا اور اُس وقت کے وضع کا بندوار انگرکہ اوس پر عبا کبھی کبھی عبا کے نیچے صدری بھی پہن لیتے تھے۔ پاؤں میں بہار کی وضع کا چوڑی دار پاجامہ اور دھلی کا سادہ جوتا پہنتے تھے لباس اکثر بہت قیمتی پہنتے تھے اور چونکہ نہایت متناسب الاعضا تھے اس لئے جامہ زیب بھی بہت تھے۔ خاندان کی قدیم وصیت کی پابندی میں سیاہ رنگ کا کپڑا کبھی نہیں پہنا۔ بود وباش میں تکلفات سے نہایت نفور رہے لیکن مکان اور فرش وغیرہ نہایت صاف اور ستھرا رکھتے تھے اور ذراسی کثافت بھی اونھیں بہت ناگوار ہوتی تھی۔ لطیف اور اچھی اور خوش ذائقہ غذا کا اونھیں شوق تھا۔ بہترین باورچی جو مل سکتے ملازم رکھے جاتے تھے۔ دسترخوان بہت وسیع تھا اور دونوں وقت سب کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر کھاتے تھے اور جو خود کھاتے وہی کھانا اون کے تمام ملازمین کو دیا جاتا تھا کسی قسم کی تفریق نہیں ہوتی تھی کھانا پکاتے اور اچار اور مربے اور شربت کے بنانے میں بہت دخل رکھتے تھے۔ چاے پینے کا بہت شوق تھا کلکتہ میں جو بہترین چاے مل سکتی تھی منگائی جاتی تھی اور صبح کو اشراق کے بعد اور شام کو بعد عصر گھر کے سب لوگوں کو اور دوست آشنا کو جو ملاقات کو آتے ہمراہ لے کر ناشتہ کرتے اور چاے پیتے اور پلاتے۔ ناشتہ میں بسکٹ میوہ اور دو ایک قسم کا حلوا ہوا کرتا تھا۔ اچھے اچھے کھانے اور اچھے فرش فروش کا شوق اون کو تقریباً پچاس سال کی عمر تک رہا اوس کے بعد محبت اور یاد الٰہی میں انہماک اور انجذاب باطنی کا غلبہ جیسے جیسے بڑھتا گیا اِن چیزوں کی جانب سے اون کی طبیعت ہٹتی گئی یہاں تک کہ چند سال کے بعد یہ حالت ہوگئی تھی کہ کسی چیز کی جانب توجہ باقی نہیں رہی تھی نہ کھانے کی نہ کپڑے کی نہ فرش فروش کی۔ جو کچھ سامنے آجاتا کھا لیتے، جیسا کپڑا ملتا پہن لیتے اور بغیر بستر کے خالی تخت پر سوجاتے۔ پان کھاتے تھے

لیکن صرف دو وقت کھانا کھانے کے بعد۔ حقہ تمباکو اور زردہ وغیرہ کا اونھیں کبھی شوق نہیں ہوا لیکن مہمانوں اور دوستوں کے لئے تکلف کا حقہ اور تمباکو مہیا رکھتے تھے۔

حضرت باقر کا مذہب و مشرب۔

حضرت باقر قدس اللہ سرہ العزیز صوفی مشرب حنفی المذہب سنی تھے اور اہل سنت کے عقاید میں نہایت استوار تھے احکام دین کو قرآن سنت اجماع امت اور قیاس شرعی پر منحصر سمجھتے تھے اور اہل بیت نبوی اور اصحاب رسول کی محبت اور اتباع کے بغیر ہدایت اور نجات کو ناممکن خیال کرتے تھے۔ اہل بیت علیہم السلام اور اصحاب رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ عقیدت رکھنے کا جب تذکرہ ہوتا تو اکثر یہ چار حدیثیں تلاوت فرمایا کرتے

(۱) انی تارک فیکم الثقلین (خلیفتین) کتاب اللہ حبل ممدود ما بین السماء والارض و عترتی اھل بیتی وانھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض

(۲) مثل اھل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا غرق۔

(۳) اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (۴) اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم

خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں فضیلت علی الترتیب الخلافت اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق افضل البشر بعد الانبیاء ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے خلفائے راشدین اور اصحاب رسولؐ کے خلاف کسی کی کوئی بات سننے سے بیتاب ہو جاتے تھے۔ ایک بار حضرت غالب کا فارسی دیوان دیکھ رہے تھے اون کی نظر سے یہ رباعی گزری :۔

شرطست کہ بہر ضبط آداب رسوم	خیز دبعد از نبی امام معصوم
زاجماع چگوی بعلی باز گرائے	مہ جائے نشین مہر باشد نہ نجوم

اس کو پڑھکر وہ بہت آزردہ ہوئے اور مکدر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتفاقاً میں سامنے آگیا مجھے بلایا اور بٹھاکر دیوان میرے جانب بڑھایا اور فرمایا دیکھو تو غالب نے یہ کیا لکھدیا کیا یہ صریح تبرا نہیں ہے۔ حضرت غالب کی شاگردی پر اونھیں ہمیشہ فخر رہا اور اون کی مدحت اور اُن کے ساتھ اظہار عقیدت میں بیسیوں شعر ان کے دیوان میں نظر آئیں گے تاہم اون سے ضبط نہ ہوسکا اور اُسی وقت اس رباعی کے جواب میں ایک قطعہ لکھا جو اس دیوان میں شریک ہے۔ (صفحہ ۲۹۰)

جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور اہل بیت نبی حضرت باقر کی عقیدت و محبت۔

حضرت باقر علیہ الرحمہ صوفی تھے چشتیہ طریقہ میں اون کو بیعت تھی اور چشتیہ و قادریہ میں اون کو خلافت تھی۔ صوفیوں کے تمام سلاسل حضرت سیدنا امیر المومنین امام المسلمین علیؑ ابن ابی طالب اسد اللہ الغالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر ختم ہوتے ہیں اور صوفیوں کے تمام فیضان باطنی اور تمام مدارج ولایت اور معرفت الٰہی کا سرچشمہ اونہیں کی ذات پاک ہے اس لئے بمقتضائے جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا حضرت باقر قدس سرہ کو اون کی اور اون کی اولاد کی ذات پاک کے ساتھ بے حد محبت تھی اور اوس میں وہ ہر وقت سرشار رہتے تھے۔ اون کے کلام میں اون کے دل سے بے ساختہ نکلے ہوئے بکثرت ایسے اشعار ہیں جو آیت شریف قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا کو یاد دلا دیتے ہیں۔ چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں :۔

باعترت و اصحاب بود روئے نیازم	در بارگہ آل نبی بندۂ پیرم
آگہ نیم از تفرقۂ حاصل محصول	دانم کہ سگ درگہ صدیقؓ و امیرمؓ
از دست برد دل خبر ماطلع الشمس[1]	ہم مست کنند زمزمۂ خم غدیرم

[1] اشارہ ہے اس حدیث شریف کی جانب :۔ ماطلعت الشمس علی رجل خیر من ابی بکرؓ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲)

تنگ آمدم ز شورش رُوباہ سیرتاں
بر سرم مشکلشا دوشینہ آمد از کرم
ہیبت شان رخت لشکر قیصر شکند
فساں ز لطف بہ نظارۂ رخت آیے
نصیب اوست فردا جام کوثر
گذشت عمر و نہ شد سرمہ قسمتِ چشم
مرید حضرت عشقم بخود ہمی نازم
بندۂ عشقیم روئے ما بود سوئے علیؑ
میکشی ما را سوئے جنت نمیدانی مگر
آتش دوزخ چہ سُوزد یک سرِ موئے مرا
فرض شد بعد از نبی بر وے درود ہم سلام
کشف شد سرِ خفی در بسم اللہ تمام

فریادِ من بحضرت شیر خدا اگر شتب
مشکل ما راز لطفِ خویش آساں کرد و رفت
زور بازوئے تو شاہا در خیبر شکند
دلم بہجر تو یا بوتراب[ؑ] می سُوزد
کسے شد مستِ عشق حیدر امروز
ز گرد راہ شہنشاہ بوتراب دریغ
کہ حب آل عبا ہست دین و ایمانم
سجدہ گاہ ما بود محراب ابروے علیؑ
ما ہمہ ہستیم رضواں ساکن کوئے علی
رشتۂ جانم بود از تار گیسوئے علی
فرض شد ہم بر مسلمان عشق با روئے علی
نقش شد تا در دلِ من بیت ابروئے علی

(و فی روایت خیر من عمر) (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی بہتر شخص پر آفتاب طلوع نہیں ہوا اور ایک روایت میں عمر سے بہتر شخص پر بھی آیا ہے)۔ فردوسی نے شاہنامہ کے دیباچہ میں جہاں خلفاے راشدین کے مناقب بیان کئے ہیں اسی حدیث کی جانب اشارہ کر کے کہا ہے ؎

چہ گفت آں خداوند تنزیل وحی | خداوند امر و خداوند نہی
کہ خورشید بعد از رسولاں مہ | نتابید بر کس ز بوبکر بہ

۲؎ حجۃ الوداع کے بعد مدینہ منورہ تشریف لاتے وقت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک روز غدیر خم کی منزل پر مقام ہوا وہاں جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے شان میں ارشاد ہوا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

پایگاہِ عشق را در غایت قصوی رسانْد | عاشق روئے نبی شد عاشق روئے علی
باقرؔ از سیر جہاں فرسودہ شد پایم عبث | بعد ازیں دستِ من است و دامن کوئے علی

حضرت باقر کا تعصب سے نفور رہنا۔

حضرت باقر قدس سرہ سنیت اور حنفیت میں نہایت پختہ تھے لیکن تعصب سے نہایت نفور رہتے تھے۔ کتب بینی کا اونہیں ہمیشہ شوق رہا اور جب تک آنکھوں سے معذور نہیں ہوئے تھے اور انجذاب باطنی نے اون کو کلیتہً محو فی الذات نہیں کر دیا تھا فرصت کے وقت کتابیں دیکھا کرتے تھے علوم و فنون اور تصوف کی کتابوں کے علاوہ مقلد، غیر مقلد، شیعہ، سنی اور دوسرے مذاہب کی کتابیں بھی بکثرت اُن کی نظر سے گزری تھیں لیکن ایسی کتابوں کا مطالعہ صرف تفنن کے طور پر اور مذاہب مختلفہ کے خیالات وعقائد و دلایل کے معلوم کرنے کے لئے ہوا کرتا تھا۔ مباحثہ اور مناظرہ سے اون کو ہمیشہ نہایت نفرت رہی۔ اگر کوئی شخص مباحثہ کے طور پر کسی مذہبی مسئلہ پر اون کے سامنے گفتگو شروع کرتا اوس کو فوراً نہایت لطیف طریقہ پر روک دیتے تھے جس طرح وہ اپنے معتقد علیہم بزرگوں کے خلاف شان کسی بات کے سننے کی تاب نہیں لاسکتے تھے اوسی طرح دوسرے فرقوں کے بزرگوں کے خلاف شان کوئی بات اپنی زبان سے نکالنی نہ تو جائز سمجھتے تھے اور نہ دوسروں کی زبان سے سن سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص کبھی ایسی باتیں شروع کرتا تو فوراً یہ آیت تلاوت فرماتے
وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (سورۂ انعام ع ۱۳)
اون کی دوستی ہر فرقہ کے لوگوں سے تھی اور جس سے تھی نہایت مخلصانہ تھی۔ اون کے دوستوں میں ہندو انگریز غیر مقلد شیعہ سب ہی تھے۔ آرہ میں سادات بلگرام کا ایک خاندان آباد ہے ان لوگوں سے اون کو جس قدر محبت تھی ویسی کم کسی سے تھی۔ اُن میں سے ایک بزرگ سید حسن عسکری صاحب بلگرامی اور دوسرے سید فرزند احمد صفیر صاحب اون سے

عمر میں بڑے تھے میں نے دیکھا ہے کہ وہ اُن بزرگوں کا اِس قدر ادب کرتے تھے جیسے خود اپنے بزرگوں کا۔ سید نور الحسن صاحب عرف نواب میاں بلگرامی اور اُن کے بھائی سے اونھیں اِس قدر محبت تھی جیسے اوس زمانہ میں سگے بھائیوں سے ہوا کرتی تھی۔

حضرت باقر کا اپنے بڑوں چھوٹوں اور دوستوں کے ساتھ طرز معاشرت

حضرت باقر اپنے بزرگوں کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ ویسا ادب اب دیکھنے میں نہیں آتا۔ میں دیکھا کرتا تھا کہ اپنے بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علی علیہ الرحمہ کے خدمت میں جب حاضر ہوتے تو بہت تعظیم سے آداب بجالاتے اور اُن کے ہاتھوں کو چومتے اور جب تک وہ بیٹھنے کا حکم نہیں دیتے کھڑے رہتے اور جب بیٹھتے تو بہت مودب ہو کر دو زانو بیٹھتے اور اُن کے ساتھ گفتگو میں کبھی پیش قدمی نہیں کرتے وہ خود جب کچھ استفسار فرماتے تو نہایت ادب سے جواب دیتے اور اگر خود کچھ عرض کرنا ہوتا تو اجازت لے کر عرض کرتے ورنہ خاموش مگر متوجہ ہو کر بیٹھے رہتے۔ اِسی طرح علی قدر مراتب وہ بڑوں کا ادب کرتے تھے۔ اُن عزیزوں کا بھی جو رشتہ میں چھوٹے لیکن عمر میں بڑے تھے پاس ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ حضرت باقر کے والد ماجد کے دو خدمتگاروں کو میں نے دیکھا ہے۔ ان میں سے جب کوئی صاحب اون کے پاس آتے تو وہ دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور خود اُن کے رُوبرو مودب بیٹھتے اور ناشتہ اور چاء سے اون کی تواضع کر کے اون کو رخصت کرتے۔ زمانہ کا انقلاب دیکھئے۔ حضرت باقر کو اون کے والد کے خدمت گاروں کا جس قدر ادب کرتے میں نے دیکھا ہے اوس کا عشر عشیر بھی آج کل کے نوجوان اپنے باپ کا نہیں کرتے۔ اپنے چھوٹے عزیزوں سے اور دوستوں کے لڑکوں سے وہ نہایت ہی بزرگانہ شفقت اور محبت لیکن وقار کے ساتھ ملتے تھے اور بغیر حلوا یا شیرینی کھلائے ہوئے جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

حضرت باقر دوستی میں نہایت استوار تھے۔ جس سے دوستی کا تعلق ہو گیا تمام عمر قایم رہا۔ بزرگوں کے سامنے نہایت با ادب اور چھوٹوں کے سامنے با وقار رہتے تھے لیکن برابری کے دوستوں کے ساتھ بے تکلفانہ اور نہایت محبت اور اخلاص سے ملتے تھے اور بے تکلفی کی صحبتوں میں اپنی زندہ دلی خوش مذاقی لطیفہ گوئی بذلہ سنجی اور حاضر جوابی سے دوستوں کو خوش اور محفوظ کیا کرتے۔ آرہ میں سالہا سال تک یہ معمول رہا۔ کہ ہر اتوار کے روز عصر کے وقت شہر کے دس[10] بارہ[12] دوست اون کے مکان پر جمع ہوتے ناشتہ اور چاء اور میاں[13] پناہ علی مرحوم کی قوالی سے مغرب کے وقت تک اون کی تواضع کی جاتی اور بعد مغرب سب کو کھانا کھلا کر رخصت کرتے۔ حضرت باقر دوستوں کی مجلس میں بے تکلف رہتے لیکن جب تک بیٹھتے دو زانو یا چار زانو بیٹھتے تھے۔ بے تکلف سے بے تکلف دوست کے سامنے بھی وہ پاؤں پھیلا کر کبھی نہیں بیٹھتے۔ اون کی مجلسیں ہر قسم کی غیبت اور لغو اور فحش گفتگو سے بالکل پاک ہوتی تھی۔ خود اون کی زبان غیبت اور فحش اور دشنام سے کبھی آلودہ نہیں ہوی۔ اجلاف اور اراذل کی صحبت سے اون کو ہمیشہ اجتناب رہا۔ اِس قسم کے لوگوں میں سے اگر کوئی شخص کسی کام یا ضرورت سے اون کے پاس آتا تو خندہ پیشانی سے اوس کی باتیں سنکر اوس کا کام انجام دیتے اور رخصت کر دیتے تھے۔

حضرت باقر کی سخاوت

حضرت باقر سخاوت میں اپنا نظیر بہت کم رکھتے تھے۔ بیوہ، یتامی، مساکین اور

---

[13] میاں پناہ علی صاحب مرحوم قوال تھے۔ شہسرام کے رہنے والے تھے لیکن اپنے عزیزوں کے ہمراہ زیادہ تر آرہ میں رہتے تھے۔ حضرت باقر کے بے تکلف دوستوں میں تھے۔ ستار نوازی اور گانے میں نہ صرف صوبہ بہار میں بلکہ دور دور اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔

طلبہ کی پرورش کرتے تھے۔ کوئی سایل اون کے پاس سے خالی نہیں جاتا تھا۔ کوئی مہمان آتا تو بہت خوش ہوتے اور اُس کو احترام اور آرام کے ساتھ ٹہرلتے اور بہت خاطر و مدارات کرتے۔ حکیم ڈاکٹر مولوی سید عبدالسبحان عرف فریدشاہ وارثی صاحب سلمہ آبگلہ[1] کے رہنے والے راقم کے قریبی رشتہ سے بھتیجے ہیں۔ ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) میں وہ پٹنہ کے ڈاکٹری کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ ۱۸۸۲ء میں جب حضرت باقر کا بڑہرواسے پٹنہ تبادلہ ہوا تو وہ اون کے پاس قیام پذیر ہوئے ایک خط میں اونھوں نے حضرت باقر کی جہاں نوازی کا ایک واقعہ مجھے لکھا جو اونھیں کے الفاظ میں یہاں نقل کرتا ہوں :۔ "... ۱۸۸۲ء میں دادا صاحب رح (یعنی حضرت باقر) پٹنہ آگئے ..... اوس وقت مجھ سے ایک نہایت خوب کام لیا گیا یعنی ایک عرب دادا صاحب کی ملاقات کو آئے سوء اتفاق سے اوس وقت آپ کے پاس کچھ موجود نہ تھا مجھے پچاس ساٹھ روپیہ کا قیمتی شال کا ایک چغہ دیکر کہا کہ اسے بیچ لاؤ چاہے کتنی قیمت ملے۔ مجھے بازار میں صرف پندرہ روپے ملتے تھے اس لئے میں واپس لایا خفگی کے لہجہ میں ارشاد فرمایا "میں نے تو کہدیا تھا جو کچھ بھی دام ملیں بیچ لاؤ"۔ پندرہ روپیہ میں بیچ لایا پانچ روپے تو عرب صاحب کی دعوت میں خرچ ہوئے اور دس روپے نقد دیکر رخصت کئے گئے ....."۔ حضرت باقر کو تین گاؤں بلاشرکت غیرے اون کے والد کے وارثت میں ملے تھے اون کی آمدنی کے علاوہ اونہیں ملازمت بھی تھی جسکی تنخواہ کے علاوہ گورنمنٹ سے نتیجہ کارگزاری پر سالانہ کمیشن بھی وافر مقدار میں ملا کرتا تھا لیکن انھوں نے اپنی آیدنی اور

[1] گیا کا شہر پھلگو ندی کے غربی کنارہ پر واقع ہے۔ اسی ندی کے شرقی کنارہ پر موضع آبگلہ واقع ہے۔ یہ موضع سادات کی بستی ہے اور یہاں کے سادات سے حضرت باقر کی قرابت داری ہے۔ شمس العلماء نواب سید امداد امام صاحب مرحوم نے آخر عمر میں یہیں سکونت اختیار کی تھی اور یہیں اون کا انتقال ہوا۔

پرایوں یتیموں اور بیواؤں فقرا اور مساکین پر سب کچھ صرف کر دیا یہاں تک کہ پیرگیہ گیا اور آرہ میں اون کا ذاتی مکان تک نہ رہا اور عمر کا آخری حصہ انہوں نے کرایہ کے مکانوں میں کاٹا۔

حضرت باقر کی شجاعت

حضرت باقر علیہ الرحمہ جس طرح سخاوت میں بے مثل تھے شجاعت میں بھی بے نظیر تھے ملازمت کے زمانہ میں اپنے حکام بالادست کا ادب کرتے تھے مگر کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوئے اور اُن سے بیباکانہ ملا کرتے تھے اس لئے انگریز حکام بھی ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں جب انگریزی دیسی فوج باغی ہوکر آرہ آئی اور آرہ میں غدر ہوگیا انگریز حکام ایک مکان[15] میں متحصن ہوگئے۔ مولوی سید اعظم الدین حسین خاں (نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی کے چچا) بھی جو آرہ میں ڈپٹی کلکٹر تھے اون کے ساتھ اُس مکان میں پناہ گزیں ہوئے۔ حضرت باقر اوس وقت آرہ میں تھے اور گو اون کی عمر اوس وقت صرف چھبیس سال کی تھی اور ملازمت کے سلسلہ میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے بریں ہمہ آرہ کے مُسلمان عہدہ داراون کے پاس مشورہ کے لئے آئے۔ رائے یہ قرار پائی کہ فوراً آرہ چھوڑ دینا چاہئے اور جس قدر جلد ہوسکے اِس ضلع کی حد کو عبور کر کے اَرْوَل پہنچ جانا چاہئے چنانچہ اُسی شب کو یہ سب لوگ جن کی تعداد بارہ تیرہ تھی آرہ سے روانہ ہوگئے۔ صبح کو یہ سب لوگ جارہے تھے کہ ایک گاؤں کے قریب کنور سنگھ کے علاقہ کے ساٹھ ستّر راجپوتوں نے اس جماعت کو گھیر لیا اور تلواریں نیام سے نکالکر سب کو قتل کر دینا چاہا۔ حضرت باقر تلوار لے کر آگے بڑھے اور پہلے بہت کچھ فہمایش کی۔ لیکن جب اون لوگوں نے حملہ ہی کرنے

[15] یہ مکان اب بھی موجود ہے اور گورنمنٹ کے زیر نگرانی ہے اور آرہ ہوس کے نام سے مشہور ہے لارڈ کرزن نے ایک تختی پر اون تمام انگریز اور دیسی آدمیوں کے (جو اس میں متحصن ہوئے تھے) نام کندہ کرا کر نصب کرا دیا ہے۔

کا ارادہ کیا تو یہ تنہا اون سب سے مقابل ہوئے۔ اون میں سے کچھ لوگ زخمی ہو کر گرے باقی سب بھاگ گئے۔ اون کی شجاعت اور وہ فن جس کو اونھوں نے برسوں محنت کر کے سیکھا تھا اون کے اور اون کے سب ہمراہیوں کے کام آیا اور سب لوگ خیریت سے اردل پہنچ گئے۔ ایک وقت حضرت باقر گیا سے آرہ تنہا یکہ پر آرہے تھے رات کے وقت ڈاکوؤں نے یکایک گھیر لیا وہ لڑے اور سب کو بھگا دیا۔ اون کے شجاعت اور بہادری کے بہت سے واقعات ہیں جن کے جاننے والے چند لوگ ابھی تک بقید حیات ہیں۔

حضرت باقر کا زہد اور اعراض عن الدنیا

حضرت باقر قدس اللہ سرہ العزیز دنیا طلبی سے بالطبع نفور تھے۔ جب بہت مجبور کئے گئے تو نوکری قبول کر لی تھی لیکن مدارج اور اضافہ تنخواہ کے لئے کوشش کا کرنا تو درکنار اوس جانب اون کو کبھی خیال تک نہیں آیا اور کسی کے پاس دنیا کی غرض لے کر نہیں گئے۔ جس زمانے میں بڑہروا میں تھے اون کو دو مرتبہ ترقی دی گئی لیکن اونھوں نے شکریہ ادا کیا اور قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس خدمت پر وہ ۱۸۵۹ء میں مامور ہوئے تھے تمام مدت ملازمت اوسی پر رہے۔ ۱۸۸۹ء میں جس وقت اونھوں نے پنشن لی اوس وقت تک اون کی موروثی جائداد بالکل جا چکی تھی اوس کے باوجود اونھوں نے صرف پنشن کی رقم پر قناعت کی اور گو اون کے وسیع تجربہ کے لحاظ سے ایک عارضی خدمت پیش کی گئی لیکن اونھوں نے معذرت کیا اور انکار کر دیا۔ دنیا داری کی صورت میں رہکر زہد و اعراض عن الدنیا کی ایسی مکمل شخصیت دیکھنے میں نہیں آئی بعض اشعار میں اونھوں نے دنیا کی جانب سے کنارہ کشی کا اشارہ کیا ہے یہاں دو شعر نقل کئے جاتے ہیں ؎

قانع بماندہ است بنانِ جوین خشک — باقر برائے جیفہ دنیا زجا نرفت
باقر ارحمت حق باد بر آنکس کہ چو من — طالبِ جیفہ دنیا و زر و مال نہ شد

حضرت باقر کا حلم اور عفو

حلم اور عفو میں بھی حضرت باقر علیہ الرحمۃ آپ اپنی نظیر تھے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص مذہبی معاملات میں بالکل بے تعصب ہو اور دنیا سے اعراض کلی رکھتا ہو اور جس کو دنیا کے معاملات میں کسی سے کچھ سروکار نہ ہو اُس کو دینی اور دنیوی معاملات میں نہ کسی سے نفرت ہو سکتی ہے نہ مخالفت اور دشمنی۔ چنانچہ حضرت باقر خود کسی کے مخالف اور دشمن نہیں ہو سکتے تھے اور نہیں ہوئے لیکن بمقتضائے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا کبھی کبھی اون کے مخالف اور دشمن پیدا ہو جایا کرتے تھے۔ اون لوگوں نے جنہیں اون کے بعض عزیز بھی تھے اونھیں مسلسل سالہا سال تک بے حد ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائیں۔ اگر وہ چاہتے تو بہت سخت انتقام لے سکتے تھے مگر اونھوں نے اِن لوگوں کی مخالفت کا کبھی خیال تک نہیں کیا اور ان کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی کی شکایت میں کبھی ایک لفظ زبان سے نہیں نکالا بلکہ بعض وقت اپنے کسی دوست یا عزیز کو اِن معاملات کے متعلق اون لوگوں کی شکایت کرتے سنا تو منع کیا اور فرمایا کہ حضرت سعدیؒ علیہ الرحمۃ کا شعر ہمیشہ یاد رکھو ؎

از خدا دان خلاف دشمن و دوست — کہ دلِ ہر دو در تصرف اوست

ایک مرتبہ پیر یگہ میں ایک شخص نے اون کو زہر کھلا دیا۔ اون کے ایک قریبی رشتہ دار ڈاکٹر سید ابو الحسن[16] صاحب مرحوم و مغفور اوس وقت اتفاقاً پیر یگہ میں موجود تھے۔ زہر کے اثر سے حضرت باقر کی حالت نازک ہو گئی اور بظاہر مرنے میں کوئی بات باقی نہیں رہی تھی لیکن ڈاکٹر صاحب نے علاج کیا اور بہت مشکل سے اون کی جان بچی۔ صحت کے بعد ہر چند

---

[16] یہ بزرگ قدیم زمانہ کے کلکتہ کے پاس کئے ہوئے ڈاکٹر تھے اور گیا میں مطب کرتے تھے۔ حضرت سید شاہ منور علی صاحب کے (جن سے حضرت باقر کی بڑی ہمشیر منسوب تھیں) چھوٹے بھائی تھے اور قریبی رشتہ سے حضرت باقر کے بھائی بھی ہوتے تھے۔

لوگوں نے اون سے دریافت کیا کہ کس نے زہر دیا لیکن اونھوں نے اپنے جد اعلیٰ حضرت سبط اکبر سید شباب اہل الجنہ لخت جگر سید الکونین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین امام المسلمین سیدنا و مولانا امام شہید حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی پوری اتباع کی اور کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اون کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا نے جو اوس وقت بقید حیات تھیں استفسار فرمایا لیکن اونھوں نے ماں کے قدموں پر سر رکھدیا اور بہت عجز سے آبدیدہ ہو کر معافی مانگی اور نہ بتایا۔ قراین سے لوگوں کو آخر معلوم ہو ہی گیا کہ کس نے زہر دیا تھا لیکن خود اونھوں نے کبھی کسی پر اوس کا نام ظاہر نہیں کیا۔ دشمنوں کی جانب سے لاپروائی کا اظہار اونھوں نے بعض اشعار میں بھی کیا ہے۔ یہاں دو شعر نقل کئے جاتے ہیں ؎

زبس گردید صلح کل سرشت طبع بے کینم | نہ دارم فرقے اندر دوستان و دشمنان خود
بکیش من نبود امتیاز دشمن و دوست | کسیکہ دشمن من شد عزیز من باشد

صبر و شکر رضا و تسلیم

صبر و شکر رضا و تسلیم کے صفات میں بھی حضرت باقر علیہ الرحمہ یگانۂ روزگار تھے سخت سے سخت بیماریوں کی تکلیف کو نہایت صبر اور استقامت کے ساتھ برداشت کر لیتے تھے اور اوس حالت میں جب کوئی اگر اون کی مزاج پرسی کرتا تو الحمد للہ ایسے صمیم دل سے کہتے تھے کہ اون کے چہرہ پر بشاشت دوڑ جاتی تھی۔ ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) میں اون کے سینہ میں ایک عجیب قسم کا درد شروع ہوا۔ عشا کے وقت شروع ہوتا اور تھوڑی دیر میں بہت بڑھ جاتا اور صبح کی نماز کے وقت تک باقی رہتا۔ دن کے وقت نہیں ہوتا۔ بعض وقت درد کی اس قدر شدت ہوتی کہ ٹھنڈا پسینہ جاری ہو جاتا اور نبض کی حرکت رک جاتی۔ اس بیماری میں وہ ساڑھے تین مہینے مبتلا رہے اوس کے بعد صحت ہوئی۔ پھر ۱۳۰۴ھ

(۱۸۸۷ء) میں اون کے سیدھے ہاتھ اور سیدھے پاؤں میں زخم پیدا ہوئے اور بڑھتے بڑھتے بہت بڑھ گئے ہر وقت اون میں درد رہتا تھا اور کبھی کبھی خون جاری ہو جاتا تھا یہ تکلیف اون کو تقریباً پانچ مہینے رہی ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۴ء) میں اون کے داہنے پاؤں کی ہڈی میں درد شروع ہوا اور چار پانچ ماہ تک رہا اوس کی شدت سے بعض وقت وہ بیہوش ہو جاتے تھے۔ ان شدید بیماریوں میں وہ نہایت صابر رہے اور خداوند تعالیٰ کا شکر کرتے رہے۔ پہلی دو بیماریاں اون کی ملازمت کے زمانہ میں ہوی تھیں لیکن باوجود اس قدر تکلیف کے جو اونھوں نے اوٹھائیں اپنا کام برابر انجام دیتے رہے۔

اولاد کا مرنا انسان کے لئے نہایت سخت ابتلا ہے۔ حضرت باقر کی بہت سی اولاد (لڑکے اور لڑکیاں) اون کے سامنے فوت ہوئے تقاضائے بشریت سے اون کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتا تھا لیکن اون کی استقامت اور رضا و تسلیم میں ذرا فرق نہیں آتا تھا۔ پیر کے ساتھ اون کو جس قدر محبت تھی اور اون کی ذات میں جس قدر فنائیت تھی وہ نہ اس زمانہ میں دیکھی گئی اور نہ سنی گئی۔ پیر کی رحلت جب ہوی اون کی قلب پر کیا گزری اوس کا علم صرف اللہ کو ہے لیکن ظاہر میں جو حالت پیدا ہوئی وہ یہ تھی کہ تمام دن آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری رہا اور دو روز تک نہ وہ کچھ کھا سکے اور نہ پی سکے اور نہ کسی سے کوئی بات کی۔ خاموش بیٹھے رہے۔

حضرت باقر کو پیر کی تلاش

حضرت باقر قدس سرہ کا خاندان صوفیوں کا خاندان گزرا ہے اون کے اجداد بڑے پایہ کے عالم اور عارف ہوتے آئے۔ حضرت باقر کو ابتداے عمر سے بزرگوں ہی کی صحبت رہی اور شریعت اور طریقت ہی کی آب و ہوا میں اون کی نشو و نما ہوئی۔ اون کا فطری رجحان بھی اوسی جانب تھا۔ اون کے شباب کے زمانہ میں گیا اور پٹنہ کے اضلاع میں اچھے

اچھے بزرگ موجود تھے اور حضرت باقر اون سے ملا کرتے تھے لیکن پیر کامل کی تلاش باقی رہی۔ پیر و رہبر کامل کی شناخت کے متعلق مجھ سے دو تین بار جو کچھ ارشاد فرمایا اوس کا خلاصہ لکھنا خالی از منفعت نہ ہوگا۔ فرماتے تھے۔

مرد کامل کی شناخت مبتدی کے لئے نہایت دشوار بلکہ محال ہے۔ اِس لئے طالب کو چاہئے کہ ہر لحظہ و ہر آن بارگاہ الٰہی جل شانہٗ میں شیخ کامل کے ملنے کے لئے دل سے دعا کرتا رہے حق سبحانہ و تعالیٰ دعاؤں کا سننے والا اور قبول فرمانے والا ہے دعا پر اگر صدق دل سے مداومت کی جائے تو وہ قبول کر ہی لیتا ہے۔

طالب حق کے لئے ایسا پیر رہبر لازم ہے جو ظاہر و باطن کے کمالات میں کامل و مکمل ہو تاکہ وہ مرید کی تربیت کماحقہ کرسکے اور اُس کو منزل مقصود تک پہنچا سکے۔ ظاہری حیثیت سے پیر کو ان تین صفات سے متصف ہونا ضرور ہے۔

(۱) قرآن و حدیث و فقہ و عقاید کا عالم ہو

(۲) اہل سنت و جماعت کے صحیح عقاید کا بلا افراط و تفریط و بلا تعصب پورا پابند ہو۔ اوس کے اوقات معمور ہوں اور فرایض و واجبات و سنن و نوافل و مستحبات پر عامل ہو اور ہر قسم کے محظورات اور مکروہات اور بدعات اور عقاید فاسدہ سے قطعاً مجتنب ہو۔

(۳) اوس کا سلک اور سلسلۂ طریقت از ابتدا تا آخر صحیح ہو اور وہ خود بھی صحیح الاجازت ہو۔

پیر کو قرآن حدیث فقہ اور عقائد کا عالم ہونا ضرور ہے اگر کتاب و سنت سے واقفیت نہ ہوگی تو احکام الٰہی اور سنت نبوی کی اتباع کیونکر ہوسکے گی اسی لئے بزرگان سلف مرید کو باصرار تمام علم کے حاصل کرنے کی ہدایت کیا کرتے تھے۔

ایسے بزرگ بھی گزرے ہیں جو ظاہری علم نہیں رکھتے تھے بریں ہمہ عرفان الٰہی اور کمالات باطنی میں کامل تھے اُن لوگوں کو علم من لدنی دیا گیا تھا مگر ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے اور اُن کی مثال حجت نہیں ہوسکتی۔

ان صفات سے متصف اگر کوئی بزرگ مل جایں تو اون کے ہاتھ پر بیعت تو بہ جایز ہے لیکن سلوک باطن کی رہبری کے لئے پیر طریقت میں کمالات باطنی اور عرفان کامل کا ہونا بھی ضرور ہے تاکہ مرید کو سلوک باطن میں سیدھے راستہ پر لیجاکر منزل مقصود تک پہنچا سکے لیکن اِن کمالات باطنی کا پہچاننا مبتدی کے لئے محال ہے اور صرف فضل الٰہی ہی طالب کو ایسے پیر تک پہنچا سکتا ہے۔ مگر ایک صورت ہے جس سے ممکن ہے کہ طالب مرشد کامل کو پاسکے وہ یہہ ہے کہ طالب اگر کسی ایسے بزرگ کو پائے جو متذکرہ بالا تینوں صفات ظاہری سے متصف ہو تو چاہئے کہ عقیدت کے ساتھ بغرض استفادہ (نہ کہ امتحان کی نیت سے) اون کی خدمت میں حاضر ہو اور دل کو متوجہ کرکے بیٹھے اگر اوس کے قلب پر ہیبت حق کا غلبہ پیدا ہو اور اللہ جل شانہٗ کے سوا تمام اشیاء کا خیال اوس کے دل سے محو ہو جائے اور چند صحبتوں میں اوس کو یہی کیفیت حاصل ہوتی رہے تو اوس کو سمجھنا چاہئے کہ اوس بزرگ کے یہاں اوس کا حصّہ ہے اور اوس کی باطنی تکمیل

اون سے ہوسکیگی اور اگر یہہ حالت پیدا نہ ہو تو اون بزرگ سے اوس کو بدعقیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہہ سمجھنا چاہئے کہ اون کے یہاں اوس کا حصہ نہیں ہے۔

کمال باطنی کا دارومدار دو چیزوں پر ہے (۱) محبت آلٰہی اور (۲) تخلقوا باخلاق اللہ و تخلقوا باخلاق الرسول۔ محبت آلٰہی کے ساتھ سنت نبوی کی اتباع قولاً و فعلاً و حالاً جس قدر زیادہ ہوتی جائے گی سالک کو اُسی قدر زیادہ تقرب بارگاہ رسالت کے ساتھ اور اس ذریعہ سے بارگاہ آلٰہی کے ساتھ ہوتا جائیگا۔

حضرت شاہ قیام اصدق چشتی

حضرت باقر کو جس زمانہ میں پیر کی تلاش تھی اوس زمانہ میں ایک بزرگ حضرت شاہ قیام اصدق چشتی قادری فخری قدس اللہ سرہ العزیز کی شہرت صوبۂ بہار میں بہت ہو رہی تھی۔ وہ حضرت سید ابوالعباس سعید الدین قمیصی القادری الملقب بہ سید صادق علی شاہ مونس اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت سید صاحب قدس سرہ قصبۂ سادھورا کے رہنے والے اور حضرت قادر قمیص علیہ الرحمہ کے سلسلہ سے حضرت سیدنا سید عبدالرزاق بن حضرت غوث الاعظم غوث الثقلین سید عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہما کی اولاد میں تھے۔ سولہ سترہ سال کی عمر میں تحصیل علم کی غرض سے سادھورا سے دہلی تشریف لائے۔ اون کے دہلی آنے سے کچھ قبل سنہ ۱۱۶۰ھ میں حضرت مولٰنا فخرالدین محبُ النبیؐ چراغ چشت قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز اورنگ آباد دکن سے دہلی تشریف لاچکے تھے اور اون کے کمالات ظاہری و باطنی کی شہرت ہو رہی تھی حضرت سید صادق علی شاہ قدس سرہ اُن کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر اون کے

مدرسہ میں داخل ہوئے اور بعد چندے مرید بھی ہوگئے اور تحصیل علم ظاہری کے ساتھ ساتھ ریاضت و مجاہدات باطنی میں مشغول ہوئے چند سال کے بعد حضرت مولٰنا علیہ الرحمۃ نے سید صاحب کو سلسلۂ چشتیہ نظامیہ اور سلسلہ قادریہ کبرویہ کی زبانی اجازت دے کر سفر کا حکم دیا اور حج اور زیارت مدینہ منورہ کے لئے ارشاد فرمایا۔ چلتے وقت یہ بھی ہدایت فرمائی کہ واپسی میں بخارا ہوتے ہوئے شاہ محب اللہ بخاری سے ملتے آنا۔

حضرت غواص بحرلی مع اللہ سید شاہ محب اللہ بخاری علیہ الرحمۃ کا مولد اور مسکن بخارا تھا۔ تحصیل علم کے بعد پیر کی تلاش میں گھر سے نکلے اور جا بجا سیاحت کرتے ہوئے دہلی پہنچے یہاں آکر اونہوں نے حضرت مولٰنا فخرالدین محب النبی قدس اللہ سرہ کا شہرہ سنا اور اون کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور آٹھ دس سال کی ریاضت اور مجاہدہ کے بعد خلافت سے مشرف ہوئے۔ اثنائے قیام دہلی میں حضرت سید صادق علی شاہ اور حضرت سید شاہ محب اللہ بخاری میں باہم بے حد اتحاد ہوگیا تھا۔ جب حضرت شاہ محب اللہ قدس سرہٗ پیر سے رخصت ہو کر بخارا واپس جانے لگے حضرت مولٰنا نے حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمۃ کے نام کا خلافت نامہ لکھکر انہیں دیا اور فرمایا کہ صادق علی بخارا آئیں گے اون کو دیدیجیو۔

پیر سے رخصت ہو کر حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ برسوں مختلف ممالک میں سفر کرتے رہے بالآخر حجاز پہنچے اور گیارہ حج ادا کئے۔ بارہویں حج کے ارادہ سے حجاز میں ٹھہرے تھے کہ ایک پیر بھائی سے ملاقات ہوگئی اور اُن سے حضرت مولٰنا فخرالدین محب النبی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت (۲۷ جمادی الثانی سنہ ۱۱۹۹ھ) کا حال معلوم ہوا اوسی وقت اونھوں نے ہندوستان کا قصد کیا اور روانہ ہوگئے۔ پیر کا حکم یاد تھا سفر کرتے ہوئے

بخارا پہنچے اور حضرت سید محب اللہ بخاری سے ملے اونھوں نے پیر کا مرحمت کیا ہوا خلافت نامہ اونھیں دیا۔ بخارا میں قلیل قیام کے بعد حضرت سید صادق علی شاہ صاحب ہندوستان روانہ ہوئے اور دہلی آئے وہاں سے پورب کا سفر کیا اور ڈھاکہ گئے اور چند سال تک بنگالہ اور چھوٹا ناگپور اور بہار میں سفر کرتے رہے، سفر کرتے ہوئے ایک مرتبہ وہ ضلع بردوان کے قصبہ مَیاپور تشریف لائے اور وہاں کے ایک ذی وجاہت بزرگ حضرت قاضی شیخ محمدؐ صادق صاحب کے مکان پر فروکش ہوئے۔ چند روز کے بعد حضرت قاضی صاحب اور اون کے ہمراہ اون کے بھائی اور برادری اور بستی کے بہت لوگوں نے بیعت کی۔ اون کے فرزند حضرت شاہ قیام الدین الملقب بہ شاہ قیام اصدق قدس اللہ سرہ العزیز نے بھی جو ابھی صرف سات سال کی عمر کے تھے بیعت کی۔ حضرت سید صادق علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اون کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور اُن کے متعلق اون کے والد کو بہت بشارتیں دیں۔ چھ سات سال کے بعد جب حضرت سید صادق علی شاہ صاحب قدس سرہ مَیاپور آکر یہاں سے رخصت ہوئے حضرت شاہ قیام اصدق صاحب قدس سرہ بھی والدین کی رضا و رغبت اور اجازت سے پیر کے ہمراہ ہو گئے اور اون کے ساتھ اون کی رحلت کے وقت تک سفر میں رہے اور ہر قسم کی تعلیم و تربیت اون سے حاصل کر کے درجۂ کمال پر فائز ہوئے۔ علوم باطن کے علاوہ علوم ظاہر بھی اونھوں نے تمامتر پیر ہی سے حاصل کیا۔

اثنائے سفر میں حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حج کا ارادہ کیا اور بندر چاٹگام سے جہاز پر روانہ ہوئے۔ بندر پیناگ پر پہنچکر جہاز ایک مہینے تک ٹھہرنے والا تھا اِس لئے حضرت جہاز سے اتر پڑے اور وہاں بیمار ہو گئے اور ۲۷ صفر ۱۲۴۸ھ کو انتقال کیا۔ حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ کو انتقال سے پہلے خلافت دیدی تھی اور خلافت نامہ

لکھدیا تھا اوس میں اُونھوں نے تحریر فرمایا تھا "فرزند قیام را بفرزندی خود گرفتیم و قایم مقام خود کردیم و ہمہ اشیائے مملوکہ خود را باو دادیم و عطا کردیم ہر کہ از مریداں و مسترشدان و خلفایان من ہمچو من ندانداو از من مرتد است"۔

پیر کے رحلت کے بعد اون کی ہدایت کے مطابق حضرت شاہ قیام اصدق قدس اللہ سرہُ العزیز صوبہ بہار میں تشریف لائے اور پٹنہ کے محلہ دریاپور میں مقیم ہوئے اون کی بزرگی کی شہرت بہت جلد پھیل گئی اور موضع جمواوان[1] کے زمیندار میر تفضل حسین خاں صاحب مرحوم پٹنہ آکر اُن سے مرید ہوئے اور باصرار تمام حضرت کو جمواوان لے گئے کچھ عرصہ تک قیام کرنے کے بعد حضرت قدس سرہ (پیر کی وصیت کے مطابق) قصبہ شیر گھاٹی گئے اور وہاں سے موضع اَمارت جاکر وہاں کے ایک بزرگ حضرت شیخ محمدؐ صادق حسین علیہ الرحمہ کی صبیہ محترمہ سے نکاح کیا۔ دو تین سال وہاں قیام کیا تھا کہ حضرات جمواوان باصرار تمام اونھیں واپس لائے۔ اِس قریہ کے متصل میر تفضل حسین خاں صاحب مرحوم نے چند بیگہ زمین حضرت کو نذر دی اونھوں نے اِس زمین پر مسجد اور خانقاہ اور سکونت کے لئے مکان تعمیر کیا اور مستقل طور پر قیام پذیر ہوئے۔ یہ جگہ چشتی چمن پیر بگہہ کے نام سے مشہور ہوئی حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ کے والد ماجد بھی بردوان کے ضلع سے یہاں تشریف لے آئے اور یہاں اون کی رحلت ہوی۔

حضرت شاہ قیام اصدق چشتی قادری فخری قدس اللہ تعالیٰ سرہُ العزیز نہایت کامل مکمل اور کامل گر بزرگ تھے۔ مجمع البحرین علوم ظاہر و باطن تھے حافظ کلام اللہ شریف تھے فن قراءت و تجوید میں بے مثل تھے۔ حدیث و فقہ میں ایمہ متقدمین کے ہم پلہ تھے۔

[1] یہ قریہ قصبۂ بہار شریف سے ۱۶ سولہ میل مغرب کے جانب ہے۔

علم کلام اور حکمت میں نہایت وسیع النظر تھے تفسیر کی نہ صرف بہت سی مستند کتابیں اون کی نظر سے گزری تھیں بلکہ کلام شریف کے حقایق و دقایق کا علم من لدنی حق سبحانہ و تعالیٰ نے اونہیں دیا تھا۔ اوُن کے ایک مرید مولوی شبیر علی صاحب علیہ الرحمۃ نے اون کی خدمت میں ایک عریضہ "متضمن استفسار حقایق آیت نور" بھیجا۔ حضرت نے جواب میں اِس آیت شریف کی نہایت عارفانہ مبسوط تفسیر تحریر فرمائی اور لفظ مبارک "نور" کے معانی کو شرح وبسط کے ساتھ لکھا اور آخر میں تحریر فرمایا:۔

"واین چند سطور کہ نوشتہ شد بے ملاحظہ وجوہ تفاسیر است بلکہ تفسیر 'نور' از نور دل است واگر ملاحظہ معانی تفاسیر چہ از محقق و متکلم کردہ میشد ہمانا دفترے می ارزید و ازین است کہ معانی متعارف مفسران را ذکر نکردیم تا بطوالت نکشد و آن خود معلوم باشد یا معلوم شود۔ والحمد للہ علیٰ ذالک کہ سالے چند بر آمد کہ جمال معانی قرآن را بما نمودہ بودند و پیالۂ دل را از بادۂ اسرار قرآن لبالب کردہ بودند........"

ماسوئی اللہ سے انقطاع تعلق اور اتباع سنت میں وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نمونہ تھے۔ ابتدائے حال میں اونھوں نے کیا کیا ریاضتیں اور مجاہدات کئے اوس کا علم تو کسی کو نہیں ہے لیکن میں نے متعدد ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ صحت کی حالت میں نیم شب کے بعد وہ ہمیشہ اپنے بستر پر بیٹھے ہی ہوے دیکھے گئے اور ان کے چہرہ میں اِس قدر لمعان ہوتا تھا کہ تاریک حجرہ کے اندر سے باہر صاف دکھائی دیتا تھا۔ اون کے کمالات کا اندازہ کون کرسکتا ہے اون کے زمانہ کے بڑے بڑے اکابر طریقت اون کی مجلس میں نہایت مودبانہ بیٹھا کرتے تھے۔ اون کے یہاں سماع کی مجلسیں اونھیں سخت پابندیوں کے ساتھ ہوتی تھیں جو تصوف

کی اصولی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں اور جن پر قدمائے اکابر صوفیہ کا عمل تھا۔ اون کی سماع کی مجلسوں میں مزامیر کی قسم میں سے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ قوالوں کو باوضو ہو کر آنا لازم تھا اور جن لوگوں کو مجلس میں شریک ہونے کی اجازت ملتی تھی اونھیں بھی باوضو آنا لازم تھا اہل مجلس کو مودب اور متوجہ الی القلب ہو کر بیٹھنے کی تعلیم دی گئی تھی اہل مجلس میں کوئی شخص دوسرے سے بات نہیں کرسکتا تھا اور نہ کوئی شخص قوال پر فرمائش کرسکتا تھا۔ اون کی صحبت میں بیٹھنے والے اپنی اپنی استعداد کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور مستفید ہو کر اوٹھتے تھے۔ اون کے مرید باہم دیگر اِس قدر اتحاد اور محبت رکھتے تھے کہ اوس زمانہ میں سگے بھائیوں میں بھی کم پائی جاتی تھی۔ اون کی فیض رسانی کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ صوبہ بہار و بنگال میں اور دوسرے مقامات میں اون کے مریدوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ اوُن کے خلفا کی بھی تعداد بہت بڑی تھی۔

حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ کو فارسی نظم و نثر میں بھی بڑی دستگاہ تھی۔ صدہا شعراء کے دواوین اون کی نظر سے بالاستیعاب گزرے تھے۔ شعر فہمی میں کم کوئی اون کے برابر تھا فارسی نثر نہایت برجستہ اور لطیف تحریر فرماتے تھے اور عربی اور فارسی میں کبھی کبھی برجستہ اور نہایت اعلیٰ پایہ کے اشعار اور غزلیں کہہ دیتے تھے۔ حافظہ اور ذہن بھی اونھوں نے خداداد پایا تھا۔

حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت ۲۱ر ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۰ھ کو بروز چہارشنبہ عصر کے وقت ہوی دوسرے دن آخر وقت عصر اپنے والد بزرگوار کے قبر شریف کے متصل دفن کئے گئے۔ رحلت سے تقریباً تین ماہ پیشتر وہ علیل ہو گئے اور علالت کا سلسلہ آخر وقت تک رہا۔ جس روز رحلت واقع ہوی اوس روز حالت میں کسی قسم کا

تغیر نہیں ہوا۔ اوس روز عصر کے وقت سے کچھ پہلے سے اونکی خدمت میں اون کے بڑے صاحبزادے
حضرت شاہ شہود الحق صاحب علیہ الرحمہ اور حضرت کے داماد شاہ شاہد حسین صاحب اور
حضرت کے بھائی مولٰنا شاہ بشیر الدین صاحب اور حضرت کے خلیفہ جناب ملا محمد عمر الملقب
بہ ملا سرمست علیہ الرحمہ حاضر تھے جب عصر کا وقت آیا یہ حضرات نماز عصر کے لئے باہر آئے اور
نماز کے تہیہ میں تھے کہ یکایک خبر آئی کہ حضرت کا حال متغیر ہو گیا ہے یہ سب بزرگ اُن کے
حجرے میں گئے دیکھا کہ حالت متغیر ہے اور چند منٹ میں انتقال ہو گیا۔ انتقال کے دو چار
روز کے بعد حضرت شاہ شہود الحق قدس سرہٗ نے مولانا محمد سعید صاحب عظیم آبادی[1] علیہ الرحمہ
کو ایک خط لکھا جس میں حضرت شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کے رحلت اور دفن وغیرہ کے
حالات کو بالتفصیل لکھا تھا۔ اوس خط کا جستہ جستہ مضمون یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔
خط میں یہ لکھکر کہ ہم چار شخص (یعنی شاہ شہود الحق صاحب و شاہ شاہد حسین صاحب و شاہ بشیر الدین
صاحب و ملا سرمست صاحب رحمۃ اللہ علیہ) حضرت کے حجرہ میں اون کے پاس حاضر تھے کہ
یکایک" پرسیدند کہ آج کون تاریخ رمضان کی ہے، حضرت عمی (یعنی مولوی بشیر الدین صاحب)
عرض کردند کہ 'بیسویں'۔ بریں سکوت فرمودند۔ من بعد ملا صاحب (یعنی ملا سرمست) عرض
کردند کہ 'اکیسویں' بمجرد شنیدن فرمودند سر مبارک خود بجانب قلب شریف مایل بطور مراقبہ
بالمعنی العام المطلق 'تب آج تو ضرور کسی طرح سے ٹلنا نہیں چاہئے'۔۔۔۔ من بعد سر مبارک
بالخد شریف خود بہ تبادر تمام و ناز تمام بر کف دست راست نہادہ بہ راحت تمام آرام
فرمودند" اس کے بعد یہ چاروں حضرات نماز عصر کے لئے باہر چلے آئے تھوڑی ہی دیر میں

---

[1] یہ بزرگ پٹنہ کے محلہ مغلپورہ کے رہنے والے تھے۔ بہت بڑے زمیندار تھے اور نہایت متبحر عالم تھے۔ مولٰنا شاہ سلامت اللہ صاحب کانپوری کے شاگرد رشید تھے۔

"یکایک خبر از حویلی مرۃً بعد اُخریٰ در رسید کہ حالت حضرت سرکار دگرگون است ما یان از خود
رفتہ بے سروپا دویدیم و بچشم سر معاینہ کردیم و بشہادت قلب خود مومن شدیم کہ بندگی حضرت
ایشاں بطیب قلب بعیں راحت کلمہ شریفہ اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ متوجہ الی الملاء
الاعلیٰ میسرانید۔۔۔۔۔۔۔ بالجملہ بعد وصال حضرت ایشاں چادرے ہم اگرچہ پارینہ
بودہ باشد در بقچہ جناب ایشاں بہم نرسید کہ آں جسم نازنیں را یک شب بپوشانیم جز چادرے
کہ در مرض شریف در خدمت بود۔۔۔۔" دوسرے دن بست دوم رمضان کو بوقت
ظہر" در غسل شریف خیار ناس مثل جناب مولوی نور محمد صاحب و جناب مولوی شہود الحق صاحب
ہمنام من و جناب حکیم ارشد علی صاحب و امثال ایشاں کہ بسط آں خیلے بسیط است والوقت
لایسعہ حاضر بودیم و از شرف ایں سعادت مشرف شدیم۔ و از جملہ عجائب انچہ در آں روز
رونمود آنکہ دہن شریف بوقت غلطانیدن کشادہ میشد و بوقت نشانیدن بستہ می شد
والامر قد وقع مراراً کثیرۃً بشہادت من الاثبات والاثقات و ہمہ اعضائے مبارک مشابہ
کودک دو سہ ماہہ زندہ ملایم بودہ است۔۔۔۔۔ و از اعاظم خرق عادات حضرت قدس سرہٗ
۔۔۔۔ ایں بود کہ از روز اول تا روز ثانی وقت غسل در رگہائے گردن شریف و در قلب
شریف و ہم در محاسن شریف و در نبض مبارک حرکت تحریک بضرب محسوس میشد۔۔۔۔۔۔
(و از اجتماع مردم) معلوم می شد کہ میلہ بزرگ است و باوجود منع بسیار ہنوز ہم برائے تبرک
باز نماندند از انداختن گل چنانکہ رسم ایں دیار است۔ چنانچہ ما یان مستقبل قبلہ نماز میخواندیم
ایشاں جنوباً و شمالاً ہر دو طرف صفوف خود درست کردہ بحسرت تمام نظارہ می کردند۔۔۔"

اِس اقتباس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں ایک یہ کہ صفت فقر میں حضرت مولانا
شاہ قیام اصدق قدس اللہ سرہ العزیز نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی طرح سنت نبوی کی

اتباع کو اِس درجۂ کمال تک پہنچایا تھا جس سے بالاتر اِس زمانہ میں تو قیاس میں بھی نہیں آسکتا۔ اللہ اللہ جس شخص کے گھر میں انتقال کے بعد ایک پرانی چادر موجود نہ ہو کہ جسم پر ڈالی جاسکے اوس کے فقر کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ موت کے وقت اور موت کے بعد جو باتیں ہوئیں وہ صرف اخص الخواص اولیاء اللہ ہی میں پائی جاسکتی ہیں۔ سچ ہے ؎

ہرگز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

حضرت کے وصال کا مادۂ تاریخ بھی خوب ہی ملا "الفقر فخری" (سنہ ۱۳۰۱ھ)۔

حضرت شاہ قیام اصدق علیہ الرحمۃ نے اولاد ذکور میں تین صاحبزادے چھوڑے۔ سب میں بڑے حضرت مولٰنا حافظ شاہ شہود الحق قدس سرہ تھے۔ وہ بڑے پایہ کے عالم اور علم تجوید و قرات میں بے مثل تھے زہد و تقوی فقر و توکل، علم و عمل میں اپنے والد ماجد کے نمونہ تھے تمام عمر مجرد اور ماسوی اللہ سے ہمیشہ منقطع رہے۔ ابتدائی عمر میں والد ماجد سے مرید ہوئے تھے اور شب سہ شنبہ ۲۷ صفر سنہ ۱۲۹۵ھ کو خلافت اور سجادہ نشینی اور عطائے خرقہ سے مشرف ہوے۔ والد قدس سرہ کے وصال کے بعد تیس سال تک سجادۂ ارشاد پر متمکن رہکر ۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۱ھ روز شنبہ کو رہگرائے عالم بالا ہوئے اور اپنی والدہ ماجدہ اور جد امجد کے قبروں کے درمیان دفن ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

دوسرے فرزند حضرت مولٰنا شاہ ظہور الحق صاحب قدس سرہ تھے۔ یہ بزرگ بھی نہایت ہی ذی علم تھے اور فقر و توکل زہد و تقوی میں اپنے بزرگوں کے نمونہ تھے بیعت اور خلافت اون کو والد بزرگوار سے تھی لیکن تمام عمر کسیکو مرید نہیں کیا۔ تقریباً پچاسی سال کی عمر میں تھوڑے دن گزرے کہ شب یکشنبہ ۱ ماہ صفر سنہ ۱۳۵۵ھ کو جمواوان پیر بگہ میں اون کی

رحلت ہوئی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔ تیسرے صاحبزادہ حضرت شاہ جہود الحق صاحب تھے جن کے وصال کو تقریباً چار سال گزرے۔ حضرت شاہ شہود الحق صاحب نے حضرت شاہ ظہور الحق صاحب کے منجھلے فرزند حضرت شاہ ہاشم صاحب طال اللہ عمرہ کو خلافت دے کر صاحب سجادہ کیا تھا اور اب وہ سجادۂ ارشاد پر متمکن ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالی اُن کے فیض کو جاری رکھے۔

حضرت باقر علیہ الرحمۃ کے دل میں آتش طلب تیز ہوتی جاتی تھی اور اسی نسبت سے پیر و رہبر کامل کی جستجو میں سرگرمی بھی زیادہ ہوتی جاتی۔ حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق قدس سرہٗ کی بزرگی کی شہرت صوبہ بہار میں پھیلی ہوئی تھی اور حضرت باقر بھی سنا کرتے تھے۔ سنہ ۱۲۷۵ھ (سنہ ۱۸۵۸ع) میں غدر کے فرو ہونے کے بعد اونھوں نے آرہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی حضرت شاہ قیام قدس سرہ بھی کبھی کبھی آرہ تشریف لایا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ جب وہ آئے ہوے تھے حضرت باقر اونکی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوے اور گرویدہ ہوگئے۔ گرویدگی جلد جلد بڑھتی گئی۔ یہاں تک حضرت شیخ قدس سرہ جب سنہ ۱۲۷۵ھ میں پھر آرہ تشریف لائے حضرت باقر اون سے سلسلہ علیہ چشتیہ فخریہ میں مرید ہوگئے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے منجھلے فرزند حضرت شاہ ظہور الحق اصدقی قدس سرہ بھی والد ماجد کے ہمراہ آرہ آئے تھے اور حضرت باقر کے مرید ہونے کے وقت موجود تھے۔ سرفراز نامہ مورخہ ۲۹ جمادی الاول سنہ ۱۳۵۰ھ میں (جس میں حضرت باقر کے مرید ہونے کی کیفیت مجھے تحریر فرمائی تھی) تحریر فرمایا تھا۔ کہ مرید ہونے کے روز حضرت باقر نے آرہ کے عمائد کی نہایت پرتکلف دعوت کی جس میں شہر کے تقریباً سب سربرآوردہ حضرات شریک ہوے جن میں حضرت صوفی سجاد حسین صاحب۔ منشی اقبال حسین صاحب۔ منشی واصل حسین صاحب خوشنویس۔ خواجہ سید فخر الدین حسین صاحب سخن تخلص۔ چودھری غلام قادر صاحب۔ چودھری عبد الرحمن صاحب چودھری صفدر حسین صاحب

خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں اور دعوت میں شریک ہونے والے اصحاب میں بہت سے حضرات
حضرت باقر کے ہمراہ سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے۔

انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ ما نوی جسقدر جوش عقیدت سے

اور جس قدر خالصاً مخلصاً لوجہ اللہ حضرت باقر نے بیعت کی اوسی قدر پیر کی شفقت محبت
اور عنایات اون پر مبذول ہوی۔ حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کے
متعدد بلند پایہ مریدوں سے میں نے سنا اور حضرت شاہ ظہور الحق اصدقی قدس سرہٗ
بھی مجھ سے فرماتے تھے کہ "جس قدر شفقت اور توجہ سے حضرت قدس سرہ نے بھائی صاحب
(یعنی حضرت باقر) کی تعلیم و تربیت کی وہ کم کسی مرید کو نصیب ہوی۔ اپنے روبرو بٹھا کر
اون سے اذکار وغیرہ کی مشق کرایا کرتے تھے"۔ ابتدائی زمانہ کا ایک واقعہ حضرت باقر
نے خود مجھ سے فرمایا تھا جو تقریباً اونہیں کے الفاظ میں یہاں بیان کرتا ہوں:-

"حضرت صاحب قدس اللہ سرہٗ ایک بار آرہ تشریف لائے اور ایک صاحب کے یہاں قیام فرمایا۔ ہم روزانہ عصر کے
بعد حاضر ہوا کرتے اور عشا کے بعد گھر واپس آتے تھے۔ ایک شب حضرت قدس سرہ کے
پاس دیر ہوگئی۔ حضرت صاحب نے فرمایا "بھائی باقر اب رات زیادہ گئی یہیں سو رہو"
سائباں میں بڑا تخت بچھا ہوا تھا حضرت صاحب نے اپنا بستر وہاں بچھوایا اور ہم اندر
دالان میں کچھ دور پر لیٹے اور سو گئے دو بجے ہونگے کہ میرے کانوں میں ایک بھیانک
آواز آئی جس کی ہیبت میرے قلب پر طاری ہوی۔ ہم اوٹھ بیٹھے دیکھا کہ حضرت صاحب
ذکر کر رہے ہیں اور تمام مکان انوار و تجلیات سے بھرا ہوا ہے۔ وضو کرنے کا موقع
کہاں تھا ہم نے فوراً تیمم کیا اور حضرت صاحب کے پیچھے کچھ دور پر بیٹھ گئے حضرت صاحب
ذکر کرتے رہے پھر خاموش ہو کر کچھ دیر مراقب بیٹھے رہے پھر پلٹے اور مجھے بیٹھا دیکھ کر

فرمایا 'کون ہے۔ بھائی باقر' ہم نے مودبانہ عرض کیا 'غلام ہی ہے'۔ فرمایا 'تم نے دیکھا
ہم ذکر کر رہے تھے۔ ہمارے طریقہ میں ذکر ایسے ہی کیا کرتے ہیں تم نے ہم کو کرتے دیکھا اب
تم بھی اسی طرح کیا کرو'۔ اوس کے بعد ذکر کے طریقہ اور تعداد کو بہ تفصیل ارشاد فرمایا"۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ نے حضرت باقر کی تعلیم و تربیت جس کمال توجہ اور شفقت سے
کی اور اونھوں نے جس جوش عقیدت اور فرط محبت اور بکمال محنت و مجاہدہ کے ساتھ پیر کی
تعلیم سے فائدہ اوٹھایا اوس کی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے اور نہ ان صفحات میں اوس کی گنجائش
ہے۔ آرہ میں حضرت باقر کے مکان سے (جو شہر کے باہر تھا) آدھے میل کے فاصلہ پر دو
شہیدوں کے مزارات ہیں۔ اوس زمانہ میں ان مزارات سے دور دور تک کوئی آبادی
نہیں تھی اور دن کے وقت بھی یہ مقام سُن سان رہا کرتا تھا۔ یہ جگہ چونکہ بہت پاک صاف
اور ستھری تھی اور راتوں کو کسی کی آمد و رفت نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے حضرت باقر نے اپنے
اشغال کے لئے اس کو پسند کر لیا تھا۔ آدھی رات کو بیدار ہوتے اور وضو کر کے وہاں تنہا چلے
جاتے اور اون مزارات کے احاطہ میں صبح تک اذکار و اشغال و اوراد میں مشغول رہا کرتے
یہ معمول سالہا سال تک رہا۔ مرید ہونے کے بعد صحت کی حالت میں وہ نیم شب کے بعد کبھی
سوتے ہوئے دکھائی نہیں دئے اور رحلت سے چودہ پندرہ سال قبل سے تو اون کا یہ معمول
ہو گیا تھا کہ عشا کی نماز پڑھ کر جائے نماز پر ہی بیٹھے بیٹھے صبح کر دیتے تھے اور مطلق نہیں لیٹتے
تھے۔ اوس حالت میں اون پر محویت ایسی طاری ہوتی تھی کہ کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی تھی
ستمبر ۱۸۹۵ء میں رڑکی سے جہاں میں انجینیرنگ کی تعلیم پا رہا تھا تعطیل میں آرہ آیا تھا۔
ایک رات نہایت زور کی بارش ہو رہی تھی جس سائبان میں حضرت باقر تھے اوس کے
سفال پوش چھپر کا ایک حصہ یکایک گر پڑا۔ میں دوسرے سائبان میں کچھ فاصلہ پر سو رہا تھا

آواز سے بیدار ہوا اور دوڑا دیکھا کہ وہ اس واقعہ سے بالکل بے خبر اپنی حالت میں محو و مستغرق جائے نماز پر بیٹھے ہیں چونکہ بقیہ حصہ بھی گرا ہی چاہتا تھا میں نے اون کو اوٹھا لیا اور باہر لے آیا اور باہر آتے ہی جو کچھ باقی تھا گر گیا۔

حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق قدس اللہ سرہ ہر سال ماہ صفر کی ستائیسویں تاریخ کو اپنے پیر و مرشد حضرت سید صادق علی شاہ مونس اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس کیا کرتے تھے ۱۲۹۴ھ کے عرس میں حضرت باقر علیہ الرحمۃ بھی حاضر ہوے۔ عرس کی تقریب کے ختم ہونے کے بعد یکشنبہ کے روز دوم ماہ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ کو حضرت شیخ قدس سرہٗ نے اون کو سلسلۂ علیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ اور سلسلہ علیہ قادریہ کبرویہ فخریہ میں خلعت خلافت سے اور اوس کے ساتھ "شاہ شہید المحبت چشتی" کے نہایت ہی محترم لقب سے مشرف فرمایا۔ حضرت باقر ۱۲۷۵ھ میں مرید ہوے تھے۔ پیر کی زیر تربیت انیس ۱۹ سال تک مجاہدہ اور ریاضت شاقہ کرنے کے بعد اوس روز اونھیں یہ نعمت جاودانی ملی۔

تشریف خلافت سے مشرف ہونا حضرت باقر کے سوانح حیات کا ایک ممتاز ترین واقعہ ہے اور خلافت نامہ جو اونھیں دیا گیا وہ بھی ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے اس لیے (گو طوالت ہوتی ہے) خلافت نامہ کی عبارت کو تمام و کمال یہاں نقل کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں لیکن اردو ترجمہ صرف ابتدا اور آخر کے مضامین کا درج کرتا ہوں۔ درمیان میں سلسلہ چشتیہ پاک کا شجرہ ہے جس کا ترجمہ درج کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ خلافت نامہ کے سر صفحہ پر حضرت شیخ قدس سرہٗ کی تین مہریں ہیں اون کی عبارتیں بھی لکھدی جاتی ہیں۔ وَھُوَ ھٰذا:۔

(نقل خلافت نامہ صفحہ (۷۷) پر درج ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شَجَرَۃٌ طَیِّبَۃٌ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ

ھٰذہ الخلافت فی الطریقۃ العالیۃ الچشتیۃ من مشائخنا رضوان اللہ علیھم اجمعین ؕ

۱۲۸۰ نبی
غلام خواجہ ہند الولی عطائے
قیام اصدق چشتی صادقی فخر

زقول کلمہ طیب بصدق تمام
گفتی
زخویش بصادق قیام دوم

۱۲۹۲
مہر چشتیہ فخریہ صبا دقیہ
مریداں را بود حامی و چشتی
حبیب اللہ معین الدین چشتی

الحمد للہ الذی اصطفیٰ اٰدم بالخلافۃ	سب تعریف ہے اللہ کو جس نے آدم کو خلافت کے ساتھ برگزیدہ
فجعلہ خلیفۃً فی الارض جمیعا ثم تم الخلافۃ	کیا پس اونکو تمام زمین پر خلیفہ کیا پھر اوس نے تمام کیا خلافت کو اون کے
باشرف اولادہ محمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ	بزرگترین اولاد سیدنا محمد مصطفیٰ سے جن پر اللہ نے
والہٖ وسلم تسلیما۔ ثم جعل فی امتہٖ	درود بھیجا اور سلام بھیجا از روئے سلام بھیجنے کے پھر معین کیا
خلافۃً فی الظاھر وخلافۃً فی الباطن	اون کی امت میں خلافت کو ظاہر میں اور خلافت کو باطن
وخص بعضھم بخلافت الظاھر وخص	میں اور اون میں سے بعض کو مخصوص کیا خلافت ظاہری
بعضھم بخلافت الباطن وخص بعضھم	سے اور مخصوص کیا بعض کو خلافت باطنی سے اور خصوصیت
ظاھراً وباطناً جمیعا کخلفاء الراشدین	دی اون میں سے بعض کو ظاہر اور باطن سے ایک ساتھ جیسے
ھادیا ومھدیا۔ فجلّ من منّ علی الخلق	خلفائے راشدین جو ہادی اور مہدی ہیں پس بزرگ ہے وہ
الخلق بخلق وجود من لولاہ لم یخلق الخلق	جنے مخلوق پر احسان کیا اوس وجود کو پیدا کرکے جو اگر نہ ہوتے

من العدم وخلق من نورہ نورہ وخلق
الخلق من نورہ فھو صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم مظھرہ الاتم۔ فصلوتہ وسلامہ
علیہ وعلی آلہ واصحابہ تشریفاً وتعظیماً
امابعد فھذہ الخلافت فی الطریقت
العالیۃ الچشتیہ من مشایخنا رضوان
اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین۔ فیقول العبد
الراجی بمغفرت ربہ القوی العلی العاصی
قیام اصدق الصادقی الچشتی
عفاء اللہ عنہ وعن اسلافہ قدجاء
الینا اخونا ومحبنا وخلیفتنا سید شاہ
محمد باقر علی وطلب منی الاجازت
الطریقۃ العالیۃ الچشتیۃ من مشایخنا
رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین۔ وانا
اخاطبہ بشاہ شھید المحبت چشتی
فاجزتہ ورخصتہ لسائر الخلفاء و
المریدین والبستہ من لباس مشایخنا۔
نرجوا من اللہ تعالیٰ ان یلبسہ لباس
التقوی والورع۔ کما اجازنی ورخصنی

تو مخلوق عدم سے ہرگز پیدا نہ ہوتی اور اوس نے اپنے
نور سے اون کا نور پیدا کیا اور مخلوق کو اون کے نور سے پیدا کیا پس وہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس کے مظہر اتم ہیں۔ پس درود ہو اور سلام ہو
اوس کا اون پر اور اون کے آل واصحاب پر از روئے تشریف وتعظیم کے
امابعد پس یہ خلافت ہے طریقہ عالیہ چشتیہ میں ہمارے
مشایخین سے خوشنودی ہو اللہ تعالیٰ کی اون سب پر پس
کہتا ہے بندہ امیدوار اپنے رب قوی برتر کی مغفرت کا گنہگار
قیام اصدق الصادقی الچشتی اللہ
اوس سے اور اوس کے اسلاف سے درگزر فرمائے
کہ آئے ہمارے پاس ہمارے بھائی اور ہمارے
محب اور ہمارے خلیفہ سید شاہ محمد
باقر علی اور طلب کی مجھ سے اجازت طریقہ عالیہ
چشتیہ میں (جو) ہمارے مشایخین سے (آرہی ہے)
خوشنودی ہو اللہ تعالیٰ کی اون سب پر۔ اور میں خطاب
دیتا ہوں اون کو شاہ شہید المحبت چشتی کا
پس میں نے اجازت دی اون کو اور اذن دیا اون کو
واسطے جمیع خلفا اور مریدین کے اور ہمارے مشایخین کے
لباس میں سے اون کو میں نے لباس پہنایا۔ میں امید رکھتا ہوں
اللہ تعالیٰ سے کہ اون کو تقوی اور ورع کا لباس پہنائے

والبسنی سیدی ومولائی وشیخی و
مرشدی ومسلکی وھادی سید الموحدین
سلطان العارفین قدوۃ المحبین زبدۃ
الواصلین حضرت خواجہ سید
سعید الدین الملقب والمشتھر
بخواجہ سید صادق علی شاہ
مونس اللہ الچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
وارضاہ عنا وافاض علینا فیضانہ
وبرکاتہ الشریف۔

جیسا کہ اجازت دی مجھ کو اور اذن دیا مجھ کو اور لباس پہنایا
مجھ کو میرے سید اور میرے مولا اور میرے مرشد اور میرے مسلک
اور میرے ہادی سید الموحدین سلطان العارفین قدوۃ المحبین
زبدۃ الواصلین حضرت خواجہ سید
سعید الدین جو ملقب اور مشہور ہیں خواجہ سید
صادق علیشاہ مونس اللہ الچشتی
کے (نام) سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اون سے اور
راضی کرے اون کو ہم سے اور اون کے فیضان اور
برکات شریفہ کو ہم پر جاری رکھے۔

[2] وھو عن شیخہ الخلافت والاجازت شیخ المشایخ غواص بحر لی مع اللہ
حضرت خواجہ سید شاہ محب اللہ البخاری الچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
[3] وھما عن شیخھما بیعۃً وصحبۃً وتربیۃً لشیخنا ولشیخ شیخنا الاجازت
بیعۃً وصحبۃً وتربیۃً وخلافۃً واجازۃً شیخ المشایخ حضرت خواجہ
قدوۃ العاشقین وتاج المعشوقین فخر الملت والدین قطب المشایخ
حضرت خواجہ مولانا محمد فخر الدین الملقب بمحب النبی شاہ فخر جہاں چشتی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ [4] وھو عن ابیہ وشیخہ شیخ المشایخ سلطان العارفین
مرشد ربانی حضرت خواجہ نظام الدین ثانی النکراوین ثم اورنگ آبادی
چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ [5] وھو عن شیخہ شیخ المشایخ المتخلق باخلاق اللہ
والمتصف باوصاف اللہ حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی چشتی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ [٦]وھو عن شیخ المشایخ معشوق الٰہی قطب المدینۃ
الشریفۃ شیخ رضی الدین یحیی المدنی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ [٧]وھو
عن شیخہٖ شیخ المشایخ مظہر اللہ الصمد محو العشق فی الذات حضرت خواجہ
شیخ محمد چشتی قطب گجرات رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ [٨]وھو عن شیخہٖ شیخ
المشایخ قطب الاولیا شیخ الاتقیا حضرت خواجہ حسن محمد چشتی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ۔ [٩]وھو عن شیخہ شیخ المشایخ جمال الحق والدین حضرت خواجہ
جمال الدین چشتی عرف شیخ جمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ [١٠]وھو عن شیخہٖ
شیخ المشایخ الوسیلۃ الی المقصود حضرت خواجہ محمود چشتی عرف شیخ
راجھن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ [١١]وھو عن شیخہ شیخ المشایخ علم الحق والدین
حضرت خواجہ علم الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ [١٢]وھو عن شیخہ شیخ
المشایخ سراج الحق والدین حضرت خواجہ سراج الدین چشتی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ۔ [١٣]وھو عن شیخہٖ شیخ المشایخ زائر البیت الحرام کمال الحق والدین
حضرت خواجہ کمال الدین چشتی المشہور بعلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔
[١٤]وھو عن شیخہ شیخ المشایخ مستغرق بحر شہود شمس العارفین حضرت خواجہ
مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی اودھی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
[١٥]وھو عن شیخہ الفائح فی الاقطار فوائح نفحاتہٖ الرائحۃ فی الآفاق لوامع رحمتہٖ
سلطان المشایخ والعاشقین رحمۃ للعالمین محبوب الٰہی سلطان المشایخ
حضرت خواجہ نظام الدین محمد ابن احمد بداونی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
[١٦]وھو عن شیخہ الفائح فی الاقطار فوائح نفحاتہٖ الرائح فی الآفاق لوامع کراماتہ

السائح فی العالم القدس افکارہٗ البائح بمحبت الرحمن انارہٗ قطب الوری علامۃ
الدنیا والدین حضرت خواجہ فرید الحق والدین مسعود اجودھنی شکر بار
شکر گنج رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ [١٧]وھو عن شیخہٖ ملک المشایخ سلطان الطریقت
قتیل محبت الجبار حضرت خواجہ قطب الملت والدین بختیار اوشی چشتی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ [١٨]وھو عن شیخہٖ بدر العارفین غیاث الدارین نائب
رسول اللہ حبیب اللہ حضرت خواجہ معین الحق والملت والدین الحسن السجزی
چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ [١٩]وھو عن شیخہٖ حجت الحق علی الحق حضرت خواجہ
مقتداء اہل عرفان عثمان الہارونی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ [٢٠]وھو عن شیخہٖ
شیخ المشایخ سدید النطق حضرت خواجہ حاجی شریف الزندنی الچشتی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ [٢١]وھو عن شیخہٖ شیخ المشایخ ظل اللہ فی الخلق حضرت
خواجہ مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ [٢٢]وھو عن شیخہٖ شیخ المشایخ
ملک العارفین اہل التمکین ناصر الملت والدین ابو یوسف چشتی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ۔ [٢٣]وھو عن شیخہٖ شیخ المشایخ ملجاء العباد حضرت خواجہ
محمد الچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ [٢٤]وھو عن شیخہ شیخ المشایخ عمدۃ الابرار
وقدوۃ الاخیار حضرت خواجہ ابی احمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ [٢٥]وھو
عن شیخہٖ شیخ المشایخ سراج الاتقیا حضرت خواجہ ابی اسحٰق الچشتی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ۔ [٢٦]وھو عن شیخہٖ شیخ المشایخ شمس الفقراء حضرت خواجہ علو
دینوری ۔ [٢٧]وھو عن شیخہ شیخ المشایخ اکرم اہل الایمان حضرت خواجہ
ہبیرۃ البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ [٢٨]وھو عن شیخہٖ شیخ المشایخ سلطان

الصالحین برهان العاشقین حضرت خواجه حذیفة المرعشی رضی الله تعالیٰ عنه ۔ و[29]هوعن شیخه شیخ المشایخ سلطان السالکین برهان الواصلین تارک المملکت والسلطنت حضرت خواجه ابراهیم بن ادهم البلخی رضی الله تعالیٰ عنه و[30]هوعن شیخه شیخ المشایخ قطب الولایت وغوث الدرایت مکین المکة ابی الفضل والفضائل حضرت خواجه فضیل بن عیاض رضی الله تعالیٰ عنه و[31]هوعن شیخه شیخ المشایخ قطب العالم والشیخ المعظم حضرت خواجه عبد الواحد بن زید رضی الله تعالیٰ عنه ۔ و[32]هوعن شیخه رئیس التابعین امام العالمین حضرت خواجه حسن البصری رضی الله تعالیٰ عنه ۔ و[33]هوعن شیخه امیر المؤمنین فی اعالی المقامات المنتهی الیه خرقة کل طالب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم الله وجهه وقدس الله اسرارهم وابقی الی یوم القیامة انوارهم ۔ و[34]هوعن سید الکونین رسول الثقلین سید المرسلین خاتم النبیین المنوط باتباعه محبت رب العالمین محمد المصطفی صلی الله علیه وآله وسلم وعلی کل من به انتمی واقتدی الی یوم الدین ۔ و[35]هوعن جبرئیل علیه السلام ۔ وهوعن تحت رب العالمین جل جلاله وعم نواله ۔

وکذالک وصیته لدوام التقوی والورع واجزته فی السماع والتواجد والوجد فی العشق هوالله من الله مع الله واعطیته عمامتی وجبتی ولقنته ذکر الرخ وحفظ الانفاس ومشی الاقدام ۔

اور اسی طرح وصیت کی میں نے اونکو دوام تقوی اور پرہیزگاری کے لئے اور میں نے اونکو اجازت دی سماع کی اور تواجد اور وجد کی عشق میں اللہ کے اللہ ہی کی جانب سے اللہ ہی کے ساتھ اور میں نے اونکو عطا کیا میرا عمامہ اور میرا جبہ اور اونکو تلقین کیا میں نے ذکر رخ اور حفظ انفاس اور مشی الاقدام

والمراقبة والمشاهدة والذکر الجلی والخفی ورخصته لسائر اوراد مشایخنا فی هذه الطریقة الشریفة فعلیه ان یحفظ الشریعة بالجوارح و الاعمال والاقوال وبدوام الطریقة والمعرفة بالافعال والاحوال باجتناب من محبت الدنیا ویجعل مقصوده حب الله وعشقه ومعرفته فی کل الحال ونسأله الله تعالی ان یجعله هادیا ومهدیا وتقیا ویبعثه فی الآخرة مع مشایخنا نجیاً ۔ و وقع هذا الامر بحضور المشایخ فی مقام چشتی چمن من هجرة النبویه فی شهر ربیع الاول وفی التاریخ الثانی وفی الیوم الاحد الرابع ۱۲۹۴ والتسعین بعد الف ومائتین وصلی الله علیه وآله وبارك وسلم فنحمد الله تعالیٰ ونستعینه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ونتوکل علیه وبه الخیر وبه نستعین وصلی الله علی سیدنا محمد وآله واصحابه وامته اجمعین ۔

اور مراقبہ اور مشاہدہ اور ذکر جلی و خفی اور میں نے اونکو اجازت دی ہمارے مشایخ کے تمام اوراد کی اس طریقہ شریفہ میں ۔

پس اون پر لازم ہے کہ جوارح اور اعمال اور اقوال سے شریعت کی حفاظت کریں اور افعال اور احوال سے طریقت اور معرفت پر مداومت رکھیں اور دنیا کی محبت سے کنارہ کش رہیں اور اللہ کی محبت اور عشق اور معرفت کو ہر حال میں اپنا مقصود معین کریں اور طلب کرتا ہوں میں اللہ تعالی سے یہہ کہ اونکو کرے ہادی اور مہدی اور متقی اور اونکو اوٹھائے آخرت میں ہمارے مشایخ کے ساتھ نجات یافتہ اور یہہ امر (یعنی خلافت کا عطا ہونا) واقع ہوا مشایخین کے روبرو مقام چشتی چمن میں ماہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ یکشنبہ کے روز سنہ ایک ہزار اور دو سو چورانوے ۱۲۹۴ ہجری نبوی میں ۔ اور درود بھیجے اللہ اون پر اور اونکی آل پر اور برکت نازل کرے اور سلام بھیجے ۔

پس ہم حمد کرتے ہیں اللہ تعالی کی اور اوس سے مدد مانگتے ہیں اور اوس سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اوس پر توکل کرتے ہیں اور اوسی کے ساتھ خیر ہے اور درود بھیجا اللہ نے اوپر ہمارے سردار محمد کے اور اوپر اون کے آل و اصحاب کے سب پر ۔

بسم الله الرحمن الرحيم - وصلى الله
على النبى الامى الكريم سيدنا محمد و آله اجمعين
امابعد هذه الخلافت بشاخنا
فى الطريقة العالية الچشتيه رضوان
الله تعالىٰ عليهم اجمعين اعطينا لاخى فى
الدين مولوى سيد باقر على انا الخاطبه
بشاه شهيد المحبت الچشتى فعليه
ان يلازم التقوىٰ والورع ويعمل
عمل المحبين من مشايخنا ويسلك
سلوك السالكين العاشقين
من مشايخنا فحباً لله وكل مايعمل
من النوافل والاوراد وغيرذلك
من الحسنات فيحب الله ولوجه الله
ولرضائه بغيران يخطر بباله لغرض نفسه
والاخلاص بعمله والتوجه الى
المقصود بكل حاله سمعًا وبصرًا
وقلبًا وهمًا وان يجعل هومه
همًا واحدًا الى الله وبالجملة
يسلك طريق مشايخنا بكل ماهو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - اور درود بھیجا اللہ نے
نبی امی کریم سیدنا محمدؐ اور اون کے آل پر سب پر -
امابعد ہمارے مشایخ (جن پر اللہ تعالےٰ کی
خوشنودی ہو) سے طریقہ عالیہ چشتیہ میں یہہ خلافت
ہے جو ہم نے دی ہمارے دینی بھائی
مولوی سید باقر علی کو جن کو میں خطاب دیتا
ہوں شاہ شہید المحبت چشتی کا پس اون پر
واجب ہے کہ وہ تا اختیار کریں تقوی اور ورع کو اور عمل کریں
وہ عمل جو ہمارے مشایخین محبین کا تھا اور چلیں وہ راہ
جو ہمارے مشایخین عاشقین کی راہ تھی -
پس (سب عمل) اللہ کی محبت میں (کیا جائے) اور
حسنات میں سے نوافل اور اوراد اور اون کے علاوہ
جو کچھ عمل کریں پس وہ اللہ ہی کی محبت میں اور خاص اوس کے لئے
اور اوسی کی رضا کے لئے ہو اور (ان اعمال کو بجالانے میں) غرض نفس کا
اون کے دل میں کچھ بھی دخل نہو اور اپنے عمل میں اخلاص کو
اور ہر حال میں مقصود کی جانب توجہ کو سمعاً و بصراً
وقلباً وہماً قایم رکھیں اور اپنے جملہ مقاصد کو صرف ایک مقصد
کر کے اللہ ہی کی جانب متوجہ کریں اور مختصر یہہ کہ
چلیں وہ ہمارے مشایخین کے طریقہ پر اون

المقصود عندهم وعندنا بغير
افراط وتفريط والتوفيق من الله
هو الموفق والمعين وبه الخير
به نستعين - وصلى الله
تعالىٰ على سيدنا محمد و
آله واصحابه اجمعين
وانا العبد الراجى الى رحمت ربه القوى
العلى المخاطب من حضرت شيخى
شاه قيام اصدق الصادقى
المحبى الفخرى الچشتى عفا الله عنه
وعن والديه وعن اخوانه فى الدنيا
والدين فالحمد لله رب العالمين
وكان الله لنا ولكم -

تمام (امور) میں جو اون کے اور ہمارے نزدیک مقصود
تھا بغیر افراط اور تفریط کے اور اللہ ہی سے
توفیق ہے اور وہی توفیق دینے والا اور معین ہے
اور اوسی کے (قبضۂ قدرت میں) خیر ہے اور اوسی سے
ہم مدد مانگتے ہیں اور درود بھیجا اللہ تعالیٰ نے سیدنا
محمدؐ اور اون کے آل اور اون کے اصحاب پر سب پر -
اور میں ہوں اپنے رب قوی و برتر کے رحمت کا
امیدوار جس کو خطاب دیا ہے میرے پیر نے
شاہ قیام اصدق کا جو ہے صادقی
محبی فخری چشتی اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اوس کو
اور اوس کے والدین کو اور اوس کے دینی اور دنیاوی
بھائیوں کو پس سب حمد ہے اللہ کو جو رب العالمین ہے
اور ہو جائے اللہ ہمارا اور تمہارا -

حضرت باقر علیہ الرحمہ کو جس وقت یہہ خلافت نامہ دیا گیا حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق چشتی کی آنکھوں میں پانی آچکا تھا اس لئے اوس کو اون کے بھائی اور خلیفہ حضرت شاہ تبریز الدین عرف شاہ عزیز چشتی علیہ الرحمہ نے لکھ کر اور حضرت شیخ کی مہریں لگا کر دیا تھا حضرت شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ چند سال تک بینائی سے معذور رہے لوگوں نے عرض کیا کہ ڈاکٹر یا کحال آپ کے متعلق حکم ہو حاضر کیا جائے لیکن اونہوں نے ہمیشہ انکار کیا - لوگ جب زیادہ اصرار کرتے تو فرماتے کہ جس نے روشنی لی ہے وہی دیگا تو لیں گے - بالاخر سنہ ۱۲۹۷ء میں ایک شب دونوں

آنکھوں میں روشنی آگئی اور آخر عمر تک قایم رہی۔

حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ کو اون کے شیخ قدس سرہٗ نے طریقۂ چشتیہ کے ساتھ ساتھ طریقۂ قادریہ کبرویہ میں بھی خلافت دی تھی لیکن اس طریقہ کا خلافت نامہ مجھے نہیں ملا میں نے ایک بار حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ سے اس بارہ میں دریافت کیا اونھوں نے تحریر فرمایا "ہم کو خوب معلوم ہے اور ہم اس کے گواہ ہیں کہ دونوں سلسلوں میں چشتیہ وہم قادریہ میں خلافت تھی" حضرت باقر کے طریقہ قادریہ کبرویہ کا سلسلہ حضرت سیدنا غوث الاعظم غوث الثقلین سید محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک مختصر الفاظ میں یہاں لکھ دینا مناسب خیال کرتا ہوں:۔

[1] حضرت سید شاہ باقر علی عن [2] حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق عن [3] سید صادق علیشاہ مونس اللہ عن [4] غواص بحرلی مع اللہ سید محب اللہ بخاری عن [5] سیدنا فخر الدین دہلوی۔ محب النبی عن [6] حضرت نظام الدین اورنگ آبادی عن [7] خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی عن [8] خواجہ یحیی مدنی عن [9] خواجہ شیخ محمدؐ گجراتی عن [10] خواجہ حسن محمدؐ عن [11] خواجہ محمدؐ غیاث المشہور بنوربخش عن [12] خواجہ شیخ محمدؐ علی المشہور بنوربخش عن [13] خواجہ سید محمدؐ المشہور بنوربخش عن [14] خواجہ ابواسحق ختلانی الحسنی عن [15] خواجہ علی ہمدانی عن [16] خواجہ سید محمود۔ عن [17] خواجہ علاء الدین المشہور بہ علاء الدولہ سمنانی عن [18] خواجہ نور الدین المشہور بالکبیر عن [19] خواجہ احمدؐ جرجانی عن [20] حضرت رضی الدین علی لالا عن [21] خواجہ مجد الدین بغدادی عن [22] حضرت نجم الدین کبری عن [23] خواجہ عمار بن یاسر اللہ لیسی عن [24] خواجہ ضیاء الدین ابی النجیب بن عبد القاہر سہروردی عن [25] قطب الاقطاب سید عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی۔

زہد وقناعت۔ اعراض عن الدنیا۔ ورع وتقویٰ۔ عبادت ریاضت اور مجاہدہ

صبر وشکر۔ رضا وتسلیم وغیرہ ان سب پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اگر استقامت مرحمت فرماوے تو انسان صالحین اور اصحاب الیمین کے زمرہ میں داخل کیا جاتا ہے اور اگر ان تمام چیزوں کے ساتھ اعراض کُلّی اور انقطاع تام عن کُلِّ شیئٍ مَاسِوَی اللہ اور اللہ و رسُول کی عشق ومحبت میں فناء الفنا بھی نصیب ہو تو پھر کیا کہنا۔ انسان اون برگزیدہ ترین جماعت میں شامل کرلیا جاتا ہے جو قرآن پاک میں اولیا، صدیقین، سابقین اور مقربین کے عالی مرتبت خطابات سے مخاطب کئے گئے ہیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

انسان اپنی زندگی میں جس چیز میں کمال حاصل کرتا یا کرسکتا ہے اوس کا مادہ بدو فطرت سے اپنے ساتھ لاتا ہے۔ مبدء فیاض نے حضرت باقر کے دل میں محبت وعشق آلہی کی آگ بدو فطرت سے مہیا کردی تھی۔ شباب کا جب زمانہ آیا تو وہ آگ بھڑکنا شروع ہوی۔ طلب صادق (جو محبت کے ساتھ لازم ہے) تے اون کو رہبر کامل تک پہنچایا پیر کی مروحہ جنبانی نے شعلہ کو تیز کیا اور تیز سے تیز تر کرتی گئی۔ ذکر فکر مراقبہ اور وہ تمام مشاغل جن کی تعلیم پیر نے اونھیں دی اوس کے اندر اونھوں نے عشق ومحبت آلہی ہی کو دواماً پیش نظر رکھا یہاں تک کہ خلافت دیگر بھی خلافت نامہ میں اونھوں نے جو وصیتیں لکھیں وہ بھی عشق ومحبت ہی کی بابت تھیں کہ:۔

"ورع اور تقوی پر مداومت رکھو۔ جوارح اور اعمال اور اقوال میں شریعت کی پوری پابندی کرو اور اوس کے ساتھ افعال واحوال میں دوام سلوک اور معرفت آلہی کو پیش نظر رکھو۔ سماع اور تواجد اور وجد جو کچھ بھی ہو محض اللہ کے لئے ہو اور من اللہ اور مع اللہ ہو دنیا سے اجتناب کلی اختیار کرو اور ہر حال میں تمہارا مقصود صرف اللہ کی محبت اور اوس کا

عشق اور اوس کی معرفت ہو"۔

خلافت نامہ کے آخر میں پھر مکرر یہہ وصیت کی کہ :-

"تقوی اور ورع پر دایمی التزام رکھو اور عمل وہی کرو جو ہمارے مشایخین محبین کا عمل رہا ہے اور سلوک وہی اختیار کرو جس کو ہمارے مشایخین عاشقین نے اختیار کیا۔ نوافل و اوراد اور اعمال حسنہ جو کچھ بھی کرو وہ صرف اللہ کی محبت میں اور خالصاً مخلصاً لوجہ اللہ و لرضائہ ہو اور اون کو کرتے وقت تمہارے قلب میں اغراض نفسانی میں سے کسی غرض کا گزر تک ہونے پائے اور تمہارے عمل میں سراسر اخلاص ہی اخلاص ہو۔ اور سمعاً و بصراً و قلباً و ہمّاً تمہارا مقصود اللہ ہی اللہ ہو اور ہمارے اور ہمارے مشایخین کا جو مقصود رہا ہے اوسی مسلک پر اوسی مقصود کی جانب بغیر افراط و تفریط کے بڑھتے رہو"۔

اہل طریقت کے مذہب میں پیر نائب رسول ہے اور آیت کریمہ وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورہ حشر) کے تبعیت میں پیر کا حکم مرید کے لئے واجب العمل ہے۔ عشق و محبت کا مادہ بدرجۂ کمال حضرت باقرؒ کے وجود میں بدو فطرت سے مہیا کر دیا گیا تھا۔ پیر نے اون کو عشق و محبت ہی کے راستہ پر چلایا اور ہمیشہ کے لئے وہ اسی کی وصیت کر گئے۔ حضرت باقرؒ جن کے مشرب میں پیر کی وصیت پر عمل کرنا فرض عین تھا اوس پر کاربند ہوئے اور کاربند رہے یہاں تک کہ اللہ کی محبت کی آگ نے اون کو جلاتے جلاتے خاکستر کر دیا ؎

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم   اب جو ہیں خاک انتہا ہے یہہ

عشق الٰہی کی ہمہ گیری اور ہمہ سوزی نے اون کے دل و جاں پر تسلط پاکر ہر قسم کے جذبات و خواہشات کو جلا کر فنا کر دیا تھا اور اون کو ہر قسم کے تعلقات عما سوی اللہ سے

منقطع اور کونین سے بیخبر کر دیا تھا اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً (نمل) ؎

دنیا و دین و صبر و ہوش از من برفت اندر غمش   جائیکہ سلطاں خیمہ زد غوغا نماند عام را

اون کی نماز اون کا روزہ اون کے اذکار و اشغال اون کی عبادت و ریاضت اون کا جینا اور مرنا بہ تبعیت فرمان الٰہی قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (انعام) صرف اللہ ہی کے لئے رہ گیا تھا و لعمری وہ اون مومنین صدیقین مقربین کی جماعت کے ایک فرد فرید تھے جن کی صفت ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (بقر)۔

حضرت رئیس المحدثین شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں حضرت امیر خسرو دہلوی قدس اللہ سرہ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے "اگرچہ تعلق بہ بادشاہان داشت و با ملوک وامرا بعنوان خوش طبعی و ظرافت مخالط بود اما توجہ دل او نہ بآں جانب بود و ایں معنی را از برکات آثارش تواں دانست چہ در دلہائے اہل معصیت برکت کمتر تواں یافت و آثار ایشاں را قبول دلہا و جذب خواطر نبود"۔ اس عبارت سے مراد یہہ ہے کہ جو لوگ اہل دل ہیں اور جن کے قلوب محبت الٰہی اور عشق حقیقی سے مملو ہیں اونہیں کے کلام میں جذب ہوتا ہے اور اونہیں کے کلام سے اہل ذوق کے دل متاثر ہوتے ہیں۔ مثل مشہور ہے "ہرچہ از دل خیزد بر دل ریزد" اور حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اوس کو بہت زیادہ لطیف پیرایہ میں ادا کیا ہے ؎

کہ ہرچہ از جاں فرود آید نشیند لاجرم بر دل

یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ احمد جام۔ سعدی۔ خسرو۔ حسن دہلوی۔ عراقی۔ حافظ۔ فغانی

کمال خجندی کے کلام ذوق سلیم رکھنے والوں کے دلوں میں تیر کی طرح چبھ جاتے ہیں اور اون کے پڑھنے اور سننے سے جو گہرا اثر دل وجان پر پڑتا ہے اوس کا شائبہ بھی کمال اسمٰعیل اصفہانی ۔ سلمان ساوجی ۔ خواجوے کرمانی ۔ عرفی ۔ نظیری ۔ صائب ۔ طالب آملی کے کلام میں نہیں پایا جاتا حالانکہ یہ سب بزرگ فارسی شاعری کے امام تھے اور شاعری کی حیثیت سے ان اساتذہ کا کلام اس قدر ارفع اور اعلیٰ ہے کہ اون کی لطافت اور خوبیوں اور باریکیوں کو پوری طرح بیان کرنا بھی دشوار ہے ۔ اس کی وجہ صرف یہہ ہے کہ ان کا عشق محض شاعرانہ عشق تھا ۔ اور اون کے معشوق شاعرانہ تخیل کے پیدا کئے ہوئے معشوق تھے ان کی تمام شاعری مجازی مجاز تھی حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں تھا ۔

حضرت باقر کی شاعری کی کسیقدر تفصیلی کیفیت اس مقالہ کے آخر میں بیان کی جائیگی یہاں صرف اس قدر عرض کیا جاتا ہے کہ اون کو شاعری میں کبھی انہماک نہیں ہوا اور شاعروں کی طرح اونہوں نے اس کا مشغلہ کبھی اختیار نہیں کیا ۔ اون کی غزل گوئی خصوصاً اواخر عمر کی غزل گوئی زیادہ تر اون واردات غیبی کے اظہار کا ذریعہ رہ گئی تھی جو اون کی روح پر اور روح سے قلب پر نازل ہوتی تھیں اور قلب سے بیساختہ زبان قلم پر آکر (شاعری کا مادہ اون میں فطری ہونے کے باعث) اشعار اور غزلوں کا لباس اختیار کر لیتی تھیں ۔ وجدان صحیح اور ذوق سلیم کے ساتھ اگر اون کا دیوان دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ فصاحت بلاغت اور زبان کی سلاست لطافت روانی اور پاکیزگی اور اعلیٰ شاعری کے ساتھ ساتھ اون کا کلام اثر سے کس قدر مملو ہے اور یہہ بھی کسیقدر اندازہ ہوسکیگا کہ عشق اور محبت حقیقی میں وہ کس قدر سرشار اور از خود رفتہ تھے اور عرفان اور تقرب الٰہی کے کس درجہ پر پہنچ چکے تھے اون کے دیوان سے چند اشعار ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں ممکن ہے کہ اون سے حضرت باقر کی خدا اور رسولؐ اور پیر کے ساتھ

عشق و محبت ۔ انقطاع ماسوی اللہ فنا و بقا ۔ عرفان و تقرب اور مشاہدہ کا کچھ اندازہ ہوسکے ۔

(۱) مرید کے لئے پیر ہادئ طریقت ہے اور پیر ہی کی تعلیم اور اوس کی متواتر مسلسل اور غیر منقطع توجہ کی بدولت مرید منزل مقصود اور مطلوب حقیقی تک پہنچتا اور پہنچ سکتا ہے اس لئے مرید کو پیر کی محبت میں انہماک کلی اور اوس کی ذات میں فنائیت تامہ کا حاصل کرنا لازمی ہے حضرت باقر اپنے شیخ کی محبت میں اس قدر سرشار رہتے تھے کہ بمقتضائے من احب شیئًا اکثر من ذکرہٖ اکثر پیر ہی کا ذکر کیا کرتے تھے اور اونھیں کے فضائل اور محامد بیان کرتے رہتے تھے ۔ اشعار مرقومۃ الذیل سے شیخ کے ساتھ اون کی محبت کا اندازہ ہوسکیگا ۔

غیر ازیں ہیچ ندانم نہ بخوانم باقر	اصدق اصدق ہمہ دم ورد زبان است مرا
فیض اصدق بے نیازم ساخت از دنیائے دوں	آنکہ ننگِ آستانش کعبۂ دیں ساختند
شاہنشہیست اصدق در ظل کفش پایت	تاثیر ایں سعادت بالِ ہما ندارد
ایں ہستی موہوم در ذات تو شد پنہاں	من قطرہ و تو دریا یا پیر قیام اصدق
بخواجہ اصدق از باقر بگوئید	کہ من چشم خود از غیر تو بستم
من فدائے نگہِ فیض تو گردم یا شیخ	کہ مسِ خویش ز اکسیر تو زر ساختہ ام
در طریقِ عشق باقر چوں نباشم مستقیم	چوں جنابِ پیر اصدق رہبرے میداشتم
از سرِ کونین دست افشاں شدم	پیر اصدق داد دستم بیللّٰے

ان اشعار کے علاوہ دیوان میں چار غزلیں شریک ہیں جو تمامتر پیر کی مدح اور اون کے ساتھ عشق و محبت کے اظہار میں ہیں اون سے پیر میں حضرت باقر کے فنائیت کا اندازہ ہوسکیگا ۔

(۲) حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ چشتیہ طریقہ کے

امام ہیں۔ حضرت باقر کو اون کی ذات پاک کے ساتھ خاص تعلق تھا دیوان میں تین غزلیں تمامتر اون کی منقبت میں ہیں اور مندرجہ ذیل اشعار بھی ملاحظہ کردنی ہیں :۔

خداوندا! نصیبم ساز طوف روضۂ خواجہ   بکن زیب جبینم سجدۂ آں آستانے را
شاہا چو توئی معیں بکن دور   از بندہ غمِ گزندۂ را
یا خواجۂ معیں گہ درد و مصیبتم   برلب بغیر نام تو نامِ خدا نرفت
اشک ریز آمدہ ام بردرت اے خواجہ معیں   بادلِ پرغم و با نالہ و آہے عجبے

(۳) حضرت امیر المومنین امام المسلمین اسد اللہ الغالب علیؑ ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی ذات پاک صوفیوں کے تمام فیوض و فیضان باطنی اور عرفان الٰہی و مدارج ولایت کا سرچشمہ ہے اون کی اور اون کی اہل بیت و اولاد کی محبت نہ صرف منجانب اللہ و رسولؐ فرض ہے بلکہ صوفیوں کے لئے اضطراری ہے۔ حضرت باقر اون کی اور اہل بیت اطہار کی محبت میں جس قدر از خود رفتہ رہا کرتے تھے اوس کا اندازہ تو ہو نہیں سکتا۔ اون کے عقائد کے بیان میں اون کے چند اشعار نقل کئے گئے ہیں جو اس حقیقت کو کسی قدر ظاہر کرسکیں گے۔

(۴) سب سے بالاتر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا درجہ ہے لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہٖ و والدہٖ والناس اجمعین صوفیوں کے نزدیک یہہ مسئلہ مسلم ہے کہ سالک کو فنا فی اللہ کا درجہ فنا فی الرسول کے بعد ہی حاصل ہوسکتا ہے اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات پاک کے ساتھ محبت کا دارومدار تمامتر اطاعت رسولؐ اور اتباع سنت نبوی پر ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ حضرت باقر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عشق و محبت میں جو فنائیت حاصل تھی اوس کا تو اندازہ ہو نہیں سکتا تاہم اون کی دیوان سے

چند شعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں :۔

توئی نتیجہ ایجاد و ثمرۂ موجود   کہ جز بذات تو مقصود آفرین نیست
چوں حسن دل افروز تو در جلوہ گری شد   در ملک عجم غلغلہ و در عرب افتاد
از داغ غلامیِ تو شد جبہ نشا نمند   عشقِ تو بدل اے شہ امی لقب افتاد
قربانِ جلوۂ تو کہ از پرتوِ رخت   اینجا ہزار یوسف کنعاں برآمدہ
پوئیندہ در رکاب تو با بانگ طرقوا   جبریل بر تو مروحہ جنباں برآمدہ
دور از تو چہ حال است یہ بیں تاب و تبِ ما   اے سرور عالی نسب اُمّی لقبِ ما
دورم ز دیارِ تو مگر سجدہ بسُوئیت   پیوستہ بود مشغلۂ روز و شبِ ما
جا کرد خیالِ رخت اندر جگر و دل   از عشق تو مملواست ورید و عصبِ ما
عطا کن اے خدا آں چشم پاکم   کہ باشد محو دیدارِ محمدؐ
اگر خواہی مرادِ خویش باقر   بکن ہر لحظہ تکرارِ محمدؐ
اے خواجۂ ہر دو کون دریاب   بر خاک درت طپندۂ را
جاں میدہد بقالب بیجاں نسیم تو   شرمندہ آبِ خضر ز خاکِ حریم تو
تا کے بدوری تو بسوزم بساں شمع   اے من فدائے شہرۂ خلقِ عظیم تو
یا رسول اللہ چہ دارم تا کنم بر تو نثار   از منِ مسکیں رسد بر تو درودے کاشکے
اشتیاقِ جلوہ ات باد ابجانم سربلند   داغ عشقت در دلم ہر دم فزودے کاشکے
راحتِ جانی دہم نورِ نظر چوں مردمک   جائے تو جانانہ ام در دیدہ بودے کاشکے
کمترین بندگانت ہست باقر یا نبیؐ   بر درِ تو جبہ را در سجدہ سُودے کاشکے

ردیف میم میں دیوان کے صفحہ ۱۹۳ پر نعت میں ایک غزل ہے جس کا مطلع یہہ ہے :۔

صبح ہدایت روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم   شام سعادت موے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت شاہ ظہور الحق قدس اللہ سرہٗ نے ایک خط میں مجھے لکھا کہ حضرت باقر کی یہہ غزل جب شائع ہوی لوگوں میں اس قدر مقبول ہوی کہ تمام ضلع گیا اور پٹنہ اور آرہ میں اس کی شہرت ہوگئی اور برسوں لوگوں کے زبان پر رہی اور سماع کی شاید ہی کوئی مجلس ایسی ہوئی ہوگی جسمیں قوال نے یہہ غزل نہ گائی ہو۔

(۵) زہد عن الدنیا۔ قناعت۔ رضا و تسلیم اور انقطاع عما سوی اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

درماندہ دولت دنیا کہ حرام است   ہرگز نہ بیالائے تو دست و دہنے را
دنیا ہمہ پوچ است و غمش پوچ تر از پوچ   بردار ز دل ایں ہمہ رنج و محنے را
ہر آنچہ خدا داد تواں کرد قناعت   در دل ندہی راہ ہوا و ہوسے را
قناعت شیوہ ام باشد توکل خوئے طبع من   بہ مسکینی غنی ہستم چہ سازم مال و دولت را
ز فکر این و آں بگذر ز حرص و آز شو خالی   ز دست خویشتن مگذار دکان قناعت را
گوہر مقصود می آید بدستش ہر کسے   پا بدامان توکل باقر آسا بشکند
ہر کہ شد بادشہ ملک قناعت باقر   خاطر او طرف ملک سلیماں نزود
دست تہی ز زر دل خالی ز مدعا   خوش دولتے ز بخشش مولا بما رسید
از دل خویش بکن دور تمنا باقر   دل آگاہ پے ہیچ تمنا نرود
باید بہر کسے کہ بجوید رضائے حق   خود را باو سپارد و محو رضا کند
ز بارگاہ خدا جز خدا مخواہ دگر   بہ بارگاہ خدا گر دعا توانی کرد
اے خوشا آنکس کہ شب را با تو فردا میکند   خویش را در انجمن بہر تو تنہا میکند
سیر از سیر دو عالم فارغ از کون و مکان   پا بدامان کردہ در کوے تو ماوا میکند

در بروئے خویشتن بربستہ از ہر دو جہاں   بر مصلّٰی کردہ جا ذکر تو تنہا میکند
در تمنائے تماشائے جمال روئے تو   خویشتن را خالی از دنیا و عقبیٰ میکند
از عبادت نتواں خواست بجز رضا تش   خدمت حضرت او بر طمع حور مکن

(۶) ریا اور عجب انسان کی تمام عبادتوں کو بیکار کر دیتا ہے اور دل میں اگر اللہ کے محبت کی چاشنی ہو زہد خشک سے کام نہیں چلتا اور خشک عبادت سے ریا اور عجب اور دوسرے مہلکات میں گرنے کا ہمیشہ اندیشہ رہتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

لاف عرفاں میزنی زاہد تو با عجب و ریا   سوز از آہ نہانی پردۂ پندار را
ترا بدرگہ حق زاہدا رسائی نیست   اگر ز عجب و ریا در دلت صفائی نیست
درد دل عشاق و کجا زہد تو زاہد   ویں درد نباشد چو توئے بلہوسے را
مائل پاکی ظاہر چہ توئی اے زاہد   کار با پاکی احوال درون افتادہ است
بتقوی سر برافرازی بزہد خشک بینازی   برو زاہد کہ از تو بوئے عرفانم نمی آید
زاہد از من تو مرنج از نکنم با تو نماز   لائق سجدۂ حق نیست وضویم چکنم

(۷) اللہ کا عشق اور اوس کی محبت ہی وہ چیز ہے جو سالک کے تمام خواہشات اور جذبات نفسانی کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسکی بدولت انقطاع عما سوی اللہ نصیب ہوتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو کونین سے فارغ و مستغنی کر کے سالک کو ہمہ تن حق سبحانہٗ و تعالیٰ جل شانہ کی ذات پاک کی جانب متوجہ کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو تمام عبادات کے جملہ تکالیف کے احساس کو فنا کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو برق خاطف کی رفتار سے بھی سبکتر عاشق کو کھینچتی ہوی لیجاتی ہے اور در رب العزت پر کھڑا کر دیتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو عاشق کو دوام مشاہدہ کے شراب طہور سے ابدالاباد کے لئے مخمور کر دیتی ہے

مست مے ہشیار گردد از و بود   مست حق ناید بخود از نفخ صُور

حق تبارک وتعالیٰ نے حضرت باقرؒ کے وجود میں بدو فطرت سے عشق کی آگ بھر دی تھی پیر نے اون کو عشق ہی کے راستہ پر چلایا اور اسی پر چلنے کی وصیت کر گئے۔ مرقومۃ الذیل اشعار ملاحظہ فرماتے جائیں:۔

چناں از بدو فطرت شد گریباں گیر عشقِ او   کہ در طفلی بخواندم قصۂ فرہاد و مجنوں را

بدرسِ عاشقی باقر بمکتب   عجائب بحث با استاد میکرد

پرورۂ دردیم ندانم اب و عم   ما عشق نژادیم مپرس از نسبِ ما

ذرۂ دروے بدل ناصح ز صد تقویٰ بہ است   پند ترکِ عشق از تو با من از نادانی است

من از میخانۂ مے خوردہ ام باقر کہ تا محشر   افاقت روئے ننماید ز بدمستی خرابش را

کسے کو مست افتادہ است و بیخود در سرِ کویت   کجا ممکن کہ روزِ حشر ہم ہشیار برخیزد

برداشتن بارِ عبادت بود آساں   آں کیست چو باقر کہ کشد بارِ محبت

دردِ دل عشق در جاں ریختند   گل بگلشن دُر بعُماں ریختند

حاملِ بارِ محبت کس نبود   ایں بلا بر جانِ انساں ریختند

شہرۂ حسن رخت شد ز سمک تا سماک   طنطنۂ عشقِ من عالمِ امکاں گرفت

بسیار مشکل است سلوکِ طریقِ عشق   سالک بہوش رو کہ دریں رہ خطر بس است

در رہِ عشق ندانستہ نہادند قدم   کیست آنکس کہ دریں راہ خبردار آمد

بکوئے عشق باقر ہیچگاہے نے زخود رفتم   برنگِ کاہ سوئے خود کشد بیجادۂ عشقم

گرچہ بے جذبۂ او تا در وصلش نرسی   تو دریغ از طلبش تا حد مقدور مکن

عقلِ بیچارہ نہاں بود پس پردہ ہنوز   عشقِ سفاک بجا ہا علم افراخت دریغ

از دلِ زار چہ پرسی کہ چگونہ است ترا   مائلِ صورتِ بیچون و چگوں افتادہ است

براہ تو مہ من شد چناں عدم باقر   نماند ہیچ ازو جز کف غبار از تو

(۸) صبح خیزی اور شب بیداری کے فضائل عجیب و غریب پیرایہ میں بیان فرما کر ترغیب دیتے ہیں:۔

چہ میخسپی دلِ شب جلوۂ حق را تماشا کن   بہشیاری بسرِ پائے بزن ایں خوابِ غفلت را

کہ شبہا نور حق بینی بہ بیداری و ہشیاری   مدہ در چشم خود جا مست غفلت خواب غفلت را

ہر سعادتہا کہ خواہی زیر دامانِ وے است   تا توانی کوشش شبہا در پئے تسخیرِ صبح

صبحدم بیدار شو از خواب تا آری بجا   از تہِ دل حرمت روئے سپید پیرِ صبح

(۹) اولیا اور صدیقین کی محبت کیمیا کا اثر رکھتی ہے۔ انھیں کی توجہ اور فیض صحبت سے آدمی معمولی انسان سے انسان کامل ہوجاتا ہے۔ ان کی صحبت کے اختیار کرنے کا حکم محکم ہمکو خود جناب باری عز اسمہ نے دیا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ متفرق احادیث میں بھی اس کی تاکید آئی ہے۔ اولیا چونکہ انبیاء کے متبع ہیں اور علیٰ قدر مراتب اون کی صفات سے متصف ہیں اس لئے اون کی موت ظاہری کے بعد بھی اگر طالب کوشش کرے اون کے ارواح پاک کے فیضان سے مستفید ہو سکتا ہے۔ حضرت باقر فرماتے ہیں:۔

بیا و سر بپا انداز پیرانِ طریقت را   نگاہِ گرم پاکاں قلب را اکسیر میسازد

از یمن ہمتِ شاں ہر مشکل است آساں   دستِ طلب بذیلِ صاحبدلاں تواں زد

روشنیِ اہل دل ہرگز نماند در لباس   شمع نور خویش در فانوس چوں پنہاں کند

ببوس تربت پاکاں ز صدق و ہمت خواہ   کہ زیر خاک برفتند و فیضہا باقیست

(۱۰) سفر در وطن اور خلوت در انجمن کا مفہوم کس خوبی سے ذیل کے تین شعروں میں ادا کیا گیا ہے:۔

خیالِ جلوۂ روئے تو میبرد از خویش　　سفر ہمیشہ مرا از تو در وطن پیدا است
بے زحمتِ رفتار کند سیرِ دو عالم　　باقر بوطن ہر کہ سفر داشتہ باشد
چو غیرِ حق نبود در دلِ شکستہ چہ دور　　سفر بخلوت و خلوت در انجمن باشد

(۱۱) ظہورِ ذاتِ مطلق از پردۂ کائنات ۔ لاموجود الا اللہ ۔ فنا و بقا ۔

جمالِ آفتابت شد بذراتِ جہاں روشن　　بروئے خوبرویاں جلوہ داری خودنمائی را
دیدم نہ عارضِ تو و ہستی تو برملا　　از غایتِ ظہور بماندی تو در خفا
اے حسن پردہ پوش کنم محو جلوہ ات　　فارغ شویم تا ز تماشائے ما سوا
بخواں علمِ وجودِ او بہر کلی و ہر جزوی　　بہ بیں ترکیبِ صنعِ او بہر تعریف و تنکیرے
در کون و مکان نیست بجز روئے تو دیگر　　یک ذات تو حق است دگر غیر تو باطل
در ہمہ کائنات و ہر موجود　　جلوہ فرما جمال صورت اوست
اے گنجِ مخفیم ز ظہورِ تو سوختم　　غیبت نشانِ من ز حضورِ تو سوختم
ہر کہ دانست غیرِ حق موجود　　رحم بر فہم و بر فراستِ اوست
ندارد وجودے کسے جز وجودت　　یکے ہست ذاتت بری از دوئی تو
جز یکے نبود میانِ وحدت و کثرت وجود　　چوں کسے عینیتِ گرداب و دریا بشکند
نباشد ہیچ ممکن را وجودے غیرِ حق باقر　　کشا چشمِ حقیقت بیں یکے داں موج و دریا را
ذاتِ حق چوں بفنا عینِ وجودت گردد　　ہر بنِ موئے تنِ تو لبِ منصور شود
ز دل نقشِ دوئی شستم دوئی محوِ یکے دیدم　　فنا در ذاتِ او گشتم ز یادِ ما سوا رفتم
فانی شدہ ام بذاتِ پاکش　　من یاد ز ما سوا ندارم

(۱۲) معرفت اور تقرب الٰہی اور مشاہدۂ تجلیات صفاتی و ذاتی :-

شہودم در شہادت شد ورا اندر ورا بودم　　اسیرِ بندگی اینجا شدم آنجا خدا بودم
بری از بیم و فارغ از رجا بودم خوشا حالم　　مبرا و منزہ ہم ز تسلیم و رضا بودم
تو بخلوتگہِ دلہائے حزیں جلوہ فروش　　طالبِ روئے تو در دیر و حرم میگردد
میانِ ما و او قربے و بعدے بو العجب باشد　　کہ من دورم از و بسیار و او باشد قریبِ من
بجاں یار است و در دل یار و من دور از وصالِ او　　کہ باشد تا از و پرسیم شرحِ ایں معما را
تمام جلوہ و من محو حیرتم کہ کدام　　میانۂ من و دلدار حایل افتادہ است
من با تو ام قریب تو ہم شو قریبِ من　　از غیب گوش کرد دلم ایں خطاب را
کدامی کاررواں می آید اے دل　　بروں شو گوش بر بانگِ جرس کن
از دور نسیمِ تو نشاں میدہد از تو　　در قافلہ ات حاجتِ بانگِ جرسے نیست
در کون و مکاں ہست فروغش کہ ندیدم　　بے جلوۂ او خلوت و ہم انجمنے را
ندانم جز بذاتِ تو نہ بینم جز جمالِ تو　　بغیر از جلوۂ رویت نہ آید در نظر ما را
در وصل ہم نکرد جدا پردۂ نقاب　　در بر کشیدہ خواستم عریاں شود نشد
ظلمت سرائے من شدہ روشن شبِ وصال　　برداشتی چو از رخ روشن نقاب را
باقر نہ حد تست تماشائے او مدام　　گر بنگری جمالِ رخش یک نظر بس است
در شبِ وصل بہ آغوشِ خود از شدتِ شوق　　تنگ بگرفت چنانم کہ گریبانم سوخت
تجلی گاہ ایمن شد ز نورش کلبۂ تارم　　بگاہِ وصل در آغوش چوں آں یار عریاں شد
نیاید بچشمم بجز جلوۂ تو　　بہر جا بہر سو کہ بینم توئی تو
بہوش آمدم چوں ز غفلت بدیدم　　کہ ہستی در آغوش و در پہلوئی تو
چساں بنگرد جز بسوئے تو باقر　　بروں از جہانی و در ہر سوئی تو

ہرگز بدو چشمم نکند جلوہ بجز دوست　　　　ہر سو نگرستیم خدا بود خدا بود

عربی میں ایک مثل بہت مشہور ہے کل اناءٍ یترشح بما فیه اور فارسی میں بھی اوس کا ترجمہ زبان زد خاص و عام ہے ؎

از کوزہ ہماں تراود کہ در وست

اون اشعار میں جو نقل کئے گئے اگر محض شاعرانہ تخیل کا اظہار نہیں ہے بلکہ اون حالات اور واردات غیبی کا اضطراری اظہار ہے جو حضرت باقر کے جان و دل پر طاری اور نازل ہوتی رہیں تو اون سے اور خصوصاً آخر کے تیرہ چودہ اشعار سے پتہ ملتا ہے عرفان اور تقرب الٰہی میں اون کی تدریجی ترقی کے اوس بلندی مرتبہ کا جہاں پہنچکر سالک واصل کو مشاہدۂ ذات اور دید ہی دید رہ جاتی ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؎

ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

یہاں تک رسائی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اور ایسے واصلین کی خمیر ہی کچھ دوسرے قسم کی ہوتی ہے ؎

طینت جام جم از جوہر کان دگر است　　　　تو توقع ز گلِ کوزہ گراں میداری

حضرت باقر غلبۂ حال سے کبھی مغلوب نہیں ہوے اور شطحیات کے قسم میں سے کوئی بات اون کی زبان سے کبھی نہیں نکلی - سماع کی عام مجلسوں میں وہ شریک نہیں ہوا کرتے تھے اس لئے کہ اون کے پیر کی مجلسوں میں جن شرائط کی پابندی ہوا کرتی تھی اور جن کو وہ نہایت ضروری خیال کرتے تھے وہ پابندیاں دوسری جگہ ملحوظ نہیں رکھی جاتی تھیں لیکن اپنے گھر پر تنہائی میں یا خاص خاص دوستوں کے ساتھ سماع سن لیا کرتے تھے۔ اثنائے سماع میں میں نے دیکھا ہے کہ بعض وقت اون پر نہایت شدید حالت طاری

ہو جاتی تھی - اوس وقت اون کی آنکھیں سُرخ ہو جاتی تھیں اور چہرہ چمکنے لگتا تھا۔ داڑھی اور سر کے بال کھڑے ہو جاتے تھے - اور سینہ سے سنسناہٹ جیسی خفیف آواز سنائی دیتی تھی - اور کبھی کبھی اس قدر آنسو جاری ہوتا تھا کہ داڑھی بھیگ جاتی تھی لیکن اس حالت میں بھی اون کو جنبش نہیں ہوتی تھی اور دو زانو بیٹھے ہی رہ جاتے تھے ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق　　　　ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

حضرت باقر نے اپنے حال کو بہت شدت سے چھپایا - پیر کے علاوہ اگر اون کے عرفان اور تقرب الٰہی سے کچھ واقفیت کسی کو ہو سکی تو صرف حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ اور حضرت ملا محمدؐ عمر سرمست رحمۃ اللہ علیہ کو - اونھوں نے کتمان حال میں اس قدر مبالغہ کیا تھا کہ بجز معدودے چند خاص خاص پیر بھائیوں کے کسی کو یہ بھی معلوم نہوا کہ اون کو سلسلۂ علیہ چشتیہ اور سلسلہ علیہ قادریہ میں خلافت بھی تھی - تمام عمر اونھوں نے کسی کو مرید نہیں کیا - اون سے جو احباب ملنے آتے اون کی صحبتوں میں اپنے پیر کا ذکر تو بہت زیادہ کرتے تھے - لیکن فقر و درویشی - زہد و قناعت - قبض و بسط - عشق و محبت فنا و بقا - مکاشفہ و مشاہدہ وغیرہ ان چیزوں کا تو نام بھی کسی کے سامنے اون کی زبان پر نہیں آتا تھا - اون کی اس ضبط کو دیکھ کر مجھے حضرت میر سادات حسینی علیہ الرحمۃ کا عجیب و غریب مقولہ جو اونھوں نے نزہتہ الارواح میں لکھا ہے یاد آیا کرتا تھا اور اب بھی یاد آجاتا ہے

"سخن عشق دیگر است و عشق سخنِ دیگر ہر کہ دانست نگفت و آنکہ ندانست گفت"

کاملین کی اس کیفیت کو حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کس خوبی سے ادا کیا ہے ؎

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز　　　　کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد
ایں مدعیاں در طلبش بیخبرانند　　　　کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں ایک حدیث روایت کی ہے من عشق فکتم وعف فمات فھو شہید۔ اس حدیث کو پیش نظر رکھئے اور حضرت باقر کے حالات کو اوس سے مقابلہ کیجئے اور دیکھئے کہ **شاہ شہید المحبت چشتی** کا خطاب جو عطائے خلافت کے وقت اون کے پیر نے دیا کس قدر صحیح اور کس قدر اون کے حسب حال تھا۔

حضرت باقر کی اولاد

حضرت باقر علیہ الرحمۃ کی پہلی شادی ۱۲۵۴ھ میں جب اون کی عمر سترہ سال کی تھی موضع غربتی چک (ضلع گیا) کے بلخی سادات کے خاندان میں ہوی۔ وہ بیوی نہایت نیک متقی پرہیزگار عابدہ زاہدہ تھیں مگر ان کی عمر نے وفا نہیں کیا اور ۱۱ شوال المکرم ۱۲۶۸ھ کو پیر بگہہ میں وہ رحلت کر گئیں۔ حضرت باقر کی والدہ ماجدہ ان بہو کو چونکہ بیحد عزیز رکھتی تھیں اس لئے اپنے شوہر حضرت سید شاہ وارث علی قدس سرہٗ کے قبر کے شرقی جانب اور اوس کے متصل خود اپنی قبر کے لئے جگہ چھوڑ کر اون کو دفن کرایا۔ ان حرم سے حضرت باقر کو کوئی اولاد زندہ نہیں رہی۔ اون کے انتقال سے دو ڈھائی سال کے بعد حضرت باقر نے اون کی چھوٹی ہمشیر سے عقد کیا ان سے بہت اولاد ہوئی لیکن حضرت باقر کے انتقال کے وقت صرف دو لڑکیاں زندہ رہیں ان میں بڑی صاحبزادی بیوہ تہیں اور اون کی اولاد بھی سب فوت ہو چکی تھی۔ ان کے انتقال کو دس گیارہ سال ہوے۔ دوسری صاحبزادی کی شادی پٹنہ کے قریب موضع شہباز پور میں وہاں کے زمیندار سید عبد المجید صاحب مرحوم سے ہوی تھی۔ یہ صاحبزادی بقید حیات ہیں اور اون کے سب فرزند برسرکار ہیں۔ حضرت باقر کا تیسرا نکاح شیخ امیر اللہ صدیقی علیہ الرحمہ کی صبیہ سے ہوا۔ یہہ بزرگ بھڑاینچ کے رہنے والے تھے اور راجہ صاحب نان پارہ کے دربار میں ملازم اور اون کی تمام جائداد اور اون کی ریاست کے منیجر تھے ۱۸۵۷ء کے غدر کے زمانہ میں اون کا نان پارہ میں انتقال ہوا۔ راجہ صاحب چونکہ اون کی بہت قدر کرتے تھے اور اون کو بہت عزیز

رکھتے تھے اور شاید کچھ معتقد بھی تھے اس لئے اون کی قبر کی تعمیر اہتمام سے کی اور اپنی جائداد میں سے کچھ زمین اوس مزار کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ اون کی صاحبزادی پہلے ہی سے یسیر ہو چکی تھیں۔ اب یتیم ہونے کے بعد شیخ امیر اللہ صدیقی علیہ الرحمہ کے بعض عزیزوں نے اون کو آغوش پرورش میں لیا۔ چار پانچ سال کے بعد راجہ صاحب نان پارہ کا انتقال ہو گیا۔ اور زمانہ کی نامساعدت کے باعث شیخ صاحب مرحوم کے متوسلین کو نان پارہ چھوڑنا پڑا اور تلاش روزگار میں سفر کرتے ہوے کسی طرح یہہ لوگ آرہ چلے آئے۔ حضرت باقر نے شیخ صاحب علیہ الرحمہ کی صاحبزادی سے نکاح کیا وہ بقید حیات ہیں اور اب اون کی عمر تریاسی ۸۳ سال کی ہے۔

تیسری حرم سے حضرت باقر کو پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں دو لڑکے ایک ایک سال کی عمر کے اندر ہی قضا کر گئے اور بڑی لڑکی نے چودہ سال کی عمر میں ۱۹۔ صفر ۱۳۰۸ھ کو قضا کیا۔ حضرت باقر کی رحلت کے بعد تین بیٹے اور ایک بیٹی باقی رہیں۔ سب میں بڑا یہہ خاکسار ہے۔ روڑکی کالج سے سول انجینرنگ کی امتحان میں شوال ۱۳۱۳ھ (مارچ ۱۸۹۶ء) میں کامیاب ہو کر ماہ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ (اپریل ۱۸۹۶ء) میں گورنمنٹ آف انڈیا کے سررشتہ ریلوے میں ملازم ہو کر نارتھ ویسٹرن ریلوے میں مامور ہوا اور پنجاب اور سندھ میں ایک سال کام کرنے کے بعد ماہ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ (مئی ۱۸۹۷ء) میں گورنمنٹ حیدرآباد کے ساتھ ایک معاہدہ کی بنا پر حیدرآباد آیا اور سرکار عالی کی ملازمت میں داخل ہوا۔ اکتیس ۳۱ سال سے کچھ زیادہ دنوں ملازمت کرنے کے بعد چیف انجینیری اور معتمدی اور نظامت تعمیرات کی خدمتوں کو انجام دیکر محرم ۱۳۴۷ھ (جولائی ۱۹۲۸ء) میں پنشن لیکر خدمت سے سبکدوش ہوا۔ خاکسار کی اب مستقل سکونت حیدرآباد میں ہے اور سب فرزند بھی

گورنمنٹ حیدرآباد میں مامور بکار ہیں۔

حضرت باقر کے دوسرے فرزند مجھ سے چھوٹے بھائی خان بہادر مولوی سید عبد الصمد صاحب ہیں۔ پٹنہ کالج سے بی۔ اے میں کامیاب ہونے کے بعد سنہ ۱۹۰۱ع میں مقابلہ کے امتحان میں کامیاب ہوکر ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوے۔ ڈھاکہ۔ ہوڑا۔ گیا اور بھاگل پور کے اضلاع میں سب ڈیویژنل افسری کا کام کرنے کے بعد ضلع مظفر پور کے مستقر پر سینیر ڈپٹی کلکٹر مامور ہوے اور اب پانچ سال کے قریب ہوے کہ پنشن لیکر پٹنہ میں سکونت اختیار کی ہے اور اون کے سب فرزند بھی پٹنہ ہی میں ہیں۔ حضرت باقر کے تیسرے فرزند ڈاکٹر سید عبد الکریم ہیں ان کا تاریخی نام سید آغا حیدر (سنہ ۱۲۹۸ھ) ہے لیکن عبد الکریم کے نام سے مشہور ہیں۔ اڈنبرا میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرکے گورنمنٹ مڈیکل ڈپارٹمنٹ میں سنہ ۱۹۰۹ع میں مامور ہوے اور آسام بھیجے گئے اوس کے بعد ڈھاکہ آئے پھر دس بارہ سال تک پٹنہ کے مڈیکل کالج میں اناٹومی کے پروفیسر رہے۔ اب آرہ میں خانگی طور پر مطب کرتے ہیں۔ حضرت باقر کی اولاد میں سب میں چھوٹی ایک لڑکی تھی جس کی شادی آرہ میں حافظ محمد سلیم صاحب سے ہوی تھی اوس نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑ کر ۳۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۳ھ کو پٹنہ میں انتقال کیا۔

حضرت باقر کی رحلت

حضرت باقر کے متعلقین کی مستقل سکونت چونکہ آرہ میں تھی اس لئے ۱۸۸۹ع میں پنشن لینے کے بعد وہ بھی آرہ ہی میں سکونت پذیر ہوے اون کے عزیز و اقربا چونکہ پٹنہ اور گیا میں تھے اس لئے وہ کبھی کبھی وہاں تشریف لیجاتے تھے اور کچھ دنوں کے بعد آرہ واپس چلے آتے تھے۔ رحلت سے چار پانچ سال قبل سے اون کی صحت خراب ہونی شروع ہوی۔ کبھی کبھی بخار آجایا کرتا اکثر قبض رہتا اور کبھی کبھی شدید اسہال ہوجایا کرتا تھا۔

ان علالتوں کے باعث وہ جلد جلد کمزور ہوتے گئے۔ میں جب سے حیدرآباد آیا میرا معمول رہا کہ سال میں کم از کم ایک بار ضرور آرہ جاکر اون کی قدمبوسی سے مشرف ہوا کرتا تھا۔ رحلت سے چار سال قبل سے اون کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ جب میں اون کی خدمت میں حاضر ہوتا اور جتنے روز حاضر رہتا وہ تقریباً روزانہ یہ فرمایا کرتے کہ "میرا وقت بہت قریب آگیا ہے اور افسوس یہ ہے کہ میرے آخر وقت نہ تم میرے پاس موجود ہوگے اور نہ تمہارے دونوں بھائیوں میں سے کوئی" اور یہ بھی فرمایا کرتے کہ "میں چاہتا ہوں کہ اپنی والدہ کے قبر کے متصل (یعنی والدہ اور پہلی بیوی کے قبروں کے درمیان) دفن ہوں لیکن لوگ کہتے ہیں کہ جگہ نہیں ہے۔ دیکھئے شاید اللہ میری قبر کے لئے جگہ نکال دے"۔ محرم سنہ ۱۳۲۶ھ (فروری سنہ ۱۹۰۸ع) میں جب میں آرہ گیا اور حضرت والد قدس سرہ کی قدمبوسی سے مشرف ہوا (یہ میری آخری قدمبوسی تھی اس لئے کہ اس کے چند ماہ بعد ہی اون کی رحلت واقع ہوی) تقریباً روزانہ یہ دونوں باتیں فرمایا کرتے۔ ایک روز کہتے کہتے فرمایا کہ "سب ہی لوگ کہتے ہیں کہ دونوں قبروں کے درمیان میرے لئے قبر کی جگہ نہیں نکلسکتی لیکن کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی میری ماں مجھے گود میں نہ لینگی"۔

میری اہلخانہ کی شدید اور طویل علالت کے باعث میری والدہ ماجدہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۶ھ (مئی سنہ ۱۹۰۸ع) میں حیدرآباد تشریف لے آئی تھیں اور آرہ میں گھر پر حضرت باقر کی خدمت کے لئے صرف میری چھوٹی ہمشیر تھی۔ جمادی الثانی میں اون کی صحت کی حالت معمولی تھی اور علالت کے قسم سے کوئی غیر معمولی بات پیش نہیں آئی تھی کہ ۲۱۔ جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۶ھ (۲۱۔ جولائی سنہ ۱۹۰۸ع) سہ شنبہ کے روز صبح کو وظائف وغیرہ سے فراغت کرکے اپنے ملازم مرزا تصور حسین کو حکم دیا کہ جلد بستر باندھ کر کرایہ کی سواری لے آئیں اور میری ہمشیر کو بلایا اور فرمایا "مجھے گیا جانے کی یکایک بہت شدید اور فوری ضروریات پیش آگئی ہے اور گاڑی کا وقت قریب ہے اس لئے اسٹیشن جارہا ہوں تم

اطمینان سے گھر میں رہو اور ہرگز پریشان نہ ہوجیو" یہ فرما کر اوس کو اپنے قریب بٹھایا اور اوس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بہت دیر تک دعائیں دیتے رہے۔ مرزا تصور حسین گاڑی لے آئے اور وہ لڑکی کو دعا دیتے ہوے اسٹیشن روانہ ہوگئے۔

اوسی روز شام سے پہلے وہ گیا پہنچ گئے۔ اون کے حقیقی بھلنجے مولوی سید شاہ محمدؐ اکرم علیہ الرحمہ کے فرزند مولوی سید محمد شاہ صاحب مرحوم کو اطلاع ہوی وہ فوراً حاضر ہوکر قدمبوس ہوے اور تمام ضروریات کا انتظام کردیا۔ چہارشنبہ کے روز اون کا مزاج اچھا رہا۔ اعزہ و احباب کو اون کے آنے کی خبر ہوتی گئی تمام دن لوگ آتے رہے اور اون سے ملتے رہے۔ چہارشنبہ کا دن گزرنے کے بعد شب پنجشنبہ کو پچھلی رات کو اونھیں اسہال شروع ہوا دوپہر تک حالت بہت خراب ہوگئی مولوی محمد شاہ مرحوم نے اور دوسروں نے بھی ڈاکٹر کو بلانے کی بار بار اجازت طلب کی۔ لیکن وہ کسی طرح راضی نہیں ہوے اور علاج سے قطعی انکار کیا۔ شام کے وقت مولوی محمد شاہ کو فرمایا۔ "دیکھو محمد شاہ میرا جنازہ ضرور بیربگہ بھیج دیجیو اور میری والدہ کے قبر کے متصل مجھے دفن کیجیو"۔ ایک صاحب نے جو وہاں موجود تھے کہا کہ "حضور وہاں قبر کی جگہ نہیں ہے" اسپر برہم ہوکر فرمایا "جا کر دیکھو تو سہی خواہ مخواہ کہے جاتے ہو کہ جگہ نہیں ہے جگہ نہیں ہے"۔ پھر مولوی محمد شاہ صاحب کو نہایت تاکید سے فرمایا "خبردار ہرگز دوسری جگہ مجھے دفن نہونے دیجیو" اونھوں نے کہا "بسر و چشم" اور سب لوگ خاموش ہوگئے۔

حضرت باقر نے ظہر کی نماز تو کسی طرح بیٹھ کر پڑھی لیکن اوس کے بعد طاقت بالکل زائل ہوگئی عصر۔ مغرب اور عشا کے وقت حاضرین نے اون کو وضو کرایا اور یہ تینوں نمازیں اونھوں نے لیٹے لیٹے پڑھیں۔ گیارہ بجے شب تک طاقت بالکل زائل ہوگئی اور ہاتھ پاؤں میں جنبش کی بھی قدرت باقی نہیں رہی اور گویائی کی طاقت بھی بہت ہی کم رہ گئی۔ اوس وقت اونھوں نے

مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم کو کہا "فرزند تم ذی علم اور سمجھ دار ہو۔ کسی کا کہنا نہ سنو۔ مجھے اس بستر سے اوٹھا کر تخت پر لٹا دو اور مسنون طریقہ پر اچھی طرح غسل دیدو تا کہ میں اپنے رب کے سامنے ہر طرح طاہر ہوکر جاؤں" لوگ نہایت حیران ہوے لیکن محمد شاہ صاحب نے حکم کی تعمیل کی۔ گرم پانی موجود تھا اون کو نہایت اچھی طرح نہلایا اور دھویا ہوا ایک کرتا اور ایک پاجامہ جو اون کے ہمراہ آرہ سے گیا تھا اونھیں پہنایا گیا اور ایک پلنگ پر وہ قبلہ رو لٹا دئے گئے اور اب اسہال بالکل بند ہوگیا۔ محمد شاہ مرحوم اور دو تین اعزہ تو موجود رہے باقی سب عزیزوں اور دوستوں کو حضرت باقر نے رخصت کردیا اور فرمادیا کہ "اب آدھی رات ہو چکی آپ لوگ کل آئیگا"۔ نیم شب ہونے کے بعد اونھوں نے لیٹے لیٹے اشارہ سے تہجد کی پوری بارہ رکعتیں نماز ادا کیں اور متوجہ الی القلب ہوکر ساکت ہوگئے۔ دو بجے کے قریب اون کے قلب سے ذکر جاری ہوگیا تھوڑی دیر کے بعد پھر خاموش ہوگئے۔ اسی حالت میں دو اور تین بجنے کے درمیان یکایک وہ متبسم ہوے اور جان بحق تسلیم ہوے وکان ذلك فی لیلة الجمعة اربع وعشرین من شهر جمادی الاخر ۱۳۲۶ھ (۲۴ جولائی ۱۹۰۸ء)

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

اگر در وقت جاں دادن تو باشی شمع بالینم — شب رحلت ہم از بستر روم بر قصر حور العین
کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی — بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے

مولوی محمد شاہ مرحوم نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور غسل میں خود شریک رہے۔ حضرت باقر کا جسم غسل کے وقت بھی نہایت نرم تھا جمعہ کا دن تھا۔ جنازہ گیا کی جامع مسجد پہنچایا گیا اور نماز جمعہ کے بعد جنازہ کی نماز بہت بڑی جماعت کے ساتھ ادا کی گئی۔ ابھی تک شہر میں اور اطراف کے مواضعات میں اون کی رحلت کی خبر پوری طرح شائع نہیں ہوی تھی۔ جمعہ کی نماز

کے بعد سرعت سے یہ خبر پھیلی اور خاص شہر کے اوراطراف کے مواضعات (مثلاً آبگلہ وغیرہ) کے لوگوں کا اژدحام شروع ہوا۔ نماز جمعہ کے بعد جنازہ کو پیربگہ روانہ کرنے کا انتظام کیا گیا تھا لیکن اوسکو رُوکنا پڑا۔ ساڑھے تین بجے تقریباً چار ہزار آدمیوں کی جماعت سے اون کے جنازہ کی نماز مکرر ادا کی گئی۔ اوس کے بعد جنازہ پیربگہ روانہ کیا گیا۔ عصر اور مغرب کے درمیان وہاں پہنچا۔ پیربگہ کے قرب وجوار کے مواضعات میں اطلاع ہو چکی تھی اور دو ڈھائی ہزار کا مجمع موجود تھا۔ قبل مغرب تیسری بار جنازہ کی نماز ادا کی گئی۔ مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم نے قبر کے متعلق حضرت باقر کا حکم پیربگہ کے اعزہ کے پاس بھیجدیا تھا پہلے تو سب کو حیرت ہوی آخر جب جا کر دیکھا تو نظر آیا کہ اون کی والدہ اور بیوی کی قبروں کے درمیان ایک قبر کے لئے کافی جگہ موجود ہے چنانچہ وہاں قبر کھودی گئی اور تیسری بار نماز جنازہ پڑھے جانے کے بعد مغرب کی نماز پڑھ کر لوگوں نے اوس سلطان اقلیم سخنوری کو جس کا مثل فارسی زبان کا شاعر ہندوستان نے کم پیدا کیا ہے اور اوس شہید محبت آلٰہی کو جو معشوق حقیقی کی عشق میں جلا اور خاکستر ہوا اور کبھی اُف تک نہیں کیا سپرد خاک کردیا۔ باطن میں کشتۂ محبت آلٰہی تھے اور ظاہر میں مبطون ہو کر اونھوں نے رحلت کی اس لئے ظاہر اور باطن دونوں میں شہادت کے درجہ عظمیٰ سے فائز ہوے۔ رحلت بھی شب جمعہ کو ہوی اور تین تین بار نماز جنازہ ادا کی گئی ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ــــ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اون کو اعلیٰ علیین میں جگہ دی اور اوس کی رحمت کی بارش اون کی قبر پر مسلسل قیامت تک ہوتی رہیگی اور طالب کے لئے اون کا فیضان برابر جاری رہیگا ؎

برسر تربت ما چوں گزری ہمت خواہ — کہ زیارتگہ رندان جہاں خواہد بود

وہ خود بھی فرما گئے ہیں اور بالکل صحیح کہ گئے ہیں ؎

ببوس تربت پاکاں ز صدق وہمت خواہ — کہ زیر خاک برفتند وفیضہا باقیست

حضرت باقر کی رحلت کے وقت اون کے چھوٹے فرزند ڈاکٹر سید عبد الکریم اڈنبرا میں زیر تعلیم تھے۔ اون کے دوسرے فرزند مولوی سید عبد الصمد ہوڑا میں ڈپٹی کلکٹر تھے اور چند روز پیشتر گورنمنٹ بنگال نے گیا پر اون کے تبادلہ کا حکم جاری کردیا تھا۔ رحلت کے روز حضرت باقر کو اس تبادلہ کی خبر کی گئی وہ خوش ہوے اور عبد الصمد کو دعائیں دیں لیکن وہ رحلت سے آٹھ دس روز کے بعد متبدل ہو کر گیا آسکے۔ میں اوس زمانہ میں ضلع گلبرگہ شریف میں دورہ پر تھا اور اس حادثہ کی اطلاع مجھے ٹانڈور میں ہوی۔ میری والدہ میرے یہاں حیدرآباد میں تشریف رکھتی تھیں۔ حضرت باقر فرمایا کرتے تھے کہ "میرے آخر وقت میں تم میں سے کوئی میرے پاس نہیں ہوگا" وہی ہوا۔

حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کے متعلق میں نے ایک عجیب واقعہ مولوی سید محمد شاہ مرحوم سے اور جناب بھائی سید محمد عیسیٰ[19] صاحب مدظلہم سے اور بھی دو تین دوسرے ثقہ آدمیوں سے سنا کہ جب گھر سے جنازہ جامع مسجد لیجانے کے لئے باہر نکالا گیا یکایک نہایت لحیم شحیم قدآور تنومند اور نہایت صبیح اللون چار شخص کابلیوں کے شکل وشمائل کے اور نہایت سفید کابلی لباس میں آئے اور جنازہ کو اوٹھا لیا۔ جامع مسجد تک تمام راستہ وہی چار شخص لے گئے اور کسی کو اوٹھانے نہیں دیا۔ جنازہ کی مشایعت میں جو لوگ ہمراہ تھے

---

[19] مولوی سید محمد عیسیٰ صاحب موضع شاہو بگہ ضلع گیا کے رہنے والے ہیں راقم سے اون کی عزیز داری ہے۔ اور رشتہ میں وہ راقم کے بھائی ہیں۔ حضرت باقر علیہ الرحمہ کے ہمراہ مدتوں وہ آرہ میں رہے اور اون کی رحلت کے وقت وہ گیا میں موجود تھے۔ اون کی عمر اب تقریباً نوے سال کی ہے اور قوی کی معذوری کے وجہ سے اب گھر ہی پر رہتے ہیں۔

اوتھیں اطراف سے صرف پلنگ کی پٹیوں کو ہاتھ لگانے پر قناعت کرنی پڑی۔ جامع مسجد پہنچکر جنازہ کے پلنگ کے چاروں جانب وہ لوگ کھڑے ہو گئے۔ کسی کو اوس کی جانب پیٹھ کرکے کھڑا ہونے نہیں دیتے تھے اور اگر جنازہ کے قریب کوئی شخص دوسرے سے باتیں شروع کرتا تو وہ بڑی بڑی آنکھیں دکھا کر اشارہ سے منع کرتے لوگ ڈر جاتے اور خاموش ہو جاتے۔ یہ لوگ اوس وقت تک اسی طرح موجود رہے جب تک جنازہ کی دوبارہ نماز پڑھی گئی اور دونوں بار خود بھی ان لوگوں نے نماز پڑھی۔ جنازہ جس وقت پیر بگہہ روانہ کیا گیا اوس وقت یہ لوگ چلے گئے۔ اس کے قبل نہ کسی نے ان لوگوں کو گیا میں دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد وہ کہیں نظر آئے اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کون تھے کہاں سے آئے تھے اور کہاں گئے۔ اون کی ہیبت اس قدر تھی کہ اون سے کوئی شخص کچھ دریافت نہ کر سکا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد

حضرت باقر علیہ الرحمہ کے سوانح حیات کو ختم کرتا ہوں اور اب اون کی شاعری کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ لیکن اوس سے قبل میں اپنے ایک نہایت محترم عزیز کی سوانح حیات کو نہایت اختصار سے بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ حضرت باقر کے شاگرد رشید ہیں اور اون کا ذکر حضرت باقر کی شاعری کے ضمن میں جابجا آئیگا۔ اون سے مجھے بعض بہت مفید باتیں معلوم ہوئیں اور دیوان کے متعلق بھی مجھے اون سے مدد ملی ہے۔ یہ صاحب مولوی سیّد شاہ عبدالعزیز المتخلص بہ آزاد (ابن مولانا سید احمد کبیر بن مولانا شاہ ظہور حسن بن حضرت شاہ برکت حسین بن حضرت شاہ بندہ علی بن حضرت شاہ محب اللہ قدس اللہ اسرارہم) ہیں۔ حضرت شاہ بندہ علی قدس سرہٗ حضرت باقر کے حقیقی بڑے چچا تھے۔ اس لئے شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد حضرت باقر کے پرپوتے ہیں۔ ان کی ولادت پیر بگہہ میں سہ شنبہ کے روز ۱۹ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۹ھ (۱۸ فروری سنہ ۱۸۷۳ء) کو ہوئی

فارسی کی تعلیم اونہوں نے اپنے والد اور دادا بزرگوار سے پائی اوس کے بعد اونہوں نے عربی صرف و نحو کی کتابیں اپنے پھوپی زاد بھائی مولوی حکیم سیّد عبدالرزاق پیر بگہوی مرحوم سے اور شرح جامی اور منطق کی کتابیں اور تفسیر اور فقہ اور حدیث کی کتابیں اپنے چچیرے ماموں مولانا سید محمد اسحٰق بڈدری مرحوم سے پڑھیں۔ سنہ ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) میں اونہوں نے انگریزی کی تعلیم شروع کی اور چھ سال تک اوس کو جاری رکھا۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں خانگی دشواریوں اور جھگڑوں کے باعث اون کو یہ سلسلہ منقطع کرنا پڑا۔ سنہ ۱۸۹۳ء سے سنہ ۱۸۹۸ء تک اونہوں نے مختلف سررشتوں میں نوکریاں کیں اور سنہ ۱۸۹۹ء میں گیا کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر میں ملازم ہوے۔ ترقی کرکے وہ اس دفتر کے ہیڈ کلارک کی خدمت پر پہنچے اور دو سو دس روپیہ کی تنخواہ تک پہنچکر سنہ ۱۹۳۳ء میں خدمت سے سبکدوش ہوے اور اب زیادہ تر گیا کے محلہ کریم گنج میں سکونت رکھتے ہیں۔

مولانا شاہ عبدالعزیز آزاد فارسی ادب میں نہایت بالغ استعداد رکھتے ہیں اور فارسی اور اردو شعراء کے دواوین پر اون کی نظر بہت وسیع ہے۔ شعرگوئی سے اون کو فطری لگاؤ ہے سنہ ۱۸۹۰ء میں اونہوں نے ابتداءً اردو میں غزلیں کہنی شروع کیں اور تین سال تک بطور خود کہتے رہے سنہ ۱۸۹۳ء میں مولانا سید فصیح احمد صاحب حشر بیتھوی کی جانب رجوع کیا اور اردو غزلیں اون کی خدمت میں پیش کرنی شروع کیں۔ یہ بزرگ مرزا محشر ریختی گو دہلوی کے شاگرد رشید تھے اور مرزا محشر حضرت غالب کے شاگردوں میں تھے۔ سنہ ۱۸۹۸ء میں گیا میں ایک مشاعرہ میں شمس العلما نواب سید امداد امام خاں بہادر المتخلص بہ اثر مرحوم و مغفور شریک ہوے اور شاہ آزاد کی غزل سنکر بہت خوش ہوے اور فارسی کے ساتھ اون کی فطری مناسبت کا احساس کرکے اونہیں فارسی کہنے کا مشورہ دیا۔ اوس وقت سے شاہ آزاد نے فارسی غزل کہنی شروع کی اور حضرت باقر قدس سرہٗ جب تک بقید حیات رہے اپنا کلام اصلاح کے لئے اون کی خدمت میں آرہ بھیجتے رہے۔ شاہ آزاد نہایت نازک خیال اور پختہ مغز

شاعر ہیں لیکن شاعری میں زیادہ وقت صرف نہیں کرتے۔ حضرت مولانا سید فضل رحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں مرید ہیں

خاندانی نسب نامہ کے متعلق شاہ عبدالعزیز آزاد صاحب سے مجھے چند نہایت مفید باتیں معلوم ہوئیں۔ چند سال ہوے وہ حج کے لئے مکہ معظمہ گئے تھے وہاں حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ایک نہایت متبحر عالم اور متقی بزرگ مولانا محمد سعید صاحب سے ملے اور اپنے شجرہ نسب کا مولانا کے شجرۂ نسب سے مقابلہ کیا جس سے اس امر کی مزید تصدیق ہوی کہ حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ کے مورث اعلیٰ حضرت قاضی شہاب الدین عبدالرحمٰن ثانی سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے۔

حضرت باقر کی شاعری

حضرت باقر کی فارسی تعلیم اور اون کی شاعری کی ابتدا

حضرت باقر قدس سرہ کی بسم اللہ خوانی کی رسم کے بعد اونہیں کلام اللہ شریف شروع کرایا گیا۔ جب اس کو وہ ختم کرچکے فارسی پڑھانے کے لئے ایک استاد کے حوالہ کئے گئے اوس وقت کے رواج کے مطابق اونہیں کریما۔ مامقیماں۔ آمدنامہ۔ خالق باری پڑھا کر گلستاں کا آٹھواں باب پڑھایا گیا۔ خلاق عالم جلت قدرتہ نے بدو فطرت سے ان کو نہایت ذہین اور قوی الحافظہ پیدا کیا تھا اور فارسی زبان کے ساتھ مناسبت تامہ مرحمت فرمادی تھی اس لئے صرف گلستاں کا آٹھواں باب پڑھتے ہی اون کے بزرگوں نے احساس کیا کہ اونہیں فارسی میں اس قدر مہارت ہوچکی ہے کہ عربی صرف و نحو کی ابتدائی درسی کتابیں (میزان، منشعب، پنج گنج، صرف میر، نحو میر وغیرہ) جو فارسی زبان میں ہیں پڑھ سکتے اور سمجھ سکتے ہیں۔ چونکہ خطہ بہار کے شرفا کے خاندانوں میں بچوں کی تعلیم میں زیادہ تر توجہ عربی کی جانب کی جاتی تھی اور فارسی ایک محض ضمنی چیز خیال کیجاتی تھی اس لئے حضرت باقر کا فارسی کا درس ملتوی کرادیا گیا اور عربی کی تعلیم شروع کرائی گئی۔ تیرہ چودہ سال کی عمر تک وہ عربی نصاب کی کتابیں پڑھتے رہے اور فنون سپہ گری سیکھتے رہے۔ لیکن فارسی زبان اور فارسی شاعری کا جوہر اون کی خمیر میں تھا اس لئے وہ اس کی جانب سے غافل نہیں رہے بلکہ فرصت کے وقت بطور خود صرف لغت کی دو تین کتابوں کی مدد سے اونہوں نے فارسی درسی کتابوں (بوستاں یوسف زلیخا۔ سکندر نامہ۔ قصاید عرفی۔ اخلاق محسنی۔ انوار سہیلی۔ مینا بازار سہ نثر ظہوری وغیرہ)

اور انشا کی چند کتابوں کا مطالعہ نہایت غور و فکر اور سمجھ کے ساتھ کرلیا۔ فارسی تعلیم کے متعلق جب کبھی کسی نے اون سے دریافت کیا تو ہمیشہ یہی فرمایا "ہم نے استاد سے صرف گلستان کا آٹھواں باب پڑھا اسکے بعد فارسی زبان میں جو کچھ حاصل کیا وہ صرف کتابوں کا مطالعہ کرکے حاصل کیا اور کسی استاد سے کبھی کوئی امداد نہیں لی" تیرہ چودہ سال کی عمر میں عربی صرف و نحو کی کتابیں ختم کیں اور منطق اور فقہ کی ابتدا کی چند کتابیں پڑھ لی تھیں اور بہت اچھی استعداد پیدا کرلی تھی بعض وجوہ سے اوس وقت عربی کی تعلیم ملتوی ہوگئی اور اونہیں فارسی کی جانب پوری توجہ کرنے کا موقع ملا۔ اوس زمانہ میں فارسی کا عام رواج تھا۔ یہاں تک کہ سرکاری دفاتر کی زبان بھی فارسی ہی تھی خطۂ بہار میں جس طرح علم کی جانب لوگوں کو رغبت تھی فارسی کی زباندانی اور شاعری کی جانب بھی شرفا کو عموماً دلچسپی تھی۔ کتابیں ابھی تک بہت کم طبع ہوئی تھیں لیکن شرفا کے خاندانوں میں علمی کتابوں کے علاوہ فارسی نظم و نثر کی قلمی کتابوں کے ذخائر بھی جابجا موجود تھے۔ حضرت باقر کے گھر میں بھی بزرگوں کے وقت سے ایک بڑا عالمانہ کتابخانہ محفوظ چلا آرہا تھا جسمیں آئے دن اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ اون کے والد حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ جب لکھنؤ سے بیربگہہ واپس آئے تو اپنے ہمراہ مختلف علوم کی اور فارسی نظم و نثر کی بہت سی کتابیں ہمراہ لائے تھے۔ چونکہ فارسی نظم و نثر کا بہت بڑا سرمایہ گھر ہی میں موجود تھا اس لئے کتابوں کو باہر سے تلاش اور فراہم کرنے کی اونہیں بہت کم ضرورت پیش آئی۔ اونھوں نے پہلے فارسی لغت کی متعدد کتابوں کو دو دو تین تین بار غور سے پڑھا اور مستحضر کیا۔ اوس کے ساتھ فارسی کی صرف و نحو اور فارسی اور عربی کے عروض و قوافی اور صنائع اور بدائع کی بہت سی کتابیں بغور پڑھیں اور ان فنون پر پوری طرح حاوی ہوے۔ اس کے بعد اونھوں نے شعرا کی مثنویات قصاید اور دواوین کی جانب توجہ کی اور صدہا کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ایک مجلس میں جسمیں میں موجود تھا اثنائے گفتگو میں

اونھوں نے ایک صاحب کے دریافت پر فرمایا کہ "ایرانی نژاد شعرا میں جن کا کلام ہندوستان آچکا ہے اور ہندی نژاد فارسی گو شعرا میں شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہوگا جس کا دیوان میری نظر سے نہ گزرا ہو" ان کتابوں کو مطالعہ کرتے وقت وہ فارسی الفاظ کی ترکیبوں اور اون کے طرز استعمال کو اور اس زبان کے محاورات اور شعرا کے اسالیب بیاں کو نہایت غور و خوض سے دیکھا کرتے تھے اور جس شاعر کا دیوان وہ مطالعہ کرتے اوسمیں خاص طور پر غور سے یہ دیکھتے کہ اوس کی زبان۔ اوس کے اسالیب بیان۔ الفاظ کی نشست۔ محاورات کے استعمال اور شاعرانہ خیالات اور ان خیالات کے ادا کرنے میں وہ کون کون سی خاص باتیں ہیں جو اوس شاعر کو دوسرے شعرا سے ممتاز کرتی ہیں۔ ظاہر ہے حضرت باقر جیسے فارسی زبان اور فارسی شاعری کے ساتھ نہایت قوی فطری مناسبت رکھنے والے ذہین اور قوی الحافظہ شخص نے جب اس قدر غور اور خوض کے ساتھ اتنی کثیر تعداد میں متقدمین متوسطین اور متاخرین شعرا کے مثنویات قصاید اور دواوین کا مطالعہ کیا ہو تو اوس کی فارسی دانی اور فارسی شاعری کے متعلق وسعت معلومات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ہزارہا اشعار اون کو یاد تھے اور جب موقع پیش آتا بلا خوض و تامل کسی خاص مضمون کے بہت سے اشعار پڑھ دیتے تھے۔ اہل ذوق حضرات کی صحبت میں اثنائے گفتگو میں اعجاز خسروی کی صفحہ کی صفحہ عبارت اپنی یاد سے پڑھ کر سنا دیتے تھے

اون کا خاندانی کتابخانہ جس کا ذکر کیا گیا باقی نہیں رہا۔ بیربگہہ کے مکان میں ایک بار آگ لگ گئی اور سارا مکان اور مکمل اثاثہ اور سارا کتابخانہ جلکر خاکستر ہوگیا۔ چونکہ اونہیں کتابوں کے مطالعہ کا شوق رہا اس لئے جوں جوں اونہیں کتابیں ملتی گئیں وہ خریدتے گئے اور از سر نو ایک کتابخانہ جمع کرلیا تھا۔

حضرت باقر کی شاعری کی شہرت۔ اون کا دیوان اور اون کو ملک الشعراء کا خطاب

فطری رجحان کے باعث حضرت باقر بہت کم عمری ہی میں شعر موزوں کرنے لگے تھے۔ اس کا ملکہ جلد جلد زیادہ راسخ ہوتا گیا۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں فارسی زبان اور اوس کے لغات و محاورات سے وہ اچھی طرح ماہر ہو چکے تھے اور تعداد کثیر میں شعرا کے دواوین کا بالاستیعاب مطالعہ کر چکے تھے۔ صنایع و بدایع اور عروض و قوافی کے فنون پر خوب حاوی ہو گئے تھے اس لئے اوس کم عمری ہی میں وہ جو کچھ کہتے تھے زبان اور اصول شاعری کی حیثیت سے نہایت صحیح کہتے تھے اور شاعرانہ اعتبار سے بھی اون کا کلام بلند پایہ ہوا کرتا تھا۔ اون کی شعر گوئی کی شہرت بہت جلد اطراف و جوانب میں پھیل گئی اور قطعات تاریخ اور دعوتوں کے منظوم رقعوں کی اون کے پاس فرمایشیں آنے لگیں۔ اون کی مشق جلد جلد بڑھتی ہی گئی یہاں تک کہ پچیس چھبیس سال کی عمر میں وہ تمام صوبۂ بہار میں فارسی کے نہایت ممتاز شاعر تسلیم کر لئے گئے۔ ۱۲۷۵ھ میں مرید ہو کر اونھوں نے اپنے پیر کی منقبت میں اکیسو چھ (۱۰۶) شعروں کا قصیدہ کہا (دیوان باقر صفحہ ۲-۸) جسکو دیکھ کر اہل نظر قصیدہ گوئی میں اون کے کمال شاعری کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

مولوی خواجہ سیّد محمد فخر الدین حسین المتخلص بہ سخنؔ دہلوی مرحوم حضرت غالب کے رشتہ میں نواسے اور اردو اور فارسی شاعری میں اون کے شاگرد تھے غدر سے کچھ پہلے دہلی سے لکھنؤ چلے آئے تھے اور غدر کے فرو ہونے کے بعد وہ لکھنؤ سے آرہ آکر اپنے عزیزوں کے پاس جو پندرہ بیس سال پیشتر سے وہاں مقیم تھے ٹھہرے اور وکالت شروع کی۔ حضرت باقر سے بہت جلد دوستی ہو گئی اور اون کے ہمراہ وہ بھی حضرت شاہ قیام اصدق چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہو گئے۔ رفسانۂ عجائب کے طرز پر اونھوں نے ایک کتاب موسوم بہ سروش سخن لکھی اور

۱۲۷۶ھ میں مطبع نولکشور میں طبع کرائی۔ حضرت باقر نے ایک قطعہ تاریخ لکھکر دیا جو اوس کتاب کے ساتھ طبع ہوا (دیوان باقر صفحہ ۲۷۶-۲۷۷)۔ اس کتاب کے "خاتمہ" میں حضرت سخنؔ نے اپنے چند خاص خاص دوستوں کا کچھ مختصر حال بھی تحریر کیا۔ حضرت باقر کے متعلق اونہوں نے لکھا:-

"جناب مستغنی الالقاب مخدومی سیّد باقر علی صاحب جن کو ہمارے حضرت ہادی پیر و مرشد مدظلال جلالہ کے حضور سے ملک الشعرا کا خطاب ہے واقعی ایک ایک شعر اون کا فرد ہے کلام میں انتہائی شوخی اور درد ہے دیوان منتخب ہے لاجواب ہے فضل خدا سے ہمت مردانہ رکھتے ہیں وہ کمترین سے محبت برادرانہ رکھتے ہیں کمال عنایت فرماتے ہیں.........."

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ ۱۲۷۶ھ سے پہلے اپنے شباب اور جوانی کے کلام کو مرتب کر کے حضرت باقر نے ایک دیوان مدون کر لیا تھا۔ دوسرے یہ کہ اس سال میں یا اس کے پہلے ہی حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق چشتی قدس سرہ جیسے مبصر اور سخن شناس بزرگ نے جن کا شعر فہمی میں اوس وقت دور دور تک کوئی شخص مثل نہیں تھا اونہیں ملک الشعرا کا خطاب دیا۔ اور کیا عجب ہے کہ اوسی دیوان کو ملاحظہ فرما کر اونھوں نے حضرت باقر کو یہ خطاب دیا ہو۔

مرزا غالب علیہ الرحمہ سے حضرت باقر کا شاعری میں تلمذ

حضرت باقر علیہ الرحمہ نے جسطرح فارسی ادب اور فارسی زبان کے حاصل کرنے میں کسی کی شاگردی نہیں کی اوسی طرح اٹھائیس سال کی عمر تک شاعری میں بھی اونھوں نے کسی سے

تلمذ اختیار نہیں کیا۔ اپنے استاذہ سے وہ بہت محبت رکھتے تھے اور جن کی جن کی اونھوں نے شاگردی کی (مثلاً میر کریم اللہ صاحب۔ مولانا مہدی حسن صاحب۔ منشی واصل حسین صاحب وغیرہم) اون کا ذکر خیر وہ تمام عمر کرتے رہے لیکن شاعری میں (حضرت غالب کے سوا) کبھی کسی استاد کا ذکر نہیں کیا اور نہ اون کے دوستوں اور ہمعمر بزرگوں میں سے کسی سے میں نے اون کے کسی استاد کا نام سنا۔ واقعہ یہ ہے کہ خطۂ بہار میں گو اوس وقت بڑے بڑے کہنہ مشق فارسی گو شعرا موجود تھے لیکن خود وہ سب لوگ باوجود حضرت باقر کی کم عمری کے اون کی فارسی دانی اور فارسی گوئی کے گرویدہ تھے۔ اس لئے اون کو کوئی ایسا بلند پایہ فارسی گو شاعر ملا ہی نہیں جس سے وہ تلمذ اختیار کر سکتے لیکن جس علم و فن کو اونھوں نے حاصل کیا تھا اوس میں کسی قسم کی خامی کا باقی رہنا وہ فطرتاً گوارا نہیں کر سکتے تھے اس لئے اہل کمال کے وہ ہمیشہ جویا رہے اور جس فن کا کامل استاد انہیں جب ملا۔ اوس سے استفادہ کرنے میں اونھوں نے تامل نہیں کیا چنانچہ جب اون کی عمر پچاس سال کی ہو چکی تھی امراو خانصاحب مرحوم و مغفور سے اون کی ملاقات ہوی اور اون سے بندوق بازی کے فن کی تکمیل کی۔

تقریباً اٹھائیس سال کی عمر تک حضرت باقر نے شاعری میں کسی سے تلمذ اختیار نہیں کیا۔ اون میں جو جو خامیاں ہوں گی اون کا احساس اونہیں فطرتاً ضرور ہوتا ہوگا اور اوسی فطرت کے تقاضا سے اون کا دل کسی ایسے باکمال شاعر سے ملنے کا متمنی رہتا ہوگا جس کے سامنے وہ زانوئے شاگردی تہ کر سکتے اور اون خامیوں کو دور کر سکتے۔ مجھے اون سے دریافت کرنے کا موقع نہیں ملا کہ حضرت غالب سے تلمذ اختیار کرنے کے اسباب کیا ہوے اور تلمذ کی ابتدا کب ہوی۔ اس دیوان کو جب میں ترتیب دیرہا تھا دو تین صاحبوں سے جنسے صحیح کیفیت کے معلوم ہونے کی امید ہو سکتی تھی (مثلاً حضرت شاہ ظہور الحق صاحب قدس سرہٗ) دریافت کیا لیکن کسی سے

صحیح کیفیت معلوم نہیں ہو سکی۔ یہ امر تو یقینی ہے کہ ۱۲۷۵ھ تک اونھوں نے حضرت غالب کی جانب رجوع نہیں کیا تھا ورنہ مولوی خواجہ فخر الدین حسین صاحب سخن دہلوی مرحوم سروش سخن کے "خاتمہ" میں حضرت باقر کے حالات میں اس کا ذکر بھی ضرور کرتے۔ خواجہ صاحب سے حضرت باقر کی ملاقات ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۸ع) میں شروع ہوی اوس وقت تک حضرت غالب کی تصنیفیں شائع نہیں ہوی تھیں لیکن خواجہ صاحب اون کے عزیز اور شاگرد تھے اس لئے استاد کی تصانیف کے نقلیں اون کے پاس تھیں اور جب آرہ آئے اپنے ہمراہ لائے تھے۔ ۱۲۷۴ھ یا ۱۲۷۵ھ میں حضرت باقر کو خواجہ صاحب سے حضرت غالب کی مہر نیمروز اور دستنبو ملی اور نظر سے گزری۔ اوسی زمانہ میں اونھوں نے خواجہ صاحب کے پاس غالب کے اردو اور فارسی کلام کا ایک مجموعہ بھی دیکھا (کلیات نظم غالب فارسی ابھی شائع نہیں ہوی تھی) اور ۱۲۷۶ھ میں قاطع برہان شائع ہوی اور اون کے مطالعہ میں آئی۔ حضرت باقر چونکہ خود صاحب نظر اور صاحب بصیرت اور فارسی زبان کے ماہر اور بلند پایہ شاعر تھے ان کتابوں اور نظموں کے مجموعہ کے مطالعہ سے حضرت غالب کی فارسی دانی اور شاعری کی عظمت اون کے دل میں پیدا ہو گئی اور اونھوں نے سمجھ لیا کہ اون کی استادی کے لئے اگر کوئی شخص اہل ہے تو وہ مرزا اسد اللہ خاں غالب ہی ہیں۔ اون سے خط و کتابت شروع کی اور اجازت ملنے کے بعد اپنی غزلیں اون کی خدمت میں اصلاح کے لئے بھیجنی شروع کیں۔ یہ واقعہ بظن غالب ۱۲۷۶ھ کا ہے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت باقر کی ایک بیاض جو دستبرد زمانہ سے محفوظ رہی میرے پاس ہے اوس کے اول صفحہ پر اونھوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور نحمدہ و نصلی لکھ کر پنج آہنگ کے دیباچہ کے ابتدا کی چند سطر عبارت نقل کی ہے۔ اوس کے نیچے تھوڑی جگہ چھوڑ کر بطور یادداشت کے لکھا ہے:۔

"در بلدہ دہلی بمحلہ بلی ماراں قریب چاندنی چوک رسیدہ بحضرت نجم الدولہ دبیر الملک

نواب اسد اللہ خاں نظام جنگ غالب تخلص عرف مرزا نوشتہ ڈاک روانہ نمودہ شد۔"

حضرت غالب کے پورے خطابات اور اون کی سکونت کا پورا پتہ لکھا گیا ہے اس لئے یقیناً یہ پہلی ڈاک تھی جو حضرت باقر نے اون کی خدمت میں روانہ کی اور چونکہ یہ بیاض اونہوں نے ۱۲۶۷ھ میں مجلد کرائی تھی اور یہ عبارت اوس کے اول ہی صفحہ پر ہے اس لئے حضرت غالب سے اون کی مراسلت کی ابتدا بھی یقیناً اوسی سال میں ہوی۔

حضرت مرزا غالب کو بھی شاید اوس وقت تک فارسی زبان کا ایسا محقق اور ایسا بلند پایہ شاعر شاگردی کے لئے کم ملا تھا۔ اون کی فارسی دانی اور شاعری اور فارسی زبان کی جزئیات پر اون کی وسعت نظر کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور اون کی شاگردی پر فخر و مباہات کا اظہار کیا۔ حضرت باقر کے کلام میں ردّو بدل اور اصلاح کی ضرورت کم ہوا کرتی تھی تاہم جہاں ضرورت ہوتی تھی حضرت غالب اصلاح کر کے غزلیں اون کے پاس واپس کر دیا کرتے تھے۔ حضرت باقر نے برسبیل تذکرہ ایک بار مجھ سے فرمایا کہ سال ڈیڑہ سال تک خط و کتابت کے بعد میں نے ایک غزل کہی اور اوستاد کے خدمت مین بھیجی اونہوں نے اس غزل کو بغیر کسی صلاح کے واپس فرمایا اور اپنے خط کے پورے ایک صفحہ مین اوس کی تعریف لکھ کر لکھا کہ اگر تم خود کو میرا شاگرد خیال کرتے ہو تو تمہاری شاگردی پر میں جس قدر فخر کروں کم ہے۔ مبدء فیاض نے تم کو شاعری کا ایسا جوہر عطا کیا ہے اور فارسی زبان کے ساتھ تم کو ایسی مناسبت دی ہے اور مطالعہ اور غور و فکر سے اس زبان کے محاورات و نکات پر تم اس قدر حاوی ہو چکے ہو کہ تمہارے کلام کو اصلاح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ کو اوس زمانہ میں حضرت باقر سے تلمذ تھا اور اون کے

ہمراہ آرہ میں رہتے تھے۔ مجھ سے اونھوں نے حضرت باقر اور حضرت غالب کے باہم مراسلت کا متعدد بار تذکرہ کیا اور فرمایا کہ تقریباً ہر خط میں حضرت غالب اون کی فارسی دانی اور شاعری کی تعریف ہی لکھا کرتے تھے۔ شمس العلما نواب سید امداد امام بہادر المتخلص بہ اثر مرحوم نے ایک مرتبہ اثنائے گفتگو میں مجھ سے فرمایا۔ "ہم نے آرہ میں حضرت (باقر) کی سات سال صحبت اوٹھائی اور اون سے تلمذ رکھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مرزا غالب سے اون کی خط و کتابت جاری تھی۔ اون کے جو خطوط حضرت (باقر) کے پاس آتے تھے میں بھی پڑھ لیا کرتا تھا۔ حضرت (باقر) نے ایک مرتبہ ایک غزل کہی جس کا ردیف و قافیہ 'اثرے نیست کہ نیست' 'خبرے نیست کہ نیست' تھا اور مرزا غالب کے پاس بھیجی۔ جواب میں مرزا نے وہ غزل بجنسہٖ بغیر کسی اصلاح کے واپس کی اور اپنے خط کے پورے ایک صفحہ میں اوس کی بہت تعریف لکھی اور لکھا کہ اب تم کو مجھ سے اصلاح کی ضرورت نہیں اور تمہاری شاگردی پر مجھے فخر ہے" (یہ وہی غزل ہے جس کا ذکر حضرت باقر نے مجھ سے کیا تھا اور جس کی کیفیت اس سے اوپر کے فقرہ میں لکھی گئی ہے) اوس وقت کی گفتگو میں شمس العلما مرحوم نے اپنی ایک رائے کا بھی اس طرح اظہار کیا۔ "حضرت (باقر) کا اپنی غزلوں کو اصلاح کے لئے مرزا غالب کے پاس بھیجنا مجھے بے سُود معلوم ہوتا تھا اور پسند نہیں آتا تھا اس لئے کہ فارسی گوئی اور شاعری دونوں اعتبار سے میں اونھیں مرزا غالب سے کم نہیں پاتا تھا اور اون کے کلام میں جو درد اور اثر ہوتا تھا وہ مرزا کے کلام میں نہیں پایا جاتا تھا لیکن چونکہ ادب مانع تھا اس لئے حضرت سے میں کچھ عرض نہیں کر سکتا تھا۔" مجھے بھی ادب مانع ہوا اس لئے حضرت شمس العلما مرحوم سے میں اونسے اس خیال کی توضیح نہیں کرا سکا۔ اس کے کچھ دنوں بعد میں ایک وقت یادگار غالب دیکھ رہا تھا اوس میں مولانا حالی مرحوم و مغفور کی یہ تحریر نظر آئی:- .... اون کے (حضرت غالب کے) عاشقانہ اشعار میں باوجود

کمال جزالت اور متانت کے وہ گرمی اور تاثیر جو شعر کی جان اور غزل کا ایمان ہے عام طور پر نہیں پائی جاتی"۔

خلاصہ یہ کہ حضرت باقر نے ۱۲۷۶ھ میں مرزا غالب علیہ الرحمہ سے خط و کتابت کے ذریعہ تلمذ کا آغاز کیا اور استاد کی آخر عمر تک مراسلت کا سلسلہ جاری رکھا۔ آخر عمر میں حضرت مرزا بہت معذور ہو گئے تھے تاہم انتقال سے کچھ پیشتر تک اون کے خطوط کا جواب دیتے رہے۔ ان دونوں بزرگوں میں باہم ملاقات کبھی نہیں ہوی۔ حضرت باقر نے اون سے جو کچھ استفادہ کیا وہ صرف خط و کتابت کے ذریعہ کیا۔ استاد کے انتقال کا (۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ ۱۵ فروری ۱۸۶۹ع) اونھیں بیحد رنج ہوا۔ استاد کی محبت اون کے دل میں ہمیشہ باقی رہی اور اون سے اپنے تلمذ پر تمام عمر فخر کرتے رہے اور جب تک زندہ رہے استاد کی صفت و ثنا بیان کرتے ہی رہے اور اپنی شاعری کے کمال کو اونھیں کے فیضان کا نتیجہ خیال کرتے رہے۔ دیوان باقر سے چند اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں:۔

ہمچو غالب در جہاں تک نکتہ سنجے برنخاست	من فدائے لطف او باقر کہ استادِ من است
ہست ز فیضِ نظرِ حضرت غالب باقر	شورِ نظمِ تو کہ در ملکِ جہاں افتادہ است
باقر از شکرانۂ این کے تواں آمد بروں	کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالی کردہ است
باقرا برخیز و برخواں پیش او از گفتہ ات	از پئے اصلاح روحِ غالب استاد آمدہ
کجا شد غالبِ شیریں نوا باقر کہ آہ اکنوں	صدا زاں طوطیِ ہند خوش الحانم نمی آید

آخر کا شعر جس غزل کا مقطع ہے ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۳ع) میں کہی گئی جب حضرت غالب کو رحلت کئے چوبیس پچیس سال گزر چکے تھے۔ اس امتداد زمانہ پر بھی شاگرد کے دل میں مرحوم استاد کی کسقدر محبت باقی تھی جس نے اون کے قلم سے یہ درد بھرا ہوا شعر لکھوایا۔

حضرت باقر کا کلام جو ضائع ہوا اور جو دستبرد زمانہ سے محفوظ رہا

شاعری کے لئے اطمینان اور فرصت اور یکسوئی کی ضرورت ہے۔ معدودے چند کے سوا جتنے بڑے بڑے شعرا گزرے ہیں اون کو تمام عمر شاعری کے سوا دوسرا کوئی مشغلہ نہیں رہا۔ شاعر کی حوصلہ افزائی اور ولولہ انگیزی کے لئے ذوق سلیم رکھنے والے ذی علم سخن فہم احباب کے صحبت کی بھی ضرورت ہے تاکہ وہ اوس کے کلام کے نقائص سے بھی لطیف پیرایہ میں اوس کو آگاہ کرتے رہیں۔

حضرت باقر کو ستائیس سال کی عمر تک علوم و فنون کی تحصیل اور شاعری کے سوا دوسرا مشغلہ نہیں رہا۔ گیا اور پٹنہ میں اوس وقت تک فارسی گو شعرا اور خوش فہم بزرگوں کی کمی نہیں تھی اس لئے اونھیں ان ارباب فضل کی صحبت بھی حاصل رہی اور اونکی صحبتوں میں اون کا حوصلہ بڑھتا گیا اور شاعری کا پایہ بلند ہوتا گیا۔ یہ حالت ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۸ع) تک قایم رہی۔ اس کے بعد اون کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا۔ اس سال وہ پیر بگہہ اور گیا سے آرہ چلے آئے ۱۲۷۵ھ میں اونھیں سرکاری ملازمت قبول کرنی پڑی اور تقریباً اوسی زمانہ میں وہ مرید بھی ہو گئے اور باطنی اشغال میں مصروف ہوئے۔ اون کا دن کارہائے سرکاری کے انصرام میں اور رات کا وقت ذکر و شغل مراقبہ و مجاہدہ میں صرف ہونے لگا۔ جو کچھ وقت ملتا اوس کو اون کے دوست و احباب لے لیتے۔ آرہ میں فارسی شاعری کا چرچا بالکل نہیں تھا اور سادات بلگرام کے خاندان کے چند بزرگوں کے سوا فارسی شاعری سے کسی کو دلچسپی بھی نہیں تھی اس لئے اون کے ہم مذاق لوگوں کی صحبت بھی باقی نہیں رہی۔ مختصر یہ کہ شاعر کو ولولہ انگیزی اور فارغ البالی سے شاعری کے جانب متوجہ رہنے کے لئے جس ماحول کی ضرورت ہے وہ کچھ باقی نہ رہا۔ لیکن تقاضائے فطرت کو

کیا کیا جائے۔ شاعری حضرت باقر کی نہایت ہی قوی فطری صفت تھی اور اوس کا ملکہ اون میں راسخ ہوچکا تھا۔ اطمینان اور فرصت کے ساتھ بیٹھ کر اور سوچ سوچ کر شعر کہنے کا اونہیں موقع نہیں رہا تھا لیکن تقاضائے فطرت سے معانی اور مضامین کی اون کے قلب پر یورش ہوتی رہتی تھی اور اون کو موزوں کرنے پر وہ مجبور ہو جاتے تھے۔ اوس وقت اگر اون کی بیاض پاس ہوتی اوس میں لکھ لیتے تھے اگر نہ رہی تو جو کتاب سامنے موجود ہوتی اوس کے جلد میں یا حاشیہ پر لکھ دیتے تھے اور اگر کوئی کتاب بھی موجود نہ رہی تو کاغذ کا پرچہ جیسا بھی اونہیں اوس وقت مل جاتا اوس پر قلمبند کر لیتے اور ویسے ہی چھوڑ دیتے اور بیاض میں نقل کرنے کا کبھی خیال نہیں کرتے۔

جو شخص شاعری کو اپنی زندگی کا مقصد اور پیشہ نہیں بناتا بلکہ اوس کو محض تقاضائے فطرت کے باعث اختیار کرتا ہے ظاہر ہے کہ اوس کو کلام کے حفاظت کی چنداں پروا بھی نہیں ہوتی۔ حضرت باقر نے اپنے کلام کو بالقصد ضائع ہونے نہیں دیا لیکن اوس کی حفاظت کی جانب بھی اونھوں نے توجہ نہیں کی اور اس بے توجہی کی بدولت اون کے کلام کا بہت زیادہ حصہ تلف ہو گیا۔ مولوی خواجہ سید فخرالدین حسین صاحب سخن دہلوی مرحوم نے سروش سخن کے "خاتمہ" میں اون کے جس دیوان کا ذکر کیا ہے کہ "ایک ایک شعر اون کا فرد ہے کلام میں انتہائی شوخی اور درد ہے دیوان انتخاب ہے لاجواب ہے......" اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کیا ہوا۔ خود اُنہوں نے اس کا کوئی ذکر کبھی کسی کے سامنے نہیں کیا اون کے زمانۂ حیات میں مجھے سروش سخن کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا ورنہ اوس کتاب سے جب مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اونھوں نے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا میں اوس کے متعلق اون سے ضرور دریافت کرتا۔ اب صرف یہی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ پیر بگہ کے مکان میں جب آتش زدگی ہوئی اوس وقت تمام سامان اور سارے کتابخانے کے ساتھ یہ دیوان بھی جل گیا۔

۱۲۷۶ھ میں حضرت باقر نے دس جزو سادہ کاغذ کی ایک بیاض بنائی اور بطور کشکول کے کام میں لائے۔ فقہی مسائل میں اون سے فتوے پوچھے جاتے تھے۔ اون فتوؤں میں سے چند ان میں نقل کئے گئے ہیں۔ تفسیر یا تصوف کی کسی کتاب کے مطالعہ کے وقت اگر اوس میں کوئی مضمون اونہیں بہت پسند آتا اور اوس وقت یہ بیاض پاس ہوتی اوسمیں نقل کر لیا کرتے تھے۔ اون مضامین کا نہایت لطیف اور دلچسپ مجموعہ اسمیں مہیا ہو گیا ہے۔ ان سب کے علاوہ اوس بیاض میں اونہوں نے اپنا کچھ کلام بھی قلمبند کیا ہے۔ اواخر ۱۲۹۸ھ میں یہ بیاض بالکل بھر گئی اور اوس میں زیادہ لکھنے کی گنجایش نہیں رہی۔ اس بائیس سال کی مدت کا اون کا جو کچھ کلام مجھے اس بیاض کے اندر مل سکا وہ صرف ایک قصیدہ (جو پیر کی منقبت میں لکھا گیا ہے)۔ ترانوے (۹۳) غزلیں۔ چودہ (۱۴) قطعات اور تین رباعیاں ہیں۔ اس طویل مدت میں اونھوں نے بہت کچھ کہا ہوگا لیکن اس بیاض میں اوسی قدر قلمبند ہوا اور محفوظ رہا بقیہ سب جو کاغذ کے پرچوں پر لکھا گیا تلف ہو گیا۔

سب سے زیادہ جن کے تلف ہونے کا افسوس ہے وہ حضرت غالب کے خطوط اور اون کی اصلاح کردہ غزلیں تھیں۔ شاگرد اور استاد میں آٹھ سال کی مدت میں بہت کچھ خط و کتابت ہوئی ہوگی مگر نہ تو حضرت غالب کا کوئی خط محفوظ رہا اور نہ اون غزلوں میں سے کوئی غزل محفوظ رہی جو اون نظر سے گذر کر واپس آئی تھیں یہاں تک کہ وہ معرکۃ الآرا غزل بھی جس کا ذکر شمس العلما نواب سید امداد امام مرحوم نے اور خود حضرت باقر نے مجھ سے کیا تھا ضائع ہو گئی۔ ان خطوط اور غزلوں کے متعلق میں نے ایک بار اون سے دریافت کیا۔ اس سوال پر وہ متاسف اور افسردہ ہو گئے اور تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ کچھ تو بعض لوگ مجھ سے مانگ کر لے گئے اور پھر واپس نہیں کیا اور جو کچھ باقی رہا تھا وہ پیر بگہ کے مکان میں صندوق کے

اندر تھا جب چوری ہوی وہ صندوق اور اوس کے اندر جو کچھ تھا سب ضایع ہوگیا۔ واقعہ یہ ہوا
کہ آرہ میں ابتدائے قیام کے وقت سے اون کے پاس ایک صندوق تھا جسمیں وہ اپنے کاغذات
رکھا کرتے تھے اور کاغذ کے وہ پرچے بھی جن پر اپنا کلام لکھا کرتے تھے اوس میں رکھ دیا کرتے تھے
جہاں جہاں اون کا تبادلہ ہوا وہاں یہ صندوق بھی اون کے ہمراہ گیا۔ آخر میں اون کے پاس
گیا میں رہا۔ جب ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۹ء) میں اون کو پنشن ہوی وہ آرہ چلے آئے اور پیر بگہ کے مکان میں
کچھ سامان اور بہت سی کتابیں اور وہ صندوق چھوڑ آئے۔ بعض دنی الطبع شریر النفس لوگ اون کو
تکلیف پہنچاتے ہی رہتے تھے۔ اونہیں آرہ آکر تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ ان لوگون نے اوس
مکان کا قفل توڑا اور سب سامان لے گئے۔ کتابیں سب ضائع ہوئیں اور اس صندوق میں کاغذات
کا جس قدر سرمایہ تھا سب تلف ہوگیا۔ مولوی شاہ عبد العزیز صاحب آزاد مجھ سے فرماتے تھے
کہ ایک بنئے کے دوکان سے کچھ خریدتے وقت ردی کاغذوں کے انبار میں حضرت باقر کا لکھا
ہوا ایک کاغذ دیکھا جب غور کیا تو اون کی غزل معلوم ہوی۔ تلاش کے بعد اون ردی کاغذون
میں سے اون کی چار غزلیں نکلیں۔ حضرت باقر جب گیا آئے اونہیں دکھایا اونھوں نے فرمایا
کہ ایک وقت میں نے پے در پے چالیس غزلیں کہی تھیں اور اوس صندوق میں جو تلف ہوا
رکھدی تھیں اونہیں میں سے یہ بھی ہیں۔ اس امید پر کہ شاید حضرت شاہ ظہور الحق صاحب
قدس سرہ کے پاس سے کچھ مل سکے میں نے انھیں بھی لکھا اونہوں نے جواب دیا "ہمارے
پاس سب کچھ تیار تھا مرور زمانہ ضایع ہوگیا ورنہ جناب حضرت اخی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت باقر)
کا بہت کچھ حال لکھا ہوا تھا"۔

۱۳۰۶ھ میں حضرت باقر پنشن لیکر آرہ تشریف لائے اور مستقل طور پر وہاں سکونت پذیر
ہوے۔ ایک دوست نے اون سے وعدہ لیا کہ اب جو کچھ وہ کہیں اوس کی حفاظت کریں

اس وعدہ کی بنا پر اونھوں نے بڑی تقطیع کی دس جزو کی ایک بیاض منگوائی اور اپنا کلام اوسمیں
قلمبند کراتے رہے اوس کے بھر جانے کے بعد دوسری چھوٹی بیاض خریدی جب وہ بھی ختم
ہوگئی تو آخر عمر تک وہ اپنا کلام کاغذ کے پرچوں ہی پر لکھتے رہے۔

۱۳۱۲ھ سے حضرت باقر کی آنکھوں میں پانی آنا شروع ہوا دوسرے سال تک وہ
نوشت وخواند سے بالکل معذور ہوگئے۔ اون کے دو خدمتگاروں کے دو بچے اون کے
زیر پرورش تھے اور اون کے پاس رہا کرتے تھے۔ اوس وقت ان کی عمریں دس گیارہ سال
کی تھیں اور نہایت ابتدائی اردو کی تعلیم حاصل کی تھیں۔ اپنی معذوری کی وجہ سے اپنا کلام
وہ انہیں میں سے ایک سے لکھوالیا کرتے تھے اور جس وقت ان دونوں میں سے کوئی بھی
موجود نہیں ہوتا تو بیاض میں یا کاغذ کے پرچہ پر خود ہی انداز سے لکھ لیتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ:۔

(۱) ابتدائے شباب سے ۱۲۷۴ھ تک کا حضرت باقر کا سارا کلام ضایع ہوگیا۔

(۲) ۱۲۷۵ھ سے ۱۲۹۸ھ تک اونھوں نے جو کچھ کہا اوسمیں مجھے صرف اوسیقدر ملا
جو اونھوں نے قدیم بیاض میں قلمبند کرلیا تھا۔

(۳) ۱۲۹۹ھ سے ۱۳۰۵ھ کے اواخر تک اونھوں نے جو کچھ کہا وہ سب بھی تلف
ہوگیا۔ اوس زمانہ کے کلام میں سے چار غزلیں اور ایک رباعی مجھے شاہ عبد العزیز صاحب آزاد
سے ملیں جو اونہیں بنئے کے دوکان کے ردی کاغذات میں ملی تھیں۔

(۴) ۱۳۰۶ھ کے بعد سے آخر عمر تک اونھوں نے آرہ کے قیام کے زمانہ میں جو کچھ کہا،
وہ زیادہ تر محفوظ رہا اور مجھے ملا۔ لیکن وہ پیر بگہ اور گیا بھی جاتے رہتے تھے۔ اور وہاں
پندرہ پندرہ بیس بیس روز قیام رہا کرتا تھا۔ ان مقامات کے قیام کے زمانہ میں اونھوں نے

جو کچھ کہا ہوگا وہ مجھے نہیں مل سکا۔ اسی آخر عہد کے کلام میں مجھے ایک غزل حضرت شاہ ظہور الحق صاحب سے اور ایک غزل اونکے بھائی حضرت شاہ جنود الحق صاحب سے ملی۔

حضرت باقر کے کلام کی ترتیب اور دیوان کی تدوین اور اوس میں شریک شدہ قصائد و غزلیات و دیگر اصناف کلام کی تعداد

حضرت باقر کی رحلت کے بعد مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد نے اون کے کلام کو ترتیب دیکر دیوان مرتب کرنے کا ارادہ کیا اور اون کی دوسری بیاض میں جسقدر غزلیں وغیرہ قلمبند کی گئی تھیں اونہیں ترتیب دیا لیکن بعض موانعات پیش آئے اور یہ کام تکمیل نہیں پا سکا۔ حضرت قدس سرہٗ کی رحلت سے چند سال کے بعد میں اون کی کتابیں اور بیاضیں اور جس قدر کاغذات آرہ میں مل سکے حیدرآباد دلے آیا لیکن یہ سب محفوظ رکھے رہے اور ملازمت کے مشاغل کے باعث اون کی جانب متوجہ ہونے کا موقع مجھے مطلق نہیں مل سکا۔ پنشن لیکر سرکاری خدمتوں سے سبکدوش ہونے کے دو ڈھائی سال کے بعد حق سبحانہ و تعالیٰ کی توفیق رفیق حال ہوی اور میں نے دیوان کی ترتیب شروع کی لیکن بیحد دقّتیں پیش آئیں۔ اون کا جس قدر کلام مجھے مل سکا اوس کا تقریباً تین حصہ اون کے آنکھوں سے معذور ہو جانے کے بعد کا تھا۔ اوسمیں اکثر اون کے ملازمین مرزا امجد علی مرحوم اور مرزا تصور حسین کے بچوں حیات حسین اور ابوالحسن کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا یہ دونوں لڑکے اردو کا املا بھی صحیح لکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے فارسی نظم کا صحیح لکھنا تو بہت دور تھا۔ اس کے علاوہ وہ دونوں بدخط بھی بہت تھے۔ آنکھوں سے معذوری کے زمانہ میں بروقت کاتب کے نہ ملنے کے باعث حضرت قدس سرہٗ نے جو کچھ خود اپنے دست مبارک سے لکھا وہ ظاہر ہے کہ کیسا ہوگا۔ ان اشعار کا (جو دستیاب شدہ کلام کا سہ ربع حصہ سے کم نہیں تھا) پڑھنا

تقریباً محال ہوگیا اور اس قدر دشواریاں لاحق ہوئیں کہ بار بار ہمت قاصر ہوگئی لیکن حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا فضل شامل حال تھا استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور رفتہ رفتہ سب کچھ پڑھ لیا گیا اور نقل کر لیا گیا۔ اور ترتیب دیکر دیوان بھی مدوّن کر لیا گیا۔

حضرت باقر قدس سرہٗ کا کلام جس قدر مجھے مل سکا اوس سے تقریباً دس حصہ سے زیادہ تلف ہو چکا تھا۔ بریں ہم جو کچھ دستیاب ہوا اوس سے متوسط حجم کا دیوان مرتب ہوگیا۔ اسمیں تین قصیدے۔ چار سو بائیس غزلیں۔ دو مخمس۔ چار رباعیاں۔ پینتیس ۳۵ قطعات اور ایک نثر عبارت شریک ہے۔ حروف خا۔ طا۔ عین اور فا کے ردیف کی کوئی غزل نہیں ملی۔ اور حروف ثا۔ جیم۔ ذال۔ صاد۔ ضاد۔ ظا اور کاف کی صرف ایک ایک ہی غزل ملی۔ اون کا جس قدر کلام مجھے ملا وہ سب اس دیوان میں شریک کیا گیا اور ایک شعر بھی نہیں چھوڑا گیا البتہ وہ اشعار جن کو اونھوں نے خود مسترد کر دیا تھا اور جن کی تعداد تیس ۳۰ پینتیس ۳۵ سے زیادہ نہیں ہے شریک نہیں کئے گئے۔ یہ سب اشعار اون غزلوں کے ہیں جو اون کی قدیم بیاض سے میں قلمبند پائی گئیں۔

اصناف کلام

مثنوی۔ حضرت باقر کی کوئی مثنوی مجھے نہیں ملی ۱۲۷۱ھ سے پہلے شاید اونہوں نے کوئی مثنوی لکھی ہو لیکن اوس کے بعد اونہوں نے اس کی جانب کبھی توجہ نہیں کی۔ اون کی شاعری کی کیفیت سے جو پہلے لکھی جا چکی ہے قیاس بھی یہی ہوتا ہے کہ اونھوں نے مثنوی لکھنے کا کبھی خیال نہیں کیا۔

قصاید۔ قصیدے مجھے صرف چار ملے جن میں دو مکمل تھے اور دو ناتمام۔ مکمل قصیدوں میں

ایک قصیدہ ایک سو چھ شعروں کا ہے جسے انہوں نے پیرو مرشد حضرت شاہ قیام اصدق رحمتہ اللہ علیہ کی منقبت میں کہا تھا ۔ یہ قصیدہ دیوان کے ابتدا میں شریک ہے ۔

دوسرا قصیدہ جو اس دیوان میں شریک ہے کاغذ کے ایک پرچہ پر اون کے ہاتھ کا لکھا ہوا ملا جس میں ایک جگہ درمیان میں بیاض چھوڑی گئی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ پینتیس شعروں کے لکھنے کے بعد اس کو انہوں نے ناتمام رکھدیا اور پھر اس کو تمام کرنے کے جانب متوجہ نہیں ہوے ۔ اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے ؎

من کیستم آں جوہر مرآت نظیرم کز شعشعۂ نور قدیم است خمیرم

اسی وزن اور اسی ردیف و قافیہ اور اسی طرز کا ایک قصیدہ عرفی کا بھی ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

من کیستم آں سالک کونین میسرم کز بیختہ جوہر قدس است خمیرم

اور شیخ علی حزیں نے بھی ایسا ہی ایک قصیدہ کہا ہے جس کا مطلع ہے ؎

آں طایر قدسم کہ چکد خون ز صفیرم با درد و غم عشق سرشتند خمیرم

معلوم ہوتا ہے کہ ان دو میں سے کوئی قصیدہ ان کے مطالعہ میں تھا کہ مضامین کی انکی قلب پر آمد ہوئی اور اس طرز پر قصیدہ لکھنا شروع کیا ۔ پینتیس ۳۵ اشعار لکھ کر اوس وقت موقوف کیا اور بعد میں (جیسی کہ ہون کی طبیعت تھی) اس کی تکمیل کی جانب متوجہ نہیں ہوے ۔

تیسرا قصیدہ اعلی حضرت غفران مکان آصف جاہ سادس حضرت میر محبوب علی خان رحمتہ اللہ علیہ کی مدح میں ہے لیکن یہ بھی ناتمام ہے ۔ سنہ ۱۹۰۰ء (سنہ ۱۳۱۷ھ و سنہ ۱۳۱۸ھ) میں ممالک آصفیہ کے مغربی اضلاع نہایت ہی شدید قحط میں مبتلا ہوے ۔ کارہائے قحط کے انتظام کے لیئے میں بیدر بھیجا گیا ۔ اس سال بارش اچھی ہوئی اور اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء میں کارہائے

قحط موقوف کردئے گئے ۔ مسٹر ڈنلاپ کمشنر قحط نے انگریزی میں رپورٹ لکھی اور اس کا اردو ترجمہ کرکے بھی شایع کرایا ۔ اس رپورٹ کے دیباچہ میں حضرت غفران مکان کا ایک شعر ؎

آصف کو جان و مال سے اپنے نہیں دریغ گر کام آئے خلق کی راحت کے واسطے

نقل کرکے بیان کیا گیا تھا کہ اس شعر میں جو ہدایت مضمر ہے اس کی پوری پابندی ہوئی اور جب تک قحط باقی رہا نہایت فراخ دلی سے رعایا کی پرورش کی گئی اور جب قحط ختم ہوا اون کو اون کے کیمپوں سے گھروں تک جانے کا خرچ دیا گیا اور کثیر اور وافر مقدار میں تقاوی بھی دیکر اون کی امداد کی گئی ۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں چندروز کی رخصت پر میں آرہ گیا ۔ مسٹر ڈنلاپ کی رپورٹ کا اردو ترجمہ اسی زمانہ میں شایع ہوا تھا اور اسی وقت مجھے ملا تھا اوس کو میں ہمراہ لیتا گیا ۔ آرہ پہنچکر جب حضرت علیہ الرحمہ کی قدمبوسی سے مشرف ہوا انہوں نے قحط کی کیفیت استفسار فرمائی ۔ میں نے کچھ زبانی عرض کیا اور رپورٹ کا دیباچہ اور جا بجا سے اوس کے دوسرے مضامین اونہیں پڑھ کر سنائے ۔ جب اونہیں معلوم ہوا کہ بادشاہ وقت کی فراخ دلی اور رعایا پروری کی بدولت لاکھوں آدمیوں کی جانیں معرض تلف میں آنے سے بچائی گئیں اور اون کی پرورش پر دو کرور سے زیادہ روپیہ بیدریغ صرف کردیا گیا اون کے دل پر بیحد اثر ہوا ۔ بہت دیر تک حیدرآباد کی سلطنت اور بادشاہ اور اون کی اولاد کو دعا دیتے رہے اور پھر اوسی حالت میں میرے نسبتی بھائی حافظ محمد سلیم صاحب کو بلایا اور حضرت غفران مکان کی مدح میں فی البدیہہ قصیدہ لکھوانا شروع کیا اور اوس وقت سترہ اشعار لکھوا کر بس کیا اون کا ارادہ اس قصیدہ کو کسی دوسرے وقت تکمیل کرنے کا ہوگا لیکن پھر اس کی جانب توجہ کرنے کا انہیں موقع نہیں ملا ۔ اوس وقت ان کے قلب پر اس قدر اثر تھا کہ شعرا کے اصول مقررہ کا بھی کچھ خیال نہیں کیا اور تشبیب اور گریز کو بالکل نظر انداز کرکے قصیدہ کو ممدوح کی

مدح سے شروع کردیا۔

چوتھا قصیدہ (جو دیوان میں شریک نہیں کیا گیا) جس میں ۷۵ شعر ہیں انہوں نے ۱۲۹۷ھ میں مولوی سیّد اقبال علی المتخلص بہ بحر کو اون کی فرمایش پر مہاراجہ بتیا کی مدح میں لکھ کر دیا تھا۔ سیّد اقبال علی صاحب قصبہ بہار کے رہنے والے تھے۔ بتیا کے راج اسکول میں مدرس تھے اور مہاراجہ کے یہاں بھی ان کا تعلق تھا اور اون کے دربار کے شاعر بھی تھے۔ مہاراجہ کی عمر اوس وقت ستر کے قریب تھی۔ عربی اور فارسی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے اور پرانی تہذیب کے نمونہ تھے۔ حضرت باقر نے یہ قصیدہ چونکہ مولوی اقبال علی بحر مرحوم کے لیے لکھ کر انہیں کو دیدیا تھا اس لیے اس دیوان میں شریک نہیں کیا گیا۔ عرفی کا ایک مشہور قصیدہ ہے جس کا مطلع ہے۔

سپیدہ دم چو زدم آستین بشمع شعور   شنیدم آیت استفتحوا ز عالم نور

حضرت باقر نے یہ قصیدہ اسی طرز پر لکھا تھا۔ گو میں نے دیوان میں شریک نہیں کیا تاہم نمونہ کے طور پر اس کے ابتدا کے چند شعر نقل کر دیتا ہوں:—

سحر بدامن فکرت زدم چو دست شعور   خرابۂ دل پرخون ز درد و غم معمور
کشیدہ سر بگریبان گو نہ گو نہ خیال   تصورِ الم روزگار کردہ خطور
نہ طاقت و نہ تواں و نہ تاب ضبط نفس   نہ لب ز شکوہ خموش و نہ دل بغصہ صبور
نہ میل غنچہ و گل و نے دماغ سیر چمن   دلِ حزین بکشد گر بود کرشمۂ حور
بہ کام جان مزۂ عیش زندگانی تلخ   ز انبساط جہان خاطرِ حزین بس دور
سروش غیب بگوشِ دلم چنان آمد   کہ اے حریم دولت پر ز نور رب غفور
حریم عزت و اسرار غیب را محرم   جلیس مجلس انس و مقیم بزم حضور
چہ شد کہ ہست سرت وقف زانوے فکرت   چہ داد روکہ بہ بستر فتادۂ رنجور

غزلیات و دیگر اصناف کلام:۔ حضرت باقر کا رجحان اون کی طبیعت کے افتاد کی باعث زیادہ تر غزلوں ہی کے کہنے پر رہا۔ دوسرے اصناف کلام کی جانب انہوں نے بہت کم توجہ کی اور ترجیعات وغیرہ کے قسم میں سے اون کا کوئی کلام نہیں ملا۔

قطعات:۔ جتنے قطعات مجھے مل سکے وہ زیادہ تر ولادت اور وفات کی تاریخ میں ہیں اور دو تین قطعے بعض کتابوں پر تقریظ کے طور پر لکھے گئے ہیں۔ دیوان کے آخر کے تین قطعات (نمبر ۳۳ و ۳۴ و ۳۵) اور آخر کا نثر مضمون ایک واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں

غدر کے زمانے میں حضرت غالب کو اپنے مکان میں بند ہو جانا پڑا اور آمد و رفت اور دوستوں کی ملاقات اون کے لیے محال ہو گئی۔ اوس زمانہ میں اون کے پاس دو کتابیں دساتیر اور برہان قاطع تھیں جن کو دیکھ کر وہ دل بہلایا کرتے تھے۔ برہان قاطع کے مطالعہ میں اونہیں جہاں جہاں غلطیاں نظر آئیں اون کو بطور یادداشت کے قلمبند کرتے گئے اور ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دیکر اور **قاطع برہان** نام رکھ کر ۱۲۷۶ھ میں شایع کیا۔ ہر چند کہ اوس کتاب کے دیباچہ میں اوس کی اشاعت کی غایت کا اظہار صاف صاف کر دیا تھا۔ "چون آن سفینہ (برہان قاطع) گفتارہاے نادرست داشت و مردم را از راہ بیہودن آئین آموزگاری داشتم بر پیروان خودم دل سوخت جادہ نمایان ساختم تا بیراہہ نروند" اس پر بھی اس کتاب کا شایع ہونا تھا کہ ہر چہار طرف سے مخالف کا طوفان برپا ہو گیا اور برسوں یہ ہنگامہ جاری رہا۔ قاطع برہان کے رد میں کتابیں لکھی گئیں اور شایع کی گئیں۔ قاطع قاطع۔ محرق قاطع۔ ساطع قاطع وغیرہ۔ حضرت غالب نے بعض کا جواب لکھا اور بعض کی جانب بالکل توجہ نہیں کی۔ آخر میں کلکتہ کے مولوی احمد صاحب احمد تخلص نے قاطع برہان کی رد میں ایک کتاب موسوم بہ موید البرہان شایع کی۔ مولوی احمد علی صاحب مرحوم

اصفہانی الاصل تھے اون کے اجداد میں ایک بزرگ نے ڈھاکہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ مولوی صاحب کا مولد ڈھاکہ تھا۔ لیکن اپنے مشاغل کے باعث کلکتہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ نہایت ذی وجاہت شخص تھے اور کلکتہ کے نہایت ممتاز لوگوں میں ان کا شمار تھا۔ مرزا قتیل کے پیرو تھے اور فارسی لغات اور اصطلاحات شعرا میں برہان قاطع اور لالہ ٹیک چند بہار کی بہار عجم کو نہایت مستند خیال کرتے تھے۔ موید البرہان کو لکھ کر کلکتہ اور نواح کے بہت سے فارسی خواں دوستوں سے تقریظیں اور قطعات تاریخ لکھوائیں اور اوس کے ساتھ ان سب کو بھی شایع کیا۔ حضرت غالب کی نظر سے جب یہ کتاب گذری انہوں نے جواب میں تیغ تیز لکھی اور اوس کے ساتھ ایک فارسی قصیدہ بھی لکھا جس کے ابتدا کے چند اشعار یہ ہیں :-

مولوی احمد علی ۔ احمدؔ تخلص ۔ نسخہ

در خصوص گفتگوے پارس انشا کردہ است

کچھ و مکراں را کہ در سند است و از ایران جدا — شامل اقلیم ایران بے محابا کردہ است

قوم برئچ را بہ ایرانی نژادان دادہ خلط — ترک ترکان سمرقند و بخارا کردہ است

ہندیاں را در زبان دانی مسلم داشتہ — تا چہ اندر خاطر والاے او جا کردہ است

ہر کہ مبنی با زبان مولد خود آشنا است — ساز نطق مولد اجداد بیجا کردہ است

خواجہ را از اصفہانی بودن آباچہ سود — خالقش در کشور بنگالہ پیدا کردہ است

با قتیل و جامع برہان و لالہ ٹیک چند — لا بہ و سوگیری و لطف و مدارا کردہ است

تیغ تیز کا تو کوئی جواب شاید نہیں دیا گیا اور اس قصیدہ کا جواب بھی مولوی احمد علی صاحب نے خود نہیں دیا بلکہ اون کی ایما سے ڈھاکہ کے رہنے والے اون کے ایک شاگرد مولوی عبد الصمد متخلص بہ فدا نے ایک قطعہ لکھا اور شایع کیا جس کے ابتدا کے تین اشعار یہ ہیں :-

فرق حق و باطل اے صاحب نظر بشنو ز من — گر ترا جویاے حق ایزد تعالی کردہ است

دید چون غالب موید آن کتاب لاجواب — کش بصد تحقیق املا ہادی ما کردہ است

قطعۂ در پوزش کرد از خود ترتیب داد — گاہ در روے فخر و گہ لطف و مدارا کردہ است

مولوی عبد الصمد فدا کے اس قطعہ کے جواب میں ایک قطعہ حضرت باقر نے اور ایک قطعہ مولوی خواجہ سید فخر الدین حسین سخن دہلوی نے لکھا اور ان دونوں قطعوں کو حضرت غالب اور مولوی عبد الصمد فدا کے قطعات کے ساتھ ایک رسالہ کی شکل میں **ہنگامہ دل آشوب** کے نام کے ساتھ آرہ میں منشی سنت پرشاد کے مطبع میں ذالحجہ سنہ ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۷ء) میں طبع کرایا اس کے شایع ہوتے ہی منشی جواہر سنگھ جوہر لکھنوی نے (جو مرزا ناطق مکرانی کے شاگرد تھے) ایک قطعہ حضرت غالب کے خلاف اور مولوی احمد علی کی تائید میں لکھا اور مولوی عبد الصمد فدا نے حضرت باقر کے قطعہ کے جواب میں ایک قطعہ شایع کیا اور اسی قطعہ میں حضرت سخن کے قطعہ کا بھی جواب دیا۔ ان دونوں قطعات کے جواب میں ایک ایک قطعہ حضرت باقر نے اور ایک ایک قطعہ حضرت سخن نے لکھا۔ ان کے علاوہ لکھنو کے ایک شاعر منشی امیر احمد المتخلص بہ امیر لکھنوی نے اردو میں ایک قطعہ حضرت غالب کی تائید میں لکھ کر اودھ اخبار میں شایع کیا۔ ان سب کے علاوہ لکھنو کے ایک شاعر میر آغا علی متخلص بہ شمس (شاگرد قاضی محمد صادق خان بہادر اختر ولد قاضی محمد لعل باشندہ ہوگلی شاگرد مرزا قتیل) نے اردو نثر میں ایک مضمون لکھ کر اودھ اخبار نمبر ۲۶ مورخہ ۲۵ جون ۱۸۶۷ء میں شایع کیا جس میں قاطع برہان پر اعتراضات کے سلسلہ میں حضرت غالب اور اُن کی اُردو شاعری پر نہایت رکیک اعتراضات کئے۔ یہ مضمون چونکہ نثر میں تھا اس لیے اس کا جواب حضرت سخن نے اردو نثر میں اور حضرت باقر نے فارسی نثر میں لکھا اور ان جملہ قطعات اور ان دونوں نثر مضامین کو ترتیب وار جمع کر کے

خواجہ سید فخرالدین حسین سخن نے آرہ کے اسی مطبع میں بنام ہنگامہ دل آشوب حصہ دوم جمادی الاول ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ء) میں شایع کیا۔ حضرت غالب کی رحلت ۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ کو واقع ہوی۔ یہ رسالہ ان کی رحلت سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل طبع ہوا اور غالباً قاطع برہان کے جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ اسی پر ختم ہوگیا۔

۱۸۹۱ء میں میں نے ایک عزیز کے پاس ہنگامہ دل آشوب کا پہلا پرچہ دیکھا تھا اور اس سے حضرت باقر کا قطعہ (نمبر ۳۳) نقل کرلیا تھا۔ اس دیوان کو ترتیب دیتے وقت میں نے آرہ۔ پٹنہ۔ گیا اور لکھنؤ میں دوستوں کو لکھا لیکن اوس کے دونوں حصوں میں سے کوئی حصہ مجھے نہیں مل سکا۔ اس لیے حضرت باقر کا وہی ایک قطعہ دیوان میں شریک کیا گیا۔ یہ دیوان مطبع کو طباعت کے لیے دیدیا گیا تھا اور نصف سے زیادہ طبع ہوچکا تھا کہ ہنگامۂ دل آشوب کے دونوں حصے مولوی سید عبدالعزیز صاحب آزاد کو مولوی سیّد وصی احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر (نبیرۂ حضرت میر سید فرزند احمد صاحب صفیر بلگرامی آروی اعلی اللہ مقامہٗ) سے ملا اور انہوں نے میرے پاس بھیجدیا۔ میں نے بقیہ دونوں قطعات اور آخر کا نثر مضمون دیوان میں شریک کردیا۔ ان میں پہلا قطعہ (نمبر ۳۳) عبدالصمد فدا کے قطعہ کا جواب ہے۔ دوسرا قطعہ (نمبر ۳۴) منشی جواہر سنگھ جوہر کے قطعہ کا جواب ہے اور تیسرا قطعہ (نمبر ۳۵) مولوی عبدالصمد فدا کے دوسرے قطعہ کا جواب ہے

نثر:۔ نثر کا مکمل مضمون مجھے ایک ہی ملا جو آغا علی شمس کے جواب میں لکھا گیا تھا اور جو اس دیوان آخر میں شریک گیا ہے قطعہ نمبر (۱) کے ہمراہ ایک مختصر نثر تحریر ہے جو حضرت شاہ مظفر قدس سرہٗ کے دعوت کے رقعہ کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ قدیم رواج کے مطابق حضرت باقر خطوط اکثر فارسی زبان میں تحریر فرمایا کرتے تھے

افسوس کہ ان میں سے کوئی خط محفوظ نہیں رہا ورنہ ان سے اُن کی انشا نگاری کا کمال ظاہر ہوتا۔ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد سے مجھے دو خطوط کی نقلیں ملیں جو اس مقالہ میں درج کیجائینگی۔

کلام عربی اور اردو

حضرت باقر نے اپنے لکھے ہوئے چند فتاوی کی نقلیں قدیم بیاض میں قلمبند کی ہیں ان سے اون کی عربی تحریر کی قوّت ظاہر ہوتی ہے لیکن عربی میں کہے ہوئے اشعار مجھے نہیں مل سکے اور غالباً اس زبان میں شاعری کی جانب اون کو توجہ بھی نہیں ہوئی اردو شاعری کی جانب بھی اونھوں نے توجہ نہیں کی۔

شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد نے ایک خط میں مجھے لکھا:۔ "چھوٹے سرکار[۵۰] (حضرت باقر) کے اردو کلام کے متعلق عرض ہے کہ ۱۸۹۱ء میں جب چھوٹے سرکار میرے مکان میں مقیم تھے میں نے اپنی چند غزلیں اُردو کی اصلاح کے لیے پیش کیں تو فرمایا کہ مجھ کو اُردو کی شاعری سے تعلق نہیں رہا۔ جوانی میں دو ایک ریختی یا بعض صاحبان بیتہو سے نوک جھوک میں کچھ ہجو لکھنے کا اتفاق ہوا جس کو بعد میں ضایع کردیا۔ اگر فارسی کہو تو اصلاح کے لیے بھیجو۔"

مشاعروں میں شرکت سے اعراض

حضرت باقر علیہ الرحمہ مشاعروں میں شریک نہیں ہوا کرتے تھے اور اپنی غزلیں بھی

---

[۵۰] پیر بیگہ اور اطراف کے مواضعات میں حضرت باقر کے اعزہ اور دوسرے لوگ بھی اُنہیں عموماً چھوٹے سرکار کہتے تھے اور اُن کے بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہٗ کو بڑے سرکار۔

مشاعروں میں نہیں بھیجتے تھے۔ بعض وقت دوستوں کی فرمائش پر غزل کہدیا کرتے تھے۔ دیوان کے ردیف میم کی غزل نمبر۶۴ جس کا مطلع ہے ؎

رواج راحت و رنج از جہاں بگردانیم — برآن سرم کہ شعارِ جہاں بگردانیم

مجھے حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ سے ملی۔ جس خط کے ہمراہ اونہوں نے یہ غزل میرے پاس بھیجی اُس میں اس کے متعلق لکھا۔ "...... صرف ایک غزل آخر کی مل گئی اور حادثات زمانہ سے بچ رہی پیشکش کرتے ہیں۔ جناب بھائی صاحب (حضرت باقر) پیر بگیہ (یعنی جمو وال پیر بگیہ) تشریف لائے ناچیز اون کی ملازمت سے خوشوقت و مسرور ہوا...... اکثر اور بیشتر ہم اون کی خدمت میں جایا کرتے تھے اِدہر اُدہر کا تذکرہ ہوا کرتا تھا ایک روز جناب غالب مرحوم کا تذکرہ چھڑا ایک غزل اُن کی ہے ؎

بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم — قضا بگردشِ رطلِ گران بگردانیم

اس کا مطلب ہم نے پوچھا بہت بہت وضاحت کے ساتھ مطلب بیان فرمایا اور ہماری خواہش ہوئی کہ اس پر کوئی غزل لکھی جائے شب کو اونہوں نے کچھ فکر کیا اور ایک غزل لکھی اور خود سے ایک کاغذ پر لکھا بینائی تو تھی نہیں مگر بینائی باطن سے کام لیا۔ صبح کو تفضل (مرزا تفضل حسین مرحوم حضرت باقر کے خادم تھے) میرے پاس آے اور کہا کہ بلاتے ہیں ہم حاضر ہوئے تو فرمایا کہ بابو رات کو کچھ ہم نے لکھا ہے اوس کا ذرا ذرا اشارہ کیجئے تو ہم بتلاتے جائیں چنانچہ ہم اشارہ کرتے گئے اور پوری غزل لکھ لی۔ یہ آخر کی غزل ہے اس کے بعد غالباً پھر کچھ کہنے کا موقع نہیں ملا یہاں سے آرہ تشریف لیگئے وہاں سے...... صاحب گنج (گیا) تشریف لیگئے چند دنوں کے بعد واصل بحق ہوئے۔"

———— ⁘ ————

حضرت باقر کی انشا نگاری اور غزلوں پر اصلاح دینے کے اصول

مولوی سید شاہ عبد العزیز صاحب آزاد سے مجھے حضرت باقر کے دو خطوط کی نقلیں دستیاب ہوئیں۔ اون کی خدمت میں دو غزلیں اصلاح کے لیے بھیجی گئی تھیں اور اصلاح کر کے ان خطوط کے ہمراہ اُنہوں نے واپس کی تھیں۔ ان دونوں خطوط کو اور ان دونوں غزلوں کو اون کی اصلاح کے ساتھ نقل کرتا ہوں۔ ان خطوط سے روزمرہ کی خط و کتابت میں حضرت باقر کی انشانگاری کا انداز معلوم ہو سکے گا اور شاعری کے چند بنیادی اصول بھی معلوم ہو سکیں گے جن کو پیش نظر رکھنا اور اون پر کاربند ہونا شاعر کے لیے ضرور ہے۔ ان کے علاوہ حضرت علیہ الرحمہ کے اصلاح دہی کا طرز بھی معلوم ہو سکے گا۔

(۱) نقل خط حضرت باقر بنام مولوی سید عبد العزیز صاحب آزاد

برخوردار سعادت آثار عزیز سراپا تمیز منشی سید عبد العزیز زاد عمرہٗ و قدرہٗ۔ دعائے مزید حیات و ترقی دولت و اقبال مطالعہ نمایند۔ قطعہ خط آن عزیز مع غزل بعد مدت دراز از ڈاک وصول گردید خرم و خرسند ساخت۔ حق سبحانہ و تعالی شانہ باین یاد آوری و سعادتمندی دیرگاہ سلامت دارد۔ در بعضے خطوط وعدہ میکنند کہ بعد ازین خط دیگر متضمن فلان مضمون خواہم نگاشت لیکن آن خط موعودہ نمی رسد شاید از یاد میرود۔ وعدہ فرستادن گلدستہ[۱] چند بار نمودند مگر وفاے آن وعدہ مرہم جراحت انتظار نہ شد و مشاعرہ از زمانہ بسیار می شود چہ احتمال است کہ یک گلدستہ ہم چاپ نشدہ باشد۔ اشتیاق غزل فارسی چکیدۂ خامہ جاندو نگار

---

(۱) گیا میں مشاعرہ ہوا کرتا تھا اور شعرا اردو اور فارسی میں اپنا اپنا کلام پڑھا کرتے تھے۔ ہر مشاعرہ میں جس قدر غزلیں پڑہی جاتی تھیں ایک جا جمع کر کے بطور گلدستہ کے چھاپ دیجاتی تھیں۔

قاضی فرزند احمد[۲۲] صاحب چند بار نوشتم و ہنوز ہمان اشتیاق دامنگیر دل است و نیز غزل فارسی مولوی فصیح احمد[۲۳] صاحب را سامعہ مشتاق است چون ممدوح علیہ استاد آنعزیز اند حاصل شدن محض آسان ـ بالجملہ غزل آن عزیز بمطالعہ درآوردہ اصلاح کردہ فرستادہ می شود ـ چند شعر دران کہ معنی لطیف نداشت و درستی آن بہ تبدیل و تغیر ہم ممکن نشد بدر کردم و مطلع درست کردہ غزل مرتب کردہ شد و خیال این معنی دارند کہ کلام از لغو حشو پاک باشد و ضبط و ربط کلام از دست نرود ـ اگرچہ اشعار قلیل باشند لیکن خوب باشند فضول قافیہ پیمائی ضرور نیست حضرت غالب میفرمایند ؎

نگویم تا نباشد نغز غالب[۲۴] چہ غم گر ہست اشعارِ من اندک

واین دعاگو ہم غزلے دراین زمین حسب فرمایش آنعزیز درست کردہ است مگر حق اینست کہ معارض خواجہ حافظ گردیدن از دانش دور است ـ امام طبقۂ ثانیہ بابا فغانی بودہ اند ظہوری و نظیری و عرفی و کلیم و دیگر شعرائے متاخرین ہمہ مقلد او شانند و بر غزلہائے شان شعرائے متاخر طبع آزمائی نمودہ و غزلہا گفتہ ـ نزدم کتابے بود مجموعہ کہ بزرگے ابتدا از غزل فغانی نمودہ بود و غزلہائے متاخرین کہ بران غزل بود بعد ازان نوشتہ ـ کتابے بود بطور گلدستۂ مشاعرہ ـ این فقیر را درانیجا (یعنی آرہ) از بعضے بزرگان بلگرامی بدست آمدہ بود در پیریگہ بشمول دیگر کتابہا بہ غارت[۲۵] رفت حسرت آن کتاب از دل نمی رود ـ

---

۲۲ قاضی فرزند احمد صاحب مرحوم گیا کے رئیس تھے اور فارسی گو شاعر تھے ـ

۲۳ مولوی فصیح احمد حشر بنیھوی مرزا احمد حشر دہلوی ریختی گو کے شاگرد تھے اور وہ حضرت غالب کے شاگرد تھے ـ

۲۴ گیا کے ایک مشاعرہ میں خواجہ حافظ شیرازی کی ایک غزل کا مطلع ؎ ہرگزم نقش تو از لوح دل و جان نرود ـ ہرگز از یاد من آن سرو خرامان نرود طرح دیا گیا تھا ـ شاہ عبد العزیز صاحب آزاد کی فرمایش پر حضرت باقر نے ایک غزل لکھی جس کا ایک شعر یہ ہے ؎ روشِ عرفی و جامی ہمہ سہل است و لے ـ در رہِ حافظ ما ہیچ غزلخوان نرود (دیوان باقر ردیف دال غزل نمبر ۶۳)

۲۵ بہت دنوں کے بعد یہ کتاب اتفاقاً مجھے مل گئی اور اب میرے پاس ہے ـ عطا حسین ـ

غرض اینکہ غزلہائے فغانی را اساتذہ طرح قرار دادہ اند لیکن بر غزل حافظ کسے سبقت نکردہ مگر بہ ندرت در بعضے غزل ـ و امروز قطعہ خط عزیزی شاہ مجیب الحق سلمہٗ از سملہ آمدہ است دران خط دو خمسہ نتیجہ فکر خود برائے اصلاح فرستادہ اند یک خمسہ بر غزل کمال خجندی و خمسہ دیگر بر غزل این دعاگو باطمینان دیدہ فرستادہ خواہد شد ـ و از چند عرصہ طبیعت این دعاگو بعارضہ دوران سر و شدت در دسر بسیار نادرست بود لہذا در فرستادن جواب خط آنعزیز توقف سہ چہار روز گردید و حالا در نوشت و خواند خطوط بسیار حرج رو خواہد داد زیرا کہ عبد الصمد و عبد الکریم سلمہما کہ بتقریب تعطیل کالج بر مکان بودند بعرصہ پنج چہار روز ہر دو نور چشمان بانکی پور خواہند رفت و یک طالب العلم مدرسہ حنفیہ کہ درینجا جاگیرشان بود و مردم ذی استعداد نوشت و خواند خطوط ما میکرد او بمکان رفت حالا کسے نخواہد بود کہ خط بخواند و نویسد ـ بہرحال آنعزیز از تحریر خطوط کف قلم نخواہند کرد بکدامی تدبیر خواندہ خواہد شد و اگر بوجہ مذکور در رسیدن جواب توقف رو دہد معذور خواہند داشت و مزاج این دعاگو از عرصہ دو سہ روز بر سر افاقہ است لیکن ہنوز صحت کلی نیست اینقدر حواس درست شدہ کہ خط و غزل آن عزیز شنیدم و جواب نویسانیدم ـ و غزلہائے خود کہ میفرستم باید کہ شعرائے فارسی آنجا را بنمایند اگر بپسندند لطف است ورنہ استحقاق آن ندارم و درین خط نگاشتہ اند کہ در مشاعرہ حالیہ صرف چار اشخاص غزل فارسی خواندند مگر تفصیل نہ نگاشتند اسامی آن حضرات زیر قلم کنند و معلوم نیست کہ در مشاعرہ منصب خواندن آخر برائے کیست ازان اطلاع منجو اہم زیادہ دعائے ترقیات ـ

باقر علی تاریخ ۲۹ ہر اکتوبر ۱۸۹۸ء

—— ٭ ——

مولوی شاہ عبدالعزیز آزاد کی غزل اور اوس پر حضرت باقر کی اصلاح

(۱) از دماغم ہوس روئے حسینان نرود تا بعمر از دل من الفت خوبان نرود
(۲) تا نہ بیند رُخ نیکوے تو گاہے جانان وقت مردن ز تنم جان[1] بہ آسان نرود
(اصلاح) تا نہ بیند رُخ خوبِ تو دم نزع مرا جان رود آہ ز قالب مگر آسان نرود

(۱ لفظ جان، میں نون ظاہر کیا گیا ہے اور اعلان نون جائز نہیں)

(۳) خوگرِ جور و جفا شد دل من چند[2] انکہ ظلم صد گونہ بہ بیند رہ افغان نرود
(اصلاح) خوگرِ جور و جفائے تو شدم بسکہ ز دل باہمہ ظلم و ستم نالہ و افغان نرود

(۲ کاف متحرک آخر مصرعہ میں درست نہیں کاف ساکن بعض کلام میں آیا ہے)

(۴) عاشقان منتظرِ جلوہ نظر بر راہ اند از رہِ لطف مگر آن شہ خوبان نرود
(اصلاح) عاشقان منتظر اند براہش لیکن ہیچگہ جلوہ کنان آن شہ خوبان نرود
(۵) روے گلرنگ تو بفریفت چنانم جانا دل من گہ بہوائے گل و بستان نرود
(اصلاح) بسکہ شیدائے بہارِ گل روے تو بود دل من گہ بہ تماشائے گلستان نرود
(۶) از سرِ لطف گہے شاد بگردان مارا ظلم بر عاشق دلخستہ بدینسان[3] نرود

(۳ ردیف اس مصرعہ میں بجائے خود نہیں ہے اور مضمون بھی پیش پا افتادہ ہے قابل بدر ہے)

(۷) دعوی عشق ازو باطل و نا زیبا شد ہر کہ در راہ وفا از سرِ مژگان نرود
(اصلاح) ہست پائے طلبش سست بجولانگہ عشق ہر کہ پا کردہ ز سر در رہ جانان نرود
(۸) مشتعل گشت بدل آتش عشقِ خوبان چون کنم تا بلبم نالہ سوزان[4] نرود

(۴ اس شعر کا مطلب باوجود غور کے کچھ معلوم نہیں ہوا خدا جانے تم نے کیا مطلب رکھے ہیں۔ بالجملہ ترکیب چست نہیں ہے نکالدو)

(۹) خار را دید نشستہ چو بہ پہلوئے گلے غیرتم گفت کہ دیگر بگلستان نرود[5]

(۵ بندش اس کی بچر اور ترکیب سُست ہے اور نرود کا کوئی فاعل معلوم نہیں ہوتا)

(۱۰) ہر کہ در بزم تو آمد خوش و خرم آمد دیگر آن کس ز برت خرم و شادان[6] نرود

(۶ یہ شعر بے معنی ہے بدر)

(۱۱) عاشق و رندم و مستِ مے الفت زاہد دل من جاے بجز کوے حسینان نرود
(اصلاح) عاشقم کے بروم جانبِ مسجد زاہد دل من جز طرفِ کوچۂ جانان نرود
(۱۲) جلوہ افگن شدہ در وادی ایمن مہ من ارنی گوے چرا موسی عمران[7] نرود

(۷ یہ شعر بہت درست ہے)

(۱۳) ہست آزاد گرفتار بلاے شب غم آفتے نیست کہ بر جان[8] پریشان نرود
(اصلاح) ہست آزاد گرفتار بلائے شبِ ہجر آفتے نیست کہ بر حال پریشان نرود

(۸ جان کی صفت پریشان درست نہیں ہے اس واسطے حال بنایا گیا)

(۲) نقل خط حضرت باقر بنام مولوی شاہ مجیب الحق کمالی

سراپا سعادت و رشادت عزیز تر از جان قرۃ العین مولوی شاہ مجیب الحق[26] صاحب اطال اللہ عمرہ۔ از ہیچمدان دعا گوے خود باقر علی سلام و دعا مطالعہ نمایند۔ مکتوب بہجت اسلوب آنعزیز در وقت سعید چہرہ وصول افروختہ ابواب مسرت و انبساط بر دل کشود باین یادآوری و عاجز نوازی دیرگاہ سلامت باشید خمسہ آنعزیز مطالعہ در آمد ہرچند چشم بینا ندارم کہ خود بنیم مگر بگوشش شنیدم۔ بر سلامت ذہن و دقت طبع وقاد آنعزیز آفرینہا کردم

۲۶ شاہ مجیب الحق صاحب کمالی حضرت باقر کے ہم جد اور رشتہ میں بھائی تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت شاہ معروف بن حضرت شاہ منصور سے ملتا ہے۔

ماشاء اللہ با وجود نومشقی معانیہائے نازک بخیال می آرند حسب الحکم آنعزیز محو و اثبات بعمل آمد از کثرت ترمیم و زیادہ تغیر و تبدیل ملول و شکستہ خاطر نخواہند شد زیرا کہ در ابتدائے مشق ہر فن از ہر کسے ہمین قسم غلطیہا سرمیزند من اینقدر غنیمت شمردم کہ با وجود نومشقی گوہر نازک خیالی سفتند مگر چون از قواعد و اصول شاعری و رموز و غوامض این فن دستگاہے چندان معتدبہ ندارند غلطیہائے ترکیب و تخلف قاعدہ شاعری رو دادہ ہر چند بہ تغیر بسیر ترمیم ممکن بود خواستم کہ کلام بسیار صاف و شستہ گردد تا کسے را از سامعان مجال اعتراض و جائے انگشت نباشد و خواستہ بودم کہ بر تضمین کلام استاد کمال دخل کردہ شود و آنچہ بر غزل این ہیچمیرز مصرعہا ضم کردہ اند از ان اغماضے نظر کردہ شود زیرا کہ کلام این ہیچمدان آن رتبہ ندارد کہ عزیزان بران مصرعہا ضم کنند مگر بلحاظ ملال خاطر آنعزیز کہ خاطر عزیزان نازک می باشد قلم اصلاح راندہ شد و خمسہ دو شعر معطل داشتہ آمد زیرا کہ خیال قافیہ دران نکردہ اند قافیہ ہا در دو شعر بے ربط است و مناسب می نماید کہ فکر غزلہا کنند و چند غزل چکیدہ خامۂ معنی نگار و نتیجہ فکر وقاد خود نزد دم فرستند تا اصلاح کردہ فرستادہ شود از طبیعت داری آنعزیز امید است کہ در دہ دوازدہ غزل سلیقہ شعرگوئی درست خواہد شد زیرا کہ قواعد این فن و ضابطہ درستی و چستی ترکیب و احتیاط از حشو و لغو در این قدر بر طبع سلیم آن سعادتمند بخوبی جلوہ گر خواہد گردید۔ و چون درین وادی قدم نہادہ اند باید کہ چندے محنت کنند و کتابہائے اصول این فن بمطالعہ در آرند و اگر کدامی دیوان اساتذہ نزد آنعزیز باشد سیر آن کنند تا قوت افزاید۔ و یاد آنعزیز باد کہ در عظیم آباد وعدہ فرستادن رسالہ حضرت شاہ کمال[۲۷] قدس سرہٗ کردہ بودند آنرا چہ قدر ایام گذشت شاید از یاد رفت باز یاد دہی میکنم کہ

---

[۲۷] حضرت شاہ کمال قدس سرہٗ دیورہ کے رہنے والے حضرت باقر کے بزرگوں میں تھے۔ بہت بڑے ادیب اور نہایت اعلیٰ پایہ کے شاعر اور بہت بڑے صاحبدل بزرگ تھے۔ شیخ علی حزیں کے ہم عصر تھے اور شیخ کے بنارس کے اقامت کے زمانہ میں اون سے بہت دنوں تک خط و کتابت رہی تھی اور شیخ جیسے شخص نے ان کی علمیت اور فارسی دانی اور شاعری کو تسلیم کیا تھا۔ ان کا نام شاہ کمال علی تھا اور کمال تخلص تھا۔

مشتاق آن ہستم تا از کلام بزرگان خود حظے و فیضے برادرم از سعادتمندی آنعزیز بعید نیست کہ بمدعا برسم و باید کہ آن رسالہ صاف صاف نوشتہ شدہ باشد تا کم حیثیت ہم بے تامل بخواند و پرچہ اصلاحی ہم فرستادہ میشود اصلاح از ان بدریافت خواہد آمد و دیگر پرچہ صاف کردہ شدہ است دران حرف مصرعہائے اصلاحی بقلم آمدہ تا بے تامل خواندہ شود۔ و این دعاگو را مشتاق دیگر کلام خود دانند فقط زیادہ دعا۔

۱۶ - جمادی الثانی (۱۳۱۶ھ)　از مقام آرہ محلہ ناظر گنج

خمسہ مولوی شاہ مجیب الحق کمالی بر غزل حضرت مولوی باقر علی

(۱) مراد لیست کہ صد فتنہا ہمین باشد　ذلیل کردم را آشنا ہمین باشد
(اصلاح) فغان ز دل کہ سر فتنہا ہمین باشد　ز خود ربودم را آشنا ہمین باشد
مگر ز بخت شکایت مرا ہمین باشد　اسیر زلف بگشتم بلا ہمین باشد
(اصلاح) ز بخت خویش شکایت مرا ہمین باشد　. . . . .
مریض عشق شدم ابتلا ہمین باشد

(۲) ہزار شکر درخشید نیک اختر من　ولے بصلح بر آمد چو آن بت پرفن
. . . .　(اصلاح) بسوے من بنجر امید آن بت پرفن
قدم بناز و تبختر نہاد بر سر من　غبار مقدم او کرد دیدہ ام روشن
(اصلاح) قدم بناز و ادا ہا نہاد بر سر من　. . . . .
ز کحل طور نگو توتیا ہمین باشد

(۳) برآمدی ز پئے قتل و گفتۂ چہ ادا است　کشیدۂ تیر کین و گفتۂ چہ ادا است

(اصلاح) تو از کرشمہ و ناز انچہ میکنی زیباست ۔۔۔ جفا و جور تو دانستہ ام کہ مہر و وفاست
نموده سر ما خم و گفتہ کہ چہ اداست ۔۔۔ نہادہ بسرم تیغ و گفتہ کہ چہ اداست
(اصلاح) غرض ہر آنچہ بمن میکنی روا و بجاست ۔۔۔ . . . .
فدائے ناز تو جانم ادا ہمین باشد

(۴) تبیست کج کلہ و شوخ چشم و طرارے ۔۔۔ خدائے حسن بخوبی بمکر عیارے
(اصلاح) نگار ماست عجب شوخ و شنگ و طرارے ۔۔۔ تمام سحر و فسون پر فنے و عیارے
پئے نظارہ[1] جمالش چو گفتہ شد بارے ۔۔۔ برو نماد دل و دین میکند طلب آرے
(اصلاح) پئے نظارۂ رویش چو گفتمش بارے ۔۔۔ . . . .
برائے ہیچ رخے رونما ہمین باشد

(۱ نظارہ میں اضافت ساقط ہے)

(۵) فغان بکوه و بیابان کردن عاشق ۔۔۔ نفس ز درد فراقت شمردن عاشق
(اصلاح) زدن ز خنجر بیداد گردن عاشق ۔۔۔ بدوری تو غم و غصہ خوردن عاشق
بسنگ سر زدن جیف مردن عاشق ۔۔۔ بدست صدمۂ ہجراں سپردن عاشق
(اصلاح) زخانہ جانبِ دیوار کردن عاشق ۔۔۔ . . . .
طریق مہر و شعار وفا ہمین باشد

(۶) سزاست شہرگ جان زابریدن و مردن ۔۔۔ ز آب تیغ ہلاہل چشیدن و مردن
جمال روئے تو اے جاں[2] دیدن و مردن ۔۔۔ بکوئے دوست چو بسمل طپیدن و مردن
(اصلاح) جمال صورت جانانہ دیدن و مردن ۔۔۔ . . . .
عروج رتبۂ اہل وفا ہمین باشد

(۲ ایجان میں نون ظاہر ہے اعلان نون جایز نہیں دوسرے یہ کہ آپ نے آخر مصرع میں معشوق کو مخاطب کیا ہے اور اصل مصرع میں غیبت ہے دونوں مصرعوں میں تباین ہوتا ہے)

(۷) ز درد ہجر تو جان برلب است ہان بنگر ۔۔۔ بیا و بہ بین کہ شکستہ دلیم و خستہ جگر
. . . . ۔۔۔ (اصلاح) نگاہ کن کہ شکستہ دل است و خستہ جگر
توجہے ز کرم بر کمالیِ مضطر ۔۔۔ ز ناز باقر دلخستہ را بکش در بر
(اصلاح) شدہ است ہیچو کمالی بس عاجز و مضطر ۔۔۔ . . . .
پئے[3] شکستن دل مومیا ہمین باشد

(۳ ان تین مصرعوں کا قایل اپنا حال بیان کرتا ہے اور اصل شعر کا قایل اپنی غرض۔ خمسہ میں مصرع تضمین کو اصل شعر کے ساتھ موافق و چسپاں ہونا چاہیئے اس واسطے اس قاعدہ کی بنا پر ترمیم کیا گیا)

شعر فہمی ۔ سخن رسی ۔ سخن شناسی

شاعری اور شعر گوئی کو فطری مناسبت کے علاوہ اکتساب کی بھی محتاجی ہے جب تک زبان کی لغات اور محاورات پر بدرجۂ کمال عبور اور دسترس ہو اور صرف و نحو ۔ عروض و قوافی اور بلاغت و معانی کے اصول و قواعد سے واقفیت تامہ حاصل نہ ہوئی ہو اور مدت دراز تک مشق سخن نہ کی گئی ہو شعر گوئی اور شاعری نہیں آسکتی لیکن شعر فہمی ۔ سخن رسی اور سخن شناسی کا دار و مدار زیادہ تر وجدان صحیح اور ذوق سلیم پر ہے یہ فطری صفتیں ہیں اور مبدء فیاض نے ان صفات سے بہت کم لوگوں کو مستفیض کیا ہے ان کم لوگوں میں ایک حضرت باقر بھی تھے ۔ اچھے اشعار کی جانب اون کی توجہ فوراً منعطف ہو جایا کرتی تھی اور لطیف اور پر اثر اشعار کا اون پر بہت گہرا اثر ہوا کرتا تھا ۔ مشکل سے مشکل اشعار کے مطالب اون کے ذہن میں فوراً آجاتے تھے اور معانی و مطالب کو نہایت صاف اور دلکش طریقہ پر بیان فرما کر دلنشین کر دیا کرتے تھے ۔

حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ مجھ سے فرماتے تھے کہ ایک بار حضرت باقر کے سامنے ایک شخص نے یہ شعر پڑھا۔

مجلس وعظ تو تا دیر رہے گی غالب پاس ہی منجانہ ہے پیکر کے ابھی آتے ہیں

اس شعر میں حضرت غالب کا نام سنکر وہ نہایت متعجب ہوے اور بار بار پوچھا کہ کیا یہ شعر واقعی غالب کا ہے۔ آخر خاموش ہو رہے مگر اون سے نہ رہا گیا اور اوسی روز حضرت غالب کی خدمت میں خط لکھ کر واقعہ بیان کیا اور پوچھا کہ ایا شعر واقعی اونہیں کا ہے۔ حضرت شاہ ظہور الحق صاحب فرماتے تھے کہ حضرت غالب کا جواب لفظ بہ لفظ ابھی تک مجھے یاد ہے اور وہ یہ تھا۔ "اگر یہ شعر میرا ہو مجھ پر ایک ہزار لعنت ورنہ جس نے اس کو بغلط میری جانب منسوب کیا ہے اوس پر دس ہزار لعنت۔ مجھے کیا شامت آئی تھی کہ پاس ہی منجانہ ہوتے ہوئے مجلس وعظ میں جا کر بیٹھتا"۔ اس واقعہ سے ایک جانب حضرت باقر کے وجدان صحیح کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح باور نہ کر سکے کہ یہ شعر غالب کا ہو سکتا ہے دوسری جانب حضرت غالب کی استادی کا کمال ملاحظہ کر دنی ہے کہ مذاق کے پیرایہ میں جواب دے کر کس لطافت کے ساتھ اس شعر کے سقم اور رکاکت کو ظاہر کر دیا۔

حضرت باقر ایک روز شیخ علی حزیں کا دیوان دیکھ رہے تھے اون کی ایک غزل کا مقطع نظر سے گذرا ؎

بملامت گران حزین میگفت چہ کنم دل باختیار کسے است

اس شعر کے دوسرے مصرعہ پر اونھوں نے سر دھن لیا۔ بہت دیر تک اوس کو بار بار پڑھتے رہے اور بالآخر اوسی وزن اور ردیف اور قافیہ میں خود ایک غزل لکھی جس کا مقطع یہ ہے (دیوان باقر ردیف تا غزل ۱۱) ؎

باقر این مصرعہ حزینم سوخت چہ کنم دل باختیار کسے است

ایک روز میں آرہ میں اپنے حجرہ میں بیٹھا حضرت خواجہ حافظ شیرازی کا دیوان دیکھ رہا تھا کہ حضرت باقر تشریف لائے اور کرسی پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ کوئی غزل پڑھ کر مجھے بھی سناؤ۔ اس وقت میرے پیش نظر جو غزل تھی اس کا مطلع یہ ہے ؎

قتل این خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود ورنہ ہیچ از دل بیرحم تو تقصیر نبود

اس غزل کو میں پڑھتا گیا اور اس کے ہر شعر کی باریکیوں کو وہ بیان کرتے گئے جس وقت میں نے مقطع پڑھا ؎

آیتے بود زعذاب اندہ حافظ بے تو کہ برہیچکسش حاجت تفسیر نبود

اس شعر کو سنکر بے حد متاثر ہوے۔ تقریباً آدھے گھنٹہ تک اس کو بار بار پڑھتے رہے
ایک روز میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا دیوان طیبات دیکھ رہا۔ حضرت باقر میرے حجرہ میں تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور پوچھا کون کتاب پڑھ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت سعدی کا دیوان۔ فرمایا کوئی غزل پڑھ کر مجھے بھی سناؤ۔ میں نے ایک غزل کا مطلع پڑھا ؎

سرو سیمینا بصحرا میروی نیک بدعہدی کہ بے ما میروی

اس کے بعد جب میں نے دوسرا شعر پڑھا ؎

کس بدین شوخی و رعنائی نرفت خود چنینی یا بعمدا میروی

سنتے ہی بے اختیار ہو گئے۔ بار بار پڑھا آخر فرمایا کہ کاش اپنی تمام عمر میں میں نے جو کچھ کہا ہے حضرت شیخ سعدی لے لیتے اور اپنا یہ ایک شعر مجھے دیدیتے۔

اہل بہار شمال و مغرب کے کونہ کو بھنڈار کونہ کہتے ہیں اور عام خیال یہ ہے کہ برسات کے

موسم میں شام کے وقت اس سمت سے جب ابر اوٹھتا ہے تو تمام رات خوب برستا رہتا ہے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ برسات کا زمانہ اور بھادون کا مہینہ تھا۔ عصر کی نماز کے بعد آرہ کے مکان کے صحن میں حضرت باقر بیٹھے تھے اور اون کے ملاقاتیوں میں چار پانچ اصحاب و انکے پاس تھے کہ بھنڈار کونہ کی جانب سے نہایت تیرہ و تار ابر نمودار ہوا۔ سیاہ ابر میں سفید سفید بگلوں کا اوڑتا نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ حاضرین میں عرب شاہ نامی ایک صاحب نے حضرت باقر سے کہا کہ "حضور ملاحظہ فرمائی اس سیاہ ابر میں سفید بگلوں کا اوڑتا کیسا بھلا معلوم ہو رہا ہے"۔ سب لوگ اودہر متوجہ ہو کر دیکھنے لگے۔ ایک صاحب نے اون سے پوچھا کہ "حضور! بھنڈار کونہ کو فارسی میں کیا کہتے ہیں"۔ فرمایا "اس لفظ سے جو مفہوم لیا جاتا ہے اہل فارس کی اصطلاح میں اس کا مرادف لفظ "سمت یمانی" ہے۔ چنانچہ حضرت سعدی کی ایک غزل ہے جس کا ہر شعر مطلع ہے اوس کا ایک شعر یہ ہے ؎

برق یمانی بجست باد بہاری بخاست طاقت مجنون نماند خیمہ لیلی کجا است"

اس شعر کو پڑھتے ہی اون کی حالت متغیر ہو گئی۔ آنکھیں سُرخ ہو گئیں اور چہرہ چمکنے لگا آخر بیتاب ہو کر مسجد میں (جو اوسی صحن کے ایک گوشہ میں تھی) جا کر بیٹھ گئے اور مغرب کے بعد تک کسی سے گفتگو نہ کر سکے۔ اس واقعہ سے اون کی وسعت نظر اور قوت حافظہ کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ایک روز ایک صاحب نے حضرت علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ حضرت شیخ سعدی اور خواجہ حافظ میں غزل گوئی میں کون بڑھے ہوئے تھے فرمایا کہ شیخ سعدی اور امیر خسرو دہلوی غزل گوئی میں برابر کا درجہ رکھتے ہیں اور یہ دونوں بزرگ اس فن میں تمام متقدمین اور متاخرین شعرا سے بہت بالاتر ہیں۔ دوسرے صاحب نے کہا کہ حضرت سعدی کی

ایک غزل پر خواجہ حافظ نے خمسہ بھی لکھا ہے فرمایا کہ ہاں اور جس غزل پر خمسہ لکھا ہے اوس کا مطلع یہ ہے ؎

گر دست دہد ہزار جانم در پائے مبارکت فشانم

اس کو پڑہ کر ان کی حالت دگرگوں ہو گئی آبدیدہ ہو گئے اور بار بار پڑہتے رہے اور فرمایا کہ مبدء فیاض کا خاص فیض تھا جو سعدی کے قلم سے ایسے اشعار لکھوایا کرتا تھا۔

مولوی سیّد اقبال علی بجر مرحوم (جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) کے چھوٹے بھائی مولوی سیّد خورشید علی مرحوم ایک روز پٹنہ میں حضرت باقر سے ملنے آئے۔ اثنائے گفتگو میں اونہوں نے کہا کہ غالب کے اردو دیوان میں بعض شعر ایسے ہیں جو مہمل اور بے معنی ہیں اور جنہیں اونہوں نے غالباً مدہوشی کی حالت میں کہدیا ہوگا۔ فرمایا ایسا کوئی شعر پڑہئے۔ اوہنوں نے یہ شعر پڑہا۔

دل خون شدۂ کشمکش حسرت دیدار آئینہ بدستِ بتِ بدمست حنا ہے

سنکر پہلے تو اس شعر کی دیر تک تعریف کرتے رہے اس کے بعد اس کا مطلب ایسے لطیف اور دلکش طریقہ پر بیان فرمایا کہ جتنے وہاں بیٹھے تھے نہایت محظوظ ہوے۔ مجھے ان کے الفاظ بجنسہٖ یاد نہیں رہے لیکن جو کچھ اونہوں نے بیان کیا اوس کو میں اپنے الفاظ میں ادا کرتا ہوں۔ فرمایا:۔

اسی مضمون کا فارسی کا ایک شعر ایک استاد کا ہے غالب کے شعر سے اوس کا مضمون زیادہ صاف ہے اور اس کو سمجھنے کے بعد غالب کے شعر کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔ وہ شعر یہ ہے ؎

مرا جدائی او سوخت وفت شبنم خوش کہ در مشاہدۂ آفتاب می سوزد

شاعروں کے تخیل میں شبنم آفتاب پر عاشق ہے۔ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے

اوس کی تمازت سے شبنم خشک ہوجاتی ہے گویا جل جاتی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ ہم بھی جل گئے اور شبنم بھی جلی لیکن جلنے اور جلنے میں فرق دیکھیے کہ ہم تو معشوق کی جدائی اور فراق کی آگ میں جل گئے اور خوشا وقت شبنم کا کہ وہ اپنے معشوق کے عین مشاہدہ میں اوس کی تجلیات کی گرمی سے جلتی ہے۔ اسی قسم کے مضمون کو حضرت غالب نے اپنے شعر میں نہایت لطیف پیرایہ میں ادا کیا ہے۔ قاعدہ ہے کہ کسی چیز پر چاروں جانب سے جب نہایت سخت دباو پڑتا ہے تو وہ چیز کچل جاتی ہے۔ حنا بھی پسکر خون کی طرح سُرخ رنگت پیدا کرتی ہے اور گوری رنگت کا آدمی جب شراب پیکر بدمست ہوجاتا ہے تو اوس کا چہرہ بھی خون کی طرح سُرخ ہوجاتا ہے اوس وقت اگر وہ آئینہ ہاتھ میں لیکر دیکھے تو اوس کے چہرہ کی سُرخ رنگت سے عکس پذیر ہوکر گویا وہ بھی حنائے سائیدہ کی طرح خون جیسا سُرخ ہوجاتا ہے۔ حضرت غالب فرماتے ہیں کہ معشوق کے فراق میں اوس کی دیدار کی حسرتوں کی یورش اور کشمکش سے عاشق کا دل کچل کر خون ہوگیا اس کے مقابلہ میں آئینہ کی خوش نصیبی دیکھیے کہ پسی ہوئی حنا کی طرح خون جیسا ہوا تو وہ بھی لیکن اوس کو یہ حالت معشوق بدمست کے ہاتھ میں جاکر اوس کے عین دیدار میں اوس کے رُخسار کے عکس سے نصیب ہوئی۔ عاشق کے دل کی یہ حالت فراق کی بدولت ہوئی اور آئینہ کی عین وصال اور مشاہدہ رخسار یار کی بدولت پہنچا۔

حضرت باقر کی شاعری کی خصوصیات

کسی باکمال شاعر کی شاعری کی خصوصیات کا بیان کرنا آسان نہیں ہے خصوصاً

مجھ جیسے شخص کے لیے جس کو شعر گوئی سے کبھی تعلق نہیں رہا۔ تاہم جب تک حضرت باقر کی شاعری کی خصوصیتیں کم و بیش بیان نہ کی جائیں یہ مقالہ نامکمل رہ جائے گا اس لیے جہاں تک میرے فہم کی رسائی ہے کچھ عرض کیے دیتا ہوں۔

(۱) حضرت باقر کی شاعری کی ایک خصوصیت جو بہت نمایاں طور پر مجھے نظر آئی۔ اون کے کلام کی برجستگی ہے۔ مجھے اون کا جس قدر کلام مل سکا وہ سب کا سب بلا کم و کاست اس دیوان میں جمع کردیا گیا ہے۔ اون کے لکھے ہوئے یا لکھوائے ہوئے مسودوں میں یہ عجیب بات دیکھی گئی کہ اونہوں نے جو کچھ کہا اوسے فی البدیہہ اور بالکل برجستہ کہا اور لکھ لینے یا لکھوا لینے کے بعد اونہوں نے نظر ثانی یا غور مکرر کرکے اپنے کلام میں (معدودے چند مصرعوں کے سوا) کہیں رد و بدل نہیں کیا۔ پیر کی منقبت میں اون کا ایک سو چھ اشعار کا قصیدہ ہے اور مہاراجہ تتیا کی مدح میں ستر شعروں کا قصیدہ کہہ کر مولوی سید اقبال علی بحر مرحوم کو دیا تھا۔ دونوں کے اصل مسودے موجود ہیں۔ اون میں کہیں رد و بدل نہیں ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ اون کو وہ مسلسل لکھتے چلے گئے اور لکھ لینے کے بعد اونہیں کسی مصرعہ میں کسی رد و بدل کی ضرورت محسوس نہیں ہوی۔ اعلیٰحضرت حضور نظام آصف جاہ سادس غفران مکان کی مدح میں سترہ شعروں کا قصیدہ فی البدیہہ لکھوایا اور عرفی اور حزیں کے قصیدوں کے طرز پر پینتیس شعروں کا قصیدہ فی البدیہہ لکھ کر اوس میں اونہیں صرف ایک مصرعہ کو بدلنے کی ضرورت نظر آئی۔ اون کے اواخر زمانہ کے کلام میں ایک مصرعہ میں بھی کوئی رد و بدل نظر نہیں آیا البتہ اون کی قدیم بیاض میں جو غزلیں لکھی ہوئی ملیں اون میں گنتی کے صرف بارہ مصرعے ایسے ملے جن میں اونہوں نے کسی قدر تغیر و تبدل کیا اور اوس سے اون کی لطافت کو بہت بڑھا دیا۔ نمونہ کے طور پر دو مصرعے نقل کیے جاتے ہیں۔

ردیف الف کی غزل نمبر ۵ کے دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ لکھا تھا "خار راہ تو بود نرم تر از بستر گل"۔ اس کو بدلکر "زینت جیب و گریبانست چو گل خار رہت" لکھا۔

ردیف دال کی غزل نمبر ۲۳ کے چوتھے شعر کا پہلا مصرعہ لکھا تھا "گدا ے کوے جاناں حاصل کونین میدارد"۔ اس کو بدلکر لکھا "گدا ے کوے جانان شو کہ کام دو جہاں یابی"

(۲) شاعری میں اہل زبان کے لغات محاورات اور اصطلاحات کی پابندی لازمی ہے ورنہ شاعری لچر سی ہو کر رہ جاتی ہے۔ ہندوستان کے بہتیرے فارسی گو شعرا سے لغزشیں ہو گئیں اور ایرانی محاورات کے بجائے فارسی زبان کے لباس میں اون کے قلم سے ہندی محاورات نکل گئے ہیں۔ مثلاً جہاں اہل زبان "طالع" کا لفظ لکھتے ہیں۔ (ے کوکب بخت مرا ہیچ منجم نشناخت ۔ یارب از مادر گیتی بچہ طالع زادم۔ حافظ) بعض ہندی نژاد شعرا بے تکلف "ساعت" لکھ گئے ہیں اس لیے کہ اس ملک میں لوگوں کے زبانزد یہی لفظ ہے۔ مثلاً "ساعت دیکھو"۔ "یہ بچہ کس ساعت میں پیدا ہوا"۔ یا مثلاً ایک شخص نے بجائے "بے سبب" کے مہمل لفظ "غیر سبب" لکھدیا ہے (ے ہر دم آزردگی غیر سبب راچہ علاج) ایسی لغزشوں پر اہل ایران ہنسا کرتے ہیں۔ شیخ علی حزیں کے متعلق مشہور ہے کہ جب کبھی کسی شعر میں اہل ایران کے محاورہ کے خلاف کوئی لفظ سنتے تھے بیساختہ کہدیا کرتے تھے "بوے ہندی می آید"۔ اسی قسم کی لغزشوں اور فروگذاشتوں کے باعث حضرت غالب ہندی نژاد فارسی گو شعرا میں حضرت امیر خسرو اور حضرت حسن دہلوی رحمتہ اللہ علیہما کے سوا کسی کی شاعری کے معتقد نہیں ہوے۔ مثنوی "باد مخالف" میں جہاں اپنے قول کی تائید میں مرزا عبدالقادر بیدل کو سند میں پیش کیا ہے وہاں بھی یہ کہنے سے باز نہیں آئے ے

گرچہ بیدل ز اہل ایران نیست لیک ہمچون قتیل نادان نیست

خلاصہ یہ ہے کہ فارسی زبان میں اگر شاعری کیجائے تو اہل فارس ہی کے لغات محاورات اور اصطلاحات کی پابندی کرنی چاہیئے۔ اہل زبان کے محاورات کے خلاف ہندی محاورات کو فارسی کا جامہ پہنا کر شعر میں لانا شعر کو مبتذل اور تباہ کر دینا ہے۔ حضرت باقر کی شاعری کی یہ نہایت ممتاز خصوصیت ہے کہ ان کا دیوان اول سے آخر تک پڑھ جایئے ایک جگہ بھی ایسا محاورہ نہیں ملے گا جو ایرانیوں میں مستعمل نہ ہو یا جس میں ہندیت پائی جاتی ہو اون کی زبان تمامتر ایرانیوں ہی کی زبان معلوم ہوتی ہے اور ان کا کلام اساتذہ (مثلاً نظیری عرفی۔ صائب۔ حزیں) کے کلام کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اون کا کلام ہر قسم کے حشو و زواید سے بالکل پاک ہے اور پیش پا افتادہ مضمون اون کے اشعار میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ ان عیوب کی جانب اونہیں بہت خیال رہا کرتا تھا چنانچہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد کو اون کی ایک غزل اصلاح دیکر جس خط کے ساتھ واپس کی تھی (یہ خط نقل کیا جا چکا ہے) اوس میں ان معایب کی جانب اونہیں خاص طور پر متوجہ کیا تھا۔ خود بھی اپنے کلام کے متعلق فرمایا ہے ے

باقر بہ کلامم نبود حشو و زواید در گلشن ما رہ نبود خار و خسے را
پیش پا افتادہ مضمونے نہ بندد طبع من کے ہر صید چنین صید است شہباز مرا

(۴) چوتھی خصوصیت ہر صنف شعر پر اون کی قادر الکلامی ہے۔ اون کی کوئی مثنوی مجھے نہیں ملی۔ قصاید اور غزلوں اور قطعات کے علاوہ چار رباعیاں اور دو مخمس دیوان میں شریک ہیں۔ ان سب کو بغور دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ جس بے تکلفی سے وہ غزل گوئی پر قادر تھے اوسی طرح وہ تمام اصناف کلام کے کہنے پر قدرت تامہ رکھتے تھے۔ اور اون کے نثر مضامین سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نثر نگاری میں بھی وہ ویسے ہی قادر الکلام تھے۔

(۵) حضرت باقر کے شباب اور اوائل جوانی کے وقت کا کوئی کلام مجھے نہیں ملا۔ دیوان میں جس قدر شریک ہے وہ اون کے اواسط عمر اور اواخر عمر کا کلام ہے۔ اون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جوانی ہی کے زمانہ میں اون کے کلام میں پختگی آگئی تھی اس لئے کہ وسط عمر اور آخر عمر کے کلاموں میں بہت ہی کم فرق محسوس ہوتا ہے۔

(۶) چھٹیں خصوصیت اون کے اشعار کی فصاحت بلاغت سلاست روانی اور صفائی ہے۔ اون کے اشعار میں اغلاق کہیں نہیں ہے اور شاعری کے ساتھ جبلی مناسبت ہونے کے باعث اون کے تمام اصناف کلام میں آمد ہی آمد نظر آتی ہے اور آورد اور تصنع کا کہیں شایبہ تک نہیں پایا جاتا۔ ایک شعر میں اونہوں نے خود فرمایا ہے ؎

بود بہ نطق طبیعی فصاحتِ طبعم　　　وگرنہ طبع مرا ذوق خود نمائی نیست

(۷) اون کا کلام نہایت شیریں ہے اور اوس میں نہایت درجہ جزالت اور متانت پائی جاتی ہے۔ اوس کے علاوہ اون کے جبلی عشق و محبت کی بدولت اون کی غزلیں درد سے مملو اور تاثیر سے لبریز پائی جاتی ہیں۔

شاعری اور زباندانی میں اپنے کمال کا اعتراف اور اشعار کے فصاحت اور بلاغت کا اظہار حضرت باقر نے شاعرانہ طرز پر کہیں کہیں خود بھی کیا ہے۔ میں سات شعر اس موقع پر نقل کرتا ہوں ؎

سخنِ آبدار تو باقر　　　در نظر قیمتِ گہر بشکست
ہر کس کہ شنید شعر من گفت　　　این کس چہ فصیح و خوش بیان است
نباشد دل چسان مشتاق اشعارِ خوشت باقر　　　کہ شیرین کام جان زین شیوۂ گفتار می گردد
بزیر خاک بخفتی و زندۂ باقر　　　کہ ذکر خیر کلامِ تو جا بجا باقیست

در ہند نہ تنہا شدہ ام شہرۂ آفاق　　　در ناحیۂ ملک عجم غلغلۂ ما
ہست در ہند اگر شہرت نظم چہ عجب　　　اصفہان پر شدہ از شور سخندانی ما
تو ئی رشک نظیری و فغانی در سخن باقر　　　جزاک اللہ چہ ایران کردۂ ہندوستانی را

یہ اشعار شاعرانہ تعلی پر محمول کئے جاسکتے ہیں لیکن فی نفس الامر وہ حقیقت حال کا اظہار کرتے ہیں۔ شاعر کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ اوس کے کلام کی فصاحت۔ بلاغت اور لطافت اور اوسکی قادر الکلامی اور کمال زباندانی کا اعتراف نہ صرف ہندوستان کے فارسی گو اکابر شعرا اور اہل ذوق کو ہے بلکہ ایرانیوں اور اصفہانیوں کو بھی اون کی زباندانی اور شاعری کا معترف ہونا پڑا گویا ان لوگوں کے اعتراف کرنے سے اون کی شہرت ایران اور اصفہان تک پہنچ گئی۔

حضرت باقر کو اوایل عمر سے ایرانیوں سے ملنے کا شوق تھا۔ فارسی زباندانی اور ان لوگوں کی صحبت کی بدولت اونہوں نے فارسی زبان میں گفتگو کرنے میں اس قدر مہارت پیدا کر لی تھی کہ جب کسی ایرانی سے وہ باتیں کرتے تھے تو اون کے لب و لہجہ اور بات چیت سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ ایک فصیح اللسان ایرانی باتیں کر رہا ہے۔ اون کے آرہ میں قیام کے زمانہ میں تجارت پیشہ ایرانیوں کی آمد و رفت بہت رہا کرتی تھی بعض وقت نہایت باکمال ادیب اور شاعر بھی آجاتے تھے۔ مسافروں کے قیام کی جگہ صرف قدیم شاہی سرا تھی جو حضرت باقر کے مکان سے بہت قریب تھی اس لئے اون لوگوں کو ان سے راہ و رسم پیدا کر لینے کا بہت جلد موقع مل جاتا تھا۔ میں نے شمس العلما نواب امداد امام بہادر مرحوم سے اور خود حضرت باقر سے اور اون کے تین چار دوستوں سے بھی سنا ہے کہ یہ لوگ جب اون کی گفتگو اور اون کا کلام سنتے تھے نہایت حیران رہ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شیرازی آئے جو حضرت شیخ سعدی

علیہ الرحمہ کے اولاد میں تھے۔ آدمی نہایت ذی علم اور فصیح اللسان تھے اور بہت اچھے شاعر بھی تھے حضرت باقر کی گفتگو اور ان کا کلام سنکر اونہیں ان کے ہندی ہونے میں شبہ ہوگیا اور چند روز تک انہیں اصفہانی الاصل ہی سمجھتے رہے۔

اساتذہ کے ساتھ اپنے کلام کی مناسبت کا اظہار حضرت باقر نے مرقومۃ الذیل اشعار میں کیا ہے ؎

نہ حزین ماند نہ عرفی نہ نظیری باقر   تا شود شیفتۂ طرز غزل خوانی ما
کجاست عرفی و صائب کجا کلیم و حزین   منم فتادہ درین جا زہمزبان تنہا
باقر از کلکِ گہر ریزت نہ تنہا این غزل   ہر کلامے چون کلامِ سعدی و خاقانی است
بشعر عرفی و صائب نیافتم باقر   فصاحتے کہ بہ انداز این سخن پیدا است
ہمنوایم بہ بلبل شیراز   طوطی ہندم ہم زبان من است
میگفت حزین باقر با عجز و ادب با من   یک شعر چو اشعارِ تو موزون نتوانم کرد
کے حزین ہمسریت زند دم ہم چہ جائے عرفی است   باقر اشعار خوشت از شعر سلمان شد لذیذ

ان اشعار میں بھی شاعرانہ تعلی معلوم ہوتی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اکابر شعرا (مثلاً نظیری، عرفی، صائب، کلیم، حزین اور غالب) نے متقدم شاعروں کی غزلوں اور قصاید کے طرز پر غزلیں اور قصیدے کہہ کر طبع آزمائیاں کی ہیں۔ حضرت باقر بھی ان بزرگوں کے طریقہ پر چلے ہیں اور اساتذہ کی غزلوں کے طرز پر غزلیں کہی ہیں۔ ان اشعار میں اونہوں نے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ "ہم نے تتبع کو اوس درجۂ کمال تک پہنچا دیا کہ اگر یہ اساتذہ موجود ہوتے اور ہمارا کلام سنتے تو اوس کی قدر کرتے اور داد دیتے"۔ اونہیں یہ بھی محسوس ہوتا ہوگا کہ اساتذہ کے بعض کلام سے اون کا بعض کلام واقعی بڑھ گیا ہے۔ مبدءِ فیاض کا فیض

بند نہیں ہوا ہے اور بہت ممکن ہے بلکہ کبھی کبھی دیکھنے میں بھی آیا کرتا ہے کہ متاخرین میں ایک شخص ایسا پیدا ہو جاتا ہے جو اکثر متقدمین سے بڑھ جاتا ہے ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید   دیگران نیز کنند انچہ مسیحا میکرد

باباکمال خجندی۔ بابا فغانی اور حاجی محمد جان قدسی کی ایک ایک غزل کے طرز پر حضرت باقر کی بھی ایک ایک غزل اون کے دیوان میں ہے۔ سعدی، ظہوری اور عرفی کی دو تین غزلوں کے طرز پر اون کی دو تین غزلیں ہیں۔ حافظ، نظیری، صائب حزین اور غالب کی غزلوں کے طرز پر اون کی متعدد غزلیں ہیں۔ ان سب کی صراحت میں بہت طوالت ہو جائیگی اس لئے صرف دو غزلوں کے مطلع کے اشعار کو پیش کرتا ہوں۔

حضرت سعدی علیہ الرحمہ کی ایک غزل ہے جس کا مطلع ہے ؎

شبِ فراق چہ داند کہ تا سحر چند است   مگر کسے کہ بزندان عشق در بند است

اس غزل پر ظہوری نے ایک غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے ؎

بعشق قابل دیوانگی خردمند است   ببر ز حیلہ کہ آزاد مرد این بند است

غالب نے اس طرز پر غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے ؎

چو صبح من ز سیاہی بشام مانند است   چہ گوئیم کہ ز شب چند رفت یا چند است

حضرت باقر نے بھی ان غزلوں کے تتبع میں ایک غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے۔ (ردیف تا غزل نمبر ۳۷) ؎

دلم بقتلِ ز دستِ تو آرزومند است   بہ تیغ عشوہ و تیرِ نگاہ سوگند است۔

نظیری کی ایک غزل کا مطلع ہے ؎

نظر بہ ظاہر و صیاد در خفا خفتست   اجل رسیدہ چہ داند بلا کجا خفتست

غالب نے اس طرز پر غزل کہی ہے جس کا مطلع مشہور ہے ؎

بوادئی کہ دران خضر را عصا خفتست — بسینہ می سپرم راہ گرچہ پا خفتست

حضرت باقر نے بھی اسی طرز پر طبع آزمائی کی ہے اور غزل کہی ہے (ردیف تا غزل نمبر ۴۳) جس کا مطلع ہے ؎

بخواب ناز کہ آن شوخ مہ لقا خفتست — بچشم بینش حق جلوۂ خدا خفتست

دل تو یہ چاہتا تھا کہ ان اساتذہ کی جن جن غزلوں کے طرز پر حضرت باقر نے غزلیں لکھی ہیں اون میں سے کم از کم ایک ایک غزل کو بالمقابل لکھتا اور یہہ دکھاتا کہ اونہوں نے ان بزرگوں کے تتبع کا حق کس حد تک ادا کیا لیکن اول تو یہ مقالہ بہت طویل ہو چکا ہے۔ دوسرے بہ زمانہ فارسی شاعری کی عام کساد بازاری کا ہے اور ایسی تدقیقات سے عموماً طبایع کو دلچسپی باقی نہیں رہی ہے اس لئے اس سے قطع نظر کرتا ہوں۔

متاخرین شعرا میں نظیری اس قدر بلند مرتبہ ہیں کہ صایب جیسے شاعر نے اون کے متعلق کہا ہے ؎

صایب چہ مجال است شوی ہمچو نظیری — عرفی بہ نظیری نرساند سخن را

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ متاخرین شعرا متقدمین کی چیدہ چیدہ اور منتخب غزلوں ہی پر طبع آزمائیاں کیا کرتے ہیں اس لئے متاخرین کو اپنا کلام متقدمین کے کلام تک پہنچانا آسان کام نہیں ہے۔ اس تمہید کے بعد حضرت باقر کی ایک غزل کو نظیری کی ایک غزل کے بالمقابل لکھ دیتا ہوں اور اس امر کا فیصلہ کہ حضرت باقر نے تتبع کو کہاں تک پہنچایا ناظرین کرام کے وجدان اور ذوق سلیم پر چھوڑ دیتا ہوں۔

باقر

۱۔ یار دیرینہ مرا از نظر انداخت دریغ
از وفا تاخت عنان و بجفا ساخت دریغ

نظیری

۱۔ راز دیرینہ ز رخ پردہ بر انداخت دریغ
حال ما شہرہ بانشای غزل ساخت دریغ

باقر

۲۔ راز عشق تو بدل بود نہان ہمچو شرر
اشک غماز مگر پردہ بر انداخت دریغ

۳۔ زخمی تیر نگاہ تو نگشتم گاہے
بر سرم دست قضا تیغ اجل آخت دریغ

۴۔ مایۂ عیش و نشاط دو جہان رفت بباد
لشکر غم طرف کشور دل تاخت دریغ

۵۔ عقل بیچارہ نہان بود پس پردہ ہنوز
عشق سفاک بجا ہا علم افراخت دریغ

۶۔ ساخت با غیر و برید از من و پیمان بشکست
با من آن جان جہان نرد دغا باخت دریغ

۷۔ در حریمش چو بناگاہ رسیدم باقر
حالت زار نپرسید و نہ نشناخت دریغ

نظیری

۲۔ عشق از ان روز کہ آتش بہ نیستانم زد
بہ بپا میم دل سوختہ ننواخت دریغ

۳۔ جوہر بینش من در تہہ زنگار بماند
آنکہ آئینۂ من ساخت نپرداخت دریغ

۴۔ کیمیاگر کہ مس جملہ از و زر گردید
قلب ما را نزد اکسیر چو بگداخت دریغ

۵۔ عقل تا پیر نشد حسن شہادت نشناخت
دیر بر معرکۂ عشق دلم تاخت دریغ

۶۔ پے سکندر بلب چشمۂ حیوان آورد
خیمہ بر لب آن چشمہ نیفراخت دریغ

۷۔ شرح بیچارگی کلک قضا میگفتم
شاہ غیرت بسرم تیغ غضب آخت دریغ

۸۔ کعبتین مہ و خور مایۂ عمرم بردند
چرخ کج باز بمن نرد وفا باخت دریغ

۹۔ تو نظیری ز فلک آمدہ بودی چو مسیح
باز پس رفتی و کس قدر تو نشناخت دریغ

حضرت باقر کے دیوان سے تھوڑے اشعار انتخاب کر کے نقل کرتا ہوں اور اس مقالہ کو ختم کرتا ہوں۔

از سینہ زلاغری عیان است — رازیکہ مرا بدل نہان است

زعم خضر دراز است گرچہ زلف دراز — درازی شب ہجران ز زلف دہ چند است
بود شیرین برنگ جان شیرین — چہ زہر عشق جانان خوشگوار است
گرہ از کاکل مشکین کشادی — دل مسکین دران دام بلا رفت
مو شگاف نکتۂ زلفت بود اوراق تمام — حل متن عارضت میکرد و از تفسیر صبح
ساقی و شراب و گلشن و گل — بے روے نگار خوش نباشد
بیصرفہ بود و لاکشیدن — آہے کہ درو اثر نباشد
تماشا بایت یقین باشد اگر در روز محشر ہم — بکامم تلخی ہجران چو وصلش خوشگوار افتد
اے وائے کہ بیمار غم عشق تو از جان — میرفت و ز حسرت نگہے سوے تو میکرد
بیصرفہ نخور کہ ہمچو بادہ — خون دلمت حلال باشد
باقر تو مگر مرید عشقی — طرز سخن تو دال باشد
سوخت خونم ز تف عشق بد انسان کہ مرا — تارہاے رگ جان گشتہ چو زنار سفید
فتنہ و آشوب و طوفان بلا — سرمہ سا در چشم جانان ریختند
اسیر زلف تو گشتم بلا ہمین باشد — مریض عشق شدم ابتلا ہمین باشد
بکوے دوست چو بسمل طپیدن و مردن — عروج رتبۂ اہل وفا ہمین باشد
عشق است بہ گلستان عالم — نخلے کہ درو ثمر نباشد
کس ندانست و را سایۂ دیوار کجاست — کیست آنکس کہ بر در راہ بجلوہ گہہ ناز
ہست سلطانی کونین بدست محمود — گر رسد یک نفسے در کف او زلف ایاز
چنان طوفان نمود اشکم کہ گردید — در و دیوار دیوار رو در امروز
دل بہ تدبیر منہ آبروے عشق مریز — تیشہ بر زخم مزن درد بہ درمان مفروش

دل وحشی بجوش آمد بہ شوق کوچۂ جانان — زمن اے دوستان عشقے کہ دامن میان بستم
از تو نشوم جدا و لیکن — روزیکہ کنند در زمینم
رہ بکوے یار بردن از قضا قسمت نشد — دست و پا ہرچند چون بسمل درین سودا زدم
ز خون من کہ اے قاتل نگارین کردۂ پا را — ز غیرت آب شد در سینہ خون صد شہید از من
چنان از ناتوانیہا بہ عشقش بے نشان گشتم — کہ مرگ از کاتب اعمال میپرسد سراغ من
بر کشتگان خویش چو بگذشتۂ بناز — روحی فداک از تن بیجان بر آمدہ
کوتاہ کنم دامن صحراے طلب را — گر دست دہد سلسلۂ زلف درازے

اس دیوان کو جس زمانہ میں میں ترتیب دے رہا تھا مجھے پٹنہ اور گیا جانے کا اتفاق ہوا۔ ۲۰ ذی قعدہ سنہ ۱۳۵۰ھ (۲۸ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء) کو آبگلہ جاکر میں شمس العلما نواب سید امداد امام بہادر اثر مرحوم سے ملا۔ اثناے گفتگو میں اس دیوان کی تدوین کا ذکر آیا وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مکمل کرکے مسودہ میرے پاس بھیجدو میں تقریظ اور قطعۂ تاریخ لکھدوں گا۔ ۲۵ جمادی الاول سنہ ۱۳۵۱ھ (۲۷ ستمبر سنہ ۱۹۳۲ء) کو میں نے دیوان کا مسودہ برادرم خان بہادر مولوی سید عبد الصمد صاحب کے پاس حیدر آباد سے بھیجدیا اور اونہوں نے آبگلہ جاکر شمس العلما مرحوم کو دیدیا لیکن افسوس کہ ایک ہی ماہ کے اندر اون کے فرزند اکبر فخر قوم نواب موید الملک سر سید علی امام کے، سی، اس، آئی کا یکایک انتقال ہوگیا۔ خان بہادر سید عبد الصمد صاحب جب شمس العلما مرحوم کے پاس تعزیت کے لئے گئے اونہوں نے فرمایا کہ دیوان کو اول سے آخر تک میں نے دیکھ لیا تھا اور تقریظ لکھنی شروع ہی کرنا چاہتا تھا کہ یکایک یہ حادثہ پیش آیا اب دل و دماغ

دونوں بیکار ہوچکے اور مجھ سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ یہ فرماکر دیوان کو واپس کردیا۔

میں بیان کرچکا ہوں کہ حضرت باقر کے جس قدر اشعار مجھے ملے سب کو میں نے دیوان میں شریک کردیا ہے۔ اصل مسودوں میں بعض جگہ کاغذ ضایع ہوگیا تھا یا الفاظ مٹ گئے تھے یا پڑہے نہیں جاسکے۔ ایسے تمام مقامات میں طباعت میں جگہ چھوڑدی گئی ہے اور مسودوں میں جہاں جہاں الفاظ مشکوک نظر آئے طباعت میں اون الفاظ پر استفہام (؟) کی علامت دیدی گئی ہے۔

لفظ 'جاناں' جہاں جہاں منادیٰ آیا ہے وہاں حضرت شاعر نے اپنے ہاتھ کی کتابت میں 'جانا' بسقوط 'ن' لکھا ہے۔ طباعت میں اون کی کتابت کی اتباع کی گئی ہے۔

حیدرآباد میں اور دوسرے مقامات میں بھی مطابع کے کاتبوں نے کتابت میں حروف 'ن' اور 'ی' کو جہاں جہاں وہ مفرد آتے ہیں یا لفظوں کے آخر میں آتے ہیں نقطوں کا دینا چھوڑدیا ہے۔ اس دیوان کی کتابت میں بھی مطبع نے زیادہ تر یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

اضافتیں جہاں جہاں بہ اتباع کسرہ ہیں وہاں کسرہ دیدیا گیا ہے۔ دیوان کی طباعت میں تصحیح کی بہت کوشش کی گئی لیکن پھر بھی زیادہ تر میری سہو نظری کے باعث غلطیاں رہ گئیں۔ مطبوعہ دیوان کا ایک نسخہ میں نے عزیزم مولوی سید شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد کے پاس بھیج دیا تھا اونہوں نے غلط نامہ مرتب کرنے کی زحمت گوارا کی جس کو میں نے نظر ثانی کے بعد دیوان کے آخر میں شریک کردیا ہے۔

میں نے اس مقالہ کی ابتدا جناب باری عز اسمہ ورفع ذکرہ وجل جلالہ

وعم نوالہ کی حمد وثنا سے کی اور ختم کرتا ہوں دعائے ازدیاد عمر ودولت واقبال وحشمت وجاہ وجلال پر بادشاہ انجم سپاہ قیاصرہ خدم خواقین حشم عرش رفعت قدر قدرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی امیر المومنین امام المسلمین محی الملت والدین قامع الاشرار والمفسدین سلطان الاعظم ملک الاکرم الذی بید اقتدارہ مقالید الزمان وبکف کفایتہ زمام مصالح نوع الانسان حامی بلاد اللہ عن الجور والطغیان ماحی آثار الظلم والعدوان خداوند جہاں قطب دائرۂ زماں عدل گستر علم پرور سلطان العلوم السلطان ابن السلطان مظفر الملک والممالک نظام الدولہ نظام الملک نواب سر میر **عثمان علی خان** بہادر فتح جنگ آصف جاہ سابع جی' سی' اس' آئی۔ جی' سی' بی متع اللہ العالمین بطول حیاتہ وبقائہ وخلد ظلال خلافتہ وابّد علی العالمین انوار رأفتہ کہ جن کے عہد معدلت مہد میں اور دار الخلافت بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن صانہ اللہ عن الشرور والفتن میں اس دیوان کی تدوین اور طباعت اور اشاعت کا میں نے شرف حاصل کیا۔

سید عطا حسین

۱۰۔ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ روز پنجشنبہ

محلہ لنگم پلی حیدرآباد دکن

غلط نامہ مقدمہ دیوان باقر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۳	حضرتِ	حضرت	۴۶	۳	مایل	مسایل
۳	۱۴	گارزوں	گازروں	″	۱۲	دولت پور[1]	دولت پور[3]
۴	۱۴	علماء	علما	۴۹	۱۱	چار	چاء
۵	۱۱	سنہ ۱۰۳ ہجری	سنہ ۱۰۲ ہجری	″	۱۷	ٹیتی	ہٹتی
۶	۱۰	بالگرامی	بلگرامی	۵۰	۱۳	الترتیب	ترتیب
″	۱۲	بالگرام	بلگرام	۵۲	۱	گزشت	گذشت
۱۴	۱۶	اولیاء	اولیا	″	۱۱	عشق	عشق
۱۵	۱	میمور	تیمور	۵۶	۳	آبگلہ[1]	آبگلہ[4]
۱۷	۲	اِسی	اُس	″	فٹ نوٹ ۱۷	[1]	[4]
۲۱	۵ حاشیہ	محب اللہ	اہل اللہ	۶۷	۶	جمواوان[1]	جمواوان[2]
۲۵	فٹ نوٹ ۱۸	[1]	[6]	″	فٹ نوٹ ۱۹	[1]	[2]
۳۶	۱۵	الںا	ایسا	۷۴	۱۳	”بہای	ُبھای
۳۸	۶	کو جاننے والے	کے جاننے والے	″	″	سورہو“	سورہو،
۴۰	۲	بڑ ہڑ وا[1]	بڑہڑوا[3]	۷۵	۱۶	ہوتی تھی	ہوتی تھی۔
″	فٹ نوٹ ۱۹	[1]	[9]	۷۸	۱۹	اجازن	اجازنی

۹۱	۱	مماسوی	عماسوی	۱۲۵	۱۲	خطوط	خطوط
۹۶	۱	ازذبور	ازدبور	۱۲۹	۱۲-۱۳	بیاض سے میں	بیاض میں
۹۹	۲	زجا	رجا	۱۳۳	۱۵	مخالف	مخالفت
۱۰۵	۱	مینرا	میرا	۱۴۴	۸	اغصاے	اغضاے
″	۱۹	ضروریات	ضرورت	۱۴۵	۱۸	تبیرِ	تبرِ
۱۱۴	۱۷	صنائع	ضایع	۱۵۷	۲	تظم	نظم
۱۱۹	۶	سنہ ۱۳۷۵ھ	سنہ ۱۲۷۵ھ	۱۶۵	۱	نوالہ	نوالۂ

دیوان باقر

از افادات سلطان اقلیم سخنوری و سخندانی شہنشاہِ مملکتِ فصاحت و بلاغت و معانی سر آمد علمائے ربانی و پیشوائے فضلائے ہدایت نشانی بحر الشریعت مصباح الطریقت امین الحقیقت زین المعرفت شہید المحبت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین صدر الواصلین فانی فی اللہ باقی باللہ کاشفِ اسرار خفی وجلی

حضرت شاہ باقر علی

الچشتی القادری الفخری الاصدقی المتخلص بہ باقر

قدس اللہ سرہٗ و نور اللہ مرقدہ



قصیدہ در مدح حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین خواجہ قیام الصدق الصادقی الچشتی القادری الفخری قدس سرہ العزیز

بگوشۂ بنشستم، سحر گہان تنہا   نمودہ بر دل شیدا درِ تامل وا
خیال فتنۂ دوراں گذشت در دلِ من   بخاطرم متصور شد ازدحام بلا
ز روئے غور بدیدم کہ اندریں دوراں   رواج فسق و فجور است و زور مکر و ریا
نماندہ است دریں روزگار پر آشوب   ز زہد و ورع نشانے نہ نامے از تقوا
چہ بدعتے ست کہ سنت نمی شود نامش   چہ سنتے کہ نہ کفر است نزد اہل ہوا
ادائے نافلہ و مستحب ہمہ یکسو   ز فرضہائے خدا گشتہ اند بے پروا
چناں گریز نمایند از ادائے نماز   کہ سوئے قبلہ نہ افتد اگر بلغزد پا
نمودہ قطع نظر از عوام کالانعام   بحال حضرت صوفی شوم چو دیدہ کشا

زوضع حضرت ایشان است لرزہ براندام   بگویم از سر حسرت کہ آہ واویلا
نمودہ گور پرستی تمام ملتِ خویش   ز اہل قبر بخواہند جملہ حاجتہا
بحال خویش ادائے مراسم و اعراس   شمردہ اند فزوں تر ز فرض ہائے خدا
بگرد مرقد والائے اولیاء اللہ   چہ بدعتے کہ نسازند از رہِ سودا
ز شعلہ ہائے قنادیل و دودہائے چراغ   کنند سطح زمیں رشک جرم ہائے سما
ز نغمہائے نے و بوق و از صدائے دہل   کنند روضۂ اجداد معبد ترسا
بگرد تربت پیراں طوافہا سازند   برند سجدہ بہ پائین مرقدِ شہدا
بوا نمائیٔ حبِ جناب آل رسول   شوند نوحہ کناں گرم بت پرستیہا
چہ لافہا نزنند از کرامت و اعجاز   کشیدہ تنگ بر آغوش خرقۂ تقوا
بکیش فقر توکل نمودہ نام طمع   ز خوان بخشش یاراں شوند زلہ ربا
بدستِ اہلِ کرم گر نظر نہ دوختہ اند   چرا بہ صاحب زر میکشد دلِ والا
بحق شاں بہ تعنت نہ لب تواں بکشاد   کہ خضر وادی دیں اند حضرتِ علما
بود ز کوشش ایناں فروغ خانۂ شرع   ز نفس قدسی ایشاں ستون دیں برپا
ولے ز موعظت و پند مدعا از شاں   حصول پرورش نفس نے رضائے خدا
پس از تصور ایں فتنہ و بلائے زماں   بگفتم از سر حسرت بدل منِ شیدا
زمانہ گشت تہی از نفوس پاک نژاد   نماندہ اند کنوں برگزیدگانِ خدا
بحضرتِ کہ کنم عرض حال دل اے وائے   کہ ہست تا بکند حل ز لطف مشکلہا

غریق لجهٔ حیرت بدم که یک ناگاه سروش غیب بگوشم چنیں رساند ندا

که اے بوادیِ فکر و خیال سرگرداں توئی بفهم علوم و رموز دیں یکتا

بعقل و دانش و فرهنگ و وضع دینداری نمانده است بگیتی کسے نظیر ترا

چراست باهمه فضل و کمال و وقت رائے توهمت همه پوچ و تخیلت بیجا

نهفته اند بسے برگزیده در آفاق که نیست هیچ زمانے تهی ز فیض خدا

بگویم از سر اخلاص اے عزیز جهاں بگوش جاں بشنو ایں نوید روح افزا

محب خاص خدا حضرت قیام اصدق که مثل او نبود کس ز دوستان خدا

گذشت پایهٔ قدرش ز کرسئی ادراک فزوده حد کمالاتش از حد احصا

برو بحضرت او حرف مدعا سر کن بخواں بوصف کمالش قصیدهٔ غرا

کنوں که سامعه افروز گشت مژدهٔ غیب ز ارجمندی بختِ بلند و فکر رسا

ز فرطِ شادی و بهجت چناں ببالیدم که جسم خویش بدیدم محیط ارض و سما

ز جوشِ شدت مستی چناں ز خود رفتم که خویش را بخود اندر نیافتم اصلا

ز جوق جوق طربها ز موج موج نشاط برنگ بلبل شیدا شدیم نغمه سرا

سرِ تو گردم و قرباں تو شوم اے بخت هزار طالع خضری کنیم بر تو فدا

یکے هزار ز شکرِ تو می نیارم گفت ز روئے خاک رساندی مرا به اوج علا

رسید نوبت آں کز دل نشاط آگیں کشم ترانه در مدحِ آں شهِ والا

امام قبلهٔ ارشاد و پیشوائے طریق چراغ راه هدیٰ اخترِ سپهر علا

خلیل عهد کرم خضر وادیِ ایماں کلیمِ طور حقیقت مسیح عصر ولا

امیر ملک توکل شهنشهِ تسلیم هژبر بیشهٔ صبر و نهنگ بحر رضا

خدیو صدر نشینِ اریکهٔ عظمت مهِ سپهر جلالت شهِ فرشته لقا

برحم همچو ابوبکرؓ و قهر همچو عمرؓ بجود و بذل و شجاعت نظیر شیر خداؓ

چو آشنا به تکلم کند لبِ شیریں بهر سخن به برد رشکِ معجز عیسیٰ

بمحفلے که بود شمع عارضش روشن چراغ روز بود جلوهٔ یدِ بیضا

بسوئے خارق عادات اگر شود مائل کند بخندهٔ عظمِ رمیم را احیا

بجوشش وجد و طربها رسیده دست افشاں ببارگاهِ حبیب خدا شب اسرا

هوائے مدح شهنشه بر آں کشد دامن که کلک شوق کند مطلعے دگر انشا

چو بوئے غنچه شود عطر بیز موج هوا بهر زمین که گزاری قدم نسیم آسا

چنیں که عطر فشانست بوئے گل شاید شمید نکهت زلفِ تو از شمال صبا

ز ظاهرِ تو صفا یافت باطنِ پرهیز ز باطنِ تو جلا یافت ظاهرِ تقویٰ

بسے ز سر قدم لافها زند منصور بحضرتِ تو مگر لب به بندد از دعویٰ

گذشت از سرِ کون و مکان بیک جولاں ز بسکه تیز جهاندی سمند سیر شها

بخیل بندهٔ نازِ تو هر سحر خورشید به آستاں بلندت شود جبیں فرسا

تمام خیل چشیندگانِ لذت عشق ز خوان نعمت فیضِ تو اند زله ربا

بجرم نابلد از راهِ خضر ره داند بوادیِ طلبت هر که شد قدم فرسا

کلاهِ حشمت زہے خوش نمایدت بر سر
قبائے قادریت در بر آمده زیبا

غلام درگهِ والائے تست مستغنی
طفیلِ سایهٔ نعلین تو زظلِ هما

اگر ز پرتو رویت نه مقتبس گشتے
کجا شدے بجهاں مهر جلوه گر به ضیا

ز فرق تا بقدم بسکه جلوه سامانی
بهر زمیں که خرامی شود چمن پیدا

بسان دیدهٔ انجم شود همه تن چشم
بچشم دل نگرد سوئے تو اگر اعمیٰ

ز ساحلِ کرمت کس نرفت تشنه دهاں
ز بسکه بحرِ نوالِ تو هست موج افزا

اگر لعاب ز لعل افگنی در آں آهنگ
مبدل است بشیرینیِ تلخیِ دریا

ز ارض تا به سما از تشرعت شورے
ز ملک تا ملکوت از تورعت غوغا

ز کوششِ عملت ملک شرع آباد است
ز زور بازوئے علمت ستون دیں برپا

بذوق وجد در آئی دمیکه پاکوباں
فلک ز زلزلهٔ ارض آیدت در پا

بملک شرع توی قهرمان عالیشاں
بخطه هائے طریقت شهنشهِ والا

میان طائفه جمله صوفیان جهان
توی چو شمس میانِ نجوم جلوه نما

تمام اهل صفا مقتبس ز نور تو اند
چنانکه کسب کند نور مه ز مهر سما

شود کشاده بروئے جهاں درِ فردوس
برنگ غنچه کشائی دمیکه بند قبا

کند توجه و لطفِ تو ذره را خورشید
تفقد و کرمت قطره را کند دریا

گدائے عرصهٔ کوئے تو حاصل کونین
بیک جوے نشمارد ز جوشِ استغنا

باوج مرتبه هستی تو آں سلیمان فر
که هست خانقهت رشکِ مسجد اقصا

هلاک جلوهٔ روئے خوشِ تو شمس و قمر
فدائے خوبی قدِ تو سدره و طوبیٰ

چشیدے ار مزهٔ از چکیدهٔ لعلت
دگر نگشتے سکندر بگرد آب بقا

گزشته طایرِ فکرم ز آشیانهٔ قدس
ز بس به اوج ثنائے تو گشته بال کشا

کیم که حرفے ز وصف تو بر زبان رانم
نه من منم که بخوانم مدیحت شاها

چه ذرّه بتواں گفت مدحت خورشید
چه قطرهٔ بتواند ستودنِ دریا

مگر هدیه در خدمتِ تو آوردم
محقر است مگر بیں بضاعتِ ما را

قبول داشت سلیمان ز مور پائے ملخ
تو هم اگر بپسندی چه کم شود شاها

چو گشت مهر خموشی کمال نادانی
به نکته صفتِ عالیت زبان مرا

کلید قفل دهانست جوششِ قلمم
بالتماس رسانیدنِ مطالبها

بدوری تو بشوق زیارتِ قدمت
کجا است صبر که امروز را کنم فردا

ز فضلهائے خداوند دو جهاں دارم
امید یک نظرِ لطف تو منِ شیدا

رسیده ام بجنابِ تو با هزار امید
بحال زار زبونم توجهے فرما

ز پا فتاده ام از دستِ گردشِ گردوں
تو دستگیری ما کن شها ز بهرِ خدا

مفوض است بتو حلِ مشکلاتِ جهاں
چه کم شود که کنی حل ز لطف مشکلِ ما

گذشته است خدنگِ حوادثم از دل
شکسته است بپا خارهائے کرب و بلا

ز دست بخت گراں خواب خویش دل تنگم
نموده خوں جگرم طالعِ زبوں بخدا

بقلب صرفه ریا آمده است نفس لعیں
فتاده است سرم آه در کمند هوا

بسوئے منکر و منہیت میل خاطرِ من | ہوائے فسق بجاں یافتہ است استیلا
ز ارتکاب مناہی و شغلِ ممنوعات | فتادہ ام ز اوامر بسے بعید و جدا
ز عمرہائے عزیزم بسے گذشت و ہنوز | نشد گہے در توفیق بر دلِ من وا
عروس پردہ نشینِ اریکۂ عصمت | نکرد جلوہ زمانے بحجلۂ دلِ ما
ز پا فتادہ نشانہائے کوشش علم | ز چیرہ دستی نفس لئیم واویلا
بوادیِ طلب ازرہ فتادہ ام بس دور | کہ خضر راہ تواں گشت جز تو یا مولا
بسے نماند ہلاکم بورطۂ عصیاں | تو ناخدائے منِ غرقہ شو ز بہر خدا
ازیں زیادہ بخوفِ ملالِ خاطرِ تو | بصفحہ طول ندادیم حرف مقصد را
توئی کہ واقف اسرار رازہائے دلی | چہ حاجت است بہ پیش تو عرض مطلبہا
نگاہ ناز ز حالش شہا دریغ مدار | کہ ہست بندۂ نازِ تو باقرِ شیدا
خوش آں بود کہ کنوں اختتام عرض کلام | بحضرتت چو گدایاں کنم بحرفِ دعا
ہمیشہ جلوۂ قدِ تو ظلِ گستر باد | بفرق غلاماں درگہِ والا

ز صدمہ ہائے حوادث خدا نگہدارد
جمیع بندۂ درگاہ تو خصوص مرا

قصیده

در فخر خود و منقبت آل اطہار سلام اللہ علیہم و اصحاب کبار رضی اللہ عنہم و پیر خود قدس اللہ سرہ فرماید

من کیستم آں جوہر مرآت نظیرم | کز شعشعۂ نور قدیم است خمیرم
ہمتائے من ار فرض کنی فرض محال است | ممکن بدو عالم نبود شبہ و نظیرم
بر تارک فرہاد وشاں تیشۂ فولاد | بہر لب شیریں دہناں چشمۂ شیرم
در چشم حقیقت طلبی چشمۂ مہرم | در بادیۂ تشنہ لبی ابر مطیرم
آنجا کہ بود نغمۂ بے صوت سمیعم | آنجا کہ بود معنی بے لفظ بصیرم
در دیدۂ باطل صفتِ گرد و غبارم | بر کاکل حق غالیۂ مشک و عبیرم
یوسف نمط اندر نظرِ عشق جوانم | یعقوب صفت در نگہِ عاقلہ پیرم
از چشم جہانم ہمہ پوشیدہ چو عنقا | پیدا بدو عالم صفتِ ماہِ منیرم
بر حسن رخ خویش گہے والہ و شیدا | در سلسلۂ زلف بتاں گاہ اسیرم
سلطاں نجاتم بری از طاعت و برتر | از شوق جناں فارغ و ز خوف سعیرم
بر عارض گل شبنم و در باغ صبایم | آہنگ بمزمار منقار صفیرم
با عشق دلآشوب ہمہ سوز و گدازم | پیشِ رخ حسن آئینۂ عکس پذیرم
ہم فردم و ہم مطلق ہم جزوم و ہم کل | ہم جذر و مد بحرم و ہم بحر و غدیرم
در سلسلۂ فقر و فنا زینت و فخرم | بر مسند جم خندہ زند نقش حصیرم

آں بادشہِ عظمت و جاہم کہ مہ و خور ‏ ‏ ‏ باعجز و ادب سجدہ برد پیش سریرم
آں طوطیِ خوش لہجہ ام از گلشنِ معنی ‏ ‏ ‏ کز بلبلِ قدس است بگو طرز صفیرم
در حلقۂ اربابِ صفا نعرۂ یاھُو ‏ ‏ ‏ در محفلِ رندانہ صدائے بم و زیرم
تا چند تواں گفت کہ من اینم و آنم ‏ ‏ ‏ خامش بدے اے کاش لبِ کلکِ دبیرم
اینہا ہمہ بشمردم و از روئے حقیقت ‏ ‏ ‏ از خود خبرم نیست چگویم کہ خبیرم
آزادیم از فکرِ خودم بود سزاوار ‏ ‏ ‏ تقدیر بزنجیرِ الم کرد اسیرم
چوں بخت بکامم نرسانید چہ حاصل ‏ ‏ ‏ گر انوری عصر و گر رشکِ ظہیرم
راضی برضا گشتم و خرسند ز تقدیر ‏ ‏ ‏ حلواست اگر قسمت و گرنانِ شعیرم
ہر چند بود راست کہ از ماست کہ بر ماست ‏ ‏ ‏ لیکن ز قضا بود بدینگونہ مصیرم
ہاں نسبتِ ذات ست کہ باآں ہمہ دُوری ‏ ‏ ‏ پیوستہ باو ساختہ چوں شکر و شیرم
انعامِ عمیمِ تو بدریوگرِ عقبےٰ ‏ ‏ ‏ در شیوۂ مطلب طلبی کرد دلیرم
دانندۂ احوالِ نہانی و عیانی ‏ ‏ ‏ از لطف نگاہے بمن اے ربِ قدیرم
سرگشتہ ام و گمشدہ در وادیِ عصیاں ‏ ‏ ‏ گرداں بسوئے خویش ازیں راہِ خطیرم
ہرگز نبود غیر ترا ہیچ وجُودے ‏ ‏ ‏ پیداست احد در نظر از جملہ کثیرم
برہانِ وجود است احد را رخِ احمدؐ ‏ ‏ ‏ مدلول و دلیل آمدہ مقصودِ خمیرم
با عترت و اصحاب بود روئے نیازم ‏ ‏ ‏ در بارگہِ آلِ نبیؐ بندۂ پیرم
آگہ نیم از تفرقۂ حاصل و محصُول ‏ ‏ ‏ دانم کہ سگِ درگہِ صدیق و امیرم

از دست برود دل خبرِ مَا طَلَعَ الشَّمْسُ ‏ ‏ ‏ ہم مست کند زمزمۂ خم غدیرم
پیراں جہاں زلہ برِ خوانِ نوالش ‏ ‏ ‏ مولاست علی ہست علی مرشد و پیرم
فردوس بود بارگہِ حضرتِ اَصدق ‏ ‏ ‏ یارب کہ بخاکِ درِ آں شاہ بمیرم
باقرؔ نخند پاک بجز اشکِ ندامت
باشد سیہ از نقشِ گنہ لوحِ ضمیرم

قصیدۂ ناتمام

در مدح اعلیحضرت غفران مکان نواب میر محبوب علیخاں بہادر آصف جاہ سادس بادشاہ دکن
نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ

کہ از استماع رپورٹ انتظامات قحط (۱۷ و ۱۳۱۸ھ مطابق سنہ ۱۹۰۰ء) و کیفیت صرف شدن زیادہ از دو کرور روپیہ در پرورش رعایائے سرکار نظام متاثر شدہ فی البدیہ فرمودند گر ناتمام ماند

فلک را کورسای ہا بقصرِ لامکاں قدرت ‏ ‏ ‏ زہرشش بس بود بوسد زمینِ آسماں قدرت
علوئے منزلت نازم کہ اقبالِ سکندر را ‏ ‏ ‏ نشانیدہ ست در خاکِ مذلت موشکاں قدرت
چہ دارد وقعتے سرہائے کیکاؤس و کیخسرو ‏ ‏ ‏ کہ پا نگذارد از تمکین بفرقِ فرقداں قدرت
زہے تمکین و جاہِ تو کہ تا ناشاہِ عادل را ‏ ‏ ‏ ز سر نگذاشت باقی در جہاں نام و نشاں قدرت
بہ پشتِ اشہبِ گردوں عناں بگسستہ گر تازد ‏ ‏ ‏ کند او را کجا با مرکبِ خود ہمعناں قدرت
چو در فوجِ عدو تابد فروغِ تیغِ برانت ‏ ‏ ‏ برآرد از نہادِ شاں فغاں الاماں قدرت

شہاں راشوکت وحشمت بہ بیجا گر کند منزل
کند بالاسرِ خود را ز خیلِ خسروان قدرت

خلاند خار در دل دشمنت را عز و تمکینت
نہد مرہم بہ زخمِ کہنہ ریشِ دوستان قدرت

بود تا دور گردوں باد دایم دولت و عمرت
بود تا دہر و سرمد باد یا رب جاوداں قدرت

بروں آمد ز بطنِ مادرِ گیتی دریں عالم
بہ اقبالِ بلند و بختِ میموں توأماں قدرت

ہمہ شاہان عالم زلّہ بردارِ تو بود بندے
شہا بر سفرۂ تقدیر چوں شد میہماں قدرت

بیانِ مدح ذاتِ تو نہ کارِ چوں منے باشد
کجا ایں بندۂ عاجز کجا عظمت نشاں قدرت

بنازم طالع خود را کہ مداحِ توام شاہا
ز خاکِ پستیم برداشت سوئے آسماں قدرت

تعالی اللہ زہے شانے کہ آمد اے شہِ والا
قضا را ہمسر و ہمدم قدر را ہمعناں قدرت

توئی فرمانروائے مالکِ ملک و نگیں شاہا
ترا دولت فزوں بادا و افزوں در جہاں قدرت

بمدحِ تو ز نادانی بسے رہ داد پستی را
کسے کز کوتہ اندیشی بگوید آسماں قدرت

نشیمن قدسیاں سازند بہر رفعتِ شانش
بزیرِ قصرِ گردوں افگند گر سایباں قدرت



ردیف الف

تعالی شانہ رہ نیست در ذاتش چہ و چوں را
بایں نطق و بیاں کس چوں ستاید شانِ بیچوں را ۱

ہنوز آں لذت و مستی است در جانم بہ بیداری
کہ دادم بوسہا در خواب شب آں لعلِ میگوں را

دلش را تا بدست آرم چہا تدبیرہا کردم
ندیدم ہیچ تاثیرے کدامی سحر و افسوں را

بغیر از جلوۂ جاناں نیاساید دلِ عاشق
خدا خورسند گرداند مگر دلہائے محزوں را

معنبر گیسواں از دل اسیرِ دام گیسویش
صنوبر قامتاں از جاں غلام آں قدِ موزوں را

بروائے بوالہوس از عشق بازی دم مزن ہرگز
کہ آساں طے نمودن نیست ایں صحرای پرخوں را

بجمع مال و زر ممسک پریشانی نمیدانی
کہ مال و زر چہ بر جاں ریخت اوستاد تو قاروں را

بروں از سمعہ و عجب و ریا شو خوش بر رندان
بیا زاہد بکش اینجا شراب و بنگ و افیوں را

چنانم جوشِ وحشت شد کہ کردم سیرگاہِ خود
چو مجنوں دامنِ صحرا و دشت و کوہ و ہاموں را

چناں از بدو فطرت شد گریباں گیر عشقِ او
کہ در طفلی بخواندم قصۂ فرہاد و مجنوں را

حصولِ مدعائے دل کجا و من کجا باقر
که نتوان راست فرمودن ز فکرے بخت وارُوں را

٢ دور از تو چه حال است به بیں تاب و تبِ ما   اے سرورِ عالی نسب اُمی لقبِ ما
دورم ز دیارِ تو مگر سجده بسُویت   پیوسته بود مشغلۂ روز و شبِ ما
پروردۂ دردیم ندانیم اب و عم   ما عشق نژادیم مپرس از نسبِ ما
جا کرد خیالِ رخت اندر جگر و دل   از عشقِ تو مملو است ورید و عصبِ ما
تا هست بهم جان و تنِ ما نشود دُور   از گوشۂ داماں تو دستِ طلبِ ما
ایں حسنِ دل افروزِ تو خود آفتِ جاں بود   جورِ تو فزوں ساخته رنج و تعبِ ما
هر چند شدم خسته بس از سیلیِ اخوان   ایں شکوه چو یوسف نه برآید ز لبِ ما
داریم خیالِ رخِ پرنورِ تو هر روز   صرف است بیادِ سرِ زلفِ تو شبِ ما
ویرانه ام آباد شد از وصلِ تو صد شکر   از روئے تو روشن شده چوں روز شبِ ما
از ما بفراقِ خودت احوال چه پُرسی   دور از لبِ جاں بخشِ تو آه است و لبِ ما
گفتم که یکے بوسه بفرمود که باقر
بیهوده مزن حرف بترس از غضبِ ما

٣ هر دم غمت دهد سرِ داغِ دگر مرا   شوقِ نظارۂ گلِ باغِ دگر مرا
زهر آبِ غصه حصۂ من گشت و جامِ غم   ساقی چه حاجت است ایاغِ دگر مرا
گردے ز کارواں نه عیاں گشت و هر نفس   شوقش عناں کشد بسراغِ دگر مرا

فیضِ محبت است که از عرش برترم   ایں باده داده است دماغِ دگر مرا
امشب ز شمعِ عارضِ او خانه روشن است
باقر چه احتیاجِ چراغِ دگر مرا

۴ هوسم نیست بادشاهیٔ ها   من و در کوئے تو گدائیٔ ها
نارسائیٔ طالعم بنگر   که بکویت نشد رسائیٔ ها
زاهدا می بنوش با رنداں   تا کجا زهد و پارسائیٔ ها
نیست جز خستگی و دلسوزی   حاصلِ ربط و آشنائیٔ ها
بیش ازینم جدا ز خود مپسند   که ز حد شد فزوں جدائیٔ ها
باقر از دستِ روزگار مرا
کو دماغِ غزل سرائیٔ ها

٥ روئے چوں آئینه ات مایۂ حیرانیِ ما   طره ات شانه کشِ زلفِ پریشانیِ ما
زینتِ جیب و گریبان است چو گل خارِ رهت   هست خاکِ درِ تو صندلِ پیشانیِ ما
پارسائی چه بود زهد و ورع یعنی چه   سجدۂ بارگهت هست مسلمانیِ ما
هر سحر چاک زند جیب و گریباں چه کنم   بنود دست جنوں را غمِ عریانیِ ما
از دمِ گرم لوا و کله از داغِ جنوں   داشت ساماں دگر بے سر و سامانیِ ما
دل نه از کوچۂ زلفِ تو بروں شد وائے   شد نه از قید رها یوسفِ زندانیِ ما
دلِ مستاں برود نعرۂ یاهُو چو کنیم   هوشِ صوفی به برد طرزِ خدا خوانیِ ما

چوں نیا شمیم بجاں ناصیہ فرسائی درت　　شد خط بندگی تو خط پیشانی ما

باقر از بس غزل نغز نے خامہ سرود
قدسیاں راست زباں گرم ثناخوانی ما

۶ نہ ہوائے باغ و بستاں نہ سر بہشت ما را　　غم عشق گلعذارے شدہ سرنوشت ما را
شدہ ایم فارغ از بسکہ زنیک و بد بکلی　　نہ بدوزخ است جذبے نہ کشد بہشت ما را
چہ خوش است ناتوانی کہ بشدت جنون ہم　　زکمال رحم طفلاں نزنند خشت ما را
زجمال چہرۂ تو ہمہ جاست جلوۂ نو　　نبود تفاوتے در حرم و کنشت ما را
نہ ہمیں است گل و گلشن بنظر چو خار اے جاں　　کہ جہنم است بے تو چمن بہشت ما را

زملامت تو ناصح نرود ز دل کہ گشتہ است
رقم وفائے خوباں خط سرنوشت ما را

۷ بسکہ از دل نرود وحشت دیرینۂ ما　　صرف لہو است چو طفلاں شب آدینۂ ما
جلوہ فرما نفسے در دل بے کینۂ ما　　قدمے نہ زکرم بر سر و بر سینۂ ما
بسکہ از پرتو عشق تو صفا یافتہ است　　جلوۂ مہر دہد کینہ در آئینۂ ما
نیست یک جور و جفائے کہ نکردی لیکن　　ہیچگہ سیر نشد خاطرت از کینۂ ما
ما ز درد غم ہجران تو مردیم ولے　　تو نگفتی چہ شد آں عاشق دیرینۂ ما
تا چہ صیقل بود اے کافر کیش کہ او　　از دل سنگ تو یکرہ ببرد کینۂ ما
روزگاریست کہ ما سجدہ بر کوئے تو ایم　　مدہ از یاد حق خدمت دیرینۂ ما

ہم اگر دست دہد عیش دو عالم باقر
مشکل از دل برود کلفت دیرینۂ ما

۸ آرزوئے صحت جاں نیست بیمار ترا　　میل آزادی نمی باشد گرفتار ترا
صد برنگ یوسف مصری خریدار تواند　　رونق دیگر بود امروز بازار ترا
می توانش بر سر آمد یکدم ای رشک مسیح　　کہ بود حال دگر امروز بیمار ترا
ای دل بے طاقتم با درد رنجوری بساز　　کہ مسیحا چارہ نتواں کرد آزار ترا
تا حریم جلوہ گاہت جذبۂ دل رہبر است　　گام فرسائے دیار شوق دیدار ترا
جلوۂ فیض تو تا بد قابلے میبایدش　　ہر دلے نتواں صدف گردید اسرار ترا

دیدہ در خواب امشب جلوۂ آں ماہ را
گرد سر گردیم باقر بخت بیدار ترا

۹ بکام جاں برساں جام عشق و مستی را　　زلوح سینۂ خود شو غبار ہستی را
بغیر نقد دل و جاں چہ بر تو افشانم　　قبول دار ز ما عذر تنگدستی را
برنگ آئینہ روشنگر حریم دل است　　بسنگ توبہ مزن جام مے پرستی را
بہ قتل عاشق مسکیں یکے زغمزہ بس است　　زابرواں چہ کشی خنجر دو دستی را
خوش است گریہ و گہ نالۂ حزیں اے دل　　مدہ ز دست خود ایں شیوہ ہائے مستی را

دگر بہوش نہ آمد ز بیخودی باقر
چشید ہر کہ ز جام مے الستی را

۱۰ نه بینم گر رخت را بر که بندم دیدهٔ خود را
بجز یادت کنم چون خوش دلِ غمدیدهٔ خود را

شنیدی فتنهٔ فردا هم امروزش تماشا کن
دمے در جلوه بیرون ده رخِ پوشیدهٔ خود را

نکردم آشنا یکره دریں باغِ جهان یارب
ز گلهائے تمنا دامنِ برچیدهٔ خود را

بعشقت اے مهِ کامل ندانستم هلال آسا
کنم کاهیده از غمها تنِ بالیدهٔ خود را

زلالِ لعل نوشت را منم لب تشنه نتوانم
به آبِ خضر تر سازم لبِ تفسیدهٔ خود را

سرم قربانِ نازِ تو بکامِ ماسیه روزاں
تبسم ریز کن لعلِ مسی مالیدهٔ خود را

رسا گر میشود بختم ز سنگِ آستانِ تو
دهم بالینِ آسایش سرِ شوریدهٔ خود را

خموشی تا کجا باشد بود چین جبیں تا کے
به باقر مهربان فرما دلِ رنجیدهٔ خود را

۱۱ دهد نورے دگر در چشم بینش دیدنِ مینا
فزاید کامِ جاں را لذتِ بوسیدنِ مینا

بمستاں می دهاند یاد طرز سجدهٔ حق را
به پیشِ ساقیِ مهوش جبیں سائیدنِ مینا

تو چوں ساقی شوی از فیضِ دستِ تو عجب نبود
برنگِ گردشِ پیمانه از گردیدنِ مینا

به بزمِ آں بتِ میکش تماشائے دگر دارد
ز شادیِ خندهٔ جام و بخود بالیدنِ مینا

ز بزمِ میکشاں آمد مرا خوش ایں ادا باقر
بخدمت گشتنِ پیمانه بر خود خندنِ مینا

۱۲ سرو و گل و بهار نیاید بکارِ ما
گلزارِ ما توئی و توئی نوبهارِ ما

شکرِ خدا که در برم آمد نگارِ ما
آمد بکار زندگیِ مستعارِ ما

دی شب که بر سرم نرسیدی بوعدهٔ آت
جانا چها طپید دلِ بیقرارِ ما

عمرے گزشته است که از نامه و پیام
یادم نمی کند بت نسیاں شعارِ ما

از تندبادِ دهر و ز آشوبِ روزگار
هرگز ز کوچهٔ تو نخیزد غبارِ ما

ای سروِ من بیا بتماشا که هست چوں
از آبِ اشک تر چمنِ انتظارِ ما

تیرِ دعا رسد به نشانِ قبول چوں
گر بر کمال خود نرسد اضطرارِ ما

بے پرده از حجاب تماشا همی کنم
رشکِ تجلی است کنوں استتارِ ما

هر جا که هست بے هنراند سربلند
قدرِ هنر کجا است دریں روزگارِ ما

باشد هنوز چشمِ امیدم برحمتش
عصیاں اگرچه گشت چو باقر شعارِ ما

۱۳ آفتابیست که روشنگرِ جانست مرا
داغِ عشقِ تو که در سینه نهانست مرا

حالتِ گریهٔ هجرِ تو چه گویم چونست
رود باریست که از دیده روانست مرا

نگهِ نرگسِ فتانِ تو غارتگرِ دل
خندهٔ لعلِ لبت آفتِ جانست مرا

من ز جورت نکنم شکوه ننالم اے دوست
هر جفائے که کنی راحتِ جانست مرا

من بقربان[1] تو از بهرِ خدا زود بیا
دلِ سودا زده بس بے تو طپانست مرا

آه تا دور ز بزمِ طربت افتادم
کار با زمزمهٔ آه و فغانست مرا

---

[1] بقربان تو و قربان تو هر دو محاوره است ۔ مرزا طاهر وحید گوید ؎ شنیدم گفتهٔ جاناں چه میگردد وحید اینجا ۔ چه میگردد بقربانِ تو میگردد بقربانت ٭ و میر محمد افضل ثابت گوید ؎ از کوئے تو رفتن است مشکل ۔ قربانِ سرِ تو میتواں رفت ٭

غیر ازیں ہیچ ندانم نہ بخوانم باقر
اصدق اصدق ہمہ دم وردِ زبان ست مرا

۱۴ بیا ساقی بدہ جامے رہا کن از خودی مارا — بروں کش از برو دوشم لباسِ زہد تقوی را
بجاں یار است و در دل یار و من دور از وصالِ او — کہ باشد تا از و پرسیم شرحِ ایں معمارا
دلم خوں کرد خاموشی فدائے ناز و تمکینت — بدشنامے بجنبش آر لعلِ بادہ پیمارا
ز قد و لکشش عمرے بود خالیست آغوشم — خوشا وقتے کہ بینم در کنار آں ماہ سیمارا
برنگ شمع ناگہ جلوہ فرما در شبستانم — رہا کن از سرِ من وعدۂ امروز و فردارا
کجا آں طالعِ میموں کہ بینم بر مرادِ دل — بہ پہلو شاہدِ رعنا و در کف جامِ صہبارا
نباشد ہیچ ممکن را وجودے غیرِ حق باقر
کشا چشم حقیقت بیں یکے داں موج و دریارا

۱۵ خوش عمر بغربت گزرد ہمچو منے را — از بیوطنی غم نبود بیوطنے را
از دردِ فراق تو شب و روز کنم جاں — با من چہ مساوات بود کوہکنے را
چوں خار کند خستہ تنت را ورقِ گل — نسبت چہ دہد کس بتو نازک بدنے را
زلفِ تر جاناں بہ نگاریں بر و دوشش — ابریست کہ سیراب نماید چمنے را
آں طرۂ طرار زخود مشک فشانست — اینجا نہ بود قدر ختا و ختنے را
اے تازہ نہالِ چمنِ حسن چہ سازم — دور از قدِ رعنائے تو سرو و سمنے را
در کون و مکانست فروغش کہ ندیدم — بے جلوۂ او خلوت و ہم انجمنے را

مسجودِ ہماں حق بود اے شیخ چو بینی — سر گرم بسجودِ صنمے برہمنے را
افتادہ جدا دور تر از شہر و دیارم — از لطف بیاد آر بعید الوطنے را
نازیم بشیرینیِ گفتارِ تو باقر
کو تاب سخن پیشِ تو شیریں سخنے را

۱۶ دادم نہ گہے دل بہ من جز تو کسے را — بے یاد تو ہرگز نکشیدم نفسے را
دردِ دل عشاق و کجا زہد تو زاہد — ایں درد نباشد چو تو بے بلہوسے را
کس ہیچ نداند کہ بہجرت گزرد چوں — از راز خود آگہ نکنم ہم نفسے را
ہر انچہ خدا داد تواں کرد قناعت — در دل ندہی راہ ہوا و ہوسے را
پرسید دریں قافلہ سالار کدامست — از وے کہ شنیدہ است صدائے جرسے را
گشتیم در آفاق جہاں لیک ندیدم — از جملہ حسینانِ جہاں چوں تو کسے را
باقر بکلامم نہ بود حشو و زواید
در گلشنِ ما رہ نہ بود خار و خسے را

۱۷ کرا چشمے کہ تا بے پردہ بیند آفتابش را — قیامت جلوہ گر گردد چو بردارد نقابش را
چہ دل با ابلق ایام بندی کز سبکتازی — نمی باشد ثباتے ہستی پا در رکابش را
کسے زیں بزم نہ تواں شد حریفِ گرمی نازش — کجا باشد جگر دارے کہ بر تابد عتابش را
ز بیداریِ چشمِ خون فشانِ من چہ می پرسی — خیالِ زلفِ شبگونت پریشاں کرد خوابش را
من از میخانۂ مے خوردہ ام باقر کہ تا محشر

افاقت روئے نماید ز بدمستی خرابش را

۱۸ سویم نمیرسد چو صبا نو بهار ما   یادم نمیکند بت نسیان شعار ما
انداز ناز و غمزه و طرز تغافلش   صبر و شکیب برده و تاب و قرار ما
خوں میکند دلِ گل و نسرین بروے خود   چوں غازه میکشد بت گلگوں عذار ما
کردی شهید ناز خودا کنوں ز روئے صدق   شمع بیار بر سر لوحِ مزار ما
از فیض جلوه اش همه برق تجلی ام   پروانه همچو شمع بگردد نثار ما
هم در شباب صرصرِ عشقِ تو کرد پیر   دیرے نداد رو که خزاں شد بهار ما
هستم دریں چمن چه یکے نخلِ بے ثمر   بے برگی است سرو نمط برگ و بار ما
شرمِ گنه به بیں که ز آمرزگارِ حق
باقر نخواست عفو دلِ شرمسار ما

۱۹ حالتِ نزع است بنمائید محبوبِ مرا   بر سرم آرید دارم حال بدخوبِ مرا
گر شود گاهے گزارت در حریمِ خلوتش   اے صبا از ما سلامے یارِ محبوبِ مرا
خاطرم چوں شاد گردد قاصدا خود بیجواب   من گرفتم حرز بازو ساخت مکتوبِ مرا
در طلب سرگشته ام دیر و حرم گردیده ام   تا کجا منزلگه است آں شوخ مطلوبِ مرا
یک تماشِ خوش گه سودا بیار من نبود   خود پسندید از کرم ایں جنس معیوبِ مرا
گرچه باقر هر نفس گرمِ فغان و زاریم
نیست رحمے بر من آں ترکِ دل آشوبِ مرا

جان من سوخت فراقت صنما زود بیا   اے پری شیوه و اے ماه لقا زود بیا ۲۰
ایکه از شرم و حیا جانب ما رو نکنی   من بقربانِ حیائے تو بیا زود بیا
نکهتِ مشک فشاں طرهٔ او زود بیار   از حریمِ مه من پیک صبا زود بیا
دم نزع است و تمنائے وصالت در دل   نشترِ غم شکند بهرِ خدا زود بیا
شدتِ تشنگیٔ شوقِ تو سوزد جگرم   اے به لعلِ لب تو آبِ بقا زود بیا
با شدم ورد زبان بے تو ز سودائے رخت   شاهدِ کج کلهِ تنگ قبا زود بیا
باقر خسته دل از درد فراق است بحال
اے همه سحر و فسوں ناز و ادا زود بیا

چوں بشوخی بنگرد آں مهوشا آئینه را   عکس روئے او نماید لاله زار آئینه را ۲۱
چوں بدستِ خویش گیرد آں نگار آئینه را   میکند گرمی حسنش بیقرار آئینه را
جم اگر یک ره کند نظاره روئے روشنت   بر صفائے روئے تو سازد نثار آئینه را
جلوهٔ چینِ جبینِ او با آغوشِ دلش   همچو دریا می نماید موج دار آئینه را
چوں مقابل شد به آں گلگوں قبائے سبزه رنگ   در کنار آمد عجب رنگیں بهار آئینه را
بسکه حسنِ بے مثالِ او نخواهد غیر خود   می نگردد ماه من هرگز دوچار آئینه را
از درونِ پرده اش بیروں کنم در دست گیر   جاں بلب آورد دردِ انتظار آئینه را
با دلِ عاشق چه سازد گر جبینِ سیماب شاں   جلوهٔ روئے تو سازد بیقرار آئینه را
از درونِ لوحِ دل حرفِ دوئی را محو کن

کن مُصفا باقر از گرد و غبار آئینه را

۲۲ بیا از چهره روشن کن شبِ تاریکِ زندان را   که شمعے نیست چوں روئے تو بزمِ مُی پرستان را

دمِ نزع است اے همدم شوقش میدهم جان را   تواں آورد بر بالینم آں عیسیِ دوراں را

مده از دست اے زاهد بخلوت دین و ایماں را   بیا بیروں نظر کن مصحفِ رخسارِ خوباں را

بپایش گر شوم قرباں زهے قسمت چه عید است ایں   که قرباں میکنم بر پائے او صد عید قرباں را

بنازم جذبهٔ عشقِ زلیخا را که در راهش   تحمل کرد یوسف ضربتِ سیلی اخواں را

ز تاثیرِ فغانِ نے بجانِ من عجب نبود   که دردِ آه سوزانم زند آتش نیستاں را

پریشاں میشود شیرازهٔ جمعیتِ خوباں   پریشاں چوں کنی بر چهره آں زلفِ پریشاں را

ز برقِ جلوهٔ تو بزم گردد وادیِ ایمن   فروغِ عارضِ تو شمع میگردد شبستاں را

فروغِ جلوهٔ حسنت بوقتِ سیرِ گلزارت   سراپا دیدهٔ بینا نماید نرگستاں را

بدورِ عارضت آمد ز دیر و کعبه استغنا   که کوئیت سجده گه گردید هر گبر و مُسلماں را

نسیم آسا بیا گلهائے داغِ ما تماشا کن   دلت گر میکشد ای سرو من سیرِ گلستاں را

پے درسِ محبت چوں بمکتب خانه میرفتم   چو مصحف در بغل میداشتم تصویرِ جاناں را

بخاکِ تربتم یکره بیا جاناں چه کم گردد   که از شمعِ رُخت روشن کنی گورِ غریباں را

ز آسیب جزا باقر چه می ترسی که حق فردا
خرد با نقدِ آمرزش متاعِ جنسِ عصیاں را

بو حبسِ دوام اے وائے زندانیِ الفت را   رهائی کے تواند شد گرفتارِ محبت را ۲۳

قناعت شیوه ام باشد توکل خوئے طبعِ من   به مسکینی غنی هستم چه سازم مال و دولت را

حسینانِ جهاں رسمِ وفا میداشتند اکنوں   مگر منسوخ بنمودی تو آئینِ مروت را

به اوجِ مرتبت باید تواضع خوئے خود کردن   مآلِ کار جز ذلت نشد اربابِ نخوت را

کشی در مجلسِ وعظم کنی از خلوتم بیروں   کجا دانی تو اے واعظ علوی شانِ عزلت را

طپم در خاک و خوں زینساں بحسرت جاں دهم تا کے   خداوندا یکے بنما رخِ آں ماه طلعت را

تواں از فرق پا کردن که آمد نامه از یارم   که بس شوقِ ملاقاتِ تو باشد بادولت را

چه میخسپی دلِ شب جلوهٔ حق را تماشا کن   به هشیاری سرِ پائی بزن ایں خوابِ غفلت را

مصیبت چند بر تابم به دوریِ دیارِ خود   چساں صبحِ وطن سازم خدایا شامِ غربت را

ز خوفِ کثرتِ عصیاں همی لرزی بجاں باقر
فراموش میکنی ناداں ز غفلت شانِ رحمت را

جلوه آرا چوں شود ماهِ پری تمثالِ ما   میکشد کارم به بیهوشی بگردد حالِ ما ۲۴

جلوه فرما گر شود در کلبهٔ تارم چه دُور   شمع روئے عنبریں گیسوئے مشکیں خالِ ما

نیست خالی از الم هرگز مرا وقتِ طرب   از محُرم میشود غمناک تر شوالِ ما

سُوخت جانم سُوزِ عشقت قصه کوته میکنم   مختصر تفصیلِ ما میباشد از اجمالِ ما

دیدهٔ گوهر فشاں و چهرهٔ زردم ببیں   از دلِ زارم چه میپرسی به بیں احوالِ ما

ذکرِ حسنِ عارضت میباشدم وردِ زباں   نیست جز یادِ لبِ لعلِ تو قیل و قالِ ما

جبذا بختے کہ ہر دیوار و در آمد برقص — دلربا خوش نغمہ سنجیدہ شب اقوال ما
جہد ہا کردم بحمد اللہ کہ پیوستم بدوست — مرحبا بخت بلند و حبذا اقبال ما
از زبانِ آن ستمگر تا چہ می آرد پیام — میرسد از دور یارب پیک فرخ فال ما

حالتِ نزع است از بہرِ خدا آں ماہ را
میتواں کردن خبر باقر بروا زحال ما

۲۵ از جور و جفائے تو نباشد گلۂ ما — باشد ز چنیں شیوہ بلند حوصلۂ ما
اینک غزلِ تازہ بہ پیشِ تو کنم عرض — یک بوسہ زرخسار تو باشد صلۂ ما
در ہند نہ تنہا شدہ ام شہرۂ آفاق — در ناحیۂ ملک عجم غلغلۂ ما
در مشرب چشتم غلامِ شہ اصدق — با خواجہ حسن دست زند سلسلۂ ما
پا کردہ زسر بستۂ احرام مدینہ — رقصاں ز طربہا برود قافلۂ ما
رفتیم بسودائے تو در دامن ہر دشت — کو خار کہ سرسبز نہ شد ز آبلۂ ما
ہر گوہر نظم است بہ از عقد ثریا — آں کیست دریں عہد کہ بخشد صلۂ ما
از دشمن و از دوست نداریم شکایت — رحم است بر آنکس کہ کند باز و گلۂ ما

پے کرد مرا پائے طلب طے مراحل
باقر چہ کنم دور بود مرحلۂ ما

حیرت زدہ کرد آں رُخِ زیبائے تو مارا — آئینہ نمط محو تماشائے تو مارا
در کوئے تو رفتن نتوانیم کہ کردہ است — زنجیر بپا زلف چلیپائے تو مارا

وقت است کہ آئی تو سوار از پئے صیدم — وحشت بنمود آہوئے صحرائے تو مارا
فارغ ز خبر بیداری کونین نگشتیم — تا جائے بسر ساختہ سودائے تو مارا
از خویش برفتیم بکردہ است چناں مست — بوئے سر گیسوئے سمن سائے تو مارا
بر خاک بیند از دم آں جنبش ابرو — از ہوش برد نرگس شہلائے تو مارا
با خاک برابر چو شود کالبد ما — از دل نہ رود نقش تمنائے تو مارا
گر آمدنت ہست بیا جان من امروز — خون کرد جگر وعدۂ فردائے تو مارا
از میل حسینان جہاں بود فراغم — تقدیر نمود عاشق شیدائے تو مارا

گفتیم کہ داری سر ما ہیچ بفرمود
باقر نبود ہیچ بدل جائے تو مارا

۲۷ در دیدہ و دل نیست بجز جائے تو مارا — در دل نبود جز بہ تمنائے تو مارا
دردِ دلِ من بہ نشد از منّت عیسیٰ — ہاں زندہ کند لعل مسیحائے تو مارا
در پرتو رخسار تو بینم رخ خود را — آئینہ بود طلعت غرائے تو مارا
از گردش چوں ساغر پُر جوش مے ناب — بیہوش کند نرگس شہلائے تو مارا
ہنگام تماشائے تو سودائے محبت — افگند چو گیسوئے تو بر پائے تو مارا
بودیم برخ بستہ در از روئے حسیناں — بنمود قضا عاشق شیدائے تو مارا
فرداست بعید آہ ہم امروز بجاں گشت — قرباں شومت وعدۂ فردائے تو مارا
از مہر و وفا گوے کہ بس سمع خراش است — ایں قصۂ اسکندر و دارائے تو مارا

باقر سخنے سنج کہ دل میبرد از دست
این شوخی انداز سخنہائے تو مارا

۲۸ خنداں بدل بود گل داغ از بہار ما — باشد طراز دامن وحشت غبار ما
از سر ہوائے بادۂ اطہر بروں دہی — زاہد اگر چشی زمے خوشگوار ما
ای برق ہوشدار کہ امشب بہجر یار — گرم طپیدن است دل بیقرار ما
تا سر بر آستان بلندت نہادہ ایم — از عرش برتر است سرِ اعتبار ما
آمد بہار و شاہد گل چہرہ برفروخت — یکرہ در آ بجلوہ تو ہم نوبہار ما
آفاق سیل حادثہ برہم زند اگر — ہرگز ز کوئے یار نجنبد غبار ما
قطع نظر ز رحمت عامش نکردہ ایم
باقر شد ارچہ کثرت عصیاں شعار ما

۲۹ تواں دیدن بایوانش تجلیگاہ ایمن را — نماید جلوہ اش خورشید محشر چشم روزن را
چہ باشد سرو تا پیش قدِ او قد برافرازد — چہ باشد رونقے پیش رخِ او روئے سوسن را
بیا با دام زلف و تیر مژگاں بہر صیدِ من — بفرما مطلع خورشید یکرہ پشتِ توسن را
بہ بین نیرنگی شانش کہ شوق دانۂ گندم — کشد سوئے زمیں آں آدمِ فردوس مسکن را
مشبک میکند چوں خانۂ زنبور دلہا را — بغمزہ سروہی یکرہ اگر آں چشم پرفن را
نباشد کاروانم را بشبہا خطرۂ غارت — چراغم کور میسازد چو نرگس چشم رہزن را
برعنا قامتی شد مشتہر ہرچند در عالم — نداند سرو بستاں چوں قدت طرز چمیدن را

نمی باشد بکیشِ ما میانِ نیک و بد فرقے — بچشم دوستی چوں دوست می بینم دشمن را
پر پرواز بکشاید باوجِ رحمتت یارب — چو مرغ روح بگزارد شکستی خانۂ تن را
بلوحِ دل بود باقر ہمیں نقش تمنایم
کہ بینم وقت مردن جلوۂ آں روئے روشن را

۳۰ بدیدم تا ز بالائے تو طرز دلربائی را — ز لوحِ دل ستردم نقش حرف پارسائی را
درونِ گوشۂ خلوت تو اے زاہد چہ می بینی — بہ بیں در روئے یارم جلوۂ شانِ خدائی را
بطرز ناز تو عرضِ نیاز خویشتن کردم — نمودم وقف درگاہِ تو مشق جبہ سائی را
بود انداز و ناز از خوبانِ جہاں یکسو — نمیدانم کجا آموخت طرزِ دلربائی را
جمالِ آفتابت شد بذرّات جہاں روشن — بروئے خوبرویاں جلوہ داری خودنمائی را
دلِ من بندۂ عشق است اے زاہد بنہ یکسو — ز من ایں خرقۂ سالوس زہد و پارسائی را
بکارِ مشکلِ من یا علیؑ مشکل کشا رحمے — بدستِ قدرتت بخشید حق مشکل کشائی را
منِ گم کردہ رہ را حضرتِ اصدق نما راہے — مخصص کرد حق بہرِ تو کارِ رہنمائی را
بقربانِ تو از جور و جفاہا ہرچہ خواہی کن — مبر پیشم تو از بہرِ خدا نامِ جدائی را
طپد در خون دلِ باقر رقیباں کامیاب از وے
تواں دیدن بچشم عبرتے شانِ خدائی را

۳۱ روئے تو نشد مقابلِ ما — خوں گشت بدوریت دلِ ما
جا میدہم بدیدۂ و دل — آئی تو اگر بمنزلِ ما

باسحر و فسوں چنیں دلِ تو گاہے نشدہ است مائلِ ما
از آہ و ز آب دیدہ گل کرد اسرارِ نہانیِ دلِ ما
چوں روز شبِ من است روشن شد روئے تو شمعِ محفلِ ما
اے راحت جانِ من کجائی شد پارہ بفرقتت دلِ ما

پرسید کہ ہاں کجاست باقر
آں کشتۂ نازِ بیدلِ ما

۳۲ خوشا دمیکہ بہ بینم بہار رنگ ترا خوشا نصیب کہ بوسم دہانِ تنگ ترا
زتند خوئے تو عاجزم چساں ہردم بجان و دل بدہم جائے خشم و جنگ ترا
دلِ ترا است اگر میلِ ناوک اندازی دل و جگر بنمایم نشانِ خدنگ ترا
نتیجۂ نہ بسحر و نہ در فسوں اثرے چساں بدست خود آرم دلِ چو سنگ ترا
بگفتمش کہ مہر نام و ننگ من فرمود برو برو کہ نخواہیم نام و ننگ ترا
یکے بسوئے منِ خستہ ہم کماں درکش کہ تا بسینہ چو دل جا دہم خدنگ ترا
بشوق برکہ پے مشق برق اندازی سرِ من است کہ گردد نشان تفنگ ترا

متاعِ صبر و سکوں سوخت در دلِ باقر
زغازہ کرد چو مشاطہ شعلہ رنگ ترا

۳۳ پردہ می انداز از رخ شاہدِ رازِ مرا روسیہ بادا آہی اشک غمازِ مرا
یوسفِ مصری بشوخی و اداہا کے رسد آں سراپا خوبیِ با عشوۂ و نازِ مرا

در تحیر شد زہوش و سروِ ناز از پا فتاد دید در گلشن چو قدِ سرو و طنازِ مرا
پیش پا افتادہ مضمونے نبندد طبعِ من کے سرِ صیدِ چنیں صید است شہبازِ مرا
ہر زماں نامِ خدا دارد تلاشِ طبعِ شوخ بر خیالِ فتنۂ نو فتنہ پردازِ مرا

خوش نمی آید بچشم جلوۂ حسنِ کسے
ہاں تواں بنمود باقر جلوہ پروازِ مرا

بیا بسوئے من اے رشکِ نوبہار بیا چو جان بقالب جان دادہ در کنار بیا ۳۴
بیا بیاز کجا مے کشیدہ می آئی کہ لغزشیست برفتارت از خمار بیا
بہ نعشم ار نرسیدی پے نماز اکنوں زبہر فاتحہ چوں شمع برمزار بیا
گل است خندہ زن و سرو می چمد باناز تو نیز در چمن اے سرو گلعذار بیا
یکے زناز قدم رنجہ کن کہ در پایت متاعِ صبر و خرد می کنم نثار بیا
فدائے تیزیِ رہوار تو گہے سویم عناں گسستہ تو اے ترک شہسوار بیا
بمن کہ محرم راز توام چہ شرم و حیا است عبث بود زمنِ خستہ ننگ و عار بیا

طپد بخاک چو بسمل بہ دوریِ تو یکے
بسوئے باقرِ دلخستہ اے نگار بیا

بصلح چوں کشم اے وائے خوئے جنگ ترا چگونہ نرم بسازم دلِ چو سنگ ترا ۳۵
خدنگِ غمزہ ات از بہر کشتنم کافی است بریدن ار بنود تیغ سر بزنگ ترا
تو رشکِ حورِ بہشتی بتِ فرنگ نژاد زخلد بہ بہ شمرم کشورِ فرنگ ترا

زوعدهٔ تو خوشم خواه دور یا نزدیک — که زود می شمرم وعدهٔ درنگ ترا
براندی از بر خویش و درشت فرمودی — بیان کنم بکه این ماجرائے جنگ ترا
نهم چو جان به تن زار خویش شمشیرت — بسینه جا بدهم همچو دل خدنگ ترا
زچشم بد گل روئے تو در امان بادا — خزان مباد الٰهی بهار رنگ ترا
زناوک مژه ام کشته که هیچ سپر — نبوده است چو تیر قضا خدنگ ترا

زعشق تو به بغیر ما خدائے را باقر
که عشق برده بتاراج نام و ننگ ترا

۳۶ یارب چه تمنا است من خسته تنے را — در بر بکشم سرو قدے گلبدنے را
با آں رخ رنگیں که بود چشم بدش دور — نسبت نبود هیچ مطراے چمنے را
قربان به دم خنجر تیز تو سر من — بر نعش بیا کشتهٔ خونیں کفنے را
یک جلوه بفرما طرف بزم حریفاں — کن از رخ خود رشک چمن انجمنے را
اے من بفدایت بسر خود ندهم جا — با نکهت زلف تو نسیم ختنے را
اے غیرت گلشن بچمن بے گل رویت — کے خوش بکنم جلوهٔ سرو و سمنے را
ای همنفسان مژده که عاشق شده ام من — شمشاد قدے ماه رخے سیم تنے را
بر پائے تو اش گر بفشانم چه بنازم — در راه تو قیمت چه بود جان و تنے را
در کام دلم نغز تر از شربت خضر است — یک بوسه زدن پستهٔ شیریں دهنے را
در بادهٔ دولت دنیا که حرام است — هرگز نه بیالائے تو دست و دهنے را

دنیا همه پوچ است و غمش پوچ تر از پوچ — بردار ز دل این همه رنج و محنے را

باقر زره دور و دراز آمده سویت
لطفے کن و دریاب غریب الوطنے را

۳۷ فراق یار کجا و توان و تاب کجا — مرا ز چشم ندانم که رفت خواب کجا
مرا وظیفه ز لخت دل است و خون جگر — شراب ناب کجا ساقیا کباب کجا
مکن کرشمه که از عشق فارغم اکنوں — زمان شیب کجا عالم شباب کجا
کنوں فتادهٔ بے دست و پا زدن ای دل — طپیدن تو کجا رفت و اضطراب کجا
کشاد بند قبا چهره پر عرق چوں گل — تو میروی مه من گو به این شتاب کجا
بروں شد است بمستی سحر ز خانهٔ خود — ز چهره ماند کجا برقعه و نقاب کجا
نشست غیر به بالا و من فرو چه شود — حباب بحر کجا و در خوش آب کجا
فتاده ام من مست گنه زحق غافل — نماز صبح دعاهائے مستجاب کجا
میان ابرو دو چشم تفاتے است عظیم — سرشک من ز کجا گریهٔ سحاب کجا

بگفتهٔ تو که بود جمله منتخب باقر
چو شعر حافظ شیراز انتخاب کجا

۳۸ دیدم نه عارض تو و هستی تو بر ملا — از غایت ظهور بماندی تو در خفا
من پاکباز عشق تو هستیم با کسے — جز تو خدا گواه که نگشتیم آشنا
بیصرفه هست شکوهٔ عیسیٰ بلب رساند — خود بوده است درد دل خسته لا دوا

از کثرتِ گناه نمانده است چاره‌ام — جز آنکه برکشی قلمِ عفو بر خطا
یارب مرا بدرگهِ محبوب خود رسان — در دل نمانده است جز این هیچ مدعا
ای حسن پرده پوش کنم محو جلوه ات — فارغ شویم تا ز تماشای ماسوا
هم احمدی و هم احدی ای فدیت لک — شانِ رسالتی تو و هم شانِ کبریا
چون تو به حسن نیست حسینی بروزگار — چون تو به دلبری نبود هیچ دلربا
دل میکشد بسوی تو حسنِ ملیح تو — کاهم منِ ضعیف تویی طرفه کهربا
پیکانِ غمزه میزنیم در دل و جگر — تیر افگنی و میفگنی تیرِ بی خطا
شد ساز وار از مددِ بخت کامران
از بهرِ من هر آنچه بگفتی تو ناسزا

۳۹ روی چون آئینه ات مایهٔ حیرانیِ ما — طرّه ات شانه کشِ زلفِ پریشانیِ ما
توبه ساحل برسان بارِ خدایا نشود — که شود غرقِ بلا کشتیِ طوفانیِ ما
منعما اطلس و دیبای تو خوب است و مرا — نبود خوبتر از جامهٔ عریانیِ ما
ناگه افتاد مرا بارِ امانت بر سر — طرفه آورد بلا این همه نادانیِ ما
دلِ دیوانه به بندِ سرِ زلفت در ماند — نشد از قید رها یوسفِ زندانیِ ما
هست در هند اگر شهرتِ نظمم چه عجب — اصفهان پر شده از شورِ سخندانیِ ما
نرود دردِ سرِ من ز مداوای مسیح — تا شود خاکِ درت صندلِ پیشانیِ ما
نه حزین ماند نه عرفی نه نظیری باقر

تا شود شیفتهٔ طرزِ غزل خوانیِ ما

۴۰ تقدیر بسر بر زده سودای تو ما را — بنمود قضا عاشقِ شیدای تو ما را
مجنونِ تو بده دامنم از دست که ای دوست — دل گیرد ازین تنگیِ صحرای تو ما را
شوقم بکشد هر نفس آن روز کدام است — کاید به نظر صورتِ زیبای تو ما را
امروز بیا با رخِ بی پرده در آغوش — تا چند کشد وعدهٔ فردای تو ما را
آن بختِ رسا کو که برنگِ سرِ زلفت — باشد سرِ سودا زده بر پای تو ما را
بنشاند بروزِ سیهِ تیره تر از بخت — زلفِ سیهِ غالیه فرسای تو ما را
هم از نگهِ مست و هم از غمزهٔ جادو — دل برد ز کف نرگسِ شهلای تو ما را
هستم به همین جامهٔ عریانی خود مست — منعم نبرد اطلس و دیبای تو ما را
گر جان بلب آمد که کند زندهٔ جاوید — یک بوسه از آن لعلِ شکرخای تو ما را
جز دیدنِ روی تو هوا و هوسی نیست — فارغ ز جهان کرد تمنای تو ما را
دستم کشی بی سبب و گاه برانی — خون شد جگر از شورشِ بیجای تو ما را
در دیر و حرم چون به برم سجده که کرد است — قسمت ز ازل ناصیه فرسای تو ما را
گفتم که به این حال بدم گفت که باقر
گر جان رودت نیز چه پروای تو ما را

۴۱ ز آه و ناله فرصت نیست یک ساعت لبِ ما را — رسائی تا برِ عرش است یا رب یا ربِ ما را
شبِ هجرم قیامت شد نه خواهد آمدن یا ز — گریبانِ سحر در دستِ دامانِ شبِ ما را

بجولاں گردہی ای قیس در میدان بیتابی نگرددہمعناں شدیز عشقت اشہب مارا
بود عشقِ بتاں کارم بود پیرِ مغاں یارم برو واعظ بکارِ خود چہ پُرسی مذہبِ مارا
سحرگاہِ وجودِ من دریں حسرت بشام آمد کہ سازی روزگاہے از رخِ روشن شبِ مارا
شبِ وصل است میخواہی تو عرضِ مطلبم از من سرت گردم چہ می پُرسی تو خود گو مطلبِ مارا
بود آں ماہ سیمیں جلوہ گر در برجِ آغوشم بہ بیں اختر شناس امشب عروجِ کوکبِ مارا
بگفتا چوں بہ او گفتم کہ دہ یک بوسۂ غبغب
کہ باقر تو کہ باشی تا بہ بوسی غبغبِ مارا

۴۲ رساں در شہرِ جانانم ز راہِ بےخطر مارا نشاں در کوچہ اش یارب بگرداں دربدر مارا
نہ چوں سیلاب خوں جوشد ز ابرِ چشمِ گریانم کہ مژگانِ کجت جاناں بدل زد نیشتر مارا
سر اہست جاں بیفشانم بپایت سر فدا سازم بیا جاناں کہ از تو نیست دیگر دوست تر مارا
نباشد جز بدستِ تو خدایا نفع و نقصانم عدو گردد اگر عالم رساند کے ضرر مارا
قناعت پیشہ ام گرداں بہ اوجِ عزتم برساں بخاکِ ذلتم بہ نشاند حرصِ سیم و زر مارا
بدستِ قہرِ نفسِ افتادم ز جورش گشتہ بربادم بریں نفسِ لعیں یارب بدہ فتح و ظفر مارا
بدیں دارِ پرآشوبے چو گشتم از عدم ظاہر نہ آسودم دو روزہ ہم کہ پیش آمد سفر مارا
ندانم جز بذاتِ تو نہ بینم جز جمالِ تو بغیر از جلوۂ رویت نہ آید در نظر مارا
بہ وادیِ طلب برگشتہ و بے راہبر میگردم خدایا پیرِ اصدق را بگرداں راہبر مارا
بکنجِ عافیت بنشاں ز ہر رنج و بلا برہاں مدہ عشقِ بتاں یارب مدہ ایں دردِ سر مارا

براہِ دوستی یک جلوہ فرما در آغوشم بہا از من اگر خواہی نباشد سیم و زر مارا
بحقِ نورِ ذاتِ خود بحقِ نورِ محبوبت بدہ نورِ نظر یارب بگرداں دیدہ ور مارا
بہ پہلوئے تو بہ نشستم شود گر باعثِ ننگت مراں از بارگاہِ خود مینداز از نظر مارا
بسے ملکِ جہاں دیدم بسے گشتم کنوں باقر
بکوئی او نشینم نیست مقصودِ دگر مارا

نمی کشد دلِ من سوئے بوستاں تنہا چو سیرِ گل نکنم بے تو جانِ جاں تنہا ۴۳
کنوں بمجمعِ یاراں خوشی از آں اندیشں کہ جا ہمی کنی در قبرِ جاوداں تنہا
دلا بہ نالہ بسر کن کہ دوستاں رفتند بماندہ است وجودم از آں میاں تنہا
کنوں ز تو بگلستاں ہمی رسد صیاد وگرنہ دشمنِ جاں بود باغباں تنہا
نہ بلبلے و نہ قمری و نہ ہمصفیر یکے دریں چمن چہ بہ بندیم آشیاں تنہا
چو پے قدم سگِ کوئے تو میکشد دامن براندم ز درِ تو نہ پاسباں تنہا
بسے بخاک طپید و بسے بخوں غلطید ——— بیند اخت یک جہاں تنہا
کجا است عرفی و صائب کجا کلیم و حزیں منم فتادہ دریں جا ز ہم زباں تنہا
جدا ز منزلِ مقصود رہ غلط کردم ز بسکہ دور فتادم ز کارواں تنہا
نہ برد با خود و فرمود صابیم باقر
گرفتہ ایم اجازت ز باغباں تنہا

مبد ہم جاں بفراقت صنما زود بیا ای قدومت پئے بیمار شفا زود بیا ۴۴

زخمی تیغ تغافل ز تو باشم تا کے
چند داری ز منِ اعراض روا زود بیا

تا به آغوش ترا تنگ بگیرم چو قبا
اے بتِ کج کلہ تنگ قبا زود بیا

مرده را زنده کند نغمۂ جاں بخش لبت
اے چو طوطیِ فلک نغمہ سرا زود بیا

از منِ خستہ تمنائے وصالش برگو
با جوابِ خوشے ای پیک صبا زود بیا

کن منور ز رخت خانۂ بے نور مرا
مایۂ نور و ضیا شمع رُخا زود بیا

در فراقِ رُخ تو باقرِ دل سوختہ را
جاں بلب آمده عیسیٰ نفسا زود بیا

۴۵ چو در بر میکشم یک دم پیری رو نو جوانے را
غنیمت تر ز عمر خضر میدانم زمانے را

نمی خیزد صدائے بلبل و نے نغمۂ قمری
نہ باقی داشت در گلشن خزاں یک آشیانے را

بود آب خضر آبِ دمِ تیغت چہ کم گردد
کنی سیراب زان آبے لبِ تشنہ دہانے را

مرا با ہمت عالی فریبد غمزۂ دنیا
بدام آرد چساں کس طائرِ عرش آشیانے را

نمی دانم کجا ہستی کجا باشد مکان تو
ز تو بس جستجو کردم نمی یابم نشانے را

مرا تعلیم کردے کاشکے افسوں گرے افسوں
کز و تسخیر میکردم دلِ نا مہربانے را

بپرہیز از طعامِ سفلگاں گر جاں بلب آید
مده زیں لقمہ ہرگز لذتے کام و دہانے را

خداوندا نصیبم ساز طوف روضۂ خواجہ
بکن زیب جبینم سجدۂ آں آستانے را

توئی رشک نظیری و فغانی در سخن باقر
جزاک اللہ چہ ایراں کردۂ ہندوستانے را

۴۶ در باب کمینہ بندۂ را
در کوچۂ خود طپندۂ را

ای رشک مسیح زنده فرما
ایں مرده بنام زندۂ را

محروم مراں ز درگہِ خود
ناچیز و حقیر بندۂ را

در حلق چکاں زلال مطلب
ایں زہر محن چشیدۂ را

دستے بده و ز خاک بردار
سر پیش خودت فگندۂ را

از راه خطا شہا بگرداں
در راه خودت طپندۂ را

دامن بچساں گزار و عمی
ہمچوں تو عصا کشندۂ را

ای خواجۂ ہر دو کون دریاب
بر خاک درت طپندۂ را

شاہا چو توی معین بکن دور
از بنده غمِ گزندۂ را

باقر بودت غلام بنگر
مسکیں بقفا روندۂ را

۴۷ از گلِ روئے تو کردند گلستاں پیدا
وز لب لعل تو شد چشمۂ حیواں پیدا

آمد از نور جبینت مہِ تاباں پیدا
شد ز عکسِ رخ تو مہر درخشاں پیدا

من تقرباں وجودت کہ پے شام وجود
شد ز نورِ رخ تو شمع درخشاں پیدا

عرش فرشِ رہ سیر تو نمودند ترا
قبلہ گاہے ز پے سجدۂ دوراں پیدا

پیش ازیں امن و اماں بود و لیکن بنمود
سحرِ چشمِ تو عجب فتنۂ دوراں پیدا

من ندانم کہ چہ چیستی لیکن بہ یقیں
ہست از صورت تو شوکت یزداں پیدا

نکته سنجاں بجہاںند و سخنداں بسیار
ہمچو باقر بجہاں شد نہ سخنداں پیدا

۴۸ ازگلو انداخت واز کف سبحہ و زنار را — بردہ از دین و ملت کافر و دیندار را
شد بہ آفاقِ جہاں تا غلغلِ حسنت بلند — درکسا د انداخت یوسف گرمی بازار را
افگندہ تا از ادا ابروے نگاہِ ناز خود — ناتوانیہا فزوں شد نرگسِ بیمار را
صبحدم باد صبا تا نکہتِ زلفت رساند — از خجالت آب شد خوں طبلۂ عطار را
نیست جرمم جز بعشقِ تو و معذورم دراں — سر مکن از بہر قتلم غمزۂ خونخوار را
بسکہ در جوشِ جنوں زد دامنِ خود چاک چاک — لاجرم بگرفت مجنوں دامنِ کہسار را
پنبہ ساں سوزد بیکدم گنبدِ ہفت آسماں — گر بعشقت سر دہم یک آہ آتشبار را
لاف عرفاں میزنی زاہد تو با عجب و ریا — سوز از آہ نہانی پردۂ پندار را
گر ترا پیش آید ای دل مشکل و رنج و تعب — یاد کن مشکل کشایت حیدرِ کرار را

گر بہ پیشش برکشی باقر سرودِ درد و غم
بر نخیزد نغمۂ منقار موسیقار را

۴۹ دیدم شب آں دو نرگس مستِ شراب را — دادیم سر بہ گریہ دو چشمِ پر آب را
می آمدند جبہ بہ بر سبحہ در گلو — کردم سلام شیخ مشیخت مآب را
در خواب راحتے عجبے بودہ ایم دوش — در بر کشیدہ آں بتِ مستِ شراب را
لبِ تشنہ ام بحلقِ منِ تشنہ جاں بریز — از تیغ آبدار خودت قطرہ آب را

معشوق جلوہ گر شبِ ماہ است در چمن — ساقی بیار کشتی و جامِ شراب را
دورِ شراب و مجمعِ یاران بگلشن است — مطرب بہ نغمہ آر سرود و رباب را
ظلمت سرائے من شدہ روشن شبِ وصال — برداشتی چو از رخ روشن نقاب را
من با توام قریب تو ہم شو بمن قریب — از غیب گوش کرد دلم این خطاب را
شد تر تمام نامۂ عصیانِ من ز اشک — حاضر کنی چہ دفتر غرق در آب را
المختصر بہ بخشش و ز اعمال من مپرس — با من مدہ طویل حساب و کتاب را
زاہد چو تار سبحہا چہا خورد پیچ تاب — در کاکل تو کردہ نظر پیچ و تاب را
این سن رسیدگی سبب منع عیش نیست — سبقت ربا ست پیریم عمرِ شباب را
چوں دید لمعۂ گہرِ گوشوارہ ات — چشمم فشاند دانۂ اشکِ خوش آب را
ہر چند بود مونس و غمخوارہ ام چناں — از دل بریم منتِ عہدِ شباب را
جولان گراست جلوہ دہِ شہسوارِ من — کو طالعِ رسا کہ ببوسم رکاب را
مینائے مَیں کہ ہست دراں دست چوں پری — در شیشہ کردہ بند مگر آفتاب را
رفتی بناز چوں لبِ دریا بہرِ غسل — گرداب بحر دوختہ چشم حباب را
ہستم گدائے کوئے تو نازم بہ بخت خود — ورزم بجو نہ طالع افراسیاب را

در ہجر خویش ای بتِ فرزانہ میروی
دیوانہ کردہ باقر خانہ خراب را

ثناسم و ندہد روئے التباس مرا — در آبجلوہ و بنما بہر لباس مرا ۵۰

دگر بجلوه گرائی چه میکنی اے شوخ ربوده بیکے جلوه از حواس مرا
نمی روم زسرِ کوئے تو اگر رضواں بباغ خلد بخواند بالتماس مرا
گہے که رحمتِ عام توام بیاد آمد نمود جلوه بشکل امید یاس مرا
کلیم آتش روئی کسے مرا جان سوخت بوادئی توچه حاجت باقتباس مرا
بکوئے عشق تو آنم که سر بکف دارم عبث همیشه بکشتن دہی ہراس مرا
فدائی شیوهٔ ایں جہل عارفانه را
چگونیت که کیم باقرم شناس مرا

۵۱ بروئی خویشتن بستم رہِ من باب عشرت را بیادِ عارضت بگزیده ام تا کنج عزلت را
عتابت برسر و چشمم ولے ای من فدائی تو دریغ از من چرا داری کہن رسمِ مروت را
که شبہا نور حق بینی به بیداری و ہشیاری مده در چشم خود جا مست غفلت خوابِ غفلت را
زفکرِ این و آں بگذر زحرص و آز شو خالی زدست خویشتن مگذار دکان قناعت را
زارباب جہاں پیچیده ام ـــــ لیکن زجاں ہم دوست ترمیدارم اربابِ محبت را
دریں ویرانه از غفلت چه خسپی ای دلِ نادان که من از دور میشنوم صدائے کوس رحلت را
بفرما مرقدم را یا خدا ـــــ ببارای ابر رحمت برمزارم آب رحمت را
ـــــ جان زارِ پردلِ باقر
چگویم حالتِ بیتابی شبہائی فرقت را

۵۲ ایکه شبہا بوسه میدادم زنخدانِ ترا میمکیدم تا سحر لبہائے خندانِ ترا

می نہادم لب برخسار ملیح و در بغل میکشیدم ساعدِ چوں شاخِ مرجانِ ترا
از قدم تا سر ہمی دیدم جمال ظاہرت در نظر میداشتم اسرارِ پنہانِ ترا
از مسی مالیدن و خائیدن پانِ شنگرف طرفه زیبے میفزود آں لعل و دندانِ ترا
بوسه میخواہی زمن ای خرد سالِ نازنین من فدائی سادگیِ طبع نادانِ ترا
خوش بگفتی باقرا در طرزِ رنداں ایں غزل
من فدائی شوخیٔ ایں طبع جولانِ ترا

ردیف با

۱ دل را بسان شمع منور کند شراب
روشن برنگ آئینه پیکر کند شراب

مئے در پیاله کن غم فردا چه میخوری
تا بیخبر ز فتنهٔ محشر کند شراب

سازد برنگ لاله بیک جام تردماغ
درکاسه ساقیم نه مکرر کند شراب

مستانه مئے ز ساقی گلچهره گیر تا
مستغنیت ز جرعهٔ کوثر کند شراب

بنمایدش محیط جهاں کم ز قطرهٔ
وقتیکه در پیاله قلندر کند شراب

باقر نه در جهاں بود اکسیرے به ازیں
خاک است خود اگرکه همه زر کند شراب

۲ بسے دل میطپد بے تو در آغوشم بیا امشب
فدائی ناز و تمکینت بیا جاناں بیا امشب

بیفگن سایهٔ زلف دراز خویش بر فرقم
بسر بنشیں که آسائیم در ظلّ هما امشب

تو در روز سیه بنشیں و بر سر زن سیه رو مدعی من
که در دست من شیدا است آن زلف رسا امشب

بفرما از چراغ عارض خود خانه ام روشن
دل و جاں تا کنم جاناں بیا پی تو فدا امشب

خدا سازد قبول بارگاه خود بصد زاری
پئے وصل تو بر می آورم دست دعا امشب

گهے در خانه گه بیروں زدر در انتظار او
بیاید ناگهاں ای کاش یار بیوفا امشب

بخیزد باقر بیدل سحرگه مست مدهوشے
بغمزه گر کنی مائل دو چشم سرمه سا امشب

۳ برقص آرد چمن را در چمن گر دیدنت امشب
کند گل غنچه را اے سرو من گل چیدنت امشب

زند چاک دگر در دامن صبر و شکیبائی
بدوش افگنده دامان قبا رقصیدنت امشب

همه تن جلوه سامانی سراپا طرز و اندازی
سرت گردم بود زیبا بخود نازیدنت امشب

بیا و جلوه فرما سرت گردم که چون نرگس
سراپا چشم گردیدم بشوق دیدنت امشب

خوشا وقتے که دلبر در بر و ساغر بکف داری
حلالت باد اے باقر بخود بالیدنت امشب

۴ بر فرق حسن گرچه بود افسر آفتاب
پیش رخت ز ذره بود کمتر آفتاب

در جلوه گاه نیر رخشاں عارضت
طشتے پئے نثار بود پر ز زر آفتاب

تو آں شهی که دم ذکر نام تو
شاید پئے خطیب کند منبر آفتاب

شاها توئی که سوختهٔ جلوهٔ ترا
مانند ابر سایه کند بر سر آفتاب

از غیرت تجلی نور رخت ز ابر
بر روئے خویش بر فگند چادر آفتاب

پیش تو صوفیان جهاں را چه نسبت است
هاں از مه و نجوم بود برتر آفتاب

آنانکه لذت مئے فیضت چشیده اند
کشتی کنند از فلک و ساغر آفتاب

چون نیر جمال تو تابندگی دهد
گردد برائے جلوه بسے مضطر آفتاب

گویند چون نهی قدم از خانقه بروں
گرده است جلوه از طرف خاور آفتاب

خلقے برند سجده به پیش رُوے وترا | از روے صدق سجده کند بر در آفتاب
گویند اگر چنیں زپئے فخر او بس است | باشد جمال ترا مظہر آفتاب
گر در ہوائے رفعت شانِ تو پر زند | ریزد باوج زینۂ تو شہپر آفتاب
ہر چند جلوه تاب وضیا گستر است لیک | چوں چہرۂ تو نیست صفا پرور آفتاب
از بس صفائے ظاہر و باطن توئی شہا | در خوئے چوں فرشته و در پیکر آفتاب
گر بگزرد نسیم تو یکره بآسماں | جرمِ نجوم نافه شود عنبر آفتاب
انجم چه باشد ورخ مه را چه نسبت است | نبود جمال روئے ترا ہمسر آفتاب
گر ننگری بدنیا وعقبی ترا سزا است | ہرگز نخواست است زر و زیور آفتاب
گردد چو مانعِ حرکت عشوه ات زند | در بحر اخضر فلکی لنگر آفتاب
زیں باده سرخوشم که زفیض نگاه تو | بس ذره ہا که گشت ضیا پرور آفتاب
شاہا تو اصدق و من از صدق بنده ات | من ذرّۂ تو ام تو ضیا گستر آفتاب

باقر بسایۂ سپر رحمتِ تو باد
تیغِ شعاع چوں بکشد بر سر آفتاب

ردیفِ تا

۱ بروں زعرش بریں بے تو آه و ناله گذشت | شرار شعلۂ افغاں زاوج ہاله گذشت
چناں گذشت ز آغوشِ من که تو گوئی | مه دو ہفته بروں از میاں ہاله گذشت
دمید جاں به رگ و پے نسیم کاکل او | به تربتم چو بتِ عنبریں کلاله گذشت
به دورِ نرگس مستِ تو شیخ صد ساله | زراه شرع بشوقِ مئے دو ساله گذشت

بکیش ما بود آں زندۂ ابد ساقی
کزیں بساط بدورِ مئے و پیاله گذشت

۲ چوں دو زلفِ تو ہمدگر شکست | طاقت و تاب را اگر شکست
خواستم گریه سر کنم از ضعف | نفسم در گلو مگر بشکست
غمزۂ کافرت زشوخیہا | نشترم در دل و جگر بشکست
سنگدل از جفا دلم مشکن | که نه بندد چو ایں گہر شکست
کار عشق است در شکست بلے | کوہکن را زتیشه سر شکست
مرغ دل در ہوائے شوق رخت | بپرید آں قدر که پر شکست

سخنِ آبدار تو باقر
در نظر قیمت گہر شکست

۳ کعبہ کو میخانہ را باشد قرین ابروئے تست　میکدہ با کعبہ یکجا نرگس جادوئے تست
سایۂ طوباش باشد آفتاب رستخیز　ہر کسے کو سایہ پرورد قدِ دلجوئے تست
عرشیاں را طائرِ دل آنکہ می آرد بدام　پیچ و تابِ کاکل و چینِ سرِ گیسوئے تست
بادۂ عشرت ز دورِ آسماں ہرگز مخواہ　ساغرِ غم نوش کن اے دل کہ جاں داروئے تست
چاک چاک از جوشِ وحشت در لحد سازد کفن　ہر کہ از جاں دادگانِ چشمِ چوں آہوئے تست
باقر از تکلیف رضواں کے بجنت رخ کند
زاں کہ آں مسکیں گدا از ساکنانِ کوئے تست

۴ کدام دل کہ ز وابستگان دامِ تو نیست　اسیرِ حلقۂ گیسوئے مشک فامِ تو نیست
نسیمِ گوشۂ باغِ جناں خوش است ولے　باعتدالِ مزاجِ ہوائے بامِ تو نیست
ز لوحِ دل بتواں حرف کام بستردن　دو روزہ گردشِ گرداں اگر بکامِ تو نیست
خضر بشربتِ آبِ بقا چہ می نازی　برو کہ جامِ فنا آشنائے کامِ تو نیست
عروجِ اوجِ حقیقت ز عشق پختہ طلب　کہ محرمِ حرمِ راز عقلِ خامِ تو نیست
فروغِ بزمِ سخن خود اگر کلیم بود　نہ خوش کنم کہ در و لذتِ کلامِ تو نیست
تواں رساند دماغی ز داغِ حسرتِ دل　چو جامِ لالہ شرابے اگر بجامِ تو نیست
چکیدۂ قلمت باقر است اعجازے
مگر ز عالمِ وحی است ایں کلامِ تو نیست

۵ ز دستِ خویش بقیدِ سلاسل افتادہ است　ہر آں دلے کہ بزلفِ تو مائل افتادہ است

ز جا نمیرود از سختیِ جفا ہایت　کہ دل بمشربِ عشقِ تو کامل افتادہ است
تمام جلوہ و من محوِ حیرتم کہ کدام　میانۂ من و دلدار حائل افتادہ است
ترا چہ سود کہ باشد بہ شش جہت دیدار　چو دیدۂ دلت از دیدن عاطل افتادہ است
رقیب گر زرہِ غم بسر زند وقت است　کہ زلفِ یار بدستم حمائل افتادہ است
کسے چگونہ برد جان ز دستِ آں بیرحم　کہ ترکِ غمزۂ او سخت قاتل افتادہ است
تو شرحِ دوری خود میکنی منم باقر
کہ دستِ من بمیانش حمائل افتادہ است

بحرِ بے پایانِ ایں عالم حبابے بیش نیست　عمرِ خود باشد اگر چوں خضر خوابے بیش نیست ۶
در حریمِ عظمتِ جانانہ قیمت کے نہند　دیدہ و دل عاقبت خونے و آبے بیش نیست
شربتِ وصلت چشیدن مایۂ عیش است و بس　صدمۂ ہجراں کشیدن اضطرابے بیش نیست
ذرۂ دردے طلب تا محرمِ رازے شوی　حاصلِ ایں زہدِ تو زاہد ثوابے بیش نیست
لذتِ آبِ دمِ تیغش چشیم آں بخت کو
حکم بہرِ کشتنم باقر عتابے بیش نیست

سحرگہاں چو ز آغوشم آں صنم برخاست　بہ ترکتاز دلم لشکرِ الم برخاست ۷
بناز گشتہ چو رقصاں ز نغمۂ خلخال　ز کنجہائے لحد خفتۂ عدم برخاست
بسیلِ نیستیم دادہ رخت ہستی را　بجوششِ عجب از سینہ موجِ غم برخاست
فشاند بر قدمش نقدِ جاں دلم آں شوخ　پے معانقہ چوں از رہِ کرم برخاست

فشانده طشت زر از مهر چرخ بر پایش   زخواب ناز مه من چو صبحدم برخاست

بسوخت نه طبق قصر آسمان بے تو
زبسکه شب ز دلم دودِ درد و غم برخاست

۸ تا این دلم بکوئے تو ماوا گرفته است   ملک جم و سکندر و دارا گرفته است

رنگِ دگر رخِ تو ز صهبا گرفته است   این شعله بین ز آب که بالا گرفته است

یکخانهٔ ز جلوهٔ لیلیٰ تهی نبود   مجنون عبث ره صحرا گرفته است

مانند شمع رشتهٔ جاں را بسوخت آه   یا رب چه آتشیست که در ما گرفته است

کو شادئی که باعث صد گونه رنج نیست   کس غیر ازیں چه بهره ز دنیا گرفته است

هر کو رسیده است بمضمون آں کمر   دامے فگنده است که عنقا گرفته است

نور رخش نگشت گهے شمع بزمِ من   دل از سیاه روزی شبها گرفته است

افتاد چوں نه دامن لیلیٰ بدست قیس   بیچاره طرف دامن صحرا گرفته است

دست حنائی تو کخمیازه بر نشد   این فتنه آتشیست که بالا گرفته است

ای شیخ رو که شیوهٔ ذکرِ خدا دلم   یاد از صدائے قلقل مینا گرفته است

باقر ز دردِ هجر رخ همچو روز تو
خوئے فغاں و نالهٔ شبها گرفته است

۹ تا رکم را افسر از دیبائے بے سامانی است   زیب جسمِ ناتوانم خلعتِ عریانی است

با هزاراں عجز رضواں بندهٔ نازِ منست   تا نصیبم بر درِ او منصب دربانی است

یوسفِ گم گشتهٔ دل را نشاں میجستم آه   می ندانستم بچاهِ غبغبش زندانی است

چشمِ عالم نرگس آسا واسوئے دنباله ماند   سرمهٔ چشمِ تو نورِ دیدهٔ حیرانی است

ذرهٔ دردے بدل ناصح ز صد تقویٰ به است   پند ترکِ عشق از تو با من از نادانی است

باقر از کلکِ گهر ریزت نه تنها این غزل
هر کلامے چوں کلامِ سعدی و خاقانی است

۱۰ همدرد مرا جز دلِ پر درد کسے نیست   غیر از نفسِ گرم مرا همنفسے نیست

از دیر و حرم رسته ام از دولت عشقت   پیشِ تو جبیں سایم و کارم بکسے نیست

تار است نماینده نفس نیست نفس حیف   کیں هستی موهوم بجز یکنفسے نیست

منزلگه عشقست که رفته است ز مژگاں   در جادهٔ ایں بادیه یک خار و خسے نیست

غیر از تو به پیشِ که بنالم و بگریم   کاے جان جهاں جز تو کسے دادرسے نیست

وقت است نمائی نفسے جلوه که اکنوں   باقی ز وجودم صنما جز نفسے نیست

از دور نسیمِ تو نشاں میدهد از تو   در قافلات حاجت بانگِ جرسے نیست

از شدت وحشت نه طپد مرغ دلم چوں   جز دیدن روئے تو هوا و هوسے نیست

در خاطر باقر بخدا اے شهِ خوباں
جز دیدن روئے تو هوا و هوسے نیست

۱۱ بردنِ دل ز عشوه کار کسے است   کشتنِ بیگنه شعار کسے است

خضر هم آنکه تشنه اش باشد   آب شمشیر آبدار کسے است

نه نشاند به پهلوم از ننگ — انچه فخرِ من است عارِ کسے است
داروئے علتِ دلِ شیدا — لبِ نوشیں خوشگوارِ کسے است
من به پژمردگیِ خود شادم — که خزانِ من از بهارِ کسے است
مست سازم ز جامِ مدهوشی — نرگسِ چشمِ پرخمارِ کسے است

باقرؔ ایں مصرعهٔ حزینم کشت
چه کنم دل باختیارِ کسے است

۱۲ کسے را حاصلے هیچ از بقا نیست — که مستِ بادهٔ ذوقِ فنا نیست
بگیتی در همه بتخانه یک بت — بجنت ای صنم نامِ خدا نیست
بود خاکش بسر گوید هر آنکس — که خاکِ کوئ تو خاکِ شفا نیست
چناں از ناقهات دُور اوفتادم — که با بانگِ درا گوشِ آشنا نیست
کنم سودا بنقدِ جاں و لیکن — به بازارِ بتاں جنسِ وفا نیست
چه کار آید بچشمم سُرمهٔ طور — ز خاکِ مقدمت گر توتیا نیست
ز زیور فارغ است حسنِ خداداد — که مرجاں پنجه محتاجِ حنا نیست
خدارا از رخِ خود پرده بردار — که صبر از جلوهات ای مه لقا نیست
لبِ عیسیٰ ترنم آشنا بود — که دردِ عشق را هرگز دوا نیست
بگو ناصح کدامیں مذهب است ایں — که می با یار نوشیدن روا نیست
چه حاصل از مے و مطرب بمحفل — اگر آں ساقیِ رنگیں ادا نیست

اگر تو آفتابی ذرهٔ من — برنگ سایه از ذاتت جدا نیست

چه شد باقرؔ اگر پیمانه نوشید
جواں رنداست پیرِ پارسا نیست

۱۳ شورِ حسنِ نمکینت بجهاں افتاده است — خوبیِ روئے خوشت وردِ زباں افتاده است
غیرِ پیمانه کش بزمِ تو و شیشهٔ ماست — که ز طاقِ دلت ای طرفه جواں افتاده است
یوسفِ مصر بمیزانِ تو همسنگ نبود — پلهٔ حسنِ تو اے ترک گراں افتاده است
نیست رعنائیِ سروِ چمن از بے سببے — سایهٔ قامتِ آں سروِ رواں افتاده است
همچو مارِ سیه از رشک نه پیچم چکنم — طرهات آه بدستِ دگراں افتاده است

هست ز فیضِ نظرِ حضرتِ غالب باقرؔ
شورِ نظمِ تو که در ملکِ جهاں افتاده است

هرگز دلم ز دیدنِ حسنِ تو سیر نیست — گر بنگرم بروے تو تا حشر دیر نیست
ما بلبلانِ قدسی عرش آشیانه ایم — روح القدس به نغمهٔ ما همصفیر نیست
افتاده ام ز پائے بده ساقیا شراب — زیرا که غیرِ جامِ میم دستگیر نیست
چشمِ سرش چه بنگرد از سرِّ معرفت — آنرا که دیدهٔ دلِ دانا بصیر نیست
مائیم سالکانِ طریقِ رضائے دوست — شوقِ نعیم در دل و خوفِ سعیر نیست
پندم بترکِ شاهد و ساغر چه میدهی — ناصح برو که یک سخنت دلپذیر نیست
نبود سرے که نیست هوائے رخت درو — نبود دلے که در خمِ زلفت اسیر نیست

باقرؔ تراز کثرت عصیان چرا است غم
آخر خطائے تو ز عطایش کثیر نیست

۱۵ خوں شد جگر ز حسرت و جاناں بما نساخت　　زیں درد جاں سپردم و درماں بما نساخت
بوده است آشیانهٔ ما گلشنِ قدم　　کسبِ[۱] ہوائے عالم امکاں بما نساخت
آمد نسیم طرهٔ مشکیں علاجِ ما　　عنبر فشانیِ گل و ریحاں بما نساخت
بوده است بزم مے چه قدر بے تو بے نمک　　دورِ قدح چو گردشِ دوراں بما نساخت
تدبیر کار بے سر و سامانیم فزود
باقرؔ تہیهٔ سر و ساماں بما نساخت

۱۶ دل چو آئینهٔ محو طلعت اوست　　سرخوش از بادهٔ محبت اوست
گر عقوبت کند سزا دارم　　ور بہ بخشد گناه رحمت اوست
حبذا جلوهٔ رخِ خویش　　یک نظر ہر که دید قسمت اوست
در ہمه کائنات و ہر موجود　　جلوه فرما جمال صورت اوست
ہر که دانست غیر حق موجود　　رحم بر فہم بر فراست اوست
رو به آور بصانع بیچوں　　بیں که چون و چگونه صنعت اوست
ز آفتاب قیامتش چه خطر　　ہر که در سایهٔ حمایت اوست
گر زندم ز خواجگی چه عجب
باقرؔ از بندگاں دولت اوست

[۱] کسب ہوا کنایه از نشستن در خانہائے سرد و سیر کردن در اماکنِ بارده تا باد سرد از آن کسب کنند (بہار عجم)

چه وحدت است که ز شیخ و برہمن پیدا است　　بخلوتیکه توئی لطف انجمن پیدا است ۱۷
خیال جلوهٔ روئے تو میبرد از خویش　　سفر ہمیشه مرا از تو در وطن پیدا است
برنگ گل دلِ عشاق را کند صد چاک　　تبسمے که از آں غنچهٔ دہن پیدا است
گزشت عمر که خو کرده ام بنا کامی　　برنج غربتم آرامش وطن پیدا است
چه خجلتے که برد نافهٔ ختا و ختن　　ز نکہتے که از آں زلف پر شکن پیدا است
بہر کجا که دہی جلوه خوش گلستانیست　　بہر زمیں که خراماں شوی چمن پیدا است
به بے ستوں تو اگر گوش دل نہی شنوی　　صدائے ناله و فریاد کوہکن پیدا است
شریک مجلس جمعیتیم و روئے دل با اوست　　چه خلوتے است که ما را در انجمن پیدا است
حدیث عشق چه آرم بلب که خونخوار است　　تلاطمے که ازیں بحر موجزن پیدا است
بشعر عرفی و طالب نیافتم باقرؔ
فصاحتے که به انداز ایں سخن پیدا است

۱۸ دلِ من است که کارش بجز طپیدن نیست　　نصیب من بفراقِ تو آرمیدن نیست
بگاهِ گفتن حالِ دلِ حزیں فرمود　　مگو مگو که مرا طاقتِ شنیدن نیست
ہمیں به پستی ہجرِ تو ساختم ناچار　　که تا پیام وصالت مرا رسیدن نیست
تو خود بگو که ازیں دیده ام چه سود اگر　　نصیب دیده جمالِ رخِ تو دیدن نیست
بحیرتم چه تواند نمود دست جنوں　　کنوں که پیرہنم قابلِ دریدن نیست
براهِ عشق ز رنج و تعب منال ای دل　　که کارِ عشق بجز بارِ غم کشیدن نیست

چه سود ازانکه اگر تبت است و گر تاتار   نسیم زلف تو آنجا که در وزیدن نیست
چگونه نخل مراوت بگو ثمر ریزد   ترا که لخت دل از دیده تر چکیدن نیست
تو قیمت دل شیدائے من عبث پرسی   چو مدعا   دل خریدن نیست
توئی نتیجهٔ احباب دو نشرهٔ موجود   که جز بذات تو مقصود آفریدن نیست

همیں که می شنود لطف او بود باقر
وگرنه قصهٔ تو لایقِ شنیدن نیست

۱۹ خاکِ در تو سرمهٔ نور نظر بس است   جانان غبار راه توام تاج سر بس است
بر خاک آستان تو بودن حضر بس است   رفتن بسوئے کعبهٔ کویت سفر بس است
بسیار مشکل است سلوکِ طریق عشق   سالک بهوش رو که درین ره خطر بس است
لیل و نهار عالم امکان ندیده ام   زلف و رخِ تو عالم شام و سحر بس است
ای طالب رضا چو قناعت نه دولتیست   دستِ تهی ز بهر تو گنج و گهر بس است
رگزن چرا تو نشتر خود راست میکنی   مژگان یار بهر رگم نیشتر بس است
در نزع ساعتے سر بالیں من بیا   از بهر زنده ماندن من این قدر بس است

باقر نه حد تست تماشائے او مدام
گر بنگری جمال رخش یک نظر بس است

۲۰ ساقیِ محفل رنداں چو بکف جام گرفت   مستی از نرگس مست تو مگر دام گرفت
جاں بحسرت بسپرد و نتوانست یکے   بوسهٔ از لب لعلت دلِ ناکام گرفت

من بقربان تو اے بخت که در سیر چمن   ناگهاں دست من آن سرو گل اندام گرفت
بدیارِ تو پس از عمر رسیدم صد شکر   که تمنائے دلم صورت انجام گرفت
بهر سیر چمنِ خلد منت نرود   هر که در سایهٔ دیوار تو آرام گرفت
دل بیتاب که میداشت طپیدن شب و روز   در تهِ خاک کنوں راحت و آرام گرفت
مستیِ روند هیچ بجز داغ و لش   هر که در دست ز خود لاله صفت جام گرفت

تا بکف دامن تسلیم گرفتم باقر
دل ناشاد ز ناکامی خود کام گرفت

۲۱ ای جان و دلم سوخته آزار محبت   جانان چه کنم پیش تو اظهار محبت
آغوش من و شاهد صد گونه تمنا   بالین من و سایهٔ دیوار محبت
ای عیسی جان بخش چه پرسی ز مرا حم   عمریست که جانم شده بیمار محبت
ای جلوهٔ حسنت بفزون باد که گرم است   از گرمی رخسار تو بازار محبت
رخسار گل و جلوهٔ گلشن نکند خوش   آنرا که شکسته است بدل خار محبت
با خاک برابر نشود چوں دل بیتاب   انیست اگر شوخی رفتار محبت
ما از کف خود سبحهٔ صد دانه نهادم   تا زیب گلویم شده زنار محبت

ای باقر دلخسته چنیں حال تو چونست
شاید که دلت گشته گرفتار محبت

۲۲ آں دل کجا که از غم عشقت فگار نیست   کو گل رخے که برگل رویت نثار نیست

در بزم مے ز شربت خود ای خضر ملاف آبِ حیات بادہ نمط خوشگوار نیست
باآنکه خوں بے گنہاں ریخت این قدر آن سنگدل ز کردۂ خود شرمسار نیست
تاراج دل نمود ز جولاں اسپ چوب در دہر شہسوار چو آں نے سوار نیست
ما را ز سیر باغ چه تکلیف میدہی نزہت فزا چو روئی تو باغ و بہار نیست
بس جانگزا است دغدغۂ روزِ حشر لیک سوہان رُوح ہمچو شبِ انتظار نیست
با جُرم بے شمار و امیّد لطف تو اندیشه ام ز پرسش روزِ شمار نیست
دانم که از گرانی دلہا شده است خم بے وجه طرۂ تو چنیں تابدار نیست
خواہی علوئے رتبه ز پندار در گذر نخوت باوج مرتبۂ انکسار نیست
باقر بنامرادی خود خاطرم خوش است
از چرخ شکوه ام از روزگار نیست

۲۳ ماه من نه جیقه[۲۳] جیقه ابروئی خمدار داشت از برائے قتل عاشق تیغ جوہر دار داشت
برہمن زنار تار رشته دارد در گلو کافر عشقت ز تار زلف تو زنار داشت
ہیچگه مسکین دلم ننمود عرضِ مدعا غنچه ساں خاموش پیش او لبِ اظہار داشت
شیخ شہر آمد بروں با امتزاج کفر و دیں در بغل میداشت مصحف در گلو زنار داشت
کرده است از یک نگه دیوانه صد فرزانه را طرفه سحرے ماه من در نرگسِ بیمار داشت
دور از بزمِ وصالت عاشقِ رنجور تو چشم تر جانِ حزین و سینۂ افگار داشت

۲۳ جیقه جیقه کردن ابرو- چیزے از برنج میسازند و باسودۂ طلق آمیخته زنان ولایت برپیشانی دابرو چسپانند مثل مقیش ریزه که مرسوم بعض زنان ہندست برائے آرایش و خوش آیندگی- مرزا جلال اسیر ے کردۂ جیقه جیقه ابرو را ☆ دادۂ عرض جوہر مورا-
(بہار عجم)

باقر مسکیں بکوئے رشک فردوس تو شب
نالۂ آتش فشانے گریہ ہائے زار داشت

۲۴ یک بوسه بده بہاش جان است گر سود من است وگر زیان است
بے روئے خوش تو ام شب و روز یا نالۂ زار یا فغان است
آمد بخرام یا صنوبر یا سرو روان من جہان است
جز وصل تو نیست مقصدِ من دانائے رموز راز دان است
در شوقِ وصال و آرزویت بنگر که دلم چساں طپان است
از کرسی و عرش تا بیامت فرقے چو زمین و آسمان است
شمشیر بکف بیا بسویم مقصود دلت گر امتحان است
در چرخ مداں شہاب ثاقب آهِ دل ما شرر فشان است
از سینه ریش خود خدنگت بیروں نکشم که میہمان است
از دست منش ببر چو خواہی مسکین دل من ترا ازان است
طوطی نه شود سے گہے نوا سنج جائیکه لبت شکر فشان است
از لطف قدیم خود به بخشائے
باقر ز غلام آستان است

۲۵ از سینه زلاغری عیان است رازیکه مرا بدل نہان است
اے دل ز جفائے او چه نالی کیں ناز برائے امتحان است

۱ از خانه مراں که بر جبینم | از بندگی درت نشان است
مردن بدرت ز زندگی خوشش | کیں مرگ حیات جاودان است
هرکس که شنید شعر من گفت | ایں کس چه فصیح و خوش بیان است
در هجر خودت شنو فغانم | خوشتر ز نوائے بلبلان است
سیمیں بدنا بیا بفرما | نامِ تو چه و کجا مکان است

اے فخر رسل باو نگاهے
باقر ز کمینه امتان است

۲۶ در هجر دوست ای دل شیدا چها گذشت | دور از جمال آں رخ زیبا چها گذشت
تو شب بعیش صحبت یاراں گذاردی | دانی کجا که بر من شیدا چها گذشت
جانا چه گویمت که نه پرسیدیم بناز | هاں بر دلت بگوے که بے پا چها گذشت
دود از نهاد خلق برآمد بیک خرام | آں مه بهر طرف که بناز و ادا گذشت
از تاب و پیچ طرهٔ خوباں رها شدم | منت خدائے را که بخیر ایں بلا گذشت
راضی شدم بمرگ و طبیبم جواب داد | جانِ من از علاج و دلم از دوا گذشت
یک بوسه زاں دهن بتنِ مرده جاں دمید | گویا ز حلق جرعهٔ آبِ بقا گذشت
تنگ آمدم ز شورشِ روباه سیرتاں | فریاد من بحضرت شیرِ خدا گذشت

از باقر شکسته دلِ خود بروں مگن
ایں درد بیکسی که ز حد یا خدا گذشت

۲۷ ز لاله زار فزوں تر بهار داغ من است | شگفته تر ز گلِ نوبهار باغ من است
جحیم یک شرر از شعله زار داغ من است | بهشت سبزهٔ[3] بیگانه ز باغ من است
ز خاک پیرهن و کوئے یار مسکن من | همیں نشان من است و همیں سراغ من است
ز بیهشی نه شوی زاهدا گهے هشیار | اگر چشیتی ز شرابیکه در ایاغ من است
نسیم گلشن و بوئے گلم نیاید خوش | ز بسکه نکهت زلفِ تو در دماغ من است
مباد سایهٔ داغِ تو از سرم خیزد | که در لیالی هجرِ تو ایں چراغ من است

بکنج خلوت یادش نشسته ام باقر
که از دو کون و مکان باعث فراغ من است

۲۸ وصف تو برتر از بیان من است | تو نه آنی که در گمان من است
جور و ظلمت نتیجه دارد | ایں همه بهر امتحان من است
یکدو ساعت کشیدنت در بر | گو دیا عمر جاوداں من است
تیغ سر کرده گو یدم بکشم | حبذا ناز دل ستان من است
نتوانم ز جا که برخیزم | ایں چنیں طاقت و تواں من است
همنوایم به بلبل شیراز | طوطی هند همزباں من است
از جفا ها هر انچه خواهی کن | گر ترا سود در زیاں من است
نفسے گوش کن فسانهٔ من | که عجب طرفه داستاں من است

۳ سبزهٔ بیگانه یعنی سبزه بے موقع که قابل پیراستن و برکندن باشد میرزا صائب ـ
تلاش صحبت آئینه روئے میکند شوقم | که جوهر را نگاهش سبزهٔ بیگانه میداند (بهار عجم)

طائرِ قدسی ام فلک پرواز — بر سرِ سدره آشیان من است

حق سلامت بدارد احسن[۱] را — زور بازوئے ناتواں من است

جبہ سائی درگہش باقر

باعثِ فر و عز و شان من است

۲۹ ترا بدرگہ حق زاہدا رسائی نیست — اگر ز عجب و ریا در دلت صفائی نیست

اگر بمیکده رفتم ترا چه اے زاہد — مرا برنگ تو دعوائے پارسائی نیست

تو دست کش ز علاجم که ای طبیب مرا — امید به شدن از حالتِ کذائی نیست

بہ تیغِ قہر سرش میکند فلک به دو نیم — ہر آں کسے بدرت گرم جبہ سائی نیست

کنم چه شکوه ز کوتاه دستی خود حیف — که تا بزلف رسایت مرا رسائی نیست

گرفتم اینکه توئی فارغ از غمِ ہجراں — بیا بیا که مرا طاقت جدائی نیست

رہِ خلوص نه رفتی چه دم زنی از زہد — قبول درگہ حق سجدۂ ریائی نیست

بود به نطق طبیعی فصاحت سخنم — وگر نه طبع مرا ذوق خودنمائی نیست

برفتمش چو سحرگه بخنده گفت آں شوخ — تو کیستی که مرا با تو آشنائی نیست

اگر تو دل بشکستی شکستهٔ خود را — چنانکه بہر شکستِ تو مومیائی نیست

اگر نه گشت رضامند زیں قدر چه کنم — که غیر دین و دلم بہر رونمائی نیست

تو با سریر سلیماں چه میکنی باقر

بکوئے یار اگر منصب گدائی نیست

[۱] مراد از مولوی سید احسن التوحید صاحب مرحوم اند که به رشتهٔ قریب برادر خورد حضرت شاعر بودند۔

منم که سجده گہم سنگ آستانهٔ تست — بگردِ کعبه بگشتن طواف خانهٔ تست ۳۰

بطرف ایں جگرِ خسته و دلِ محزوں — بزن خدنگ نگاہت که خوش نشانهٔ تست

ادا و ناز سپاہان لشکر اند ترا — متاع مملکت دلبری خزانهٔ تست

بخلوتِ دل شبہا چنیں منال ای دل — که جاں گداز عجب آه عاشقانهٔ تست

نبود پیش تو ہر چند بوده اند حسیں — رواج جور و ستم آنچه در زمانهٔ تست

اگر به بخشیم از حضرتِ تو لطف و عطا است — وگر عذاب کنی عدل خسروانهٔ تست

بترک مے نکنم گوش زاہدا سخنت — اگرچه بہر من ایں پند مشفقانهٔ تست

چه مشتہر شده باقر فسانهٔ عشقت

که ہر کجا بزبانہا ہمیں فسانهٔ تست

غیرتِ بیت الحزن کنجِ غم آبادِ منست — آنکه شادی را نشاید طبع ناشادِ منست ۳۱

آنکه پیشِ کس نه بکشاید کفِ رعدِ منست — وانکه قیدے بر نه تابد طبع آزادِ منست

در دماغِ من رسد از نالہا بوئے اثر — غالباً امشب دلا گوشش بفریادِ منست

نے ہمیں انساں بود محوِ جمالِ روئے او — دلفریبِ قدسیاں شوخِ پریزادِ منست

منکه عاشق مشربم با سرو و شمشادم چه کار — قامتِ رعنائے خوباں سرو و شمشادِ منست

جز لبِ لعلِ شکر ریزش نه بخشد صحتم — عیسیِ مریم اگر باشد که جلادِ منست

دامِ زلفِ عنبریں و دانه خالِ کنجِ لب — در پئے صیدِ دلم آں ترک صیادِ منست

ہمچو غالب در جہاں یک نکته سنجے برنخواست

من فدائے لطف او باقر کہ اوستاد منست

۳۳ بزم است و جمع میکشان آن مونس ہمدم کجاست		نقل و شراب است و سبو آں ساقی بزمم کجاست
چوں اشک چشمم گوہرت کے آبدار است ای صدف		ای ابر نیساں خوشت چوں دیدۂ پر نم کجاست
ای ماہ گر با عارضش لاف صفائی میزنی		آں ابروئے پر جنبش و آں کاکل پر خم کجاست
لطفے بمن میداشتی با غیر اکنوں ساختی		آں جستجویم کو ترا آں پرسش حالم کجاست
دور از جمال روئے تو گشتا ایں غم تنہائیم		آں مہربان من چہ شد آں مونس جانم کجاست
در رفتن راہت مرا فرسودہ شد پائے طلب		پروا کنم تا سوئے تو ہم آں پر و بالم کجاست

از ہجوم رنجہا باقر چہ مینالی عبث
خاطر خالی ز اندوہ و دل بیغم کجاست

۳۴ آمد ز ناز و صد ستم ایجاد کرد و رفت		از غمزہ کار خنجر جلاد کرد و رفت
با شکوہ و عتاب سخن کردہ و نجاست		صد گونہ جور بر دل ناشاد کرد و رفت
آمد ز بہر سیر چمن با خرام ناز		شمشاد را ز بندگی آزاد کرد و رفت
ترکانہ شد سوار و در آمد بہ ترکتاز		ویران ہزار خانۂ آباد کرد و رفت
آں شہسوار بیں ز وجودم براہ او		مشتے غبار بود کہ برباد کرد و رفت
نازم بہ بخت خود کہ شب آں مہ بخانہ ام		یک جلوہ کرد و خاطر من شاد کرد و رفت

اے سنگدل یکے نشنیدی و بلہ تے
باقر بر آستان تو فریاد کرد و رفت

حسرت بوسۂ لعل لب جانانم سوخت		شدت تشنگی چشمۂ حیوانم سوخت ۳۴
در شب وصل بہ آغوش خود از شدت شوق		تنگ بگرفت چنانم کہ گریبانم سوخت
رفتم از جان بہ تمنائے وصالت گاہے		نرسیدی بسر آخر غم ہجرانم سوخت
بے خطر ساختہ از دغدغۂ روز جزا		آتشیں آہ دلم دفتر عصیانم سوخت
آتشیں ہمچو شرر میچکدم قطرۂ اشک		در فراق رخ تو دیدۂ گریانم سوخت
تا تجلی گہ حسنش برسیدم لیکن		تاب دیدار کجا جلوۂ او جانم سوخت

بر در دولت آں شاہ چو رفتم باقر
شوکت خسروی و دبدبہ شانم سوخت

بہشتے در نظر باشد ز شکل روئے زیبایت		گلستان شد مشامم از نکہت زلف سمن سایت ۳۵
درون قالب جاں دادہ جان رفتہ باز آید		حدیثے گر کنم گوشے از آں لعل مسیحایت
گزارم گر شود یکرہ بخلوت خانۂ نازت		سرت گردم بپا افتم چو آں زلف چلیپایت
بصحرائے جنوں آخر بحسرت مردی ای مجنوں		نیامد در مشامم تو نسیم زلف لیلایت
بکامم شیرہ ریز از دہان شکرین خود		بقربانت بنہ بر لب لب لعل چو حلوایت
چہ سازم گلشن جنت چہ سازم سایۂ طوبی		کہ جایم بود در ظل ہمایوں سرو بالایت
بود ہر عضو عضو من ز عکس جلوہ اش روشن		دل من منزلت باشد و باشد دیدہ ام جایت

بسویت سجدہ میریز و زروئے صدق یا صدیق
نظر فرما بسوئے باقر مسکیں شیدایت

۳۶ مستیِ نرگس فتّان تو بے چیزے نیست — شکن کاکل پیچاں تو بے چیزے نیست

خلش خار بود دامنِ گل را لازم — یوسفا سیلی اخوان تو بے چیزے نیست

در درونِ لب لعلِ مسی مالیدهٔ تو — لمعهٔ گوهر دندان تو بے چیزے نیست

مانعِ غرق شود تا بدرونش دل را — خال برچاه زنخدان تو بے چیزے نیست

دهنت تنگ شکر کان ملاحت لب تو — باشکر شور نمکدان تو بے چیزے نیست

باقر از آتش عشق است ترا سینه کباب
دود آهِ دل بریان تو بے چیزے نیست

۳۷ دلم بقتل ز دستِ تو آرزومند است — به تیغ عشوه و تیرِ نگاه سوگند است

بقتل عاشق مسکین چساں کمر بستن — کمر چو نیست ترا از کجا کمربند است

ز عمر خضر دراز است گرچه زلف دراز — درازیِ شبِ هجران ز زلف ده چند است

مرا که منزل جاناں ندیده ام چه خبر — که هاں کجاست بخارا کجا سمرقند است

دلم بوادیِ عشقش کشید خانه خراب — به دام درد بلا کرده حیف در بند است

ز زهر گریهٔ خود جاں برم که تریاقش — ز لعل نوش چو گلبرگ او شکرخند است

بهائے من چه بود بوسهٔ لب لعلت — چه گوئیم که بغیر ما بهائے تو چند است

ز غفلت است که ناخوانده گردش در جیب — به بیں که نامهٔ شوقم هنوز سربند است

مرا که طینت اضداد شد یکے گفتن — تواں که خاطر من پر غم است و خورسند است

همیشه لازم و ملزوم بوده است به دهر — ز عاشقاں همه رندی و ناصحاں پند است

درین چمن شجرِ عشق من بحمد الله — بآب جاریِ چشم ترم برومند است

دوائے دل نتواند شدن چرا باقر
که عارض و لب لعلش عجب گل قند است

۳۸ بازلف مسلسل چو سحر دید بیامت — این مرغ دلِ زار در افتاد بدامت

در پرده توئی در طلبِ مقصد و کامت — اے سفله بود دم زدن از عشق حرامت

با قامت رعنا چو شدی جلوه گرِ بام — شد شهر پر آشوب تر از صحن قیامت

در لهو و لعب عمر بسر ساختم اکنوں — از کرده شدم منفعل ای وائے ندامت

در دور دو چشمِ سیه مست تو زاهد — بنموده فراموش همه زهد و کرامت

تارِ سرِ گیسوئے تو کرده است چو مویم — بنمود هلال آه مرا ماه تمامت

ما فارغم از مشک که شد مست دماغم — از نکهتِ زلفِ سیه مشک شمامت

بے صرفه بود وعدهٔ فردات که باشد — فردائے تو همدوش بفردائے قیامت

واعظ دلِ من شیشه و پند تو بود سنگ — مشکن تو عبث شیشه ام از سنگ ملامت

تو جانِ جهانی بجهاں زنده بباشی — رهوار فلک رام تو ایام به کامت

بس تشنه جگر آمده ام پیش تو ساقی — یک جرعه چشم کاشکے از دُردیِ جامت

باقر ز سرِ عشق بتاں باز نه آئی
تا چند کنم پند ترا چند ملامت

۳۹ آنکه عرعر بنده اش شد سرو آزادِ من است — خانها کرد آنکه ویران خانه آبادِ من است

من بسرِ تسلیم خم استاده با عجز و نیاز پرغضب تیغ دو دم در دست جلادِ من است

آنکه سوز دعاملے را آہ گرمِ من بُود وآنکه مخزوں کرد خلقے طبع ناشادِ من است

آنکه قصرِ چرخ ثُبگافد که باشد نالہ ام عرش را در جنبش آرد آنکه فریادِ من است

بر وجود عارضی مارا چہ جائے نازِ چوں با عدم ملصق وجودِ سُست بنیادِ من است

ہمچو مجنوں جادہ پیمائے دیارِ وحشتم دشت و صحرا شہرِ من ویرانہ آبادِ من است

زندگی شد یا خدا برمن بلائے جانِ من از ہجومِ فتنہا پیشِ تو فریادِ من است

رحمتے فرما بحالم جدّنا یا دستگیر سرفرازم کن بگو باقرؔ ز اولادِ من است

۴۰ اے دل شدۂ خستہ و بیمارِ محبت پیدا است ز سیمائے تو آزارِ محبت

نازد بہ اولوالعزمی او خواجگیِ دہر آنکس کہ شود بندۂ سرکارِ محبت

از بندگیِ غیر رہا گشتہ تو ای دل چندانکہ شود باشی گرفتارِ محبت

از زندگیِ بے مزہ عشق چہ حاصل منصور صفت شو بہ سرِ دارِ محبت

از دردِ دلِ زار محال است ننالد آنکس کہ خلد در دلِ او خارِ محبت

مرغِ دلِ وحشت زدہ ناگاہ درافتاد در دامِ خمِ طرۂ طرّارِ محبت

خوش وقت تماشائی ہنگامۂ یوسف میرم بہ تماشائی بازارِ محبت

در کون و مکاں واقفِ ہر رازِ نہاں شد آں دل کہ شود محرمِ اسرارِ محبت

برخیز مسیح از برِ من ایں درد تو ترت چیست ہرگز نہ شود بہ ز تو بیمارِ محبت

برداشتن بارِ عبادت بود آساں آں کیست چو باقرؔ کہ کشد بارِ محبت

۴۱ گلِ رخسارِ تو یا نوبہار است سیہ زلفِ تو یا مشکِ تتار است

بیا جاناں نسیم آسا بسُویم براہت جان و دل ہر دو نثار است

دریں دریا بکن غلے سرانجام دو چشمِ من چہ بحرِ موج دار است

خیالِ قامتت در دیدۂ تر خوشا سروے میانِ جویبار است

بگرد عارضت خطِ سیہ فام حلب بیں در حصارِ زنجبار است

تو در بزمِ کہ مے خوردی بفرما کہ چشمِ تو چنیں مستِ خمار است

کسے کو برد نقدِ عقل و ہوشم بتے سیمیں تنے گلگوں عذار است

کہ میگوید کہ رنگیں از حنا شد نگارا پایت از خونم نگار است

بیا اے بیوفا بہرِ وداعش مریضِ عشق بر آہو سوار است

بیا تا کے بود گرمِ طپیدن بہ ہجرِ تو دلم بس بیقرار است

چرا بر خود نہ پیچم ہمچو زلفت بہ رخسارِ تو زلفِ تابدار است

دریں صحرا بسے سرہا است غلطاں مگر جولانگہِ آں شہسوار است

بود شیریں برنگِ جاں شیریں چہ زہرِ عشقِ جاناں خوشگوار است

بود افزوں فروغِ او کہ داغش چراغِ خلعتِ شبہائے تار است

برو زاہد ز بزمِ مے پرستاں ترا با صحبتِ رنداں چہ کار است

نمی پرسد ز تمکیں عاشقاں را　　مہِ من شوخ و شنگ و میگسار است
خدنگ سینہ دوزے بانگاہت　　دو ابروئے کجت یا ذوالفقار است
جہد بر پائے خود دلہا کند خوں　　مرا معشوق طفلِ نے سوار است
رخِ رنگیں تو یا گلشنِ سبز　　دلِ پر داغ من یا لالہ زار است

تو پوشی راز عشق از من چہ باقر
زرویت دردِ پنہاں آشکار است

۴۲ سرم وقفِ سجودِ آستانت　　کرم فرما منم از بندگانت
تو شاہد بازِ پنہاں بودی ای شیخ　　شد آخر بر ملا رازِ نہانت
تو بودی طالبِ حق زاہدا چوں　　کنوں شد میل با حسنِ بتانت
نکردے خندہ گر آں غنچہ لب　　ندانستے کسے رازِ نہانت
بگاہِ عرضِ حالِ من بفرمود　　خمش من نشنوم شرح و بیانت
تو تنہا میروی در کویش اے دل　　نہ خوفِ عسس و نے پاسبانت
مکانت عاقبت زیرِ زمین است　　اگر خود لامکاں باشد مکانت
نہاں تا چند اے عنقائے مغرب　　کجا جویم کجا یابم نشانت
زمین و آسماں را پشت بشکست　　کشیدم من مگر بارِ امانت
نمی آید بگوشِ دلبر اے دل　　رسد گر تا فلک شور و فغانت

تو باقر پیل تن بودی جوانے

کجا شد طاقت و تاب و توانت

بخواب ناز کہ آں شوخ مہ لقا خفتست　　بچشم بینش حق جلوۂ خدا خفتست ۴۳
دہد نہ رخصت یک بوسہ ام شبِ وصلت　　بناز در بزم آں ماہ از حیا خفتست
نسیم او کہ رساند بوئے من کہ صبا　　گزر نیافت بباغیکہ آشنا خفتست
شبِ فراق بہ بیداریم گزشت و ہنوز　　بخواب ناز در آغوشش دلربا خفتست
نہ ہمچو شمع بہ بیداریِ سحر خیزد　　مریض عشق کہ شب مایلِ دوا خفتست
بہ حال زار و زبونے شیم تواں دیدن　　کہ چشم من ہمہ بیدار و بخت ما خفتست
رسم چگونہ سلامت بساحلِ مقصود　　کہ کشتی آمدہ در موج و ناخدا خفتست
من و ستیزۂ شبہائے تار و ناکامی　　خوشا کسیکہ ہم آغوش مدعا خفتست
ز روئے خاک بہ بردارش و بدہ دستے　　کسے بسایۂ تو ہمچو نقش پا خفتست
ہمہ بکوئے تو آسودم و بخاک درت　　ندیدیم کہ گدائے درت کجا خفتست

چہ لاف میزنی از نکتہ دانیت باقر
بسے بخاک بہ از تو سخن سرا خفتست

۴۴ الم بگذشت و غم بگذشت و صد رنج و بلا بگذشت　　چہ دانی تو کہ در ہجرت بجانِ من چہا بگذشت
پے تعظیم سرو استاد و نرگس محو دیدن شد　　چو در گلشن پے سیر آں بتِ گلگوں قبا بگذشت
مگر تو خود بفرمائی علاجِ درد او ورنہ　　مریضِ علتِ عشقِ تو از دار الشفا بگذشت
سحر گاہاں نمیدانم کہ بود آں نازنیں شوخے　　کزیں رہ با رخِ زیبا و با ناز و ادا بگذشت

نہ تنہا در دماغ عاشقانت عطر بیز آمد   کہ بوئے عنبرینِ زلفِ تو از چین و ختا بگذشت
ز غیبش میشود روزی چہ دولتہائی روز افزوں   بہ قسمت ہر کہ قانع گشت و از حرص و ہوا بگذشت
ندیدم ہیچگہ روئے اجابت وائے ناکامی   ز ہفتم آسمان شبہا مرا تیرِ دعا بگذشت
بہ آغوشم کشید از مہر و بخشیدم گنہ صد شکر   بتِ نازک مزاجِ من ز لطف از ماجرا بگذشت

نہ آمد ماہِ من یک شب گہے در خواب ہم باقر
بیادِ جلوہ اش عمرے مرا صبح و مسا بگذشت

۴۵ صبح دیدم مہِ من سوئے گلستاں میرفت   با گروہِ رقبا خرم و شاداں میرفت
ایں طرف آں طرفش مطرب قانون در دست   پیشِ وے لولی چوں زہرہ غزلخواں میرفت
از کفِ حور وشش جاریہ قلیاں بر لب   بر سرِ ہر روشش از ناز خراماں میرفت
از رخِ سوسن و گل روئے تماشا یکسو   وز سوِ سرو و سمن بر زدہ داماں میرفت
دیدمش دوشش بر ہوار فلک سیر سوار   بر ہوا در نظرم تختِ سلیماں میرفت
می زدی در شبِ معراج بہ افلاک قدم   بر رخت رُوح امیں مروحہ جنباں میرفت
گرچہ بے جرم مرا کشت و بخاکم انداخت   ظالم از کردۂ خود لیک پشیماں میرفت
شد بہ عشقِ تو زبس سادہ دل از جامہ برو   زاہدِ صومعہ در کوئے تو عریاں میرفت
دردمندیست کہ در پہلوئے صحت نہ نشست   ایں دلِ خستہ کہ بس درپئے ساماں میرفت

از درِ دولتِ تو باقرِ بیچارہ سحر
با دلِ غمزدہ پُر حسرت و حرماں میرفت

شاہدِ شوق رخت حجلہ نشینِ دلِ ماست   نو عروسِ غمِ عشقِ تو مکینِ دلِ ماست ۴۶
طوفِ کوئے تو بجان شد شرفِ ہر دو جہاں   سجدۂ خاکِ درت زیبِ جبینِ دلِ ماست
گرچہ بے باکی و رندی بجہاں شد علمم   رازِ عشقِ تو ہماں پردہ نشینِ دلِ ماست
شد ز تقدیر و فالش خطِ پیشانیِ من   نامش از کلکِ قضا نقشِ نگینِ دلِ ماست
گرچہ تسبیح و مصلاش نیرزد بجوئے   زاہدِ شہر مگر قبلۂ دینِ دلِ ماست
زاہد از ملت و دینم چہ کنی ہرزہ سوال   عشقِ سیمیں بدناں ملت و دینِ دلِ ماست
نیست ممکن شوم از کلفتِ دیرینہ رہا   مایۂ رنج و غم و غصہ عجینِ دلِ ماست
آب و تابِ چمنِ حسنِ تو شد ذکرِ لبم   یاد رنگِ گلِ روئے تو قرینِ دلِ ماست

باقر از فتنۂ آں چشم چہ آید بر جاں
زانکہ صیادِ نگاہش بہ کمینِ دلِ ماست

رسد کے دستِ کوتاہم بہ اوجِ طرفِ دامانت   مقامت بس بود عالی بود رشکِ فلک شانت ۴۷
سیہ تر از شبِ دیجور باشد زلفِ پیچانت   فروزاں تر ز چاکِ صبحدم چاکِ گریبانت
قدت سرو و رخت گل کاکلت سنبل   بہارِ خلد باشد جلوۂ رنگیں گلستانت
رواں میساختم با نامۂ شوقِ خودم اُو را   رسائی داشتے پیکِ صبا گر تا بہ ایوانت
توئی مجموعۂ خوبی بود سروِ قدت رعنا   زہے آں نار پستانت خوشا سیبِ زنخدانت
بمن در ساختی اول بریدی عاقبت از من   چہ شد قول و قسم ای بت کجا شد عہد و پیمانت
نہ چوں عزلت نشینِ گوشۂ بیت الحزن باشم   مرا شد یوسفِ دل غرق در چاہِ زنخدانت

تو در فنِ سخن باقرؔ عدیم المثل و یکتائی
بود جمعے دعا گویت بود خلقے ثنا خوانت

۴۸ شعلۂ آهِ من از چرخ بروں افتاده است | آه در دِ دلم از تاب فزوں افتاده است
از دلِ زار چه پُرسی که چگونه است ترا | مائلِ صُورت بیچوں و چگوں افتاده است
لاله گوں رُوئے تو نازم که ز جوشِ غمِ او | در دلِ زارِ منِ خسته چه خوں افتاده است
با غم و غصّۂ دل گر نه بسازم چه کنم | کارِ من با فلکِ سفلۂ دوں افتاده است
مائلِ پاکی ظاهر چه توئی اے زاهد | کارِ با پاکی احوالِ دروں افتاده است
غیر چشمِ سیهت نیست یکے سحر و فسوں | در جهاں گرچه بسے سحر و فسوں افتاده است

بے تو باقرؔ به سرِ خاک فتاده است نگوں
بیں که بیچاره چه در حالِ زبوں افتاده است

۴۹ صورتِ صافیِ او رنگِ گلستان گرفت | لعلِ لبِ نازکش ملکِ بدخشاں گرفت
لشکرِ ناز و اداش ملکِ دل و جاں گرفت | مایۂ هوش و خرد نرگسِ فتاں گرفت
شعلۂ آهم به بیں خرمنِ جانها بسوخت | قطرۂ اشکم به بیں صورتِ طوفاں گرفت
شهرۂ حسنِ رخت شد ز سمک تا سماک | طنطنۂ عشقِ من عالمِ امکاں گرفت
حلقه بگوشت ز جاں جملۂ حسینانِ دهر | دامنِ حسنِ رخت یوسفِ کنعاں گرفت
گر ز کفم در ربود ملکِ دلِ من چه شد | یارِ پری شیوه ام ملکِ سُلیماں گرفت
دستِ جنوں کرده است دامنِ من چاک چاک | تا دل و جانِ مرا عشقِ گریباں گرفت

دردِ دلم به نشد گرچه بسے کرد فکر | عیسیِ مریم کنوں دست ز درماں گرفت
پاک شد از آبِ عفو دفترِ عصیانِ من | بسکه کفِ همتم دامنِ پاکاں گرفت
رنج و بلا لازم است هر که نکو صورت است | حسنِ رخِ یوسفی سیلیِ اخواں گرفت
جانِ منی غیبِ غیب لبس شهادت به بر | ذات و داء الودا صورتِ انساں گرفت

دامنِ عقل از کفم رفت بروں باقرا
عشقِ بتاں تا مرا دست و گریباں گرفت

۵۰ گفتم ستم ز دستِ تو بر ما چها رفت | گفتا ز ما نرفت ز دستِ زمانه رفت
از من چه دیده که تو رنجیدۂ ز من | جاناں بخدمتِ تو ز من یک خطا رفت
از شدتِ الم دلِ من گرچه پاره شد | گاهے بر طبیب برائے دوا نرفت
بس آشنا که در رهِ عشقت طپید و مُرد | از جانبِ تو پرسشِ هیچ آشنا نرفت
بالائے بامِ قصرِ تو چوں ناله ام رسد | هرگز به عیش خانۂ نازت صبا نرفت
دردِ دلش نگفتم و نے خواستم دوا | پیشِ طبیب قصۂ درد و دوا نرفت
در مجلسے نه جلوه کناں رفت آں نگار | از هر طرف که غلغلۂ مرحبا نرفت
یا خواجه معیں گه در دو مصیبتم | بر لب بغیر نامِ تو نامِ خدا نرفت
بهرِ وصالِ تو نه شبے هست کاندراں | دستِ دعا بلند بسوئے سما نرفت
داری همیشه ورد زباں ذکرِ سیم و زر | یک لحظه بر زبانِ تو ذکرِ خدا نرفت
قانع بمانده است بنانِ جوینِ خشک

باقر برائے حیفه و نیاز جا نرفت

۵۱ دل می طپد جمالِ تو بینم تمنی است   گل چینم از حدیقهٔ حسنت تمنی است
عیسی تو گر علاج ندانی عبث بکوش   دردِ دلم ز عشق کسے در ترقی است
زاہد عبث بود ہمه وجد و تواجدت   این مجلس سماع تو بہرِ تلہی است
بنشیں دو ساعتے ز کرمہا بہ پہلوام   دستے بنه بسینه که دل را تسلی است
دانم که کار علتم از دست رفته است   عیسی مگر علاج تو بہرِ تشفی است
از نغمهٔ تو زہره در آید بوجد و رقص   جانان چه در گلوئے تو طرفه تغنی است

گر بارقیب تا به سحر مے نخورده است
باقر ازو بپرس چه وجه تمطی است

۵۲ سرو چمن ز غصه گریباں دریده نیست   آں سرو خوشخرام بگلشن چمیده نیست
پیشِ رُخ تو زرد شود رنگ روئے گل   یاقوت از لبت لبِ حسرت گزیده نیست
می بشنوی فسانهٔ فرہاد و قیس را   بشنو ز من که قصهٔ ماہم شنیده نیست
ای دل مثال زہر فراقش که میکشی   آخر نصیب شربت وصلت چشیده نیست
در عشق دیده ام که نبایست دیدنش   مِن بعد بنگرم که ز قسمت چه دیده نیست
نامِ خدا است رونق حسنِ تو بر کمال   شایان بوسه عارض و لعلت گزیده نیست
ضبطِ نفس نماند دریغا که رازِ دل   از دل چو مے ز ساغر پرمے چکیده نیست
غافل ز درد عشق ز بس بوده کنوں   ای دل بروئے خاک چو بسمل طپیده نیست

ای غیرتِ چمن بخراماں چو سرو ناز   در دامنِ نگه گل حسنِ تو چیده نیست
پیکِ صبا ز کوچهٔ جاناں ہمی رسد   ای دل نوید وصل بگوشم رسیده نیست
جاں داده ام به لاله عذاراں سبز خط   بس لالہا و سبزه ز قبرم دمیده نیست

باقر مبند غنچه نمط دل دریں چمن
چوں بوئے گل ز گلشن دنیا رمیده نیست

۵۳ حریم تست که بیمار را شفا اینجاست   علاجِ دردِ دلِ خسته و دوا اینجاست
بخلوتِ شب عاشق بچشم حیرت بیں   دل است پر ز غم ہجر و دلربا اینجاست
به بزم باده کشان ساقی است و مطرب ہم   بیا بیا و به بیں زاہدا چہا اینجاست
تو تازه کی چه نہی پائے در سراچهٔ عشق   مصیبت و ہمه دردِ غم و بلا اینجاست
به بوس روضهٔ اقدس بیاب گنج مراد   که اینست کعبهٔ مقصود و مدعا اینجاست
چه گونه پا نہم اے جان جاں بکوچهٔ تو   شہید ناز تو غلطیده جابجا اینجاست
ز غیر چشم به بند و به بیں بخلوتِ دل   انیس و محرم راز است و آشنا اینجاست
ہنوز از در من نه آمدست آں شوخ   بلند نغمهٔ سہلا و مرحبا اینجاست

تو محو عیش در آنجا و باقر مسکیں
بدوری تو بصد رنج مبتلا اینجاست

۵۴ بسے گذشت و بعشق تو صد بلا باقیست   چہا گذشت ندانم کنوں چہا باقیست
بیا بناز در آغوش و لب بنه بر لب   که بوسهٔ ز تو در وعده دلربا باقیست

بپوس تربت پاکان زصدق وہمت خواہ
که زیر خاک برفتند وفیضہا باقیست

نماند نرمهٔ سنجاب وفرش استبرق
ہزار شکر که درخانه بوریا باقیست

بہائے جلوهٔ تو گر نماند سیم وزرم
متاع دین ودل از بہر رونما باقیست

برخم گرچه تو از لطف ریختی مرہم
ہنوز در دل پردرد دردہا باقیست

زگریه بر سر نعشم دیت بده قاتل
که کشتهٔ تو مرا بر تو خوں بہا باقیست

نگشته زعلاجم خجل تو اے عیسیٰ
ہنوز پیش تو دردِ مرا دوا باقیست

بیا و از سخنے زنده کن مرا از نو
که جز رمق نه کنوں در حیات ما باقیست

بزیر خاک نخفتی و زندهٔ باقر
که ذکر خیر کلامِ تو جا بجا باقیست

۵۵ شب که ذوقِ جوشِ مستی آں بتِ منیخوار داشت
بزم عیش از مطرب و منع بر لبِ جوبار داشت

صبحدم در خواب دیدم جلوهٔ حسنِ رخش
طرفه چشمِ خفتهٔ من طالعِ بیدار داشت

عشوهٔ او دلفریب و غمزه اش افسونگرے
طرفه سحرِ بوالعجب آں نرگسِ بیمار داشت

شیخ شہرِ من برآمد جامعِ اسلام وکفر
سبحه زیبِ دست بود و در گلو زنار داشت

مرغ دل در شوق رویت دوش در منقار خود
صد نوائے دلفریبے ہمچو موسیقار داشت

پاک از نقش دوئی ہرگز نشد لوحِ دلش
شیخ ما در پیش رو آئینهٔ زنگار داشت

برہمن سوئے کنشت و شیخ سوئے خانقه
ایں دل دیوانه عزمِ خانهٔ خمار داشت

باقرِ دل خسته ات در انتظارِ مقدمت
چشم شوق آگیں براہت مایلِ دیدار داشت

۵۶ چها بطالعِ برگشتهٔ خودم جنگ است
مرا زتست تفاخر ترا ز من ننگ است

عداوتِ دل تو با دلم بود قطرے
که جوہرِ دل من شیشه و دلت سنگ است

بپوش پیرہنِ عشق وگرد عقل بگرد
که تو بعقل نگنجی که جامه اش تنگ است

به پیش تو چه مقابل شود مه کنعان
که او به پلهٔ حسنِ تو سنگ یا سنگ است

بغیر ضربت افغاں نمی شود ظاہر
شرار عشق تو در سینه آتش ہنگ است

شگفتگی ز کجا ہمچو گل که عاشق تو
ہمیشه غنچه نمط در غمِ تو دل تنگ است

تو زاہدی بغمِ عاقبت خوشا رندے
که فارغ از دو جہاں مست باده و بنگ است

بیا و یکدو قدح نوش کن تو ہم زاہد
به بیں که بادهٔ گلگوں چگونه خوش رنگ است

دریں زمیں تو کنی تا کجا گہر سنجی
خموش خامه و بس کن که قافیه تنگ است

بگو که حلقه به بیروں در زند مسکیں
اگر ز صحبت بیچاره باقرت ننگ است

۵۷ رویت بہار گلشن جنت نثار یافت
زلفِ تو بوئے نافهٔ مشکِ تتار یافت

ای وامنم که دور ز قربِ تو جاں دہم
خوش طالعِ کسیکه به بزمِ تو بار یافت

خیره دو دیده آنکه کشد سرمه ز طور
روشن دو چشم آنکه ز کویت غبار یافت

رحمے بدوری دل پُردرد من که او
دور از وصال تو نتواند قرار یافت

چندیں جفائے دہر براہِ رضائے دوست

خوش نعمتے است هرکه دریں رہ گزار یافت

۵۸ کو در جهاں حسیں که بحسنت نثار نیست | از تیغ ابروئے تو چو من دلفگار نیست
بسمل نمط ز خنجر عشقت بخوں تپاں | سیماب وار از غمِ تو بے قرار نیست
آں دل کدام دل که بزلفت نشد اسیر | واں سر کدام سر که بپایت نثار نیست
ساقی بجائے باده بده بوسهٔ لبت | چوں لعلِ خوشگوار تو مے خوشگوار نیست
جانا بیا که در دلِ پرآرزوئے من | بے جلوهٔ جمال تو صبر و قرار نیست
در آرزوئے وصل تو بے صرفه میکشم | زاں سرخوشم که در مےِ عشقت خمار نیست
در خاک جور گرچه نهاں میکند حبیب | پیدا درونِ خاطرِ عاشق غبار نیست
خواهد نظارهٔ گلِ روئے تو طبعِ من | مشتاقِ جلوهٔ گل و باغِ بهار نیست
کردم به دل یقیں که بود اختیارِ من | لیکن به اختیار مرا اختیار نیست

یارب اگرچه کوه گناه است بر سرش
نومید از تو باقر عصیاں شعار نیست

۵۹ سرو قد را آں گلِ رعنا خراماں کرد و رفت | یک دو ساعت خانهٔ ما را گلستاں کرد و رفت
دیدمش روزے خراماں بر سرِ بامِ خودش | روئے چوں گل در تهِ دامانش پنهاں کرد و رفت
بوده ام گریاں به هجرش ناگهاں آمد به بر | همچو گل لعل و لبِ خوش رنگ خنداں کرد و رفت
دی بسوئے خانه ام مستانه آمد بے نقاب | روئے را پوشیده در زلفِ پریشاں کرد و رفت
بر سرم مشکل‌کشا دوشینه آمد از کرم | مشکلِ ما را ز لطفِ خویش آساں کرد و رفت

دوش در بزمِ حریفاں جلوه گر شد ناگهاں | بزم را از چهره چوں آئینه حیراں کرد و رفت
بلبلِ بے خان و ماں از کاوشِ فصلِ خزاں | در چمن صد ناله و صد شور و فغاں کرد و رفت

از عدم آمد به هستی باقرِ صورت پرست
در جهاں نظاره روہائے حسیناں کرد و رفت

۶۰ ز تابِ جلوه اش بر من چها رفت | ندانستم که ماهِ من کجا رفت
شبِ وصلش کشیدم چوں به آغوش | بجانِ او چه از شرم و حیا رفت
زمین و آسماں ظلمت کده شد | ز پیشِ چشم چوں آں مه لقا رفت
ز جوشِ شوق در کویش غبارم | چها چابک تر از بادِ صبا رفت
مراں از در مرا اے من فدایت | اگر در خدمتت از من خطا رفت
چکاں از چشم زیں غم قطره چند | که بیمارت سوئے ملکِ فنا رفت
گره از کاکلِ پرخم کشادی | دلِ مسکیں دراں دامِ بلا رفت

مرا بارِ غمش باقر دوتا کرد
چه گویم انچه زاں زلفِ دوتا رفت

۶۱ بجلوه گاه تو چشمِ هر انس و جاں باز است | بمدحت تو زبانِ سخنوراں باز است
رسد بکوئے تو گر کشتهٔ غمت شاید | که پیشِ روئے شهیدانِ جهاں باز است
نصیبِ من نبود خواب غیرِ خوابِ اجل | که هر دو دیده براهِ تو جاوداں باز است
اگر بدامنِ تو دست میرسد نیم مرنج | که پیشِ اهلِ کرم دستِ سائلاں باز است

بانتظار قدومِ مہِ سفر کردہ دو چشمِ من بہ سرِ راہِ کاروان بازست
دلا چہ غم تو اگر رندی و خراباتی کہ بابِ بخشش و رحمت بر عاصیاں بازست
برنگِ شانہ چو دستم نمیرسد چہ حصول کہ طرہ ات برخِ رشکِ گلستاں بازست
فدائی نازِ تو یک ساغر از کرم ساقی کہ ہمچو کاسہ ام از تشنگی دہاں بازست

چہ حالتست بگو باقرؔ امشبت کہ ترا
بہ آہ و نالہ چو مرغِ قفس دہاں بازست

٦٢ ہرگز اے قاتل ترا پیچ و تابے ایں چنیں در جوہرِ شمشیر نیست
ایں مسِ جسمیں خود ات در بوتۂ عشقش گداز کیمیائے ایں چنیں ہم ایں چنیں تسخیر نیست
کے تواں ——— شربتِ خضرم اگر در گلوئے تشنہ ام آبے از آں شمشیر نیست
کے کند ——— لبِ خشکیم خونِ جگر ——— نیست
——— زود کن بر من نظر ——— در مردن مرا تاخیر نیست
——— ——— بہتر ازیں تسخیر نیست
——— بناحق ریختی خونِ مرا لائقِ فتراکِ تو ایں ناتواں نخچیر نیست
ہست خود بیچارہ در قیدِ خیالِ زلفِ تو وحشتِ دیوانہ ات را حاجتِ زنجیر نیست

عاشقِ روئے تو بسیار اند جاناں در جہاں
لیک یک کس ہمچو باقرؔ عاشقِ دلگیر نیست

٦٣ در فراق آہ غم و غصۂ پنہانم سوخت در شبِ وصل دلم جلوۂ جانانم سوخت

نرگسِ چشمِ تو و سرو قدِ رعنایت سنبلِ زلف و گلِ عارضِ تابانم سوخت
ترکِ یادِ تو مرا دشنہ بدل بُرد فرو از تو جانا نہ چنیں غفلت و نسیانم سوخت
تا زشبہا است مرا گرمیٔ معشوق چہ غم دُودِ آہِ سحری دفترِ عصیانم سوخت
آتشے زد بہ من شعلۂ حسنِ تو بدل برقِ دندانِ تو و آں لبِ خندانم سوخت
مارِ زلفِ تو گزیدہ است بدیدم در خواب من کجا زلف کجا خوابِ پریشانم سوخت
جائے گل بے تو فشاندیم بہ گلشن در وے دانۂ اشکِ شرربار کہ دامانم سوخت
بے تو اے رشکِ چمن دوش برفتم در باغ گرمیٔ نالۂ مرغانِ خوش الحانم سوخت
آمد آں شوخ چو با جامۂ زریں در بر عَرَقِ گرمِ خجالت تنِ عریانم سوخت
من کجا یارِ من بارخِ چوں شعلہ کجا است خوابِ بے یار دریں فصلِ زمستانم سوخت

باقرؔ آں مہ چو نہ شد شمعِ شبستانم دوش
تا سحرگہ چو چراغ ایں دلِ بریانم سوخت

دیدہ چوں آئینہ در روئے تو حیرانی داشت دل ز دستِ سرِ زلفت چہ پریشانی داشت ٦٤
داد با غیر خدا عیش و نشاطِ عالم دردِ عشقت بمنِ خستہ دل ارزانی داشت
آں کہ بودست کہ بگذشت ازیں راہ کہ او صورتِ حور رخِ یوسفِ کنعانی داشت
بے گنہ کشت مرا طرفہ کہ از کردۂ خود نہ خجل گشت مہِ من نہ پشیمانی داشت
ہست امروز تہِ خاک بذلت در گور آنکہ دیروز بسر تاجِ جہانبانی داشت
رفت بیچارہ و خاموش تہِ خاک بخفت آنکہ در زیرِ نگیں ملکِ سخندانی داشت

تا ز پردہ نہ فتد شاہد این راز برُون
دل خون گشتۂ غم عشق تو پنہانی داشت

شکر تعمیر خودم چیست کہ چون میسنگرم
وسعت آباد جہان میل بہ ویرانی داشت

چون کفیلم نشود رحمت یزدان کہ دلم
حب محبوب خدا حضرت جیلانی داشت

ہر کسے غرہ بہ اعمال خودش ہست و نظر
باقرِ خستہ سوے رحمت یزدانی داشت

۶۵ دوراست گلزارِ رخش باغ و بہار من کجاست
نادیدہ ام سرو قدش آن گلعذارِ من کجاست

شد شاہد گل در چمن اندر نظرہا جلوہ گر
در جوش شد فصلِ بہاران نوبہارِ من کجاست

سرگشتہ ام در جستجو ہمچون غبارِ کاروان
اے جبہ فرسائے درش برگو کہ یارِ من کجاست

تا دور گشتم از برش و ز قرب او ماندم جُدا
تاب و توانِ من چہ شد صبر و قرارِ من کجاست

چون آستانش بوسم و چون جبہ سایم بر درش
تا درگہِ والائے او یارب گذارِ من کجاست

بے جلوۂ نورِ رخش بے نور بزمِ میکش است
آن مست نازِ خود کجا آن میگسارِ من کجاست

گل شد بعارض غازہ کش سنبل بگیسو شانہ زد
گلزار شد گل پیرہن گلگون عذارِ من کجاست

شد مانعِ وصلم چنین زینگونہ جوش غیرت است
آن شاہدِ خلوت نشین عصمت شعارِ من کجاست

در راہِ او شد عدم آخر چو گردِ کاروان
ایوا امیدانم چہ شد مشتِ غبارِ من کجاست

اے رحمتِ عالم بگو گاہِ شفاعت روزِ حشر
آن باقرِ دل خستۂ عصیان شعارِ من کجاست

۶۶ طیلسانِ نہ توِ افلاک دودے بیش نیست
مرکزِ این عالمِ فانی نمودے بیش نیست

______ کجاد ______ برائے حق کجا
______ کارِ تو سجودے بیش نیست

نقش زنگار نگ عالم ہست ______
این ہمہ تلوین کہ می بینی نمودے بیش نیست

جلوہ گر در تفرقہ ہم جمع ذاتِ مطلق است
این تعینہا کہ می بینی نمودے بیش نیست

______
______ بیش نیست



ردیف ثا

1 از شکوه لب به بند و مکن پیش یار بحث — بر خاطرش ولا نرساند غبار بحث

از نسبتِ مشابهتِ روئے و موئے تو — دارند در مفاصله لیل و نهار بحث

گر همکنار میشویم از تو لطفها است — ورنه نمیکنم پے بوس و کنار بحث

آں شوخ نکته سنج نه ملزم بهیچ شد — کردم پئے ثبوت جفایش هزار بحث

از حقهٔ لبت در تقریر بر فشاں — کز لعل نوشخند بود خوشگوار بحث

زاهد حدیث زهد مگو پیش میکشاں — اینجا مکن مگر ز مئے خوشگوار بحث

لب تشنه مانده است ازاں آب زندگی — دارد دهانِ زخم ز شمشیر یار بحث

قطعِ امید کرده م از طالعِ زبون — با من عبث کند دلِ امیدوار بحث

امشب سخن ز زلف تو گویند اهلِ بزم — دارد هزار نافهٔ چیں در تتار بحث

باقر بکام اگر نرسیدی نمیتواں
با بخت جنگ کردن و با روزگار بحث

ردیف جیم

1 با عارضت به گلشن و گلها چه احتیاج — با چشم تو به نرگس شهلا چه احتیاج

بیتابیِ دل است که جاں بر لبم رساند — اینک بیا بوعدهٔ فردا چه احتیاج

دارم دلے ز داغ تو رنگیں تر از بهار — مارا بسیر گلشن و گلها چه احتیاج

مخمور و مست نرگسِ مستانهٔ تو ایم — مارا بساغر و مے و مینا چه احتیاج

شد زندهٔ ابد بجهاں کشتهٔ غمت — جاں دادهٔ ترا بمسیحا چه احتیاج

خوش جامهٔ ایست بر تنش از خاکِ کوچه ات — دیوانهٔ تراست به دیبا چه احتیاج

مسجودِ یک جهاں بتِ نصرانیم بود — ایں عتبهٔ ات ترا بکلیسا چه احتیاج

حسنِ ترا بزینت و زیور چه حاجت است — با غازه جلوهٔ رخِ مه را چه احتیاج

باقر بساز با غم و دردِ دلِ حزیں
بیمارِ عشق را بمداوا چه احتیاج

ردیف حا

۱ ازغیرتِ رخِ توشود در نقابِ صبح — ہاں پیشِ جلوہات چہ کند آفتابِ صبح
بالائے بام بود مہِ من بخوابِ صبح — گرمِ نظارہ بودِ زچرخ آفتابِ صبح
ابرواست بر رخِ صنمِ مہ لقائے من — یا مطلعے بود بجبینِ کتابِ صبح
باشد شبِ وصال چہ کم گردد اے فلک — گراند کے بدیر کشد فتح بابِ صبح
باقر بہ پیش جلوۂ روئے نگارِ من
چوں ماہتاب صبح بود آفتابِ صبح

۲ غنچۂ دل برکشاد بوئے گلستانِ صبح — آتشِ گل برفروخت جنبشِ دامانِ صبح
باشد یعقوب وار کشتۂ شامِ غمش — گرچہ بود آفتاب یوسفِ کنعانِ صبح
بسکہ شبِ ہجر شد چو قیامت دراز — سوخت دلم را چو شمع آتشِ ہجرانِ صبح
ہست بلندی گرا دولت صافی دلے — گشت سر آفتاب بہرِ سلیمانِ صبح
از عرقِ انفعال آمدہ شبنم فشاں — پیش رخت چوں قمر مہرِ درخشانِ صبح
از گل رویت جدا آہ کہ از یادِ تو — نالۂ شبہائے من نالۂ مرغانِ صبح
دید چو نورِ رخش چشمِ سحر باقرا
دستِ جنوں چاک زد طرفِ گریبانِ صبح

کدورتِ دل خود شستم از صفائے قدح — بدیدہ سرمہ کشیدم زخاکپائے قدح ۳
زتوبہ گشتہ خجل ہمچو نے ہمی نالم — کہ وائے وائے صراحی وہائے ہائے قدح
لبالب است دلِ من زحسرتِ مینا — بیامدہ است بسر ہیچ جز ہوائے قدح
ہلاک خندۂ جام و می است جان و دلم — مباد کس چو منِ خستہ مبتلائے قدح
چہ گویمت چہ جگر تشنہ ایم ساقی — بکام من بچکان رشحۂ زلائے قدح
رسید محتسب شہر و جام می شکست — بنالم و بکنم گریہ در عزائے قدح
بگردش آر و بروں سازم از خودی ساقی — بگیر نقد دل و دیں بر و نمائے قدح
ہوا خوش است و خنک خلتہ است ابر بہار — بصحنِ باغ بدہ ساقیا صلائے قدح
بیک دو جرعۂ می زندۂ ابد سازد — بلا مینا شوم فدائے قدح
گہے زپیرِ مغاں خواستم گہ از ساقی — چہ گویمت کہ چہ خوں خوردہ ام برائے قدح
صفائے دل بدہد ذکر نامِ می باقر
بیا گزار بہ پیرِ مغاں دعائے قدح

متاعِ جان و دل افشاندہ ام بپائے قدح — مباد کس چو منِ خستہ مبتلائے قدح ۴
شکست ساغرِ می لیک محتسب را بیں — کہ سوگوار نشستہ است در عزائے قدح
تو از کرم دو سہ جامے اگر دہی ساقی — متاعِ دین و دل آرم برونمائے قدح
بہ بزمِ بادہ چناں مست و بیخود افتادم — کہ دست بر شیشہ بود و سر بپائے قدح

بخلوتِ تو چساں پا نهیم اے زاہد
بمیکده به نهادیم سر بپائے قدح
کمال تشنه جگر خشک لب منم ساقی
صُراحیِ می نابم بده بجائے قدح
زبس که دست طلب چوں تو بسته ام باقر
ز آستیں نکشم دست جز برائے قدح

۵ میشود روشن دلِ صاحبدل از تنویرِ صبح
شد طلائے خالصِ خورشید از اکسیرِ صبح
ترسم از طولِ شبِ ہجراں که آں خانه خراب
میفشارد آه در دل ناخنِ تا خنیرِ صبح
ہر سعادتها که خواہی زیر دامانِ وے است
تا توانی کوشش شبها در پے تسخیرِ صبح
مو شگافِ نکته زلفت بود اوراقِ شام
حلّ متنِ عارضت میگردد از تفسیرِ صبح
جلوه گاهِ صورتِ خورشید گردد سینه ات
گر کنی نقشِ نگین لوحِ دل تصویرِ صبح
صبحدم بیدار شو از خواب تا آری بجا
از تهِ دل حرمتِ روئے سپید پیرِ صبح
شد گریبان گیر عزمم لذتِ خوابِ سحر
گرچه شد قرع صماخم نعرهٔ تکبیرِ صبح
می تواں گفتن یکے با مدعیِ لاف زن
گو چنیں رنگیں غزل رشکِ صفائے شیرِ صبح
جلوهٔ حسنِ تو ویراں کرد ایوانِ سحر
خشتها از مهر باید تا کند تعمیرِ صبح
باشندش وردِ زباں ذکرِ صفائے عارضش
گوش کن باقر تو از جان خوبیِ تقریرِ صبح



ردیف دال

۱ شمع را آتشِ رخسارِ تو پروانه کند
شیشه را پرتوِ حسنِ تو پریخانه کند
آب سازد جگرِ می غمِ لب خشکیِ من
حسرت تشنگیم خونِ دل پیمانه کند
ایں چنیں عشوه فروشند اگر مغبچگاں
سجده ہا کس نه چساں بر درِ میخانه کند
جلوهٔ شمعِ عذارِ تو دلِ عاشق را
پاک پروانه صفت سوزد و پروا نه کند
آه کاں شوخ به حسرت به پسندد ہمه عمر
رحم یکره نه بحالِ دلِ دیوانه کند
در شبِ ہجر چو بسمل بطپاند در خاک
ور شبے جلوه دہد صبح به افسانه کند
پائی از سر بتواں کرد بهر گام کسے
سفرِ عشق که از ہمت مردانه کند
فیضِ طبعِ چمن آرائے جہاں را نازم
کو چو گل پرورشِ سبزهٔ بیگانه کند

۲ دیشب که غیر با تو به بزم شراب بود
مشکیں دلم بر آتشِ غیرت کباب بود
در سیبِ غبغبت مهِ من طرفه آب بود
در بوسهٔ لبت مزهٔ شهدِ ناب بود
لطفِ گلِ وجود و بهاران ایں چمن
بوده است بوئے غنچه که پا در رکاب بود
گر باده خورده ایم بنه عذر زاہدا
فصلِ بهار و مستی و عهدِ شباب بود

شب بوسہ ازاں لب شیریں بجواستم | آں شوخ تا سحر ہمہ خشم وعتاب بود
گردید عطرساز نسیمش مشام جاں | گیسوئے عنبریں تو یا مشک ناب بود

سرخیل خواجگاں نشود چوں بروز حشر
باقر غلام بارگہِ بُوتراب [۲] بود

۳ دل بے غم یار خوش نباشد | جان بے دلِ زار خوش نباشد
ساقی وشراب وگلشن وگل | بے روئے نگار خوش نباشد
گر خود تو کنی کنارہ ازمن | خورم بکنار خوش نباشد
در شہر خودم بخواں کہ بے تو | ایں شہر ودیار خوش نباشد

خوش گفت کسے کہ گفت باقر
بے یار بہار خوش نباشد

۴ دل رخت حق نماست میگوید | جلوۂ کبریاست میگوید
کشتہ برکشتہ دیدہ خلق ہمہ | کوچہ ات کربلاست میگوید
ہرلب زخم آب تیغ ترا | وہ چہ آبِ بقاست میگوید
دید نرگس جمال روئے ترا | جان بہ جنت فداست میگوید

بوسۂ لب چو خواہم از خندہ
باقر ایں ناروا ست میگوید

۵ حق زبزم توام جدا نکند | من ودوری زتو خدا نکند

شکوۂ او کجا برم اے وائے | خود اگر فصل ماجرا نکند
انچہ تو کردۂ بما اے دوست | آشنائے بہ آشنا نکند
وائے قسمت کہ آں سراپا ناز | نظرے سویم از حیا نکند
چیست تدبیرہا کہ ہیچ طبیب | مرضِ عشق را دوا نکند
در فراقِ تو دل چساں ای شوخ | جامہ صبر را قبا [۱] نکند
چکنند ہر کہ دید روئے ترا | سر بپایت اگر فدا نکند

دل عبث دادہ باو باقر
خوبرو باکسے وفا نکند

۶ بکن یارب دل افگارِ محمد ﷺ | مدہ دردے بجز آزارِ محمد ﷺ
دلم را کن خریدارِ محمد ﷺ | منور کن ز انوارِ محمد ﷺ
شکست ہنگامۂ خضر ومسیحا | بدورِ روز بازارِ محمد ﷺ
خوشا چشمے کہ شد محوِ تماشا | بر رخسارِ گہر بارِ محمد ﷺ
چہ صحت بخشدم داروئی عیسیٰ | مرا جانست بیمارِ محمد ﷺ
صبا بہر دل پژمردۂ من | رساں بوئے زگلزارِ محمد ﷺ
خدایا جلوہ اش بنما کہ ہستم | بسے مشتاق دیدارِ محمد ﷺ
زمیں را آسماں خوانم کہ گردید | بسے پامال رفتارِ محمد ﷺ
صماخ گوش او شد حقہ در | شنید آنکس کہ گفتارِ محمد ﷺ

---

[۱] قبا کردن بمعنی چاک کردن (بہار عجم) ۱۲

خدارا اے نسیمِ صبح یکرہ
بخواں حالم بہ سرکارِ محمدؐ

نہاں کن سوزنِ خود اے مسیحا
کہ دارم در جگر خارِ محمدؐ

شفا بخشد بہ بیمارم بیکدم
نگاہِ چشم بیمارِ محمدؐ

عطا کن اے خدا آں چشم پاکم
کہ باشد محوِ دیدارِ محمدؐ

کسے بے بہرہ و محروم از تو
نشد اے رحمِ بسیارِ محمدؐ

چہ کم گردد کہ پرسد حالِ زارم
لبِ لعلِ شکر بارِ محمدؐ

بہ امیدیکہ میدارم شب و روز
جبین سایم بہ دربارِ محمدؐ

اگر خواہی مرادِ خویش باقرؔ
بکن ہر لحظہ تکرارِ محمدؐ

۷ اگر یک ذرہ از کویت بدامانش غبار افتد
صبا چوں نکہت گلہا بہر سو مشکبار افتد

شب آں گل پیرہن در خانۂ ما جلوہ فرما شد
بہ آں رنگے کہ در گلشن گزار نو بہار افتد

براہش نقشِ پا گشتم ز بخت بد نشد ہرگز
غبارِ مقدمش یکرہ بچشمِ انتظار افتد

ہر آنکو میکند یکرہ تماشائے گلِ رویش
بہارِ باغ و بستانش ز چشمِ اعتبار افتد

بگردِ خط سبزت جنبشِ گیسو بداں ماند
کہ زنگی سیہ مستے بسیرِ سبزہ زار افتد

تلافیِ جدائی میکنم گر بعد مُردن ہم
گذارِ او یکے از ناز بر خاکِ مزار افتد

تماشایت یقیں باشد اگر در روزِ محشر ہم
بکامم تلخیِ ہجراں چو وصلش خوشگوار افتد

فراق از دردِ دل اندر میانِ جسم و جاں سہل است
مبادا ہیچکس یارب جدا از بزمِ یار افتد

بہ تسلیمِ رضایش گر نسازد چوں کند باقرؔ
بدستِ غیر ہر کس را عنانِ اختیار افتد

۸ خوشا سرے کہ خیالت درو مکیں گردد
زہے دلے کہ پے نامِ تو نگیں گردد

نمی رود ز علاجِ مسیح دردِ سرم
مگر کہ خاکِ درت صندلِ جبیں گردد

دہد فریب و فرستد بمن نویدِ وصال
ز سادگیِ من دلخستہ را یقیں گردد

تو واعظا بکن ایں قصہ مختصر کہ نشد
یکے ہزار ز پندِ تو دلنشیں گردد

عذابِ تنگیِ گورش ہمی شود قسمت
چو کشتۂ دہنت دفن در زمیں گردد

جدا ز بزمِ خودم کردی و ندانستی
کہ حالتم بفراقِ تو ایں چنیں گردد

۹ چہ می پرسی ز احوالم چہ گویم داستانِ خود
عیاں چوں شمع میسوزم من از دردِ نہانِ خود

زبس گردید صلحِ کل سرشتِ طبعِ بے کینم
ندارم فرقے اندر دوستان و دشمنانِ خود

اگر داند خضرِ ذوقِ براہت جاں سپردن را
ہمیا زد فدائے مرگ عمرِ جاودانِ خود

منم آں بلبلِ شیدا کہ دور از جلوۂ گلہا
ز آہِ آتشیں آتش زدم در آشیانِ خود

من و ایں دشتِ وحشت خیز یارب ہمرہاں افتد
جرس آسا ہمی نالم جدا از کاروانِ خود

۱۰ کسے مشاہدۂ صنعتِ الٰہی کرد
نظر بروئے تو چوں چشمِ صبحگاہی کرد

نداشت دست ز قتلم دو چشم سفاکش
نگاہِ شوق بسے گرچہ عذر خواہی کرد

صفائے آئینۂ طلعتِ ترا نازم — که مه به پیش تو اقرار رُو سیاهی کرد
بعشقِ قانع بخونِ دلم نمی خواهم — غذائے خویش چو منعم ز مرغ و ماهی کرد
شده است دیدۂ نرگس ازاں سبب بے نور — که پیش چشمِ تو دعوی خوش نگاهی کرد
نبوده است چنیں خشمگیں ز عذرِ گناه
دلِ حزیں عبث اظهار بیگناهی کرد

۱۱ شب بے تو تا سحر دلِ شیدا طپیده بود — لختِ جگر ز دیدۂ پرخوں چکیده بود
جانا بیا بیا ز کجا میرسی بگو — شب با که بودۂ گلِ وصلت که چیده بود
در گوشۂ فراق نه کس بود همنفس — ما بوده ایم و ایں دلِ حسرت کشیده بود
دور از رخت چگونه قرارت بود بگو — آں خستۂ که پهلوئے تو آرمیده بود
آبے نداشت با تنِ صافی تو یاسمیں — گلها به پیش روئے تو رنگِ پریده بود
رسوائے شهر گشت به عشقِ تو عاقبت — بیچاره دل که گوشۂ عزلت گزیده بود
زاں نورِ عارضے که کند جلوه در نقاب — خیلِ فرشته دامنِ عصمت دریده بود
چوں من که هست بے هنرے هیچکاره
تا باقر ایزدم بچه کار آفریده بود

۱۲ گل کرد موسمِ گل رطلِ گراں تواں زد — ساقی صلائے عیشے در بوستاں تواں زد
تا کے علم بر اوجِ عیشِ جهاں تواں زد — از آه گرم برقے در ایں و آں تواں زد
در تنگنائے هستی اے دل چه مست خوابی — بیدر و خیمه بیروں زیں خاکداں تواں زد

واعظ ز نطقِ عیسے افسانها چه خوانی — حرفے ز لعلِ نوشِ آں جانِ جاں تواں زد
از یمنِ همتِ شاں هر مشکل است آساں — دستِ طلب بذیلِ صاحبدلاں تواں زد
آں جا که عشق بخشد معراجِ سربلندی
سرِ پا بذوقِ مستی بر فرقداں تواں زد

۱۳ خیالِ قامتِ او در دلِ افگار میگردد — به اندازے که گوئی سرو در گلزار میگردد
نظر بکره بمن اے آنکه از فیضِ نگاهِ تو — برنگِ غنچه وا صد عقدۂ دشوار میگردد
ندیدم جلوۂ رویت بخواب اے وائے محرومی — نصیبِ من کجا ایں دولتِ بیدار میگردد
زباں هرچند وقتِ جلوه اش بکشاید از حیرت — بعرضِ مدعا شوقم لبِ اظهار میگردد
بروئش گریه ها هرچند آبے میزند لیکن — کجا بختِ من از خوابِ گراں بیدار میگردد
نباشد دل چساں مشتاق اشعارِ خوشت باقر
که شیریں کامِ جاں زیں شیوۂ گفتار میگردد

۱۴ عشوه و غمزه و ناز و صفِ مژگانے چند — غارتِ کشورِ دل ساخته ترکانے چند
جلوه گاهِ رخِ خوبِ تو بود دیده و دل — دارم از دولتِ حسنِ تو پرستانے چند
ز دستِ روشن همه دیر و حرم و خانۂ دل — یک فروغ است که شد شمعِ شبستانے چند
مطرب امشب به نے از نغمه ام آهنگ دمید — کز دمِ گرمِ دلم سوخت نیستانے چند
نه همیں کشتۂ نازِ تو عزیزِ مصر است — هست بر گردنِ تو خونِ عزیزانے چند
اندریں فصلِ گل اے ناصحِ ناداں چه کنی — پندِ توبه ز پئے توبه پشیمانے چند

گاه در حلقهٔ زلف و گہے در چاه زنخ | یوسف دل شده زندانی زندانے چند
جلوه از ناز بفرما بسوئے منتظران | تا فشانند به پائے تو دل و جانے چند
چند داریم نہاں راز محبت که زند | ہر خدنگ مژه ات زخم نمایانے چند
زہر باشد به مذاقش خود اگر تریاق است | نیست بیمار تو منت کش درمانے چند
وه چه نیرنگی عشق است که با دیدهٔ تر | دارم از زخم سنانت لب خندانے چند

باقر از بس نے کلک تو حلاوت بار است
آب گردند ز غیرت شکرستانے چند

۱۵ سوسن بچمن یاد گل روئے تو میکرد | سنبل سخن زلف سمن بوئے تو میکرد
زد تاب دگر رشتهٔ دیوانگیم را | ہر شانه که مشاطهٔ گیسوئے تو میکرد
شد رشتهٔ پیوند گلوئے سر گردوں | آہے که اسیر خم گیسوئے تو میکرد
اے وائے که بیمار غم عشق تو از جاں | میرفت و ز حسرت نگہے سوئے تو میکرد
از سوزن عیسیٰ نه پذیرفت رفوئے | زخمیکه بدل غمزهٔ جادوئے تو میکرد

شد شیوهٔ تو بسکه تماشائے حسیناں
باقر دل شیدا گله از خوئے تو میکرد

۱۶ بہر بزمے نقاب از عارض خود یار بکشاید | بچشم عاشقاں صبح قیامت بار بکشاید
به بند خوں ز غیرت در جگر صد نافهٔ چیں را | گره را چوں صبا زاں طرهٔ طرار بکشاید
مس آں میخوردهٔ رندم که از فیض نگاه من | برنگ غنچهٔ گلہا در خمار بکشاید

فتد در خرمن جان و دل کروبیاں آتش | به آه و ناله لب را چوں دل بیمار بکشاید

به بند دہان بلبل دلخسته منقار ترنم را
بہر جا خامهٔ باقر لب گفتار بکشاید

۱۷ لب ہر غنچه بگلزار اگر میخندد | دہن زخم من اینجا بجگر میخندد
چشم از حسرت دیدار تو خوں میگرید | زخم از شوق سنان تو شکر میخندد
نسبت طرفه به اضداد بود طبع مرا | خیر بر حالت من گرید و شر میخندد
گزراں تر بود از برق اگر خود سبک است | غفلت آرا بخرام تو شرر میخندد
گر گشاید دلم از جلوهٔ رویت چه عجب | لب ہر غنچه به نزدیک سحر میخندد
مانده حیرت زده صاحب ہنراں در کارم | که ہمه عیبم و عیبم به ہنر میخندد

باقر اندر سخن نغز حلاوت بار است
لذتے ہست که بر شہد و شکر میخندد

۱۸ دل ہر قدر که ناله و فریاد میکند | ترک جفا شعارم بیداد میکند
لعل لبش که خنده بحالم زند گر | تدبیر واشد دل ناشاد میکند
ہر مرغ خوش ترانه بگلہا درین چمن | ذکر جفا شعاری صیاد میکند
نازش جفائے تازه و ہر لحظه غمزه اش | قانون فتنهٔ دگر ایجاد میکند
نازد بخویش خوبی از و حق بدست اوست | گر نازہا بحسن خدا داد میکند
دستے کشاده ام که بدست سبو دہم | تا پیر میفروش چه ارشاد میکند

بر دوش بر فگنده یکے دام زلف را
تسخیر صد ہزار پریزاد میکند

ہر لحظہ آں نگار فراموش کار را
باقر عبث عبث دل من یاد میکند

۱۹ ازدرد دل زار پس از مرگ رہا شد
بیمار مرا کنج لحد دار شفا شد

دینداری و کفر است پئے کافر و دیندار
وین مذہب عشق است کہ مخصوص بما شد

شد صبح قیامت بہ نظر جلوہ گر امروز
تا بند قبا از تن سیمین تو وا شد

بر شمس و قمر سکہ زند داغ جبینش
ہر کس بہ ارادت بدرت ناصیہ سا شد

جانا بدل سنگ تو ہرگز نہ اثر کرد
از جوشن افلاک بروں تیر دعا شد

تا دامن او گر نرسیدہ است چہ حاصل
گر اوج غبارم ہمہ بر اوج سما شد

فارغ شدہ از قید دو عالم دل شیدا
تا بستۂ آں سلسلۂ زلف دوتا شد

شب بیتو ہمہ شب مہ من با تو چگویم
بر جان حزینم کہ چہا رفت و چہا شد

بر روئے حسینان جہاں باز نہ افتد
چشمیکہ تماشائی آں حور لقا شد

از باقر شوریدہ سر خستہ چہ پرسی
جاں داد بعشق تو براہ تو فدا شد

۲۰ بہ نخل این چمن کے بلبل من آشیاں گیرد
برنگ غنچہ از تنگی دلم زیں گلستاں گیرد

تو در دست رقیباں میدہی دست حنائی را
مرا از فرط غیرت آتش اندر مغز جاں گیرد

نشاں نخچیر میگردد خدنگ مرگ شادی را
چو آں صید افگنم در دست خود تیر و کماں گیرد

زکہسار آمد ابر نو بہاراں کو سبک روحے
کہ در گلشن رسد مستانہ و رطل گراں گیرد

زبس خو کردہ ام بے لعل شیرین تو خو کردن
مرا اندر گلو حلوا برنگ استخواں گیرد

فغاں کز دورباش حسن حال دل بہ پیش او
بگفتن در نمی آید وگر گویم زباں گیرد

بسان باقر بیدل غریق بحر عصیانم
خدایا دستگیرے کو کہ دست بیکساں گیرد

۲۱ زفیض مقدمت جاناں گل از خاشاک میروید
زعکس قامت تو سرو ناز از خاک میروید

پریشاں سنبل از گل در ہوائے کاکلت خیزد
بشوق جلوہ ات گل با دل صد چاک میروید

ببیں تاثیرہائے انتظار بے شمار من
گل نرگس پس از مردن مرا از خاک میروید

مگر خوئی دل بیرا و کردہ است دریوزہ
گل جور و جفا کز گلشن افلاک میروید

گل عنابی سرہائے شہیدان وفا ہردم
بشاخ خنجر تو اے بت سفاک میروید

چناں در خاطرش رو کرد عشق من کہ تو گوئی
کہ سے تخمے در زمین کاشتند و برا افلاک میروید

زچین او بروئش ہرچند زہر تلخ میبارد
زشکر خندۂ او ہر نفس تریاک میروید

زبس بگریستم بے تو پس از مردن بخاک من
بجائے نرگس ای جان دیدۂ نمناک میروید

جدا سازد سرم ہرچند انکہ از تن شہوار من
سرے دیگر زصیدم باقر از فتراک میروید

۲۲ محرم معنی صد شیوہ جادو گردد
غمزہ چوں ہمدم آں چشم سخن گو گردد

چوں رخ قبلہ نما روئے سوئے تو گردد
دل شود ازدہ ہر جا و بہر سو گردد

سایۂ گرفتد از وحشت حالم بہ چمن   سرو تمکین خرامش دم آہو گردد
نتواں رست ازیں سلسلہ ہرگز یارب   کس مبادا کہ اسیرِ خمِ گیسو گردد
قتلم از تیغ تو خود راحت جانست ولے   انچہ ترسم کہ نہ آں ساعد و بازو گردد
بنشیں ذرہ بہ پہلوش کہ بیمار ترا   حالتے ہست کہ پہلو نہ زپہلو گردد
تیغ بر فرق سرِ دین مسلماں راند   شانہ چوں در خمِ آں کاکل ہندو گردد
جنبشِ ناز کجا عشوہ و انداز کجا
من گرفتم کہ مہِ نو خمِ ابرو گردد

بکوئے تو بود گر در جہاں آسودگی باشد   بگردِ کعبہ گشتن حاصلش فرسودگی باشد ۲۳
جمالِ عارضِ گلہا کشد آخر بنقصانے   ترا پیوستہ حسنِ روئے در افزودگی باشد
زآبِ زہد و تقوی شستہ شد دامن حریفاں را   مرا تا چند یارب خرقہ در آلودگی باشد
گدائے کوئے جاناں شو کہ کامِ دو جہاں یابی   بخود چیدن بتاجِ خسروی بیہودگی باشد
باہلِ فیض لازم میشود دردِ سرِ نقصاں   کہ شاخِ صندلے پیوستہ صرفِ سودگی باشد
چہ حاصل از سجودِ کعبۂ ایماں کہ باقر را
نہادن سر بپایت مایۂ بہبودگی باشد

آنرا کہ نفس و بال باشد   کے خواہشِ ملک و مال باشد ۲۴
در مجلس دوست بادہ خوردن   در مذہب ما حلال باشد
زہرے کہ بہ آب خنجر تست   در کامِ دلم زلال باشد

دارد مزہ کہ شہد دشنام   از قند لبت سوال باشد
قدِ تو کہ ثمرۂ وجود است   در گلشنِ جاں نہال باشد
پنہاں نظرے بسوئے عشاق   زاں چشم چہ احتمال باشد
آنے و بفرقتت زمانے   غیرت دہِ ماہ و سال باشد
بیصرفہ بخود کہ ہمچو بادہ   خونِ دلمت حلال باشد
کن محو بغمزہ ہستئ ما   از ما اگرت ملال باشد
داری سے تپشے زیادہ امروز   شیدا دلِ من چہ حال باشد
شیدا ے روئے و ابروِ تست   گر بدر و گر ہلال باشد
باقر تو نگر مریدِ عشقی
طرزِ سخنِ تو دال باشد

۲۵ زنسیم نخل طوبیٰ نہ چناں رمیدہ باشد   کہ بسایۂ قد تو دلم آرمیدہ باشد
تو بیا پئے نمازش کہ مریضِ دردِ عشقت   بعدم شتافت امشب خبرت رسیدہ باشد
نہ چگونہ پارہ زیں غم بلجد کنم کفن را   کہ بمرگ من گریباں چو توئے دریدہ باشد
تو عتابہا بقاصد بکنی و من بدل خوش   کہ بکامِ دل حدیثے زلبت شنیدہ باشد
بمذاق تلخ دارد مزۂ نشاط عالم   دل ہر کہ لذتِ غم بجہاں چشیدہ باشد
ہمہ تن زجوش خجلت کند آب عطر گل را   عرقیکہ از جبینت زحیا چکیدہ باشد
نشد از قضا نصیبِ دلِ ناشکیب باقر

کہ بکامِ خود زمانے بہ برش کشیدہ باشد

۲۶ زبند دردہر آں دل کہ رستہ می آید   زبند غمزہ ات آخر شکستہ می آید

چہ جائے مرغِ دلِ من کہ طایرِ قدسی   بدامِ حلقۂ زلفِ تو بستہ می آید

زبسکہ بستہ رہ آنجا ہجوم دل آں شوخ   زکوئے خویش بروں جستہ جستہ می آید

شکار افگن ما بین کہ دام زلف بدوشش   بعزم صیدِ من پاشکستہ می آید

بہ بیں بگوشۂ چشمش کہ سوئے تو باقر
زجلوہ گاہ دو عالم گزشتہ می آید

۲۷ درِ معنی بروئے صفحہ چوں کلکِ من افشاند   نے کلکم ز استغنا بہ نیساں دامن افشاند

زبس گلچینِ حسنِ گلعذارے بودہ ام گلشن   شود گر خاکِ من بادِ صبا در گلخن افشاند

برنگِ سبزۂ خوابیدہ جان تازہ باید   ہر آنکو جاں بپائے آں بتِ نسرین تن افشاند

ہلاکِ جلوۂ آں شہسوارِ آسماں سیرم   کہ ماہِ نو دل و جان را بنعلِ توسن افشاند

دیت ہا دادہ باشد شوخ سفاکم اگر بکرہ   شہیدانِ محبت را گلے بر مدفن افشاند

لبِ زیبِ مسی را چوں تبسم آشنا سازی   چمن زارِ ادا ہا صد بہارِ سوسن افشاند

صفائے گوہرِ آویزۂ گوشِ ترا نازم   کہ بر ہر دانہ اش عقدِ ثریا خرمن افشاند

ہوادارِ صبا گردیدہ ام باقر کہ تا یکرہ
غبارِ مقدمش چوں سرمہ در چشمِ من افشاند

۲۸ گشتہ دگر بہ مراموچو رخِ یار سفید   پیشِ چشمم نشود ابرِ گہر بار سفید

سوخت خونم ز تفِ عشقِ بد انساں کہ مرا   تار ہائے رگِ جاں گشتہ چو زنار سفید

می تواں ساخت بایں بخت سیاہت کہ دلا   بخت عاشق نشود چوں دلِ بدکار سفید

ایں قدر از نشۂ حسنِ سیہ مست مشو   زانکہ روزے شود ایں طرۂ طرار سفید

عطر بیز است بد انساں کہ نگردد ہرگز   پیشِ زلفِ سیہت نافہ تا تار سفید

از خیالِ خطِ سبزِ تو صفا یافت دلم   روئے آئینۂ ما گشت ز زنگار سفید

قدر و قیمت نہ نہد نقد دل و جان بر تو   چوں شود پیشِ رخت روئے خریدار سفید

باقر ایں از چہ مقام است کہ کس را نشود
پیشِ رنگیں سخنت نغمۂ گفتار سفید

کافرِ عشقِ تو اے کاش دلِ زار شود   تارِ زلفت بہ گلو رشتۂ زنار شود ۲۹

چشم بالا کنم و جلوۂ رویت بینم   تو سرِ بام مرا جا تہہ دیوار شود

گرد آں مہ چہ عجب گر بنشیند اغیار   دیدہ باشی بچمن پہلوئے گل خار شود

امن از جملہ بلا ہا ز خدا میخواہم   غیر از عشق دگر ہیچ نہ آزار شود

کہنہ زخمِ دلِ من بہ نکند ہیچ دوا   خطِ سبزِ تو مگر مرہم زنگار شود

ہفت دریا اگرش بر رخ و بر سر ریزند   طالعِ خفتہ محال است کہ بیدار شود

حرفِ باطل چہ خیال است کہ گوید حق گوئے   گرچو منصور سرِ او بہ سرِ دار شود

چند ازیں درد بنالم کہ مرا نخلِ امید   سرو آسا نہ گہے با ثمر و بار شود

چشمۂ نوش بود لعلِ لبِ شیرینت   دہ ز لالے کہ دوائے دلِ بیمار شود

بس خطرناک بود وادیِ عشق تو چیاں — طے بہ بینم زمن این وادیٔ پرخار شود
لذتِ می بہ چشی گر تو بہ رنداں زاہد — رہن میخانہ ترا جبہ و دستار شود
دست بردار زجور اے بت سنگیں دلِ من — چند ازیں پیشہ دلِ زارِ من افگار شود
بستہ ام رخت سفر جانب منزلگاہت — استلام تو کنم بخت من ار یار شود
پرحذر باش از آں دم کہ مرا در دل شب — گرم روسوئے فلک آہِ شرر بار شود
ناتوانی اگر این ست چہ گویم پس ازیں — بر درت آمدنم آہ چہ دشوار شود

باقر آزاد بود کے رسد آں وقت خوشے
کہ بدامِ سرِ زلفِ تو گرفتار شود

۳۰ شگفتن یکدمے زاں لعل خندانم نمی آید — علاجِ دردِ دل از آبِ حیوانم نمی آید
فراق از حد فزوں گردید و جانانم نمی آید — ندارم چارہ جز مردن کہ درمانم نمی آید
توانم داشتن در سینہ رازِ عشق را پنہاں — چہ سازم ضبط اشک از چشم گریانم نمی آید
بتقوی سر برافرازی بزہدِ خشک مینازی — برو زاہد کہ از تو بوئے عرفانم نمی آید
خوشا وقتے کہ شاخِ گل مرا بود آشیاں ہمدم — دریں ویرانہ ہم بوئے زبستانم نمی آید
زدستِ وحشتِ دل نیست یک روزے نصیبِ من — کہ صد چاک از گریباں تا بدامانم نمی آید
چہ میپرسی زاحوالم چہ گویم با تو اے ظالم — چہا جورے کہ از دستِ تو بر جانم نمی آید
تو از حرفِ غلط بیجا فریبم میدہی قاصد — عبث گوئی کہ می آید کہ می دانم نمی آید

کجا شد غالبِ شیریں نوا باقر کہ آہ اکنوں
صدا زاں طوطیِ ہندِ خوش الحانم نمی آید

۳۱ سوئے من آں نگار بناز و ادا رسید — نازد بخود دلم کہ بایں مدعا رسید
مضمون عشق من چہ قدر شہرہ شد بدہر — ایں قصہ از کجا بکجا تا کجا رسید
جا یافت عاقبت دل محزوں بکوئے دوست — بیمار دردِ عشق بدار الشفا رسید
از فتنۂ تطاولِ زلفِ تو قصہہا — با سنبل و بنفشہ زبادِ صبا رسید
از خون من فدائے تو خوش بستہ نگار — از باغِ دہر طرفہ بدستت حنا رسید
شد بوسۂ لبِ تو نصیبم ہزار شکر — بیمار دردِ عشق بہ آبِ بقا رسید
دستِ تہی ززر دل خالی زمدعا — خوش دو لتے زبخشش مولا بما رسید
جانا بہ تبت و بختا و ختن بچیں — ہر جا نسیم طرۂ تو مشک سا رسید
آمد زیار نامہ بخطِ شکستۂ — بہرِ شکست خستہ دلم مومیا رسید
اکنوں زراہِ لطف چہ جوئے نشانِ او — بیچارہ خستۂ تو بملکِ فنا رسید
آساں شود چہ مشکلِ من چوں نمی تواں — دستے بطرف دامنِ مشکلکشا رسید

باقر بخود بناز کہ امشب بخانہ ات
زریں کلہ بتے مہ گلگوں قبا رسید

۳۲ سحر گہ چوں زپہلوئے من آں دلدار برخیزد — نفس از سینہ ام آہستہ چوں بیمار برخیزد
رسد تیغِ قضا در دست جلادِ اجل ہر گہ — مسیحِ من زبالینِ منِ بیمار برخیزد
زلوحِ دل چساں بیروں برم نقشِ خودی یارب — خوشا وقتیکہ از آئینہ ام زنگار برخیزد

کسے کو مست افتاد است وبیخود در سرِ کویت کجا ممکن که روزِ حشر هم هشیار برخیزد

حذر از ناله ام ظالم که سقفِ آسمان سوزد هرآں آه وفغانے کز دلِ افگار برخیزد

چناں رنجوری من گشت باقر در اثر کامل

که عیسیٰ از سرِ بالین من بیمار برخیزد

۳۳ خوش طالع آں خسته که بیمار تو باشد فرخنده اسیرے که گرفتار تو باشد

یک جلوه دریں خانه بفرما که دلِ من آئینه صفت طالبِ دیدار تو باشد

گر آبحیات است که سیراب نسازد آنرا که جگر تشنهٔ دیدار تو باشد

خوشتر بود از حقهٔ یاقوت وگهرها هر سینه که گنجینهٔ اسرار تو باشد

عیشے که برد رشک بر راحت فردوس آسودگی سایهٔ دیوار تو باشد

وابسته دل خستهٔ عشاق چو گوهر در هر شکنِ طرهٔ طرّار تو باشد

نے این دلِ بیتاب که صد برق تجلی فرسودهٔ جولانگه رهوار تو باشد

با شهد وشکر کار ندارد که دلِ من لذت چشِ شیرینیِ گفتار تو باشد

محبوب شود هر که محب تو بجاں شد مطلوب شود هر که طلبگار تو باشد

آتش فگنِ خرمن حسنِ مه کنعاں اے مهر لقا گرمی رخسار تو باشد

در قالبِ ایماں وتنِ کفر رگِ جاں کافر پیر ارشتهٔ زنار تو باشد

باقر بغمِ عشق بکن گریه که روزے

هر قطرهٔ اشکے دُرِ شهوار تو باشد

گفتم بلائے هجر ز سر وا شود نشد ۳۴ سامان عیش وصل مهیّا شود نشد

هر چند خواستم که چو گل از نسیم آه بشگفته غنچهٔ دلِ شیدا شود نشد

دور از درِ تو مردم وبوده است مدعا در کوچهٔ تو منزل وماوا شود نشد

خوننابهٔ جگر چه قدر خورده ایم آه تا انصراف دل سوے مولا شود نشد

رفتم به بابِ رحمتِ او قفل بسته بود ماندم به انتظار که در وا شود نشد

زیں داغ سوختم بلحد آه تا شبے شمعِ مزارم آں رخِ زیبا شود نشد

از بهر غارتِ دلم آماده گشته بود آں لشکرِ مژه که صف آرا شود نشد

صد مرحله مجاهده کردم بنفس خود صبر از نظارهٔ رخِ زیبا شود نشد

از کوچه ات نرفت تو هر چند خواستی دیوانهٔ تو بادیه پیما شود نشد

گفتم که فوجِ ناله وفریاد وزاریم با لشکرِ غمت علم آرا شود نشد

خوں شد ز بس طپیدن شبهائے انتظار دل بیتو یکدمے نه شکیبا شود نشد

بردم متاعِ دل ———— تا آں نگار مائل سودا شود نشد

باقر دعائے ایں دلِ محزون بیقرار

امید داشتم که پذیرا شود نشد

کے جانب فردوس نظر داشته باشد ۳۵ آنکس که بکوئے تو گذر داشته باشد

دلتنگ بود غنچه صفت در چمنِ دهر هر کس که چو گل خرمنِ زر داشته باشد

پروا نکند گر شکنندش چو سرِ زلف سودائے تو هر کس که بسر داشته باشد

آں برق جمال است کزو خیره شود چشم   آں کیست که او تابِ نظر داشته باشد
در بحرِ رضا هر که در انداخت دلِ خود   از موج حوادث چه خطر داشته باشد

بے زحمت رفتار کند سیرِ دو عالم
باقر بوطن هر که سفر داشته باشد

۳۶ دل او را چه غم از گردشِ دوراں باشد   نظرِ هر که سوئے خواهشِ یزداں باشد
زخمیِ تیغ ادائے تو بود جن و بشر   کشتهٔ غمزهٔ تو گبر و مسلماں باشد
یک تجلی ز جمالِ تو رباید از هوش   ناظرِ جلوهٔ تو موسئ عمراں باشد
ببرد سر بگریبان خجالت ۔ بالفرض   پیش روئے تو اگر یوسفِ کنعاں باشد
مرده دل را بسخن زندهٔ جاوید کند   لبِ نوشِ تو لبِ چشمهٔ حیواں باشد
یک وجب جائے بکوئے تو پئے خسته دلاں   خوشتر از ملکِ جم و تختِ سلیماں باشد
زنده میدارد م امیدِ وصالت ورنه   جاں سپردن بغمِ هجرِ تو آساں باشد
نیست ممکن شود از قید رها هر که چو من   بستهٔ سلسلهٔ کاکلِ پیچاں باشد
تو کجا و سرِ عشاق وفا پیشه کجا   این نه امریست که در حیطهٔ امکاں باشد
نیستی از نظرم دور که آئینه نمط   عکسِ رخسارِ تو در دیدهٔ حیراں باشد

هرگزم روئے ارادت نتواں شد باقر
جز بآں کوئے اگر روضهٔ رضواں باشد

۳۷ روئے تو ته زلف بطرزِ عجب افتاد   گویا به یدِ قدرت زنگی حلب افتاد

با آنکه گناهے نه نمودیم ندانیم   کیں دولت از من بکدامی سبب افتاد
چوں حسنِ دل افروزِ تو در جلوه گری شد   در ملکِ عجم غلغله و در عرب افتاد
خوش بود دلِ من به تمنائے تو اکنوں   با رنج و تعب کار بهر روز و شب افتاد
تا درد طلب نیست ز غمهاست فراغت   رحم است براں دل که بدردِ طلب افتاد
از داغ غلامیِ تو شد جبهه نشاں مند   عشقِ تو بدل اے شهِ اُمّی لقب افتاد

از رنج و الم داشت فراغے دلِ باقر
بیچاره رخت دید و برنج و تعب افتاد

زمژگان و ز ابرو نیزه و شمشیر میسازد   بجولاں آمد و اقلیمِ دل تسخیر میسازد ۳۸
بیا و سر بپا انداز پیرانِ طریقت را   نگاهِ گرمِ پاکاں قلب را اکسیر میسازد
بروں از خانه چوں آید بتِ رنگیں عذارِ من   جهاں را از تحیر پیکرِ تصویر میسازد
دلا ضبطِ نفس فرما که عاشق را به پیشِ او   بیانِ مدعا شایستهٔ تقریر میسازد
گهے خوں گرید و گه ناله ها سر میکند عاشق   کند تا مهرباں او را چها تدبیر میسازد
عجب نبود که سر را بر دمِ تیغِ تو افشانم   که عاشق را غمِ جانانه از جاں سیر میسازد
ز تیغِ انتظارم میکشد از جانبِ کویش   چرا پیکِ صبا در آمدن تاخیر میسازد

تو کارِ خود بحق بسپار و از تدبیر فارغ شو
که باقر نظمِ کارِ دو جهاں تقدیر میسازد

ز نورِ عشق چو دل را جلا توانی کرد   به یک نظر مسِ خود کیمیا توانی کرد ۳۹

توئی که باختۂ بارقیب نرد دغا   چه ممکن است که با ما وفا توانی کرد
ز تیغ عشوہ بکشش یا بہ تیر غمزہ بدوز   بکن ہر آنچہ توا ے دلربا توانی کرد
بہ چشم سر رسدت جلوہاے عالم غیب   اگر تو دیدۂ دل را جلا توانی کرد
تو غیرت لب عیسے مریمی لیکن   دوائے درد دل من کجا توانی کرد
منم کہ حاجت خود را ز تو ہمی خواہم   توئی کہ حاجت ما را روا توانی کرد
ز فیض طینت لطف و کرم خوش است بکن   رعایت دل عشاق تا توانی کرد
نہ آمدی دم نزعم ولے براہ کرم   برائے مغفرت من دعا توانی کرد
ہوائے بام تو میداشت دل بہ سر لیکن   مقام بر سر کوئے زنا توانی کرد
ز بارگاہ خدا جز خدا مخواہ دگر   بہ بارگاہ خدا گر دعا توانی کرد

تو طاعتے نہ نمودی بشرط خود باقر
عبادتے کہ نمودی قضا توانی کرد

۴۰ تنت لطیف ز نسرین و نسترن باشد   قد و رخ تو خوش از سرو و یاسمن باشد
بصد لجاجت رضوانؔ من روم در خلد   اگر بگلشن کویت مرا وطن باشد
بغیر نکہت زلفت نسازدم بہ دماغ   نسیم خود اگر از وادی ختن باشد
صف ملک بہ تماشا رود بہر بزمے   کہ عارض تو دراں شمع انجمن باشد
نسیم صبح چہ سازم کہ واشد گل من   بفیض خندۂ آں غنچہ دہن باشد
اگر جہاں ہمہ بیگانہ ام شوند چہ باک   گر آں یگانہ صفت آشنائی من باشد

یکے بدولت وصلش اگر رسم باقر
زہے کرم ز کرمہائے ذو المنن باشد

۴۱ آمد گہے کہ آید و مہر و وفا کند   می بینمش کہ جور و ستم تا کجا کند
طفل است از خرام قیامت بپا کند   تا بعد ازیں ز غمزۂ و ابرو چہا کند
آوردم احتیاج بصد عجز بر درش   باشد ز لطف حاجت ما را روا کند
زاہد اگر بصومعہ بیند ادائے او   بیہش فتد ز پا و نمازش قضا کند
اکنوں کہ پا ز سیر فرو ماندہ خاطرم   خواہد کہ جا بکوئے تو چوں نقش پا کند
خواہد اگر بمسند جم جا دہد مرا   خواہد بساط کلبہ ام از بوریا کند
نشتر شکن بقلب من آید نوائے عشق   کارم تمام مطرب شیریں نوا کند
نازم بہ ارجمندئی بخت خودم کہ دوست   ما را برنگ سایہ نہ از خود جدا کند
باید بہ ہر کسے کہ بجوید رضائے حق   خود را باو سپارد و محو رضا کند

اذنے بدہ کہ باقر مسکیں بپائے سر
بر درگہ تو آید و بر تو دعا کند

۴۲ ایکہ ایام تو خوش دور ز غم میگذرد   تو چہ دانی چہ بہ من درد و الم میگذرد
گر بدریوزہ رسیدم بدرت رنجہ مشو   کہ گدا بر در ارباب کرم میگذرد
شرح حال غم شبہائے فراقت چہ کنم   موج اشک است کہ ہر شب بسرم میگذرد
ساکن عرصۂ ہستی چہ خبر میدارد   تا چہ بر سالک صحرائے عدم میگذرد

توبخلوتگهِ دلهائے حزیں جلوه فروش
طالبِ روئے تو در دیر و حرم میگذرد

من بقربانِ خرامِ تو چها فتنه و شر
دمِ رفتارِ تو در زیرِ قدم میگذرد

کیست ایں بادشهِ حسن که در موکبِ ناز
با چنیں شوکت و شان جاه و حشم میگذرد

کرسی و عرش بجاں ناصیه فرسائے درت
رقمِ حکمِ تو بر لوح و قلم میگذرد

از خطِ پشتِ؟ لبِ غیرتِ یاقوت کسے
رشکها بر خطِ یاقوت رقم میگذرد

هرکه از کشمکشِ قید به اطلاق رسید
از حدِ عالمِ امکان بقدم میگذرد

باقرا تا بسر افتاده هوائے سخنم
فوجِ معنی است چو؟ در ملکِ دلم میگذرد

۴۳ زاں رخِ آئینه سیما ماه و پرویں ساختند
نافهٔ آهوئے چیں زاں خطِ مشکیں ساختند

دل پئے نظارهٔ روئے حقیقت میطپید
شاهدِ حسنِ مجاز از بهرِ تسکیں ساختند

شاهدِ مقصود در آغوشِ دلها جلوه داشت
جستن از دیر و کلیسا رسم و آئیں ساختند

از لبِ معجز بیانت، هیچ نکشاید مسیح
داروئے دردِ دلم زاں لعلِ نوشیں ساختند

جوهرِ جسمِ لطیفت جمله از سیم و زر است
تا چرا اے مه دلت از سنگ و روئیں ساختند

فیضِ اصدق بے نیازم ساخت از دنیائے دوں
آنکه سنگِ آستانش کعبهٔ دیں ساختند

هرکه باقر از خمِ تسلیم جامے در کشید
تلخیِ ناکامیش در کامِ شیریں ساختند

۴۴ مستغنیم ز فصلِ خزان و بهار کرد
سیماب وار هرکه دلم بیقرار کرد

آں سرو چوں گذشت بگلشن بپائے او
فصلِ بهار خرمنِ گلها نثار کرد

در کامِ ذوقِ تلخیِ ناکامیم نماند
تا مست ساقیم زمے خوشگوار کرد

از باده داشتم سرِ پرهیز ساقیا
مستانه نرگسِ تو مرا میگسار کرد

از یاد او دمے ندهد روئے غفلتم
یادم گهے نه آں بتِ نسیاں شعار کرد

آسوده بوده ام ز غمِ روزگار حیف
فکرِ دلِ شکسته مرا سوگوار کرد

دلهائے عاشقاں شده پامالِ توسنش
جولاں به شیوهٔ عجب آں شهسوار کرد

باقر خموش باش به تقدیر دم مزن
خوش کرد هرچه خواهشِ پروردگار کرد

۴۵ درد در دل عشق در جاں ریختند
گل به گلشن در به عماں ریختند

حاملِ بارِ محبت کس نه بود
ایں بلا بر جانِ انساں ریختند

تا بگردوں رفت موجِ اشکها
چشمِ گریانم چو طوفاں ریختند

هر سخنهائے تو شیریں تر ز قند
در دهانت شکرستاں ریختند

گریه در چشمِ عنادل کرد جا
خنده در اهلِ گلستاں ریختند

فتنه و آشوب و طوفانِ بلا
سرمه ساں در چشمِ جاناں ریختند

درد را میرم که در دامانِ درد
از کرم گلهائے درماں ریختند

مرغِ دلهائے اسیرِ دامِ عشق
در کمندِ زلفِ پیچاں ریختند

از خرامِ قامتِ رعنائے تو
فتنها بر سرو بستاں ریختند

آب رحمت بر سرِ اہلِ کرم — خاک در چشمِ لئیماں ریختند

حضرتِ صائب بطرزِ ایں غزل
خوش غزل باقرؔ بہ دیواں ریختند

۴۶ بوئے گیسوئے کسے بادِ صبا می آرد — نگہتِ نافۂ آہوئے ختا می آرد
بس نیازِ دلِ بے صبرِ تمنائے من است — کہ ترا بر سرِ ایں ناز و ادا می آرد
میرسد بر سرم امروز مسیحا نفسم — تا دلِ خستۂ ما را چہ دوا می آرد
از سرِ انگشت تو تا در کفِ دستت جا یافت — سرِ خط خوں من آں رنگِ حنا می آرد
جاں سپُردن برہِ دوست حیاتیست ابد — ایں فنائیست کہ تا حشر بقا می آرد
قدرِ ایں بادۂ گلرنگ چہ دانی زاہد — صیقلے ہست کہ در سینہ صفا می آرد
باقرؔ از سیلیِ سرپنجۂ افلاس منال
ذلِ فقر است کہ در ظلِ ہما می آرد

۴۷ ہیبتِ شاں رخت لشکرِ قیصر شکند — زورِ بازوئے تو شاہا درِ خیبر شکند
لمعۂ روئے تو تاب از رخِ خورشید برد — سطوتِ جاہِ تو ہنگامۂ محشر شکند
تو بہ آں شوکت و شانی کہ بہ پیشِ تو کجا — کلہ ناز بر خسرو خاور شکند
کثرتِ تشنہ لباں گاہ صلائے کرمت — کوزہ بر کوزہ لبِ چشمۂ کوثر شکند
من بہ پیشِ تو کمر بستہ بخدمت شب و روز — وائے بر من کہ دلم دستِ ستمگر شکند
خسروا یک نگہے از سرِ لطف و کرمت — نفسِ امارۂ ما چوں بتِ آزر شکند

ایکہ تو در دلِ من خارِ ستم میشکنی — دست و بازوئے ترا حیدرِ صفدر شکند
مرہمِ زخمِ غم و رنج تو داری و مرا — نشترِ درد و الم در دلِ مضطر شکند
یا علیؑ شیرِ خدا بندۂ خود دریاب — تا کجا کارِ مرا چرخِ ستمگر شکند
در ہوائے صفتِ عظمت و شانت شاہا
بالِ پروازِ خیالِ دلِ باقرؔ شکند

۴۸ جورِ گردوں ہر نفس ما را ز صد جا بشکند — بختِ واژوں در دلِ من صد تمنا بشکند
ہمچناں باشد براہِ عشقِ لیلےٰ گرم رو — قیس را در پا اگر صد خارِ صحرا بشکند
کشتیِ خود را بطوفانِ بلا انداختم — چوں حبابش نیست غم گر موجِ دریا بشکند
صنعتِ دست کہ باشد تا کند پیوندِ او — خود اگر دستِ قضا آئینۂ ما بشکند
ماہِ من چوں از مئے گلگوں برافروزد عذار — گرمیِ بازارِ حسنِ مہر و مہ را بشکند
جز یکے نبود میانِ وحدت و کثرت وجود — چوں کسے عینیت گرداب و دریا بشکند
از دماغِ او فرو ریزد خمارِ احتساب — محتسب در بزمِ می گر جام و مینا بشکند
در بزمِ شراب — چشمِ مستت شیشۂ دل را مبادا بشکند
گوہرِ مقصود می آید بدستش ہر کسے
پا بدامانِ توکل باقرؔ آسا بشکند

۴۹ شب بشوقِ جلوۂ او دل بسے بیتاب بود — فرشِ راہِ انتظارش دیدۂ بیخواب بود
کرد مست و بیخودم طرزِ کلامت دلربا — ہر سخن از لعلِ تو گویا شرابِ ناب بود

از خدا میخواستم چوں مدعایش نظر   قبلهٔ ابروئے جاناں حلقهٔ محراب بود

سر بکف آمد دلِ من بر سرِ میدان عشق   رستمِ وقتِ خودش بود است یا سهراب بود

غوطها در موجِ اشکم خورد و چشمش وانشد   طالعِ شوریدهٔ من آنچناں در خواب بود

اے اجل افگندهٔ مارا کنوں بر روئے خاک   بسترم در زندگی از قاقم و سنجاب بود

من فدایش بوسهٔ او شد دوائے دلِ مرا   لعلِ نوششں قرص گل یا شربتِ عناب بود

شب عجب بزمے پُر از انوار حق دیدم بخواب   جلوه فرما یار بود و مجمعِ احباب بود

شب که دریاد بنا گوشش دو چشمم میگریست
وانهائے اشک من باقر درِ خوش آب بود

۵۰ کسے ایں رتبهٔ و شانے ندارد   شود کس چوں تو امکانے ندارد

بطرزِ جامهٔ عریانیم بیں   که داماں و گریبانے ندارد

به تدبیرِ علاجِ ما مکوشید   مریض عشق درمانے ندارد

خوشا آں خاطرِ جمعے که هرگز   سرِ زلفِ پریشانے ندارد

مترس از کس بیا در خانهٔ ما   درِ درویش دربانے ندارد

دلِ من از خدنگت هست خالی   خلیل امروز مهمانے ندارد

سراپا جرم او بیجرمی اوست
که باقر هیچ عصیانے ندارد

۵۱ عیش و نشاط عالم رنگِ بقا ندارد   مانند غنچه و گل بوئے وفا ندارد

رسمِ وفا نباشد در شهر خوبرویاں   آنکس که خوبرو شد مهر و وفا ندارد

بردار پرده از رخ بهرِ خدا که چشمم   بے دیدنِ جمالت نور و ضیا ندارد

از زلف او که آرد چوں بوئے گل نسیمے   راهے خود اندر آنجا پیکِ صبا ندارد

آهسته دشنه راند تا جاں دهم بسختی   آں سنگدل هلاکم آساں روا ندارد

اکسیر خاکساری کرده است زر مسِ من   بے دولت است آنکس ایں کیمیا ندارد

عیسی تو از علاجم آخر شدی پشیماں   گفتم که علتِ دل هرگز دوا ندارد

گر بگذری بسویم بر دیده ات نشانم   کیں خانهٔ محقر یک بوریا ندارد

از غمزه جاں ستانی از عشوهٔ دل ربائی   کس ایں نمط مهِ من ناز و ادا ندارد

چوں آں سخن که آید زاں لعلِ شکرینت   شیرینی و لطافت آبِ بقا ندارد

شاهنشهیت اصدق در ظلِ کفشِ پایش   تاثیر ایں سعادت بالِ هما ندارد

غیر از خدا بگوید پیشِ که حالتِ دل
آنکس که همچو باقر غیر از خدا ندارد

۵۲ ز تاب عارض گرمت نقاب میسوزد   ز گرمجوشی وصلت حجاب میسوزد

ز حسن و عشق تو دستانسرائے خوابم   مگو فسانه که در دیده خواب میسوزد

ز رشک نکهت گیسوئے عنبریں کسے   بنافِ آهوئے چیں مشک ناب میسوزد

شبِ فراق ز آتش فشانیِ شوقت   بسینه ام دلِ پر اضطراب میسوزد

فشاں ز لطف به نظارهٔ رخت آبے   دلم به هجر تو یا بوتراب میسوزد

چه برگم که لبِ نازکت چناں شیرنیست
که حلق و سینه ام ایں شهد ناب میسوزد

زسوز هجر به تنهائی آں چناں سوزم
که مرده در لحد اندر عذاب میسوزد

پیالهٔ زسبوئے خودم بده ساقی
که کام تشنه بشوقِ شراب میسوزد

چناں بسینهٔ من جا کند شکیب و قرار
که جان و دل همه از اضطراب میسوزد

بشوقِ وصل بناگوش و گوشوارهٔ او
گهر به بطن صدف از عتاب میسوزد

محبت است چه آتش که در دلِ هر کس
فتاد یک شررِ او شتاب میسوزد

بیاد آں لب و چشمش اگر کشم دمِ گرم
بخلد چشمهٔ شهد و شراب میسوزد

زجا روم نه به حسنِ بتان جلوه فروش
دلم بعشق تو عصمت قباب میسوزد

بجائے آب شرر ریزد از زچشم چه دور
بدیده برق نگاهِ تو آب میسوزد

چه دلبری تو که در آتشِ محبت تو
هنوز طفلی و هر شیخ و شاب میسوزد

مپرس حال که باقر بعشق شعله رُخے
طپد دل و جگر از التهاب میسوزد

۵۳ کشاده بند قبا بیحجاب می آید
مه من است که مستِ شراب می آید

بدیده خوں شود و میچکد برنگ سرشک
اگر به هجر تو یک لحظه خواب می آید

چه تیز میرسد از کوئے دوست قاصد من
مگر ز پیک صبا هم شتاب می آید

خیال جلوهٔ جاناں و دورِ لشں در قبر
فرشته ایست که بهرِ عذاب می آید

زجذبِ عشق غبارِ رهت مرا از دور
برنگ سرمه بچشم پُر آب می آید

بناز میرسد آں نازنیں سوار بمن
گروه خلق روان در رکاب می آید

پیام وصل فرستاده ام باو باقر
به بینم از طرفش چوں جواب می آید

۵۴ دردِ تو ز دل هرگز بیروں نتوانم کرد
آخر چه کنم دل را گر خوں نتوانم کرد

زیباست سیه خالت در کنج لبِ میگوں
در باده و لیکن خوش افیوں نتوانم کرد

این است اگر دوری از وصل محال است ایں
کیں دیدهٔ پرخوں را جیحوں نتوانم کرد

نازم کرمِ او را کز ناز بفرماید
من عاشق بیدل را محزوں نتوانم کرد

تو قصهٔ خود برگو لیلی صفتم گوید
من گوش به احوالِ مجنوں نتوانم کرد

هر آنچه دهند اے دل قانع بتواں بودن
دانی ز حد قسمت افزوں نتوانم کرد

میگفت حزیں باقر با عجز و ادب با من
یک شعر چو اشعارِ تو موزوں نتوانم کرد

۵۵ بس خواستم ز دوست که مهماں شود نشد
زینت فزائے کلبهٔ احزاں شود نشد

چیں بر جبیں ز کینه شود گاه دیدمش
یکدم ز ناز خرم و خنداں شود نشد

دامن زند همیشه پئے قتل بے گناه
گاهے ز شرم سر بگریباں شود نشد

من چوں کنم برودت تنهائیم بکشت
آغوشش گرم از و به زمستاں شود نشد

هر چند فکر کرد معالج و لے صحیح
بیمار درد عشق ز درماں شود نشد

در وصل هم نکرده جدا پردهٔ نقاب
در برکشیده خواستم عریاں شود نشد

از صدمهٔ فراق ز بیتابی و قلق
یکدم خموش این دلِ نالاں شود نشد

نفسِ خبیث گشته بعصیاں چناں دلیر
کز کثرتِ گناه پشیماں شود نشد

بد خود دلم نگشت ز عشقِ بتانِ نفور
این گبر خواستم که مسلماں شود نشد

باقر بپا فتادم و بس خواستم ولے
یکذره مهرباں دلِ جاناں شود نشد

۵۶ گرد جا چوں بدل از هیچ مداوا نرود
عشق دردیست که از دارو عیسیٰ نرود

تو چه زیبا بخرامی که به زیبائی آں
بر گلو خنجرِ بیدادِ تو زیبا نرود

جا گرفته است بکوئے تو غبارم ز انساں
که بصد حیله چو نقشِ قدم از جا نرود

من اگر اذن تو باشد بر کابِ تو روم
کس پئے سیر بقربانِ تو تنها نرود

تشنهٔ شربتِ وصلِ تو عجب تشنه لبست
آبِ خضر است اگر در پیش از جا نرود

پرده بردار ز رُخ بهرِ تماشا امروز
دلِ عاشق ز پئے وعدهٔ فردا نرود

قیدیٔ سلسلهٔ زلفِ تو گردید دلم
این چناں سلسله هست که از پا نرود

شوقِ وصلِ تو فتاده است بدانساں در دل
که اگر خاک شود نقشِ تمنا نرود

سوئے جنت مگر از جبر کشندش ورنه
ساکنِ کوئے تو در خلد به عمدا نرود

از دلِ خویش بکن دور تمنا باقر
دلِ آگاه پئے هیچ تمنا نرود

۵۷ چوں کسے رازِ محبت را بدل پنهاں کند
نشۂ این باده اهلِ درد را عریاں کند

پاک کن اشکِ مرا از چشم زاں اندیشه کن
عالمے سازد خراب این قطره چوں طوفاں کند

چوں ز دستِ نازنینِ خود بریزی مرهمے
هر لبِ زخمِ مرا مانندِ گل خنداں کند

میکند از یک نگه دلهائے عالم صید خود
چوں سمندِ ناز را آں شوخ در جولاں کند

روشنیِ اهلِ دل هرگز نماند در لباس
شمع نورِ خویش در فانوس چوں پنهاں کند

حلِ عقدِ مشکلم سازد که از فیضِ نظر
مشکلِ ما را مگر مشکلکشا آساں کند

دشمن از تیغِ جفایت گر کشد باقر چه غم
زنده از اعجازِ لب آں عیسیِ دوراں کند

۵۸ هر خوبرو ز غصه بدل خار بشکند
چوں آں نگار طرهٔ طرار بشکند

از جلوهٔ رخِ تو حسینانِ عصر را
از جوشِ شرم گرمیِ بازار بشکند

کافیست گیسوئی تو پئے بستنِ دلش
زنجیر اگر بپائے گرفتار بشکند

هر لحظه غمزه ات بدلِ عاشقِ حزیں
صد نشترِ الم پئے آزار بشکند

سرخوش ز نرگسِ تو چناں شد که رندِ مست
خمهائے باده را سرِ بازار بشکند

از لطف یکدو حرف ز بیمار پرسیت
تبهائے کهنه از تنِ بیمار بشکند

اے ترک آنچناں تو مسلماں نژادهٔ
کز غمزهٔ تو لشکرِ کفار بشکند

از مشک بیز نکهت و از بوئے جانفزا
زلفِ تو قدرِ تبت و تاتار بشکند

مانندِ میلِ سرمه در آرد بچشم اگر
خارِ رهت بپائے طلبگار بشکند

تو آں گلی که در چمن آئی اگر بناز
از جلوهٔ تو رونقِ بازار بشکند

نازم به این خرام که از جوش انبساط
خلخال پائے تو دم رفتار بشکند

من چون شکسته دل نه بمانم که روزگار
کار مرا چو زلف بهر بار بشکند

منصور اگر ز فیض نگاهم برد نصیب
زنار کفر خویش سر دار بشکند

دلهائے بسته واشود از غنچهٔ دهن
چون قفل خامشی دم گفتار بشکند

از درد دل چو ناله کنم گنبد فلک
از یک شرار آه شرربار بشکند

از مستی نگاه تو در محفل شراب
ساقی پیاله بر سر میخوار بشکند

چون در رکاب تو نتواند رود ز خشم
شمشاد پائے خویش بگلزار بشکند

آن کیست در زمانه بفرما که همچو من
شکر بهر سخن دم گفتار بشکند

فریاد زین ستم که مرا بند استخوان
از غیظ و غصه چرخ ستمگار بشکند

مارا چه غم که خدا نا خدائے ماست
گوشتیم به چشمهٔ زخار بشکند

یکره اگر کرشمهٔ چشم تو بنگرد
پیمان زهد زاهد دیندار بشکند

باشیم ما به عهد و به پیمان خود همه
صد بار اگر معاهده آن یار بشکند

گر بهر دید نت سے نگهے بے ادب رود
پائے نظاره دیدهٔ بیدار بشکند

بوده است قسمتم که فتاده است بر سرم
یارے که کوه را اگر این بار بشکند

پیش حلاوت سخن من چه دم زند
طوطی هزار قند بمنقار بشکند

هرکس شکست تن بدل اوست گردنش
یارب ز گرز حیدر کرار بشکند

هر پارهٔ دلم بکف دست آن نگار
چون دانه در شکنجهٔ عصار بشکند

باقر عجب مدار ز تاثیر ناله ام
مطرب اگر به بربط خود تار بشکند

او بکاشانه چرا سرو و چراغان دارد
هر که از عارض تو شمع شبستان دارد ۵۹

سنبل از زلف و ز عارض گل خندان دارد
طرفه یاقوت لب و گوهر دندان دارد

چه بلا سیل سرشک است ز چشمم در جوش
کشتی نوحؑ کند غرق چه طوفان دارد

از نگاهے ز دل خلق برد صبر و قرار
طرفه سحر نظر آن نرگس فتان دارد

شربت خضر بود لذت یک بوسهٔ آن
از لب آن شوخ مگر چشمهٔ حیوان دارد

داد بیداد که آن کافر بدکیش زکیں
باز ترکانه سر قتل مسلمان دارد

پرده از مهر رخ او که تواند برداشت
شوق نظاره عبث این دل نادان دارد

دلبری شیوهٔ ناز است و پئے فتنه گری
از دو گیسو مه من سلسله جنبان دارد

جوهر تیغ تو نازم که چنان از اثرش
هر گل زخم دل من لب خندان دارد

میکند قصد هلاک من شیدا شب هجر
شیر قالین صفت شیر نیستان دارد

نیست آسان شب من صبح بگردد باقر
طول چون روز قیامت شب هجران دارد

ز نور روئے تو هر دیده که روشن شد
ز فیض یک نظرش خارزار گلشن شد ۶۰

ز ناز بارخ روشن چو شد سوار سمند
ز جلوه مشرق خورشید پشت توسن شد

نه باز گشت چو ره یافت چین طرهٔ تو
خوشا ز بهر همائے دلم نشیمن شد

متاع طاقت و صبر و قرار ما را سوخت
نگاه گرم ز چشمِ تو برق خرمن شد

بقدر حوصله بخشند زاہدا منزل
ترا بہشت و مرا کوئے یار مسکن شد

دلم ز پرده ازیں ره کند تماشایت
درونِ سینه ام از غمزهٔ تو روزن شد

پئے نظارهٔ تو در چمن گل و سوسن
تمام چشم بگردید و محو دیدن شد

بحال خویش خدایا بہند میلرزم
خوش آں کسیست که او را اندیشه مدفن شد

گہے که خلقت انساں ز آب و گل گردید
تنت ز آئینه گشت و دلت ز آہن شد

ہر آنچه داشت دلم از متاع ہوش و خرد
فدائے یک نگہِ آں نگار پُرفن شد

تواں مشاہدهٔ انقلاب دہر نمود
کسیکه بود مرا دوست بیش دشمن شد

ز ہوش رفت بیک جلوهٔ رخت باقر
قد تو موسیِ ما را نہال ایمن شد

۶۱ اسیرِ زلف تو گشتم بلا ہمیں باشد
مریض عشق شدم ابتلا ہمیں باشد

غبار مقدم او کرد دیده ام روشن
ز کحل طور نگر توتیا ہمیں باشد

نہادهٔ بسرم تیغ و گفتهٔ چه اداست
فدائے ناز تو جانم ادا ہمیں باشد

برو نما دل و دیں میکنی طلب آرے
برائے ہمچو رخے رونما ہمیں باشد

بدست صدمهٔ ہجران سپردنِ عاشق
طریق مہر و شعارِ وفا ہمیں باشد

گہے ز لطف رساند شمیم طرهٔ او
امید من ز نسیمِ صبا ہمیں باشد

بشمع روئے تو پروانه ساں دہم جاں را
مراد خاطرم اے دلربا ہمیں باشد

بکوئے دوست چو بسمل طپیدن و مردن
عروج رتبهٔ اہلِ وفا ہمیں باشد

ز ناز باقرِ دلخسته را بکش در بر
پئے شکستن دل مومیا ہمیں باشد

۶۲ بہ تلخی میدہد جان و دلم تسکیں نمی یابد
که ہم یک بوسه زاں لعلِ لبِ شیریں نمی یابد

چه رنگے ہست در رویت که رنگِ گل پرد از وے
چه بوئے ہست در زلفت که مشکِ چیں نمی یابد

تو داری سختیِ در دل که مثلش سختیِ ہرگز
اگر خواہد کسے از سنگ و از روئیں نمی یابد

بحسنِ خود بود شاداں به یکتائی بود نازاں
که چوں خود خوبروئے آں بتِ خودبیں نمی یابد

حذر از غیر میدارد بمن سازد بناچاری
که یک عاشق چو من آں کافرِ بے دیں نمی یابد

بود سرگرم عشرت خسرو و با ایں مشقتہا
متاعِ عیش را فرہاد از شیریں نمی یابد

بکامِ دل رسد اغیار از دستِ تو یا قسمت
مرادِ خویشتن را باقرِ مسکیں نمی یابد

۶۳ درد ہا میدہد و در پئے درماں نرود
قاتلِ ماست که بر خاکِ شہیداں نرود

بر سرِ نعشِ من آئی تو اگر جلوه کناں
جاں محال است که در قالبِ بیجاں نرود

گر تو یکره نگری طرهٔ خوباں زاہد
از تو سودائے سرِ زلفِ پریشاں نرود

روشِ عرفی و جامی ہمه سہل است ولے
در رهِ حافظ ما ہیچ غزلخواں نرود

نیست روزم که به سودائے تو از دستِ جنوں
تا بداماں مہِ من چاک گریباں نرود

از جفائے فلک اے وائے چه نالم که بمن
آفتے نیست که از گردشِ دوراں نرود

زشرم طرهٔ سنبل پریشده چو حشیش ‌ ‌ ‌ روانست نرگس مستار فکند سر در پیش

که شد ز شیوهٔ آن چشم پر عتاب خجل

اگر نصیب من آید کمی ز لطف عمیم ‌ ‌ ‌ تن بلاکش ما را برد بباغ نعیم

مرا امید قوی تر بود بدل نه که بیم ‌ ‌ ‌ بود که یار نپرسد گنه ز خلق کریم

که از سؤال ملولیم و از جواب خجل

نگاه تو که خدنگش بجان بنده زند ‌ ‌ ‌ بجای گریه ندانم دل از چه خنده زند

ببین که دل بتو هم حرف پوست کنده زند ‌ ‌ ‌ چرا تبر بر لبت جام زهر خنده زند

اگر نه از لب لعل تو شد شراب خجل

هزار شکر خدا را که وصل یافته ام ‌ ‌ ‌ بسوی صدق و ره راستی شتافته ام

دل رقیب به تیغ هنر شکافته ام ‌ ‌ ‌ رخ از جناب تو عمریست تا نتافته ام

نیم بیاری توفیق ازین جناب خجل

غزال از تو خجل گشت و شد بکوه و دشت ‌ ‌ ‌ چرا که دید شود شوخیش بپیش تو زشت

ز آب خضر و سکندر ربی که نجست گذشت ‌ ‌ ‌ حجاب ظلمت از آن بست آب خضر که گشت

ز نظم حافظ و این طبع همچو آب خجل

بیا دعشق بخور می بناله نی و دف ‌ ‌ ‌ مکن بغصه و غم ممنیا تو عمر تلف

ز ترس تیر زبانت نهان شده است هدف ‌ ‌ ‌ از آن نهفت رخ خویش در نقاب صدف

که شد ز نظم خوشش لؤلؤ خوشاب خجل

غزل سیصد و هفتاد و ششم

گشت پیدا از دور باد شمال ‌ ‌ ‌ بروای جان من باستقبال

از زبان منش بگوی الحال ‌ ‌ ‌ خوش خبر باش ای نسیم شمال

که بما میرسد زمان وصال

[illegible]

سهرت مقلتی ولم تنم ‌ ‌ ‌ وجرت یوم بینهم بدم

سل خلیلی جیرة العلم ‌ ‌ ‌ ما بسلمی ومن بذی سلم

این جیراننا وکیف الحال؟

همچنان نام یار عالی ماند ‌ ‌ ‌ دلم از یاد عشق مالی ماند

نه محی الدین و نه غزالی ماند ‌ ‌ ‌ عرصهٔ بزمگاه خالی ماند

از حریفان و رطل مالامال

فرقة القلب غیر راضیة ‌ ‌ ‌ وهی بالصبر غیر کافیة

ولبلوای غیر شافیة ‌ ‌ ‌ عفت الدار بعد عافیة

فاسئلوا حالها عن الاطلال

کرده اکنون طلوع کوکب هجر ‌ ‌ ‌ نیشش آماده کرده عقرب هجر

می حلال آمده بمذهب هجر ‌ ‌ ‌ سایه افکنده حالیا شب هجر

تا چه بازند شب روان خیال

کم فتی بالغرام قد ولهاه ‌ ‌ ‌ ولورق الریاض سا حلها

فارقت روحه ولیس لهاه ‌ ‌ ‌ قصة العشق لا انفصام لها

فصمت ههنا لسان مقال

در جهان هر چه هست میگذرد ‌ ‌ ‌ دل ز جانان ولی نمیگذرد

بر زبان هیچ نام ما نبرد ‌ ‌ ‌ ترک ما سوی کس نمینگرد

آه ازین کبریا و جاه و جلال

نشر طیب الحبیب ما احلاه ‌ ‌ ‌ ولکرب الفؤاد ما اجلاه

قلت والشوق غالب والاه ‌ ‌ ‌ یا برید الحمی حماک الله

مرحبا مرحبا تعال تعال

جذبهٔ عشقِ زلیخا بروشش موے کشاں — یوسف از خود طرفِ مصر ز کنعاں نرود
دیں پناه است ز بس آں بت نصرانیِ من — میل طبعش طرفِ هیچ مسلماں نرود
از وطن دور فتادیم بغربت لیکن — از دلم هیچ گهے یادِ عزیزاں نرود
بے رخِ شعله برافروز تو باشد نه شبے — کز دلم تا بفلک نالهٔ سوزاں نرود
هر که شد بادشهِ ملکِ قناعت باقرؔ
خاطرِ او طرفِ ملکِ سلیماںؑ نرود

۶۴ تائب ز عشق ایں دلِ ناداں شود نشد — ایں گبر خواستم که مسلماں شود نشد
در شوق سوختیم که آں ماهرو مرا — یک شب ز ناز شمع شبستاں شود نشد
بگریستم بسے به تمنا که روزیم — یک بوسه ازاں لبِ خنداں شود نشد
خونِ دلم شراب نمودم جگر کباب — تا یک شبے بیاید و مهماں شود نشد
نازم ترا جنوں که بجوشِ تو دستِ من — فارغ ز شغلِ چاکِ گریباں شود نشد
سویم ندید یک نظرے گرچه خواستم — گفتم که مهرباں دلِ جاناں شود نشد
چشمِ ترم نمود عیاں گرچه خواستم — رازِ دلم نهفته و پنهاں شود نشد
باقرؔ بسے ز جوشِ ندامت گریستم
تا محو و شسته دفترِ عصیاں شود نشد

۶۵ تا بعشقِ یارِ بے پروا دلم دیوانه شد — خویش با من غیر گشت و آشنا بیگانه شد
بسکه در عشقِ سرِ زلفِ تو از جاں رفته‌ام — پاره هائے استخوانم کاکلت را شانه شد

تا دلِ بلبل شرارِ آتشِ گلها بسوخت — ایں دلِ دیوانه بر شمعِ رخت پروانه شد
برهمی رو داد تقوی را بدورِ نرگست — شیخ شهر افتاد مست و محتسب دیوانه شد
نے بشهرِ خویش تنها شهرهٔ عشقت شدم — دردِ یارِ دور دست ایں قصه و افسانه شد
عارج بالم وصالم بعد صد رنج و تعب — باعثِ ایں شانِ رفعت همتِ مردانه شد
بسکه میگریم بیادِ حلقهٔ گوشِ کسے — قطرهائے اشکِ چشمم گوهرِ یکدانه شد
میکنم یادِ تو و از بهرِ ذکرِ نامِ تو — قطرهٔ اشکِ مسلسل سبحهٔ صد دانه شد
گر بسوزد پاک زیں آتش دل و جانم چه دور — سینهٔ گرمم ز تابِ عشق آتش خانه شد
چوں نشد از خانقه ممکن حصولِ مدعا
باقرؔ بیچاره آخر راهیِ میخانه شد

۶۶ دلِ زارم بعشقش مبتلا شد — چه شد ناگه گرفتارِ بلا شد
ز خوباں فتنه آرا کس چنیں نیست — بلائے جان رخت نامِ خدا شد
بجز سوئیت ندارم هیچ میلے — دلم پاک از همه حرص و هوا شد
بایں مهر و وفا جور و جفا ها — عبث دل بر تو ظالم مبتلا شد
برنگِ غنچه خوں شیدا دلِ من — بشوقِ آں بتِ گلگوں قبا شد
بگاهِ بوسهٔ آں روئے رنگیں — جبینِ او عرق ریز از حیا شد
بهر بزمیکه رفتی از سرِ ناز — بلند آنجا صدائے مرحبا شد
بلا خود بوده است آں دستِ رنگیں — بلا اندر بلا رنگِ حنا شد

بمرگِ من ہمیرم الفتش را — سیہ پوشش از پئے رسمِ عزا شد
بشوقِ دست او خود نامۂ شوق — رواں چابک تر از پیکِ صبا شد
بنازم رافتِ اورا کہ باقرؔ
بحالم مہرباں بہرِ خدا شد

٦٧ چند دل از ستمت شکوۂ بیداد کند — تا کجا از تو جدا نالہ و فریاد کند
بہ برد عرض شہیدانِ دل بتیاب اگر — جنبشے نیز تہِ خنجرِ جلاد کند
عجبے نیست ز لطف و کرمِ او کہ گہے — جلوہ آرا شود و خانہ ام آباد کند
دل چو تسلیم نمودم ہمہ لطف و کرم است — ہر قدر جور و ستم بر منِ ناشاد کند
پند ناصح کہ بود تلخ تو از گوش قبول — بشنوی گر اثرِ سیلیِ استاد کند
چوں فراموش ز دل کرد بایں زندگیم — چہ امید است پس از مرگ مرا یاد کند
فارغ از نقش و نگارم کہ خیالِ تو بدل — کارِ صنعِ قلمِ مانی و بہزاد کند
مردم آنجا و شدم خاک ولیکن ترسم — کہ صبا خاک من از کوئے تو بر باد کند
ہست امید ز ساقی کہ دریں بزمِ شراب — یکدو جامے بمنِ خستہ ہم امداد کند
باقرؔ از شیوۂ جور و ستمِ یار مرنج
دلِ عشاق محال است کہ او شاد کند

٦٨ زاں لبِ نوش دل من مئے نابے نکشید — ویں جگر تشنہ ز تیغش دم آبے نکشید
غنچہ ساں خوں نشود چوں دل حسرت اگیں — کز رخِ لالہ رخاں بند نقابے نکشید

چوں تواں دامنِ وصل تو کشیدن در خواب — ہر کہ در عمر برخ چادر خوابے نکشید
بسکہ بودہ است فساں[له] دیدہ دمِ خنجرِ تو — بسملت زود ز جاں رفت و عذابے نکشید
وائے قسمت کہ دلِ خوش شدہ ام چندیں سال — خدمتِ پیرِ مغاں کردو شرابے نکشید
لطف یکسو کہ گہے آں بتِ سفاک بمن — چیں بر ابرو زدہ ہم تیغِ عتابے نکشید
کرد برباد ہمہ عمر بخلوت زاہد — در خراباتِ مغاں بادۂ نابے نکشید
باقرؔ خستہ جگر تشنہ بحسرت جاں داد
یکدم از چشمۂ حیوانِ تو آبے نکشید

دلم پامالِ رفتارِ تو باشد — ہلاکِ طرزِ گفتارِ تو باشد ٦٩
خریدارِ تو صد ہمچوں زلیخا — ز یوسف گرم بازارِ تو باشد
رہا گردد ز ہر قیدے ہر آنکو — اسیرِ زلفِ خمدارِ تو باشد
بنازم دولتِ بیدار بختے — کہ چشمش محوِ دیدارِ تو باشد
بسوزد آنکہ قصرِ آسماں را — دِلا آہِ شرر بارِ تو باشد
بیا اے دل تواں با او نمودن — ز ہر جنسے کہ در بارِ تو باشد
بیا جانا بکن سودا کہ باقرؔ
بہ نقدِ جاں خریدارِ تو باشد

یک ادائے تو بمن بر کرمت داں نشد — ہیچگہ از طرفت پرسشِ احوال نشد ٧٠
زخمیِ تیرِ نگاہِ تو نشد کو جگرے — واں دلے کو کہ ز رفتارِ تو پامال نشد

له فساں بفتح اول سنگے باشد کہ کارد و شمشیر بداں تیز کنند (برہان قاطع)

داشت در پنجهٔ ادبار مرا نفس لعین بخت نیست که از زشتی اعمال نشد
میرا او در تو بصرقه بسے تقوی و زہد زاہد اے وائے که یک قال تر احال نشد

باقر از رحمت حق باد بر آنکس که چو من
طالبِ جیفهٔ دنیا و زر و مال نشد

۷۱ ز روئے جلوه آرائے تو روزم روضهٔ گل شد شبِ من از سر زلفت خیابانِ سنبل شد
تو با شانِ غرورِ حسن آنجا محوِ استغنا دل بیچاره اینجا کشتهٔ تیغ تغافل شد
بیا اینجا و مستی کن بذکر نام حق ہمدم که در عشرتگهِ جانان بلند آواز قلقل شد
مرا چون دید گفتا از کجائی کیستی برگو فدائے ناز او جانم چه خوش گرمِ تجاہل شد
پر و بالِ عنادل در ہوا واسوخت در گلشن بلند امشب مگر یارب شرارِ آتشِ گل شد
گہے طناز سروِ ناز گاہے نعره زن قمری گہے رخسار گل گردید گه فریاد بلبل شد

لب از فریاد بر بندم چسان ضبطِ نفس سازم
که دردِ فرقتش باقر فزون تر از تحمل شد

۷۲ تا روئے رشکِ سوسنت از غازه گلگون میشود این چشم محوِ جلوه ات از گریه پرخون میشود
یک نگاهِ ناز کن اے جانِ جان تا به شود ہاں از علاجِ عیسیم دردِ دل افزون میشود
رو میشود عناب را از جوششِ غیرت سیه ہر گه ترا از زیبِ مسی آن لعل میگون میشود
با غیر تا دیدم ترا روزے بعشرت ساخته در سینه داغِ غیرتم ہر روز افزون میشود
روزے بدیدم زلف تو چون ابر بر ماهِ رخت ہر گه کنم یاد این ادا این دیده جیحون میشود

بس کرده افزون مستیم خالِ لبِ میگون تو ہاں نشه بالا میشود در مئی چو افیون میشود
معشوقه عاشق میشود چون پخته شد سودائے عشق لیلی بکارِ عاشقی ہم رنگ مجنون میشود
از مدتے لب تشنهٔ آبِ دمِ تیغ توام وین خشکیِ کام و دہان ہر روز افزون میشود

ما از سیه بختی خود باقر ہمی نالیم آه
تا تیره روزِ من چو شب زان زلف شبگون میشود

۷۳ شب تاریک من از روئے تو پر نور شود بے سرِ زلف تو روزم شبِ دیجور شود
خط مشکین لب یار چو مذکور شود از پئے زخم دلم مرہم کافور شود
تو چنان بادشهِ کون و مکانی که شہا کفشِ خدام درت افسرِ فغفور شود
ذاتِ حق چون نفبا عین وجودت گردد ہر بنِ موئے تنِ تو لبِ منصور شود
از فروغِ رخ پر نور تو گردد بیہوش قامتت از پئے موسی شجرِ طور شود
چند معموره بگردد ز نگاہش ویران مست از باده چو آن نرگسِ مخمور شود
گر دہد حادثه اجزائے وجودم برباد نیست ممکن خطِ عشقِ تو ز دل دور شود
از تهِ زلف اگر جلوهٔ رویت بیند ماه در پردهٔ ابر آید و مستور شود
اے پسر غره مباشی بجوانی زنہار که قریب است کنون مشکِ تو کافور شود

از غم و غصه نگردد به اجل چون نزدیک
ہر که باقر نمط از انجمنت دور شود

۷۴ شوقم براهِ عشق بکوئے تو میکشد دامانِ دل گرفته بسوئے تو میکشد

عذرم بنه که شدت بیتابی دل است — دستم اگر نقاب ز روئے تو میکشد
مستی چنان فزود بدورت که محتسب — در مجلس شراب سبوئے تو میکشد
نازم باوج مرتبهٔ تو که جبرئیل — از چاه زمزم آب وضوئے تو میکشد
سوزد ز غصه روئے حسینان روزگار — مشاطه غازهٔ که بروئے تو میکشد
دوری ازو نخواسته با آنکه صد عذاب — بیچاره دل ز آتش خوئے تو میکشد
صد در بروکشاده ز فیض تو می شود — در شب دلیکه نعرهٔ ہوئے تو میکشد

باقر بخود ببال که در جرم بوسه یار
زنجیر زلف بسته گلوئے تو میکشد

۷۵ سیه ابر آمد از کهسار و گلشن سبز و خندان شد — بیا ساقی بده جامے که فصل نو بهاران شد
چمن شد روضهٔ رضوان ز حسن عارض گلها — خیابان ارم از سرو گلشن را خیابان شد
تجلی گاه ایمن شد ز نورش کلبهٔ تارم — بگاه وصل در آغوش چون آن شوخ عریان شد
به ہجر تو معاذ الله دو چشم اشکبار من — ندانم بحر قلزم گشت یا دریائے عمان شد
بیاید بر سر من معذرت خواهان بحمد الله — که یارم از جفائے خود پس از عمرے پشیمان شد
مدامم گوهر اشک است در دامن که میریزد — تو گوئی دیدهٔ دریا فشانم ابر نیسان شد
بهر روئے چو روئے گل چو بلبل میدهم جان را — دل من مشتهر در عشق در شهر حسینان شد
نه تنها غمزه و نازش بلائے اہل مجلس شد — بخوبی شهرت او آفت خلوت نشینان شد

ز راه راست دور افتاد یارب دستگیری کن

دل بیچارهٔ باقر اسیر مکر شیطان شد

۷۶ خیز و برگرد سرش گرد که دلدار آمد — بخت خوابیده به بین طالع بیدار آمد
نشود حسن خداداد بخلوت مستور — یوسف مصر ز کنعان سوئے بازار آمد
دوش مطرب غزلے خواند بصوت عجبے — که برقص از طربش هر در و دیوار آمد
صادقان راست بصحبت اثر طرفه به صدق — که چو منصور انا الحق ز سر دار آمد
در ره عشق ندانسته نهادند قدم — کیست آنکس که درین راه خبردار آمد
به تمنائے بنا گوش تو از چشم ترم — قطرهٔ اشک برنگ در شهوار آمد
غافلان را نبود بار بخلوتگه دوست — هر که آمد به ادب آمد و هشیار آمد
هر حدیث تو بدلها در صد فیض کشاد — حقهٔ لعل تو گنجینهٔ اسرار آمد

حذر از باقر دلخسته که آن سوخته جان
در سر کوئے تو با آه شرربار آمد

۷۷ اے خوشا آنکس که شب را با تو فردا میکند — خویش را در انجمن بهر تو تنها میکند
سیر از سیر دو عالم فارغ از کون و مکان — پا بدامان کرده در کوئے تو ماوا میکند
در بروئے خویشتن بربسته از هر دو جهان — بر مصلی کرده جا ذکر تو شبها میکند
در تمنائے تماشائے جمال روئے تو — خویشتن را خالی از دنیا و عقبی میکند
پائے در زنجیر عزلت گه بود خلوت گزین — چاک دامن کرده گاهے رو بصحرا میکند
از نگاه فیض خود میسازد احیائے قلوب — و ز دم جان بخش خود کار مسیحا میکند

باقرِ عصیاں شعارت از تو یا ربِّ کریم
حشر را در زمرۂ ایشاں تمنا میکند

۷۸ نکہتِ زلف کسے باد صبا می آرد   نافۂ مشک ختن از پئے ما می آرد
صورتِ شیخ فرود آر بہ آئینۂ دل   صورتِ شیخ بدل نور و ضیا می آرد
دردمند آمدہ ام بر تو منِ خستہ کہ درد   خستگاں را بدرِ دار شفا می آرد
گاہ بر سر زنم و گاہ بنالم اے وائے   بر سرم جور و جفائے تو چہا می آرد
میرسد قافلۂ یار سفر کردہ مگر   مژدۂ آمدنش بانگ درا می آرد
قطرہ از خون دلم مال و تماشا فرما   کہ بپائے تو چہ خوش رنگِ حنا می آرد
خندہ زن شد چمن آمد بخرام ابر بہار   ساقیِ من مئ خورشید لقا می آرد
میرسد خرم و خنداں ز سر کوچۂ یار   مژدۂ وصل مگر پیکِ صبا می آرد
می رسد ساقی و با خود ز خراباتِ مغاں   ساغر و شیشۂ می نامِ خدا می آرد
ہر کہ افتاد دریں دیر ندانم تقدیر   بکجا می برد ایں راز کجا می آرد
سرو و گل تازہ و تر شد بچمن فصلِ بہار   بلبل و فاختہ را نغمہ سرا می آرد
گر بکارِ تو فتاد عقدہ چہ رنجی اے دل   رحمتِ حق زپیت عقدہ کشا می آرد
فتنۂ چشم تو نازم کہ بیک دیدن او   بر سرِ نالہ و فریاد مرا می آرد
جذبۂ عشق مرا بیں کہ دلِ سنگ ترا   از سرِ جور سرِ مہر و وفا می آرد
زیب بستر بود و لیک نیاید بہ برم   چہ بلائے بسر ایں شرم و حیا می آرد

میرسد عیسیِ مریم بسرِ من بینم   گر ز پے درد دلِ من چہ دوا می آرد

شرم از کردۂ خود دار کہ باقر عملت
ہیچگاہے بدلت خوف خدا می آرد

۷۹ ہر نفس از تو جدا نالہ و آہم باشد   گر نہ پرسی تو مرا آہ چہ حالم باشد
ہرگز از دردِ دلِ زار شفا ممکن نیست   خود معالج اگرم عیسیِ مریم باشد
جانگزا ہست بسے درد دل از فرقت تو   ہست بسیار فزوں آنچہ کم از کم باشد
ہرگز از قید بلا نیست رہائی ممکن   ہر کرا بند دل آں طرۂ پر خم باشد
چارۂ کار ندانم ز کہ پرسم چہ کنم   گر ز پے زخم دلِ خستہ چہ مرہم باشد
بر تنِ زار ہر آں داغ کہ از ہجر تو بود   امشب از جلوۂ تو نیر اعظم باشد
بندۂ ناز توام ہر چہ بخواہی فرما   سرِ تسلیم بہ پیشِ تو مرا خم باشد
حل ہر مشکل من ہست بدستت یا شیخ   دستگیرم چو توئی پس چہ مرا غم باشد
ضعفم افگند بکوئے تو و گرنہ چو صبا   تا ببامِ تو پرم گر پر و بالم باشد

چہ بگویم کہ ز جور و ستمت باقر را
آہ ہر روز و شب و نالۂ پیہم باشد

۸۰ دلِ شیدا طلبِ روئے تو ہر جا میکرد   گہ سوئے مسجد و گہ رو بکلیسا میکرد
لب لعلِ تو کہ شب خندہ چو گلہا میکرد   دہن تنگ ترا شرح معما میکرد
من فدائے لب لعل تو کہ از خندۂ ناز   مائلِ خندہ چو گل غنچۂ دلہا میکرد

یاد آں عہد کہ در کوئے تو مسکین دل من — روز ہا شور و فغاں نالہ بہ شبہا میکرد
میکند خندۂ تو انچہ کند شربت خضر — میکند لعل لبت انچہ مسیحا میکرد
بود زانجملہ دل خستۂ من نیز یکے — چشم فتاں تو چوں غارت دلہا میکرد
خوش رسیدی بسر وقت ز جامے بنواز — ساقیا بس دل من میل بصہبا میکرد
توبہ کردم ز مے ناب و پشیماں گشتم — ہائے او محو ز دل کاوش غمہا میکرد
حالیا آہ بہ پیش کہ برم مشکل خویش — رفت آنکس کہ مراحل معما میکرد
سجدہ گاہ دل و دیں شیخ من و مرشد من — پیر اصدقؒ کہ علاج دل شیدا میکرد
گریہ میکرد چو شبنم چو سحر دیدۂ من — دہن زخم دلم خندہ چو گلہا میکرد

باقر خستہ زجاں رفت و نشد روزی او
بوسۂ کز لب لعل تو تمنا میکرد

٨١ بندۂ عشق تو ام خلق خدا میداند — کشتۂ ناز تو ام جل و علا میداند
دل من زلف ترا دام بلا میداند — روئے پر نور ترا شان خدا میداند
عشوہ و غمزہ و شوخی ہمہ ختم است برو — نیست شوخے کہ چو او ناز و ادا میداند
انچہ بر ما گذرد پیش تو خواہد گفتن — حالت زار مرا پیک صبا میداند
درد عشق است کہ آورد لب جاں حزیں — کیست آنکس پئے این درد دوا میداند
دل آگاہ من خستہ رخ مہر و قمر — پیش خورشید عذار تو سہا میداند
گرچہ طفل است ہمہ دلبر من لیک چہا — شیوۂ ناز و ادا نام خدا میداند

دارم امید ز لطفش کہ گشاید گرہے — عقدۂ کار کہ آں عقدہ کشا میداند

از عتاب و ستم و جور و جفا ہا بروئے
انچہ کردی تو دل باقر ما میداند

دل من بیقرار میباشد — بے تو سیماب وار میباشد ٨٢
بلبلے ہمچو من بہ گلشن نیست — گرچہ بلبل ہزار میباشد
دل پر از درد و بیتو دیدۂ من — دایماً اشکبار میباشد
چہ گنہ کردہ ام بگو کز من — دل تو پر غبار میباشد
زلف تو دایما بخوشبوئی — رشک مشک تتار میباشد
دل شیدا بدوری رویت — دایما سوگوار میباشد
جائے زلفت برخ بود آرے — بر سر گنج مار میباشد

ہست باقر چہ رند میخوارے
دایما در خمار میباشد

آں مہ تو جہے بمن اصلا نمیکند — از یاد بردو پرسشے از ما نمیکند ٨٣
صد نامۂ نیاز فرستادمش ولے — او نامۂ ز بہر من انشا نمیکند
میرم ستمگریش کہ خلقے بہ تیغ ناز — از جاں ہلاک سازد و پروا نمیکند
صد بار میروم بدرش جبہ سا ولے — درباں چہ کافرست کہ در وا نمیکند
آں مست ناز ما است کہ در بزم میکشاں — میلے بسوئے ساغر و صہبا نمیکند

صبر و سکون ربودی و بازش نمیدہی
مسکیں دلم ز شرم تقاضا نمیکند

بخشند خلد و روضۂ رضواں اگر باو
باقرؔ بغیر کوئے تو ماوا نمیکند

٨۴ دلِ سودا زدہ و شورشِ جانم دادند
چشمِ خونبار و دمِ شعلہ فشانم دادند

شکرِ للہ کہ ز فیضانِ نہانخانۂ غیب
معجزِ ناطقہ و سحرِ بیانم دادند

گلرخے سیم تنے سرو قدے مہر وشے
شاہدے غنچہ لبے موئے میانم دادند

آہ گرم و دمِ سرد و لبِ خشک و غمِ عشق
انچہ میخواست دلِ خستہ ہمانم دادند

از قدر است اگر ناوکِ دلدوز ترا
از قدِ خم شدہ طرفہ کمانم دادند

زاہد از من مطلبِ رہروی حل و حرم
در ازل سالکِ رہِ عشق بتانم دادند

باقرم با طرفِ خانقہِ شیخ چہ کار
خدمتِ میکدہ و پیرِ مغانم دادند

٨۵ چو گرمِ جلوہ فرمائی بطرزِ دلربائی شد
دلِ زاہد بروں از قیدِ رسمِ پارسائی شد

بہ رخسارِ حسیناں جلوہ ہا فرمود و شد پنہاں
چو آں خلوت نشینِ جانانہ گرمِ خود نمائی شد

نماند اکنوں بہ نزدِ من بہائے وصلِ او باقی
مرا دین و دلِ دیوانہ صرفِ رونمائی شد

ز فرقش تا قدم بحرِ لطافت میزند موجے
عیاں از صورتِ پاکش چہ شانِ کبریائی شد

تنش رنگیں چو گل در وصل شد از جوشِ آغوشم
ز نقشِ بوسہ ہائے من کفِ دستش حنائی شد

نہ چیدم یک ثمر از باغِ حسنِ یار یا قسمت
دلم صد پارہ ہمچوں گل ز دردِ نارسائی شد

نماند اندر جہاں یک ذرہ رسمِ راستی باقی
دلش را با دلِ عاشق چو میلِ کج ادائی شد

شدم از سجدۂ دیر و حرم مستغنی اے زاہد
سرم چوں بر درِ آں شوخ گرمِ جبہ سائی شد

ز دردِ فرقتش باقرؔ ز جاں رفتم بحمد اللہ
کز آزارِ دلِ شوریدہ ام اکنوں رہائی شد

٨٦ شب زینتِ آغوشِ من آں ماہ لقا بود
ہر گوشہ ام از خانہ پُر از نور و ضیا بود

نظارگیش غرقۂ دریائے فنا شد
آں حلقۂ نافِ تو چہ گردابِ بلا بود

ننمود جدا از رخِ خود پردہ شبِ وصل
آں مایۂ نازم چہ قدر پُر ز حیا بود

از چاشنیِ زندۂ جاوید بگشتم
گوئی کہ لعابِ دہنش آبِ بقا بود

بر من چہ شوی خیرہ اگر روئے تو دیدم
آنکس کہ ترا پردہ برانداخت صبا بود

از دردِ دلِ زار ز جاں رفت و شفا یافت
بیمارِ غمِ عشق نہ محتاجِ دوا بود

ہرگز بدو چشمم نکند جلوہ بجز دوست
ہر سو نگرستیم خدا بود خدا بود

میگشت نگاہم طرفِ گردشِ رویش
آرے طرفِ قبلہ رخِ قبلہ نما بود

در رقص و طرب آمدہ لولیِ فلک شب
آں شوخ بطرزِ عجبے نغمہ سرا بود

ما شکوہ نداریم ازاں انچہ تو کردی
از جور و جفا مہر و وفا جملہ بجا بود

دستے بہ سرش نہ ز سرِ مہر کہ باقرؔ
یک عمر بخاکِ درِ تو ناصیہ سا بود

٨٧ دنیائے دنی اگر نباشد
غم نیست کہ خوبتر نباشد

بصرفه بود دلا کشیدن — آہے که درد اثر نباشد
از دشمن و دوست تا نخواہی — نفعے بمن و ضرر نباشد
حاصل چه شود ز چشمِ بینا — گر بر رخ تو نظر نباشد
درد از جگر و دلش چه خیزد — آنرا که دل و جگر نباشد
کن دانهٔ اشک من دُرِ گوش — جانا به ازیں گہر نباشد
خوں خود بودم ز زخم در جوش — حاجت پئے نیشتر نباشد
گر خانهٔ ماست خلد دوزخ — باشد چو ترا گذر نباشد
عاشق دگر اند نیز دانم — دانی که چو من دگر نباشد
پیشِ که بنالم از تو اے وائے — ہرگز به منت نظر نباشد
کو سوئے دیار عشق باری — راہے که دراں خطر نباشد
عشق است به گلستان عالم — نخلے که درو ثمر نباشد
دردا که بمیرم از تپِ دل — وز حال منت خبر نباشد
باشد بوجود خوش اقامت — گر سوئے عدم سفر نباشد
میلے چه کنی به سیم و زر کو — ہم رتبهٔ پشه پر نباشد

باقرؔ چه کنی ہوس و صالش
قدرِ تو بایں قدر نباشد

۸۸ گوش کن حالِ دل دیوانه ام باید شنید — داستانم خوش بود افسانه ام باید شنید

بر امیدِ وصل خواند و موکشاں کردم بروں — قصهٔ بیرحمی جانانه ام باید شنید
محتسب را بیں که مینا ہم شکست و جام ہم — ہم بروں کرد از درِ میخانه ام باید شنید
سینه ام بشگافت و گر دید از طپیدنہا بروں — طرفه احوالِ دلِ دیوانه ام باید شنید
می فزاید در دل عشاق ذوقِ تازهٔ — در دلِ شب نعرهٔ مستانه ام باید شنید
مست شد از ساغرِ می چہره چوں گل برفروخت — سوخت بر شمع رخش پروانه ام باید شنید
کہنه شد منسوخ گویا قصهٔ فرہاد و قیس — بہترینِ قصہا افسانه ام باید شنید

گرچه رندم باقرا شبہا پس دیوار من
ذکر تسبیح ملک از خانه ام باید شنید

بکامِ من فلک دوراں ندارد — بسوئے من گذر جاناں ندارد ۸۹
بیا بنگر گلِ حسنِ قدیمش — گلِ گلشن بقا چنداں ندارد
برو عیسیٰ ز نبضم دست بردار — مرا دردیست کاں درماں ندارد
نباشد گل رخے سیمیں تنے کو — دلے از سنگ و از سنداں ندارد
به پیشِ جلوهٔ تو کیست کو چشم — برنگِ آئینه حیراں ندارد
بود کانِ لطافت چوں گر آں شوخ — ز دُرِ دنداں لب از مرجاں ندارد
نه خواہم جلوهٔ حورِ بہشتی — که ناز و غمزه چوں خوباں ندارد
بباشد ابرِ نیساں گرچه مدرار — چو من چشمِ گہر افشاں ندارد
خلیلم گرچه بس مہماں نواز است — ولے جز مفلسی ساماں ندارد

مرا باقر دلِ زاریست شیدا
کہ تابِ فرقتِ جانان ندارد

۹۰ ترا مسکیں دلم شب یاد میکرد
زدردِ دوریت فریاد میکرد

تغافل پیشہ جانانِ من اے کاش
بہ یک دیدن دلِ من شاد میکرد

بدل میداشت گر یک ذرہ رحمے
چرا بر من چنیں بیداد میکرد

بجولاں گاہ شب اشہب ہمیراند
کفِ خاکِ مرا برباد میکرد

دیار و شہر کاں بودے مقامش
بخوبی خُلخ و نوشاد میکرد

نپرسی تو اگر حالِ دلِ زار
کہ پاسِ خاطرِ ناشاد میکرد

نشستے یکدمے گر پہلوئے من
دلِ ویرانہ ام آباد میکرد

بہ درسِ عاشقی باقر بمکتب
عجایب بحث با اُستاد میکرد

۹۱ زینتِ آغوشِ من شب آں بُتِ مہ پارہ بود
از نسیمِ عیش چوں گل غنچۂ دل پارہ بود

بیقرار از جوششِ دل بودہ ام سیماب وار
دوش زیبِ بسترم آں آتشیں رخسارہ بود

کام جاں شد شکریں از بوسہائے او مگر
لعلِ نوشینِ چو گلبرگِ تو شکر پارہ بود

دیدمش بر بام و سرگرمِ تماشایش شدم
ہر گلے از باغ او چیدن گلِ نظارہ بود

ہیچ تاثیرے نشد از آہِ جانسوزم درو
گوہرِ دل از شکستن شیشۂ صد پارہ بود

بعد مُردن ہمچو طفلاں بودہ ام بر دوشِ غیر
جنبشِ نعشش از پئے من جنبشِ گہوارہ بود

مائلِ بوس و کنارم بے حجاب و بے خطر
شب بہ آغوشم بمستی آں بتِ میخوارہ بود

باقرِ دلخستہ را در جوشِ وحشت سربسر
گرد باد آسا بدیدم در رہت آوارہ بود

۹۲ نشدم شاد چہ میباید کرد
دلِ ناشاد چہ میباید کرد

کامراں شد چو ز شیریں خسرو
گفت فرہاد چہ میباید کرد

دل آباد من اے وائے بہ عشق
رفت برباد چہ میباید کرد

پیش ازیں انچہ تو کردی با من
جور و بیداد چہ میباید کرد

ملک الموت چو آمد ناگہ
گفت شداد چہ میباید کرد

بارِ عشقت کہ گران است از کوہ
بر سر افتاد چہ میباید کرد

قامتِ یار و رخش میباید
گل و شمشاد چہ میباید کرد

ہیچ گاہے بسلامم صد حیف
نہ کنی یاد چہ میباید کرد

داد خواہ آمدہ باقر تو اگر
ندہی داد چہ میباید کرد

۹۳ عاشقِ روئے تو از جان و جہاں میگذرد
طالبِ کوئے تو از کون و مکاں میگذرد

نالہ پیہم ز دلِ ما و فغاں میگذرد
چوں خدنگے کہ بصورت ز کماں میگذرد

اندریں دارِ فنا نام و نشانش باقیست
ہر کہ در عشق تو بے نام و نشاں میگذرد

آن نہ برق است کہ بر اوج بہ بینی بیتاب
نالۂ ما بفلک شور فشاں میگذرد

بخت خوابیده بهوش آ و نظر کن سویش   کیست زین ره که چنین جلوه کنان میگذرد
خوش تماشاست بروئے قمر ابریست تنک   آنکه از حقه بروئے تو دخان میگذرد
پاسبانِ درِ خود گو که ببیند که بشب   کیست در کوچهٔ تو نعره کنان میگذرد
تو چه داری خبر اے مست تغافل همه ناز   تا چه شبها بسرِ آه کشان میگذرد
دوش رفتی بچمن بلبل و گل گفت بشوق   که درین باغ عجب سرو روان میگذرد
دولت وصل کجا ذکر تمنائے وصال   سخنے هست که گاهے بزبان میگذرد

نوجوانی شد و شد موسم پیری باقر
ها بهارے که برو باد خزان میگذرد

۹۴ هر خوبرو به پهلوئے خود خار شکند   چون آن نگار طرهٔ طرار شکند
از جلوهٔ رُخ تو حسینان عصر را   از جوش شرم گرمیٔ بازار شکند
کافیست گیسوئے تو پئے بستنِ دلش   زنجیر اگر بپائے گرفتار شکند
هر لحظه غمزه ات بدلِ عاشقِ حزیں   صد نشترِ الم پئے آزار شکند
سرخوش ز نرگسِ تو چنان شد که رند مست   خمهائے باده را سرِ بازار شکند
از ناز یکدو حرف ز بیمار پرسیت   تبهائے کهنه از تن بیمار شکند
اے ترک آنچنان تو مسلمان نژادهٔ   کز غمزهٔ تو لشکر کفار شکند
از مشک بیز نکهت و از بوئے جانفزا   زلفِ تو قدر تبت و تاتار شکند
مانند میل سرمه در آرد بچشم اگر   خارِ رهت به پائے طلبگار شکند

تو آں گلے که در چمن آئی اگر بناز   از جلوهٔ تو رونقِ گلزار شکند
نازم باین خرام که از جوش انبساط   خلخال پائے تو دمِ رفتار شکند
من چون شکسته دل نه بمانم که روزگار   کارِ مرا چو زلف بهر بار شکند
منصور اگر ز فیض نگاهم برد نصیب   زنار کفر خویش سرِ دار شکند
دلهائے بسته وا شود از غنچهٔ دهن   چون قفل خامشی دمِ گفتار شکند
از درد دل چو ناله کنم گنبدِ فلک   از یک شرار آه شرربار شکند

از مستیِ نگاه تو در محفلِ شراب
ساقی پیاله بر سرِ میخوار شکند

۹۵ چو صبحدم دل خود رفته ام بهوش آمد   صدائے صلّ صلوٰة السحر بگوش آمد
بخواستم ز سرِ بستر و وضو کردم   زبان به نغمهٔ تکبیر در خروش آمد
رخِ خودم بسوئے قبله کرده استادم   دو دست من پئے تحریمه تا بدوش آمد
نماز را بخشوع و خضوع کرده ادا   نشستم و دل شوریده ام بجوش آمد
بذکر حق شده مشغول بوده ام سرخوش   که ناگهان لبِ گوشم این سروش آمد
که گرچه هست نمازِ تو در شریعت راست   ولے نه در خورِ مستانِ باده نوش آمد
نماز کن که در آن گم شوی ز هستیِ خود   نمازِ عشق که حیرت وش و خموش آمد
بنوش بادهٔ عرفان و آن بود عارف   که راز غیب بدانسته پرده پوش آمد
ز پس شدم متحیر که چون شوم عارف   که ناگهان ز درم پیر میفروش آمد

پیاله داد بدستم که هاں بنوش ز شوق
طرب نما که ترا وقت نائے و نوش آمد

ببال بر خود و بر بخت ارجمند بناز
که بر تو رحمت یزدان حق نیوش آمد

سپاس دار که مشاطه ام ترا باقر
ز دست من ببرت یار حله پوش آمد

٩٦ بشوخی دامن خود بر میان پیچیده می آید
پریشاں کاکل و مست و نظر دزدیده می آید

قبائے سرخ در بر غازه در عارض حنا بر کف
زہے چوں شاخ گل جنباں زپا لغزیده می آید

ز دولت خانهٔ خود بر سر من در دل شبها
نقاب افگنده بر رخ از عسس ترسیده می آید

مگر از جانب جاناں پیام وصل می آرد
ز کویش قاصدم شاداں بخود بالیده می آید

بسویم چوں نمی آئی ز جوش غم مرا شبها
فغاں از سینه آه از دل سرشک از دیده می آید

به بزمش میرود شاداں دل شیدا امیدانم
زباغ عارض آں گل چه گلها چیده می آید

بسے غلطیده در کویش نشد پامال رفتارش
دل حرماں نصیبم از درش رنجیده می آید

فلک را سینه بشگافد اگر آید بجان او
ازاں درد و تعب کان بر دل غمدیده می آید

خجل از کرده و از شومی خود منفعل یا رب
بدرگاه تو باقر با قد خمیده می آید

٩٧ فدائے او که بکونین بادشاهی کرد
جهاں گرفت و بعالم جهاں پناهی کرد

بلند دیدهٔ خسرویش در آفاق
نظام سلطنت دو جهاں کماهی کرد

جبیں نهاد به امرش ز ذرّه تا خورشید
قبول طاعت او ماه تا بماهی کرد

سپاس و منت ایزد که در همه عالم
غلامی در آں شه مرا مباهی کرد

به هر دو کون چو خورشید سر بلندی یافت
کسیکه سجدهٔ آں عرش بارگاهی کرد

نشان پائے ترا سجده ریز جن و بشر
در ترا ملک و ملک قبله گاهی کرد

به نامرادی خود ساز و دم مزن باقر
که هر چه کرد بتو مرضی الٰهی کرد

٩٨ مباز عشق که سیمیں تناں بدل سنگ اند
جفا شعار و ستم پیشه مائل جنگ اند

ز ننگ و نام چه جوئی ز عاشقاں کیں قوم
ز دست دادهٔ ناموس و نام و هم ننگ اند

خوش آں کساں که بیاد دو چشم و سبز خطت
ز شاربان می ناب و خوگر بنگ اند

مقیم کوئے تو هر چند خوش دل اند ولے
ز دست جور و جفائے تو عاجز و تنگ اند

ز درگه تو اسیران حلقهٔ زلفت
روند چوں که به کوئے تو پائے در سنگ اند

اگر بحسن تو سنجند خوبرویاں را
فدائے تو که بحسن تو سنگ پاسنگ اند

قیاس سیرت پاکاں بخود مکن کینیاں
بصلح بادگراں و بخویش در جنگ اند

مخور فریب که ایں زاهدان ریش سفید
اسیر سلسلهٔ گیسوان شب رنگ اند

ز دوستان جهاں باش پر حذر باقر
عدو به باطن و در صورت آشنا رنگ اند

٩٩ مرا که تشنه لب افتاده ام ایاغ دهید
بخانهٔ دل تاریک من چراغ دهید

بهار میرود و فصل گل دماغم نیست
به یک دو ساغر پر باده ام دماغ دهید

کجا فتاد و کجا شد ازو نشانے نیست — روید وا ز دل گم گشته ام سراغ دهید
شکسته بال و پر افتاده ام درون قفس — مرا ز خانهٔ صیاد جا بباغ دهید
کنید بیخودم اے ساقیان بزم حضور — ز کار دین و ز دنیا مرا فراغ دهید
صفیر خامهٔ باقر بمدعی به برید
نوائے بلبل دستان سرا بزاغ دهید

١٠٠ زراهِ قرب دور افتی اگر زنگ ریا باشد — حضوری میکنی حاصل اگر صدق و صفا باشد
صفیرم کس نمیشنود منم تنها درین گلشن — نباشد بلبلے اینجا که با من همنوا باشد
زعکسِ آن تنِ رنگیں که تابد از لباسِ تو — شود روشن که برگِ گل ترا زیر قبا باشد
زبزمت دیر می آید زبخت نارسا نالم — شود پے پائے رفتارش اگر قاصد صبا باشد
رُبایدخنده ات هوش و نماید غمزه ات بسمل — کرا اے جان جاں جز تو چنین ناز و ادا باشد
چرا اے من بقربانت زمن بیگانه میگردی — که تو در دهر اگر جوئی نه چون من آشنا باشد
شهیدِ ناز او باشد بخاکش هر طرف رقصاں — زمینِ کوچهٔ جاناں زمینِ کربلا باشد
زمژگانش همی روبم که خاکِ آستانِ او — بفرقِ سر بود صندل بدیده توتیا باشد
توئی گر عاشقِ صادق ز جورِ او منال اے دل — بمذهبِ عاشق بیدل چه رنج و بلا باشد
اگر خوں ریختی ما را میندیش اے بتِ کافر — که قتلِ عاشقِ بیدل بمعشوقان روا باشد
به دردِ عشق محبوبان مبادا هیچ کس یارب
برنگِ باقرِ بیدل اسیر و مبتلا باشد

عاشقت ناله از بلا نکند — میرد از درد و دل دوا نکند ١٠١
چون منِ ساده دل مسلمان را — عاشقِ روئے تو خدا نکند
آنچه تو کردهٔ بمن جاناں — آشنائے به آشنا نکند
اوست مالک چه تاب شکوهٔ اوست — حاجتم را اگر روا نکند
گه زند تیر و گه سنان در دل — عشوه و غمزه ات چها نکند
میدهد جان دلم بناکامی — پیش تو عرض مدعا نکند
ملک دل شد خراب و بیا کم — توبه از جور و از جفا نکند
تاب دیدار من ندارم و او — نظرے سویم از حیا نکند
دیگراں مال و زر ببخشانند — وین گدا جز بسر فدا نکند
شاهدِ تو خلاف مطلب تست — خضر مقصود رهنما نکند
مشکل خود کجا برو باقر
گر به پیش تو التجا نکند

دلم از نعرهٔ خود بیخود و در حال میباشد — نه چون صوفی برقص از نغمهٔ قوال میباشد ١٠٢
دران شبها که باشد آمدِ آن شوخ رقاصم — دو گوشم فرش راهِ نغمهٔ خلخال میباشد
چه حاجت با شراب و ساغر و مینا بود ما را — ایاغم از شرابِ عشق مالامال میباشد
دلا بے روزه بودن خوش بود از صوم ایام — که در رمضان بشوقِ آمدِ شوال میباشد
بیادِ حق بمان هر دم ازو غافل مشو هرگز — که ابلیست همیشه در پئے اضلال میباشد

۱۰۱ زضبطِ گریہ نتوانی نہفتن رازِ عشق اے دل　　کہ ظاہر صورتِ انساں بہ باطن دال میباشد

بہ برداریش بہ ایماں ازنہاں یاربِ کہ باقر را
بدل خوفِ سعیر و دہشتِ اغلال میباشد

۱۰۳ دل وا منم بجانب کوئے تو میکشد　　شوقم بہر زمانہ بسوئے تو میکشد

واعظ بمجلسِ تو کند کار مطربی　　زاہد بہ بزم بادہ بسوئے تو میکشد

آشفتہ شد مزاج زنازک مزاجیت　　دل صد مہاز تندیٔ خوئے تو میکشد

صد چاک میشود دل من ہمچو شانہ آت　　مشاطہ شانہ را چو بموئے تو میکشد

از دور جلوۂ تو عیاں دیدمے ولے　　زلفِ سیاہ پردہ بروئے تو میکشد

ما از کجا و طوف حریمت شہنشہا　　ایں بندہ پروریِ تو سوئے تو میکشد

از کس چہ حاجت است کہ پرسم نشانِ تو　　مارا براہ قرب تو بوئے تو میکشد

باقر کہ بندۂ تو بود چوں فقیر مست
بر درگہِ تو نعرۂ ہوئے تو میکشد

۱۰۴ دل خستۂ اندازۂ رفتار تو باشد　　جاں شیفتۂ لہجۂ گفتار تو باشد

نازم بجمالِ رُخِ خوبِ تو کہ یوسف　　جاں باختۂ گرمیِ بازار تو باشد

تیغیکہ ازاں ریختہ خون عزیزاں　　تیغ دو دم ابروئے خمدار تو باشد

از دہر بود فارغ و از قید دو عالم　　آزاد بود ہر کہ گرفتار تو باشد

رومی نکند جانب رضواں کہ دلم را　　آسایشے در سایۂ دیوار تو باشد

دارد صدفِ سینہ پُر از گوہرِ مکنوں　　رندے کہ دلش محرم اسرار تو باشد

جانا سببِ رفعت سرہائے بلنداں　　پامالیِ جولانیِ رہوار تو باشد

کے مائلِ نظارۂ خوباں شود آں چشم　　کز جان مہ من طالبِ دیدار تو باشد

من گم شوم از خود چو بیابم خبرِ تو　　اے خوشں دل آنکس کہ خبردار تو باشد

ہر تیر جفائے زکماں سر شود م گفت
باقر ہدفش سینۂ افگار تو باشد

۱۰۵ بسوئے خانہ ام آں شوخ امشب بیحجاب آمد　　برفتن ہائے اولغزاں عجب مست خراب آمد

دو روزے بودہ ام موجود و معدوم کنوں ہیہے　　مرا ایں ہستی موہوم در رنگِ حباب آمد

بہار آمد زند گل خندہ و بلبل زند چہ چہ　　بگلشن سرو من با مطرب و چنگ و رباب آمد

بنازم طالعِ خود را بدیدم جلوہ رُو لیش　　مرا ایں دولت بیدار خود امشب بخواب آمد

بملکِ دلبری شاہی تعالی اللہ چہ زیبائی　　کتابِ حسنِ خوباں را جمالت انتخاب آمد

بمضمونِ فراقِ او نوشتم نامۂ شوقے　　خطم ناخواندہ با قاصد زجاناں بجواب آمد

مگر مشاطہ وا کردہ است زلفِ عنبر بیزش را　　مشامم را ز کوئے او چہ بوئے مشکناب آمد

بحالِ زار او رحمے کہ مسکیں باقرِ بیدل
بہ بزمت با دلِ نالاں و با چشمِ پر آب آمد

۱۰۶ چہ عبث فغان و آہے کہ در اں اثر نباشد　　بروم ز جاں پئے تو و ترا خبر نباشد

تو و صحبتِ رقیباں بنگر بحالِ زارا　　کہ مرا العشق رؤیت ز کسے خبر نباشد

چه سرین که کوه سیمین چه میان که تار زلفت
نه چنین سرین بخوبی و چنان کمر نباشد

ره عشق را بنازم که مصون بود ز آفت
به چنین رهے قدم زن که دران خطر نباشد

به تمنیٔ وصالت من و صدمهٔ فراقت
شجریست نخل عشقت که درو ثمر نباشد

همه شب بکنج غزلت نظرِ من است و راهت
چه کنم بحالِ زارم که ترا نظر نباشد

چه کنم نعیم جنت چمنِ ارم چه سازم
بفراز بام وصلت اگرم گذر نباشد

تو علاجِ درد سر کن سرِ من جدا ز تن کن
چو جدا شود سر از تن خلشے دگر نباشد

مئے ناب ده تو ساقی که بود علاجِ دردم
که می است آن دوائیکه درو ضرر نباشد

بکف است نقد همت ز عطائے دوست باقر
زر و سیم در کفِ من چه شود اگر نباشد

۱۰۷

فروغ روئے تو جانا در انجمن باشد
چنانکه شمع فروزنده در لگن باشد

زمین کوئے تو از خون کشتهٔ نازت
همیشه منبت نسرین و نسترن باشد

مرا که جور عزیزان رساند جان برلب
بطبع کربتِ غربت به از وطن باشد

گلِ شگفته ز غیرت همین شود غنچه
ز ناز چون لب لعلِ تو خنده زن باشد

چو غیر حق نبود در دلِ شکسته چه دور
سفر بخلوت و خلوت در انجمن باشد

ز قدر و قیمت حسنت چه کم شود شیرین
که زینتِ کفت از خون کوهکن باشد

مریز در تهِ خاک آبروئے من یارب
نهان ز شرم چو رویم تهِ کفن باشد

میان ما و صنم ز اختلاف ملت و دین
تفاوتیست که در شیخ و برهمن باشد

بکیش من نبود امتیاز دشمن و دوست
کسیکه دشمن من شد عزیز من باشد

تو خورد سال ترا قدر بایدش شناخت
که باقر تو ترا عاشقِ کهن باشد

۱۰۸

جانم به رجا و بیم باشد
بر جادهٔ مستقیم باشد

جز بے تو سخن بکس نسازم
گر همسخنم کلیم باشد

من جز درِ تو نه جا پذیرم
گر خلد و گر نعیم باشد

ترسی چه ز پرسشِ عملها
ربِ تو دلا کریم باشد

بختت نبود اگر بکامت
خامش که خدا حکیم باشد

اے طبع حکیم شو معالج
نبضِ قلبم سقیم باشد

از خنجرِ غمزهٔ تو ظالم
زخمی دلِ من دو نیم باشد

در عشق جدا از نام و ننگم
از طعن کسے چه بیم باشد

باقر تو کجا و عشقبازی
شانت بخدا عظیم باشد

۱۰۹

شمع من جلوه کنان چون ز میان برخیزد
دود آه از دل من شعله فشان برخیزد

عاشق خسته ز بزمِ تو ز بیمهریِ تو
از سرِ حسرت و غم اشک فشان برخیزد

جان دهد هر که جگر سوختهٔ وصلت دوست
روز محشر ز لحد تشنه دهان برخیزد

عاشقِ روے ترا گر سوئے جنت طلبند
نیست ممکن ز درت شیفته جان برخیزد

ہر کہ از سیرِ جہاں رستہ نشیند بدرت   زین و آں فارغ و از کون و مکاں برخیزد
پشت پا گر بزنی بر لحدِ کُشتۂ ناز   از تہِ خاک کہ بیتاب و تواں برخیزد
ہمچو سیماب بغلطم بہ سرِ بسترِ خویش   چوں مہِ من ز برم جلوہ کناں برخیزد
گرچہ چشم بزند آب برویش بخشم   ممکنے نیست کہ از خواب گراں برخیزد
میزند دم ز توکل عبث آں گرسنہ چشم   کز سرِ بسترِ خود از پئے ناں برخیزد
اے خوشا حال کہ سوداز دہ ات روزِ نشور   از لحد نعرہ کناں جامہ دراں برخیزد
آتشِ عشق بدل ہر کہ بجوشد بہ سحر   ہمچو اژدر ز دہن شعلہ فشاں برخیزد
کشورِ دل چو شود تختگہِ شاہِ یقیں   لشکرِ شک برود فوج گماں برخیزد
آنکہ یکساں بودش ماضی و ہم مستقبل و حال   از سرِ سرمد و ہم دہر و زماں برخیزد

باقر از تلخیِ ایام نشستہ است حزیں
وقت این است کہ مسکیں ز میاں برخیزد

آمد گہے کہ آید و مہر و وفا کند   می بینمش کہ جور و ستم تا کجا کند ۱۱۰
طفل است از خرام قیامت بپا کند   تا بعد ازیں ز غمزہ و ابرو چہا کند
آوردم احتیاج بصد عجز بر درش   باشد ز لطف حاجتِ ما را روا کند
زاہد اگر بصومعہ بیند ادائے او   بیہش فتد ز پا و نمازش قضا کند
اکنوں کہ پا ز سیر فرو ماندہ خاطرم   خواہد کہ جا بکوئے تو چوں نقشِ پا کند
خواہد اگر بمسندِ جم جا دہد مرا   خواہد بساطِ کلبہ ام از بوریا کند

نشترِ شکن بقلب من آید نوائے عشق   کارم تمام مطربِ شیریں نوا کند
نازم بہ ارجمندیِ بختِ خودم کہ دوست   ما را برنگِ سایہ نہ از خود جدا کند
باید بہ ہر کسیکہ بجوید رضائے حق   خود را باو سپارد و محوِ رضا کند

اذنے بدہ کہ باقرِ مسکیں بپائے سر
بر درگہِ تو آید و بر تو دعا کند

کافرِ عشق تو اے کاش دلِ زار شود   تارِ زلفت بگلو رشتۂ زنار شود ۱۱۱
چشم بالا کنم و جلوۂ رویت بینم   تو بہ سرِ بام و مرا جا تہِ دیوار شود
گرد آں مہ چہ عجب گر بنشینند اغیار   دیدہ باشی کہ بچمن پہلوئے گل خار شود
امن از جملہ بلا ہا ز خدا میخواہم   غیر از عشق دگر ہیچ نہ آزار شود
کہنہ زخمِ دلِ من بہ نکند ہیچ دوا   خطِ سبز تو گر مرہمِ زنگار شود
ہفت دریا اگرش بر رخ و بر سر ریزند   طالعِ خفتہ محال است کہ بیدار شود
حرفِ باطل چہ خیال است کہ گوید حق گوے   گرچو منصور سرِ او بسرِ دار شود
چند ازیں درد بنالم کہ مرا نخلِ امید   سرو آسا نہ گہے با ثمر و بار شود
چشمۂ نوش بود لعلِ لبِ شیرینت   وہ زلالے کہ دوائے دلِ بیمار شود
بس خطرناک بود جادۂ عشقِ تو چناں   طے بہ بینیم ز من ایں وادیِ پُرخار شود
لذتِ می بچشی گر تو برنداں زاہد   رہنِ میخانہ ترا جبہ و دستار شود
دست بردار ز جور اے بتِ سنگیں دلِ من   چند ازیں تیشہ دلِ زارِ من افگار شود

بستہ ام رخت سفر جانب منزلگاہت استلامِ تو کنم بخت من ار یار شود
پرحذر باش از آنِ آہِ دم کہ مراد دل شب گرم رو سوے فلک آہ شرربار شود
ناتوانی اگر این است چگویم پس ازیں بر درت آمدنم آہ چہ دشوار شود
باقرؔ آزاد بود کے رسد آں وقت خوشے
کہ بدامِ سر زلفِ تو گرفتار شود

۱۱۲ زتیر فتنہ دلِ خود فگار نتواں کرد نگاہ شوق بہ روئے نگار نتواں کرد
بکیش عشق دل و جاں چہ قیمتے دارد بپائے یار کہ او را نثار نتواں کرد
بیار بادہ کہ ابر است دلکشا ساقی حذر ز بادہ بفصلِ بہار نتواں کرد
اگر بعشق تو مردم چہ جائے افسوس است دو دیدہ را بغم اشکبار نتواں کرد
ز دردِ عشق اگر سینہ شق شود چہ غم است تپ دروں بہ کسے آشکار نتواں کرد
ز سیر گلشن و گلہا چہ بشگفد دلِ من امالہ غمِ یار از بہار نتواں کرد
بیا بیا ز کجا میرسی بیا جاناں بہ بردر آ ز منِ خستہ عار نتواں کرد
فدائے شان تو اے خواجہ ام کہ گفت ترا زخیلِ غلاماں شمار نتواں کرد
توئی بپایۂ نعلیس خواجگاں باقرؔ
ترا ہراس ز روزِ شمار نتواں کرد

۱۱۳ در دل نبود جز بہ تمنائے محمدؐ لبریز سرِ ماست ز سودائے محمدؐ
خورشید غلامِ رخِ زیبائے محمدؐ طوبیٰ است بجاں بندۂ بالائے محمدؐ

سوءِ ادب است اینکہ کنم دعویٰ عشقش باشد چو خدا عاشق شیدائے محمدؐ
عیسیٰ بدہد جان و خضر نقدِ دل از کف بر غمزہ ہائے نرگس شہلائے محمدؐ
در عرض غرض پیش کسے لب نکشایم جز سرورِ خود حضرتِ والائے محمدؐ
از بہر شفائے منِ دلخستہ بود بس حرفے ز لب لعل شکر خائے محمدؐ
گردد چو خراماں ز رہِ ناز کنم من ایں دیدہ و دل فرش کفِ پائے محمدؐ
رفتم خرد و ہوش بتاراج نگاہش شد جان و دلِ من ہمہ یغمائے محمدؐ
گر دست دہد از مددِ بخت بلندت برگرد دلا گردِ سراپائے محمدؐ
زنجیر گسل شد دلِ دیوانۂ باقرؔ
در عشق تو اے زلفِ چلیپائے محمدؐ

۱۱۴ شب زینت آغوش من آں ماہ جبیں بود اقلیم نشاط و طرب زیر نگیں بود
فارغ شدہ عیش و نشاطِ دو جہانم تا دردِ و غمت در دلِ من گوشہ نشیں بود
——— و از نقش خیالم بدلم بود جز عشق تو دیدیم نہ آں بود نہ ایں بود
گفتم کہ بدرد و غمِ عشق تو بمردم گفتا چہ تواں کرد کہ تقدیر چنیں بود
——— دشنۂ عشقِ تو براندا ختت دل در صدفِ سینہ عجب درِ ثمیں بود
از ناز ز من حالِ شبِ ہجر چہ پرسی جاناں چہ بگویم کہ چناں بود و چنیں بود
——— آمدی و باز برفتی ہر ہر نفسِ من نفسِ بازپسیں بود
——— آں بارگہ و قصر بلندت

آخر نہ مقامِ تو ہمیں زیرِ زمیں بود

۱۱۵ —— دوریِ تو اے ستم ایجاد نماند   کشتۂ ہجرِ تو مرا حاجت جلاد نماند

ہر کجا گوش کنم شہرتِ عشقِ من و تست   قصۂ عاشقیِ شیریں و فرہاد نماند

بستۂ سلسلۂ زلفِ تو آں کیست کہ نیست   خالی از عشقِ تو یک بندہ و آزاد نماند

شکوہ کردم ز فراموشیِ او گفت کہ من   خواستم بس کہ ترا یاد کنم یاد نماند

خود کجا لطف کہ از خشم و عتابت اے شوخ   ہیچگاہے دلِ غمدیدۂ من شاد نماند

دم تصویرِ تو از غیرتِ حسنِ رویت   جنبشے در قلمِ مانی و بہزاد نماند

من بقربانِ تو از لطف بفرما نظرے

باقرِ خستہ کہ او لائقِ بیداد نماند

۱۱۶ حالِ دردِ دلِ من خلق کجا میداند   آنچہ بر من میگذرد دلبرِ تو خدا میداند

گر بیاید بسرم عیسیِ مریم چکند   بمن آرید کسے را کہ دوا میداند

چہ نویسم کہ بہ پیشِ تو بخواہد گفتن   شدتِ شوقِ مرا پیک صبا میداند

سخنم را بہ نہد معنیِ دیگر چہ عجب   نکتہ سنجیِ صنمِ نکتہ سرا میداند

گر بیاید سرِ بالیں دمِ نزعم چہ عجب   کشتنِ بیگنہاں آنکہ روا میداند

بوسہ چند بدہ زانکہ دلِ تشنہ لبم   لعلِ نوشیں ترا آبِ بقا میداند

ناخنِ لطف ترا عقدہ کشائیست شعار   بندہ ات شان ترا شانِ خدا میداند

زد بکارم گرہے بختِ زبونم یا شیخ

باقرِ خستہ ترا عقدہ کشا میداند

۱۱۷ چشم بد دور وجودت چمنے ساختہ اند   قامت و روئے ترا سرو و سمنے ساختہ اند

قامتت سرو و رخت گل لبِ لعلت غنچہ   ایں سر و پائے ترا خوش چمنے ساختہ اند

مطرب و ساقی و می صحبتِ رنداں ست بیا   اندریں جمع چہ خوش انجمنے ساختہ اند

مشک بیز است سرِ دامنِ صحرا کہ توئی   گوئیا در خمِ زلفت ختنے ساختہ اند

—— چند ز گلہا و سمن دوختہ اند   از پئے کشتۂ نازت کفنے ساختہ اند

عاشقاں واشدہ از جامۂ عریانیِ خود   بر تن از خاکِ درت پیرہنے ساختہ اند

از پئے شہرتِ حسنِ رخِ شیریں در دہر   ہمچو فرہاد بسر تیشہ زنے ساختہ اند

میزنی لاف ز اسلام چہ باقر کہ ترا

از پے مہر بتاں برہمنے ساختہ اند

۱۱۸ دل نہاں با تو بدادیم و ندانستیم   ننگ و ناموس مرا عشقِ تو برباد کند

تو ز حالِ دلِ من ہیچ نداری خبرے   دلِ ما ہست کہ ہر لحظہ ترا یاد کند

از کرم رنجہ قدم کردہ در خانۂ من

حق تعالیٰ ز کرم خانہ ات آباد کند

۱۱۹ آہے از دلِ غمگینم بروں ندہد   دودِ ایں آتشم بروں ندہد

پیشگاہِ رخت ز غیرتِ حسن   چشمِ خونناب نم بروں ندہد

تا درِ اشک نیست گوہرِ عفو   موجِ بحرِ کرم بروں ندہد

بے وجودِ حقیقتِ واجب
ممکنے را عدم بروں ندہد

آنچناں محوِ روئے تست دلم
کہ چو آئینہ دم بروں ندہد

گر بحبت کشند عاشق را
از درِ تو قدم بروں ندہد

دلِ عاشق غمِ محبت را
از بلا و ستم بروں ندہد

تا ندانند غیر در مکتوب
راز عشقت قلم بروں ندہد

گر رود نقد جاں رود لیکن
ممسک از کف درم بروں ندہد

دید صد نامہ ام مگر آں شوخ
رقمے از قلم بروں ندہد

از لبِ نوشش چوں چکد تریاق
افعیِ زلف سم بروں ندہد

ردیف ذال

1 زہرِ غمت در کام جاں چوں شیرہ ایجاں شد لذیذ
بیماریِ عشقت مرا در دل ز درماں شد لذیذ

از شوق جا دادم بدل پیکانِ خونخوارِ ترا
جاناں بکامِ ہمتم تکریمِ مہماں شد لذیذ

نظارۂ رخسارِ او خوش آیدم از سیرِ گل
از شہد و شکر بوسۂ آں لعلِ خنداں شد لذیذ

خو کردہ ام تا ایں چنیں بر تلخیِ ہجرانِ تو
چوں لالۂ نعماں مرا ایں داغِ حرماں شد لذیذ

زندہ میسازد دلِ عشاق طرزِ نطقِ او
از دمِ عیسیٰ سخن زاں لعلِ خنداں شد لذیذ

کے حزیں پیشت زند دم ہم چہ جائے عرفی است
باقر اشعارِ خوشت از شعرِ سلماں شد لذیذ

ردیف را

۱ گریہ شد کار دل از پستۂ خنداں تو دور　　روز غم زرد شد از سیب زنخدان تو دور
زہر غم ریخت بجاں غمزۂ شیریں کارت　　چشم بد جان من از نرگس فتان تو دور
جلوہ آراست گلے تازہ و شاخ سنبل　　چوں صبا کرد ز رخ زلف پریشان تو دور
تا اجل می نشود دست و گریبان با من　　نشود دست من از گوشۂ داماں تو دور
یوسفا رنج و بلا لازمۂ حسن افتاد　　نشود از تو گہے سیلیِ اخوان تو دور
قامتت سرو و رخت گل سر زلفت سنبل　　صرصرِ حادثہ باد از چمنستان تو دور

چیست تدبیر تو اے باقرِ دلخستہ کہ شد
پائے رفتار تو پے منزل جانان تو دور

۲ غیر حق ہر چہ بود اے دل شیدا بگذار　　خواہشِ روئے خوش و زلف چلیپا بگذار
دست از حرص کش و کنج قناعت بگزیں　　الفتِ مال و زر و دولت دنیا بگذار
بوریا فرش کن و کہنہ گلیمے در بر　　شو ز پشمینہ بروں اطلس و دیبا بگذار
در گریباں تامل سر فکرت در کش　　دیدہ بر بند ز ہر دید و تماشا بگذار
دیدۂ انجمن فرق بہ بیں خلوت جمع　　چشم بینا بکشا دیدۂ اعمیٰ بگذار

تا تواں راز محبت نتواں کرد عیاں　　ساز ضبطِ نفس و نالۂ شبہا بگذار

باقر از وسوسۂ غیر تہی کن دل را
از سرِ داعیہ برخیز و تمنا بگذار

۳ تو مولا سیّدی اشرف جہانگیر　　تو آقا سیّدی اشرف جہانگیر
فتادم بر درت دستے بدستم　　خدارا سیّدی اشرف جہانگیر
بسوئے من ز رحمت یک نگاہے　　بفرما سیّدی اشرف جہانگیر
ز ہر ہم مجلسے از رافت و مہر　　بیارا سیّدی اشرف جہانگیر
توئی آنجا معین و دستگیرم　　ہم اینجا سیّدی اشرف جہانگیر
منِ جاں دادہ را زندہ فرما　　مسیحا سیّدی اشرف جہانگیر
توئی حلال مشکلِ من　　تو بکشا سیّدی اشرف جہانگیر
بفرما سر فرازم بر سرِ من　　بنہ پا سیّدی اشرف جہانگیر
بفرما چشم کورم را ز رحمت　　تو بینا سیّدی اشرف جہانگیر
مرنج از من کنم گر بہر مطلب　　تقاضا سیّدی اشرف جہانگیر
ترا خوانم بہر دشت و بیاباں　　بصحرا سیّدی اشرف جہانگیر
نباشد چوں تو کس از خیل خوباں　　دل آرا سیّدی اشرف جہانگیر
بفرما دعوتم را از سرِ لطف　　پذیرا سیّدی اشرف جہانگیر
بگرداں دست شفقت بر سرِ من　　خدارا سیّدی اشرف جہانگیر

بود ذات و صفاتت شانِ رحمت   سراپا سیّدی اشرف جهانگیر

فشانم جاں بپایت گشته ام من   مهیّا سیّدی اشرف جهانگیر

شد از نورِ رخِ پاکت مدینه   کچھوچھ سیّدی اشرف جهانگیر

جمالِ روئے خود بکره به باقرؔ

تو بنما سیّدی اشرف جهانگیر

ردیف زا

یک نگه کردی و رفتی رفته از کارم هنوز   از نظر پنهاں شدی و محوِ دیدارم هنوز ۱

قیس را شد لنگ اسپِ ناله در صحرائے عشق   برق آسا گرم جولان است رهوارم هنوز

ناتوانی گرچه پے کرده است پائے رفتنم   در طریقِ عشقبازی گرم رفتارم هنوز

شدتِ دردِ دلِ شیدا تمامم کرد آه   دست بر دل میگذارد بدگمانِ یارم هنوز

گرچه واعظ میکند تلقینِ اسلامم بسے   سجدهٔ بت میکنم در بندِ زنارم هنوز

گرچه در عشقِ تو کردم خانمانِ خود خراب   لیک وصلت را بنقدِ جاں خریدارم هنوز

تو ز قیدِ دوستیِ خود رها کردی و من   در خمِ زلفِ چو زنجیرت گرفتارم هنوز

حاصلے باقرؔ نمیگردد ولے تخمِ امید

در زمینِ دل عبث از سادگی کارم هنوز

دل بسودائے تو بے تاب و توان است هنوز   بر درت همچو جرس گرم فغان است هنوز ۲

گرچه بر بسته میان از پئے طوفِ حرمم   لیک پیشِ نظرم روئے بتان است هنوز

شعلهٔ شوقِ تو هرچند چو شمعم بگداخت   راز عشق است که در سینه نهان است هنوز

خطِّ سبز ارچه بر آورد رخِ همچو گلشن   خندهٔ لعلِ لبش آفتِ جان است هنوز

واعظِ شہر ترا گرمی بازار نماند   معدنِ فیض درِ پیر مغان است ہنوز
برق آہ است کہ بسوزد دل سوداز دہ را   آتشِ نالہ ہماں شعلہ فشان است ہنوز
ناتوانیست کہ افسردہ دلِ زار از و   دلِ بیتاب بشوقِ تو طپان است ہنوز
پرتوِ ظلِّ صفاتت ہمہ جا جلوہ گر است   کنہ ذاتِ تو مگر سرِّ نہان است ہنوز

تو گذشتی ز سرِ عہد و ز پیمان خودت
باقرِ دل شدہ بر عہد ہمان است ہنوز

۳ خیز و کن زود وضو میرود ت وقت نماز   پائے رفتار تو لنگ و سفرت دُور دراز
لطف فرما و کرم کن بہ من اے بندہ نواز   بر درت ہست ز کونین مرا روئے نیاز
یاورم نیست کسے جز تو خدایا مددے   نیست کس مونس و دلسوز ندارم دمساز
خشم آلودہ نگہ را چو بسُویم انداخت   طایرِ دل شدہ ناگاہ شکارِ شہباز
عاشقِ روئے بتاں شو کہ بچشمِ عارف   جلوہ گر نورِ حقیقت شود از نورِ مجاز
بے نصیب است ز نظارۂ حسنِ رخِ دوست   آں سیہ دل کہ ندارد دل او سُوز و گداز
گر دہی بوسہ ز لعلِ لب نوشیں چہ شود   اے ہمہ شوخی و انداز سراپا ہمہ ناز
گاہ دستِ کرم از ما ننمودی کوتاہ   ماہ من باد ترا سلسلۂ زلف دراز
نیست یک جلوہ گرے غیر تو در ملک وجود   نبود ہیچ نظیرِ تو نداری انباز
چوں تواں داشت نہاں رازِ نہانِ عشقت   اشک گلرنگ و رخ زرد چو گردد غماز
اندریں راہ مزن گام کہ اے دل نہ رسی   منزلِ عشق بود پر خطر و دُور دراز

کس ندانست ورا سایۂ دیوار کجا است   کیست آنکس کہ بر در راہ بجلوہ نگہ ناز
ہست سُلطانیِ کونین بدستِ محمود   گر رسد یک نفسے در کف او زلف ایاز

آبروے خودش از کثرتِ عصیان خود ریخت
باقر امید بہ پیش تو چہ دارد اعزاز

۴ بس زبون و زار باشد بے تو احوالم ہنوز   در شبستانِ الم دور از تو میسنالم ہنوز
گفتہ بودی یک شبے با ناز آیم بر برت   زیں مسرت جان من بر خویش میبالم ہنوز
چوں کنم طولِ زمانِ روز فرقت را بیاں   میشود یک روز در ہجرِ تو یک سالم ہنوز
در قفس بے طاقتی شد مانعِ پروازِ من   سوختن صیاد میخواہد پر و بالم ہنوز

گرچہ باقر گشتہ ام از دام خطِ آورہا
دانہ آسا میفریبد دانہ خالم ہنوز

۵ سرم از عرش باشد بر تر امروز   کہ سودائے تو دارم در سر امروز
چساں نبود ز چشمم چشمۂ خوں   کہ مژگانش بدل زد نشتر امروز
کدامی فتنہ قد آمد لبِ بام   کہ در شہر است شورِ محشر امروز
نباشد چوں تو سفاکے دریں عہد   توئی تیغِ ستم را جوہر امروز
چناں طوفاں نمود اشکم کہ گردید   در و دیوار دیوار و در امروز
جبیں سودم بباب عشق از صدق   خرد را قفل بستم بر در امروز
نصیبِ اوست فردا جام کوثر   کسے شد مستِ عشقِ حیدر امروز

پے گم کردۂ راہِ طریقت   بجز اصدق نباشد رہبر امروز

توئی سلطان اقلیم معانی
ترا باقرؔ نباشد ہمسر امروز



ردیف سین

شد داغ دل خستہ برنگ پرطاؤس   از بس زند آں شوخ خدنگ پرطاؤس
مستانہ بدینسان ز طرب چوں نکند رقص   ہاں کشور حسن است بہ چنگ پرطاؤس
ہم چشمی داغِ دل سودا زدۂ من   ہرگز نکند دیدۂ تنگِ پرطاؤس
عشرت دہ صد جلوۂ باغ است بہارش   نازیم بدیں شوخیٔ رنگِ پرطاؤس

باقرؔ چہ بود گلشن کشمیر بہ چشمش
دید است ہر آنکس کہ فرنگِ پرطاؤس

عاشقِ روے تو ایم آخر زیارِ ما مپرس   ساکنِ کوئے تو ہستیم از دیارِ ما مپرس ۲
در تمنائیش ز دردِ انتظارِ ما مپرس   بے چراغِ روشن از شبہائے تارِ ما مپرس
بوسۂ لعلت بنقد جان تماید آرزو   از تمنائے دلِ امیدوارِ ما مپرس
شمع ساں از سر تا بپا از جلوۂ او سوختم   بوئے آتشناک او بنگر ز کارِ ما مپرس
روکش باغِ ارم باشد دلِ پر داغ ما   ہیچ از رنگیں بہارِ لالہ زارِ ما مپرس
شب براہِ انتظارش بکنفیں خوابش نبرد   حالِ زارِ دیدۂ اخترشناسِ ما مپرس

تو کریمی بادشاہا از کرمہایش ببخش

کردہ ہائے باقرِ عصیان شعارِ ما مپرس

۳ کن رحمتے واز عملم یا خدا مپرس | شرمندہ ام ز کردۂ خود از خطا مپرس

اے دل برفت ہر چہ از و ماجرا مپرس | با جور او بساز ز مہر و وفا مپرس

گر خود ترا بخلوت نازش گزار نیست | رازِ حریم یار ز بادِ صبا مپرس

گردن تواں نہاد بہ تیغِ جفائے او | با درد دل بساز ز دلبر دوا مپرس

دل بردۂ ز دست من اکنوں ز حال دل | از من فدائے ناز تو اے دلربا مپرس

از فرق کردہ سر برسیدم بکوئے یار | بگذشت بر سر آنچہ ز رنج و بلا مپرس

زہر آب غصہ ریخت بکامم نمود تلخ | عیشم چگونہ آں بتِ شیریں ادا مپرس

رقصاں بوجد و حال بہ بیں شیخ شہر را | با لحیۂ سفید و ز صدق و صفا مپرس

دی شب بہ انتظار قدومش دمید صبح | در شبِ فراق چگویم دلا مپرس

باقر خمش تو محرمِ رازِ دلم نۂ

خوں شد دلم چگونہ ز بہر خدا مپرس



ردیف شین

نظارہ یکے حور و ملک گر بکنندش | مشکل کہ بہر ناز و ادا دل ندہندش ۱

در چاہ زنخ گہ دل دیوانہ کند بند | گہ میکشد از ناز ز گیسو بکمندش

ہر لحظہ خیال قدر عنائے تو در دل | شوخے است پریزاد کہ در شیشہ کنندش

سر رشتۂ زلفت نگذارد دل عاشق | گر ہمچو سرِ طرۂ خوباں شکنندش

ایں فتنہ کہ دارد روش گردش گردوں | آموخت مگر شیوۂ جولان سمندش

باقر سرِ خود ساختہ وقفِ رہِ خوباں

تا در دم رفتن سر پائے بزنندش

بہ تغافل نظرِ لطف خود اے جان مفروش | یاد عشاق و وفا پیشہ بہ نسیان مفروش ۲

دارم اشکے کہ جہان است از و طوفانی | بمن اے ابر تو ایں دیدۂ گریان مفروش

جام حرماں زدہ ام وز تو تہی کاسہ ترم | داغ حسرت بمن اے لالۂ نعمان مفروش

نیست چوں جلوہ گہِ یار ترا خانۂ دل | زاہدِ خشک عبث سر بگریبان مفروش

زاہد از بادہ بود پیکرِ ما نورانی | پیش روشن گہراں گوہر عرفان مفروش

دل بتدبیر مبند آبروئے عشق مریز تیشہ بر زخم مزن درد بہ درماں مفروش
ہر لبِ زخم دلم از تو بود خنداں تر بمنِ خستہ توائے گل لبِ خنداں مفروش

بمرادِ تو بہایش ندہندت باقر
گوہر پاک دلِ خود بجیناں مفروش

۳ من و شوق روئے آں مہ کہ ندیدہ ام ہنوزش چہ بود مئے وصالش کہ نچشیدہ ام ہنوزش
تو فسانہ ام بگفتی ز کسے شنیدہ باشی تو بگو بگفت ہے ہے نشنیدہ ام ہنوزش
برہش چناں برفتم کہ بماند پائے رفتن بکجا است منزلِ او نرسیدہ ام ہنوزش
تو بیا بگفت با من کہ ز ربط ہجر باتو سر رشتہ کہ دارم نبریدہ ام ہنوزش

ز سرِ نیاز گفتم کہ غلام تست باقر
بہ چگونہ شد بگفتا نخریدہ ام ہنوزش

ردیف صاد

در عشق چو بسمل دل دیوانہ کند رقص در شعلہ چو افتاد بلے دانہ کند رقص ۱
در شوق بناگوش تو از جوش طربہا در بطنِ صدف گوہر یکدانہ کند رقص
یکرہ سوئے میخانہ گر از ناز برآئی مستانہ خم و بادہ و پیمانہ کند رقص
ہر جا ہمہ مستند بہ اندازۂ خود ہا بلبل بچمن چند بویرانہ کند رقص
آندم کہ بہ گلزار تو از ناز خرامی ہر سرو سہی بیخود و مستانہ کند رقص
یاد آیدم از گرد سرت گشتن خویشم برگرد رخِ شمع چو پروانہ کند رقص

باقر بیکے گردش آں نرگسِ جادو
زاہد بدر میکدہ رندانہ کند رقص



١ نه فروغِ رخِ شمس و قمری بود غرض — لمعهٔ رُوی توزین جلوه گری بود غرض
ریختم اشک پئے ناقه به آئینهٔ دل — مقدم محمل یار سفری بود غرض
ره سپردیم سُوئے کعبه و گه جانبِ دیر — جلوهٔ روئے توزین دربدری بود غرض
بر جمالِ تو نیفتاد مرا نور نظر — آه زین چشم مگر بے بصری بود غرض
بود مقصود حدیثِ تو شنیدن از سمع — دیدنِ روئے تو از دیدهٔ وی بود غرض
سوئے مسجد نکشد صبحگهم بهرِ نماز — بوئے زلفت ز نسیم سحری بود غرض
مژدهٔ وصل رسانذی بفدایت جانم — قاصدا از تو همین خوشخبری بود غرض
اشک و آه است کزان شهرهٔ عشقِ تو شدم — ورنه این راز کرا پرده داری بود غرض

کشتهٔ شوقِ تو بوده است بدل باقر را
کے تماشائے رخِ حور و پری بود غرض





١ نصیحتِ تو بود جمله از ریا واعظ — دلِ تو نیست به اخلاص آشنا واعظ
فتادهٔ زرهِ صدق و راستی بس دُور — کجا دلِ تو کجا جلوهٔ خدا واعظ
هنوز قشری و دم میزنی ز کُهنهٔ علوم — بذوقِ مغز نگردیده آشنا واعظ
زمن که ساکنِ میخانه ام چه میپرسی — که شیخِ شهر کجا ماند و کجا واعظ
کنی مطالعه گر آن رُخِ کتابی را — دهی ز جبّه و دستار رونما واعظ
نکرده اند چو قسمت ترا دلِ صافی — مباش غره برین ریش باصفا واعظ
حدیثِ رتبهٔ اهلِ کرم وظیفهٔ تست — بطرزِ خوب کنی عرضِ مدعا واعظ
فتادهٔ پئے قصرِ شاربِ رندان — دراز باد ترا ریش خوش نما واعظ
ز اجتهاد بر اعلامِ دین خطا گیری — تو رستگار نباشی ازین خطا واعظ
ز بابِ علم و عمل خود نگشتهٔ آگاه — براهِ دین که ترا کرد پیشوا واعظ
سرِ نیاز بخلوت نه بر زمین سائی — میانِ جمع بمنبر کنی دُعا واعظ

تو مگذر از حدِ خدمت به پیشِ او باقر
که رند وضع تو هستی و پارسا واعظ

ردیف غین

۱ یار دیرینه مرا از نظر انداخت دریغ   از وفا تاخت عنان و بجفا ساخت دریغ
راز عشق تو بدل بود نهان همچو شرر   اشک غماز مگر پرده برانداخت دریغ
زخمی تیر نگاه تو نگشتم گاهی   بر سرم دست قضا تیغ اجل آخت دریغ
مایهٔ عیش و نشاط دو جهان رفت بباد   لشکر غم طرف کشور دل تاخت دریغ
عقل بیچاره نهان بود پس پرده هنوز   عشق سفاک بجانها علم افراخت دریغ
ساخت با غیر و برید از من و پیمان شکست   با من آن جان جهان نرد دغا باخت دریغ
در حریمش چو بناگاه رسیدم باقر
حالت زار نپرسید و نشناخت دریغ

۲ جمال دوست ز تو ماند در حجاب دریغ   ز روی دوست نبرداشتی نقاب دریغ
ز تاب عشق نکردی جگر کباب دریغ   ز خون دل نکشیدی شراب ناب دریغ
نگشت هیچ گهی قسمت تو هشیاری   ز نوش بادهٔ غفلت شدی خراب دریغ
رسید جان ز جگر تشنگی بلب لیکن   نداد ساقی ما یک قدح شراب دریغ

اگرچه جلوهٔ حسن تو شد جهان افروز   بماند روی تو در پردهٔ نقاب دریغ
سحاب فیض ببارد ز آسمان شب و روز   تو قطره آب نخوردی ازین سحاب دریغ
جهان همه صدف سر عالم معنی است   تو زین صدف نکشیدی در خوش آب دریغ
فگنده ام دل خود را بر آتش عشقت   هنوز پخته نگردید این کباب دریغ
مدار زهد به کم خوارگی و بیداریست   تو بیخبر همه مصروف خورد و خواب دریغ
یکی بغور نه نگریستی بصفحهٔ دل   بماند محو دو چشمت به صد کتاب دریغ
بجان رسید چها زان نگاه سحر آمیز   ز دل شکیب ربود و ز دیده خواب دریغ
گذشت عمر و نه شد سرمه قسمت چشمم   ز گرد راه شهنشاه بوتراب دریغ
اسیر عشق رخ خود نموده باقر را
تو زلف خویش فگندی بپیچ و تاب دریغ

۳ کنند بخاطر جانان گذر دروغ دروغ   به آه و نالهٔ عاشق اثر دروغ دروغ
ز حال خستهٔ من پرسی از دلت بس دور   کنی ز لطف تو بر من نظر دروغ دروغ
تو سنگدل ز تو آید که در رگ جانم   ز نوک غمزه زنی نیشتر دروغ دروغ
ز سادگی به یقین دانم و تو هر روزی   دهی ز آمدن خود خبر دروغ دروغ
بخنده گفته فرستادهٔ که می آیم   بخانه ام تو شوی جلوه گر دروغ دروغ
ز راه عشق نگردم چه گوئی ای زاهد   مرد که هست درین ره خطر دروغ دروغ
پئے تو سبحه و سجاده بس بود زاهد   ز عشق دم مزن ای بیخبر دروغ دروغ

جواب نامه ز معشوق قاصدا معلوم   زنی چه دست به جیب و کمر دروغ دروغ
فدائے ناز تو جان و دلم بوقت طلب   چه حیله آوری از در و سر دروغ دروغ
درستیِ سخن و صدق وعده ات دانم   کنی ز وصل خودم بهره ور دروغ دروغ
به فرقتت به غم و رنج و غصه ساخته ام   مده ز آمدنِ خود خبر دروغ دروغ
بکنج فقر به تقدیر گشته ام قانع   من و محبت گنج و گهر دروغ دروغ
سخن درست بگویم به پیش جلوهٔ او   شعاع شمس و فروغِ قمر دروغ دروغ

فتاده است زپا باقر تو در راهت
رود ز کوئے تو جائے دگر دروغ دروغ

۴ میلے نکرد سوئے من آں ماهرو دریغ   از رخ کشیده پرده نشد روبرو دریغ
بهرِ نماز عشق نه کردم طهارتے   از آب دیده گرچه نمودم وضو دریغ
خلقے کنند عرض غرض پیش او مگر   آں محو ناز می نکند گفتگو دریغ
از تشنگی بمردم و ساقی به بزم می   ته جرعهٔ ز بخت مرا در گلو دریغ
از نقش پائے یار نصیبم نشد نشاں   ماندم تمام عمر دریں جستجو دریغ
بے حرمتی بود طلبِ آبرو ز غیر   از غیرِ حق کنی طلبِ آبرو دریغ
آمد پئے نماز به نعشم ولے ز غم   اشکے ز بخت آں صنمِ خنده رُو دریغ
دایم ستیزه میکندم و ز کرم یکے   مایل به آشتی نشد آں جنگجو دریغ
با من که بنده ام بکشا در حدیث لب   داری چرا به همچو منے گفتگو دریغ

باقر نه رفت داغِ سیه از جبین بخت
کردم ز آب دیده بسے شست شو دریغ

۵ کن یک شبے از روئ خود در خانه ام روشن چراغ   روئے کن در دامنم چوں در تهِ دامن چراغ
از درونش شب که میکردی نظر سوئے برون   بوده است از عارضت در خانهٔ روزن چراغ
میخرامیدی به بام امشب ز عکسِ روئے تو   بود روشن ماه من در کوچه و برزن چراغ
کشتهٔ نازِ تو من هستم شهیدِ غمزه ات   میبایدت آوردنم یک شب سرِ مدفن چراغ
دوست دشمن بنگرم از یک نظر از سادگی   میفروزم هر شبے در خانهٔ دشمن چراغ
شمع روئے او ایا نادیده گاهے کیں چنیں   می برآرد از سرِ دردے رگِ گردن چراغ
حالتے دارم شبِ هجرت که از سوزِ درون   بر سرِ تنهائیِ من میکند شیون چراغ
هست در آغوشِ من امشب مهِ من گرمِ ناز   میکند نظاره باشد قابلِ کشتن چراغ

سوخت دل چوں شمع باقر بر سیه بختیِ خود
در شبِ رحلت نشد روزی دمِ مردن چراغ

ردیف قاف

۱ عشق باشد منزلِ من میرسم از کوئے عشق   میرسد از ہر چمن اندر مشامم بوئے عشق
نورِ رخسارِ محبت شمع افروزِ دل است   رُوح را مستی فزاید نکہت گیسوئے عشق
گر بنقدِ جان بدست آید خوشا بختِ بلند   زندۂ جاوید سازد مردہ را داروئے عشق
میکند دریک نفس تسخیرِ ملکِ جان و دل   رشکِ سحرِ سامری باشد مگر جادوئے عشق
زہد را از دسیلی و سرپنجۂ تقوی شکست   من بلا گرداں زور و قوت بازوئے عشق
غازۂ روئے محبت ساختم خونِ جگر   شد سویدائے دلِ من وسمۂ ابروئے عشق

فارغ آمد باقرؔ از سیرِ ہمہ شہر و دیار
ہر کہ چوں مسکین دلِ من شد مقیمِ کوئے عشق

۲ قوامِ ملت و دیں حضرتِ قیامِ اصدق رح   نظامِ شرعِ متین حضرتِ قیامِ اصدق رح
بعارضِ شرفِ ابتلائے بینشِ حق   چہ طرفہ نورِ جبین حضرتِ قیامِ اصدق رح
نمود صانعِ قدرت بخاتمِ مہ و مہر   ستودہ نقشِ نگیں حضرتِ قیامِ اصدق رح
علاجِ درد علیلانِ علتِ عصیاں   دوائے قلبِ حزیں حضرتِ قیامِ اصدق رح

بروئے خاک چو بسمل طپیدہ ام تا رفت   باوجِ عرشِ بریں حضرتِ قیامِ اصدق رح

بباطنِ دلِ غمگیں باقرِؔ مسکیں
بود چو رُوح قرین حضرتِ قیامِ اصدق رح

۳ میرِ من است و پیرم حضرتِ قیامِ اصدق رح   من بندہ او امیرم حضرتِ قیامِ اصدق رح
ہستم ز ناتوانی چوں نقشِ پا فتادہ   باشد کہ دستگیرم حضرتِ قیامِ اصدق رح
از دشمنیِ اعدا باشد چہ خوف مارا   باشد دلا نصیرم حضرتِ قیامِ اصدق رح
شد جان و تن سراپا روشن ز نورِ رویش   در چشم و در ضمیرم حضرتِ قیامِ اصدق رح
در گلشنش چو بلبل ہر صبحدم بنالم   تا بشنود صفیرم حضرتِ قیامِ اصدق رح
نقشِ جمالِ رُویت چوں نقش در نگینے   گشتہ است دلپذیرم حضرتِ قیامِ اصدق رح
از لطف کن نگاہے سوئے منِ غریبے   مسکین دل و فقیرم حضرتِ قیامِ اصدق رح
از قیدِ حُزن و کربم از لطفِ خود رہا کن   در دستِ غم اسیرم حضرتِ قیامِ اصدق رح
رویت چگونہ بینم بے نور شد دو چشم   از لطف کن بصیرم حضرتِ قیامِ اصدق رح
من شاہِ ملکِ فقرم تاجِ من است کفشت   کوئیت بود سریرم حضرتِ قیامِ اصدق رح
از زیستن بہ تنگ ام بے روئے تو نخواہم   بر درگہت بمیرم حضرتِ قیامِ اصدق رح

کن از کرم نگاہے بر حالِ زار باقرؔ
دلخستہ و حقیرم حضرتِ قیامِ اصدق رح

۴ رحمے بمنِ شیدا یا پیر قیامِ اصدق رح   بر من نظرے فرما یا پیر قیامِ اصدق رح

اے من بفدائے تو از حال من مسکیں
تا کے نہ کنی پروا یا پیر قیام اصدق

ہستم بہ در فضیت استادہ بصد حسرت
ایں بستہ درت بکشا یا پیر قیام اصدق

دور از در پاک تو آوارہ بوم تا کے
در بادیہ و صحرا یا پیر قیام اصدق

از شور و فغان خود کردیم تماشا کن
حشرے بدرت برپا یا پیر قیام اصدق

ایں ہستی موہوم در ذات تو شد پنہاں
من قطرہ و تو دریا یا پیر قیام اصدق

امروز چو دستم شد در دست ولائے تو
مارا چہ غم فردا یا پیر قیام اصدق

از مدحت ذات تو آریم سخن گفتن
مارا چہ بود یارا یا پیر قیام اصدق

تو ساقی بزم آرا من جرعہ کش فضیت
یک ساغرے زاں مینا یا پیر قیام اصدق

از بہر من مسکیں جز تو نبود ہادی
در دنیا و در عقبیٰ یا پیر قیام اصدق

در علم خدادانی در معرفت و عرفان
کس چون تو نہ بود پیدا یا پیر قیام اصدق

بر یاد گل رویت چوں مرغ چمن باقر
فریاد کند شبہا یا پیر قیام اصدق

ردیف کاف

ثنایت بیش و گفتار من اندک
فزوں حسن تو دیدار من اندک ۱

بود باقی بہ بیں نقش سجودم
بکوئے تست آثار من اندک

خود از فرہاد و از مجنوں تو خود گو
بود گرمی بازار من اندک

چو دید احوال من گفتا ز حسرت
کہ خواہد زیست بیمار من اندک

غم و دردم بود در دہر بسیار
رفیق و یار و غمخوار من اندک

نیم شایان لطف او و لیکن
سرے دارد بمن یار من اندک

چہ غم باقر کہ از فضل کریم است
فزوں آسان و دشوار من اندک



۱ دارم دلے مگرچه دلے خوار و زار دل
سیماب وار مضطرب و بیقرار دل

زخمیِ دل و فگار دل و داغدار دل
غمگین دل و ملول دل و سوگوار دل

بیچاره دل ز آتشِ عشقِ تو پاک سوخت
خاکستریست شعله صفت یا شرار دل

هرچند دل بهدیه سپردم باو مگر
دل نیست هدیهٔ که پسندد نگار دل

بوده است گوهرے بگران مایگی عَلَم
در دورِ عشق روئے تو گردید خوار دل

اے سروِ من بیا که دریں موسمِ بهار
مانندِ ابر بے تو بود اشکبار دل

دربار چوں نه بود متاعے ز سیم و زر
بر راهِ مقدمِ تو نمودم نثار دل

بریادِ عارض و سرِ گیسوے پرخمت
در سینه میطپد همه لیل و نهار دل

هر لحظه میکشد طرفے دستِ وحشتم
یکجا بیک وتیره نه گیرد قرار دل

آخر ز دستِ عشق چو گل چاک چاک شد
پرورده شد چو غنچه عبث در کنار دل

درکوے عشق باختم آں دل که داشتم
گیرم کنوں مگر ز کسے مستعار دل

آهے کشد ز درد و گهے ناله از فراق
هاں رازِ عشق را نشنو و پرده دار دل

شد خاک در رهت سرِ بامِ توره نیافت
هرچند میپرد به هوا چوں غبار دل

حسنِ غیور اوست که گردد نه جلوه گر
از محوِ ماسوا شده آئینه وار دل

جنسے گراں بهاست بداں قدر و قیمتش
لعلے است شب چراغ و دُرِ شاهوار دل

جاناچه یک دلے که فتد گر بدستِ من
بر پاے نازکِ تو فشانم هزار دل

دستے بزد بدامنِ دنیا ولے نیافت
از کردهٔ خود است بسے شرمسار دل

باقر چه احتیاج بسیرِ چمن مرا
از داغهاے عشق چو شد لاله زار دل

از عکسِ رویت آئینه فصلِ بهاراں در بغل
از تارِ زلفت شانه را صد سنبلستاں در بغل ۲

از آهِ سوزاں سینه ام برقِ درخشاں در بغل
از داغِ هجرانت دلم خورشیدِ تاباں در بغل

ساقی بیا سوئے چمن جام و سبو را جلوه کن
ابرِ سیه آمد ببر بادِ بهاراں در بغل

چوں از بدی و نیکیم پرسند در روزِ جزا
از شرمِ عصیاں نامه را سازیم پنهاں در بغل

زاهد برو زیں رهگذر لافِ وصالِ او مزن
گیرد کجا هر بلهوس معشوقه آساں در بغل

آمد بعزمِ قتلِ من آں ترک با طرزِ عجب
تیر و کماں زیبِ کمر شمشیرِ عریاں در بغل

از دل چگویم ماجرا هردم کشد سوئے بلا
پیدا مرا شد از کجا ایں دشمنِ جاں در بغل

در عمر کے طاعت کند هشیار کے گردد کسے
عهدِ جوانی و جنوں پیری و نسیاں در بغل

از هر کتاب و علمها بیگانه ام اکنوں مگر
اوراقِ بابِ بیخودی هست از گلستاں در بغل

عمریست کز خود بیخبر همدوشِ حرماں مانده ام
صبحِ وطن دور از نظر شامِ غریباں در بغل

باقر دمِ پیریست ایں از جام و مینا درگذر

تسبیح زیبِ دست کن میدار قرآں در بغل

۳ سحر بباغ شدم تا کنم نظارهٔ گل — فزود وحشت من جیب پاره پارهٔ گل
بروں کشند ز باغش بکوچه و بازار — بگردنش است اگر طالع و ستارهٔ گل
چه تاب همسری روئے او بود گل را — که در مقابله اش نیست جز خسارهٔ گل
چه نسبت است برنگینی رخت گل را — به عارضِ تو غلط هست استعارهٔ گل
باوج باد به پرواز بال بلبل سوخت — پریده است ز گلشن مگر شرارهٔ گل
نه خط سبز بگردِ عذار جانانست — طراز سبزهٔ ریحانست بر کنارهٔ گل

چناں ز دیدن روئے تو آیدم سیری
نگشته است کسے سیر از نظارهٔ گل

۴ اے ماه لقا مهروشا حور شمائل — گردید دل و دیدهٔ من سوئے تو مائل
از شوق زنم بوسه من آں مصحف رو را — گر دست تواں گشت بزلفِ تو حمائل
اے من بفدایت چه بگویم که چه خوبی — خوش صورت و خوش سیرت و فرخنده خصائل
اے وائے بریں گوش که نشنید حدیثت — رویت چو ندیده است ازیں دیده چه حاصل
در کون و مکاں نیست بجز روئے تو دیگر — یک ذات تو حق است و گر غیر تو باطل

حسنت بکمال است تواں داد زکوٰتش
باقر بجنابِ تو گدا آمد و سائل

۵ نه دل چو غنچه نه چوں گل و باغ شد حاصل — همیں چو لاله بعشقِ تو داغ شد حاصل

ز زخمهائے نگاهِ تو شد بهارستان — مرا بسینهٔ خود سیر باغ شد حاصل
به آستان تو تا پا شکسته بنشستم — ز سیر کون و مکانم فراغ شد حاصل
بجستجوئے تو گم شد چنانکه چوں عنقا — مرا نه از دل شیدا سراغ شد حاصل
مرا ز دست تو در دور ساغرے ساقی — بسینه داغ بجائے ایاغ شد حاصل
کتاب خوش خط عارض بپوشش از انکه مرا — ز درس عشق تو اکنوں فراغ شد حاصل
ز عارض تو سیه خانه ام منور شد — زهے بکلبهٔ تارم چراغ شد حاصل

نصیحتم تو اگر نشنوی برو باقر
مرا ز پند تو شرطِ بلاغ شد حاصل

ردیف میم

۱ چو بر عزمِ طوافِ کعبۂ کویش میاں بستم … بداں ساں گرم رو گشتم کہ پائے آسماں بستم
عبث رنجیدہ از من بجانِ خویشتن اے جان … کہ من چشم از تماشائے حسینانِ جہاں بستم
درونِ خانۂ دل تا غمِ جانانہ ام جا کرد … بروئے خویشتن درہائے عیشِ جاوداں بستم
بجائے سبحۂ صد دانہ در عشقِ بتاں آخر … زنارِ زلف زنارے زگردوں تا میاں بستم
مبارک باد شوقِ کعبہ و طوفش بتو زاہد … کہ من از کعبہ احرامِ تماشائے بتاں بستم
ببازارِ غافلاں ہرگز نہ دیدم گوہرِ سودے … منِ کم مایہ رختِ خود جدا زیں کارواں بستم
زبس رازِ محبت زد بگوشِ سامعاں آتش … خموشی زیں بیاں کردم زباں زیں داستاں بستم
دلِ وحشی بجوش آمد بہ شوقِ کوچۂ جاناں … زمن اے دوستاں عشقے کہ دامن بر میاں بستم
بیادِ جلوۂ مستانۂ آں مہ جبیں باقر … شبِ فرقت لبِ خود را ز فریاد و فغاں بستم

۲ بدل چوں جان ہم آغوشی وصلت آرزو دارم … بچشمم جلوہ فرمائے و ہر سو جستجو دارم
ترا می بینم و خود را تماشا میکنم در تو … زروئے روشنت آئینہ گویا روبرو دارم
ززخمِ خنجرت باشد تنم رشکِ بہارستاں … نہ فکرِ مرہمے در دل نہ پروائے رفو دارم

حقیقت رس نہ واعظ عبث داری سرِ خشم … کجا با چوں تو بیمغزے دماغِ گفتگو دارم
ہمہ سود و زیاں را از خدا وابستہ ام باقر … ز لطفِ دوست امیدے نہ بیمے از عدو دارم

از درد دل بنالہ زنی ہمنوا ترم … با چشم تر ز دامن ابر آشنا ترم ۳
اے سرو نازنیں بہ نیازم کہ از خلوص … از جملہ عاشقاں بدرت جبہ سا ترم
زیبا است جلوۂ تو بنازد بخود کہ من … از حسن شاہدانِ جہاں دلربا ترم
سوزِ محبت است بدل چوں شرر نہاں … از آب دیدہ گرچہ برنگِ حنا ترم
در عشق کردہ است بیکتائیم علم … بارِ غمت کہ کرد ز زلفت دوتا ترم
گفتم چو با صبا بر از من باو پیام … گفتا کہ از تو خود برِ او نارسا ترم
چندانکہ خواستم کہ شوم ہمقریں دوست … باقر فگند چرخ ز بزمش جدا ترم

یاد آں عہدے کہ طبعِ شادمانے داشتیم … خاطرے دور از غمِ نامہربانے داشتیم ۴
ہست سودا ایں کہ مارا کرد بے نام و نشان … ورنہ ما ہم پیش ازیں نام و نشانے داشتیم
بر گل اے بلبل چہ مینازی کہ ما ہم چند روز … تکیہ بر بازوئے یارے مہربانے داشتیم
جلوۂ حسنِ تو زد مہر خموشی بر دہاں … ورنہ از ہجرِ تو صد شرح و بیانے داشتیم
ما ہمی کردیم صرفِ سجدۂ کوئے کسے … خود اگر چوں خضر عمرِ جاودانے داشتیم
ضبط آہِ آتشیں در سینہ میکردیم چوں … آتشِ عشقت بجانِ ناتوانے داشتیم

باقر آں مه نشمرد از بندگانِ خویش و ما
برجبیں از سجدهٔ کویش نشانے داشتیم

۵ پریشاں گرد شوقم سر بصحرا دادهٔ عشقم — بهر شهر و دیارے میرسم بر جادهٔ عشقم
بغیر از نغمهٔ مستانه نتواں گوش کرد از من — نه از ویرانهٔ عقلم گلستاں[1] زادهٔ عشقم
برو ناصح ز پیشِ من مکن ایں ژاژخائی ها — به پندت دل چساں بدهم که من دلدادهٔ عشقم
نیم آگه ز حرف عقل و نقشِ لوح دانائی — سیه مستِ می شوقم خراب بادهٔ عشقم
فدائے نامِ جاناں کردم اسبابِ تعلق را — قلندر مشربم مستانه ام آزادهٔ عشقم
بکوئے عشق باقر هیچگاهے نے ز خود رفتم
برنگ کاه سوئے خود کشد بیجادهٔ[2] عشقم

۶ بگوشِ جاں رسد بانگ الستم — بذوقِ لذتِ ایں باده مستم
بزودش وارهانم چوں تو خود گو — که در افتاد دامانت بدستم
ز وحشت داشت مرغ دل پریدن — بزنجیرِ سرِ زلفِ تو بستم
بپایش سر نهم همچوں صراحی — که تا ساغر دهد ساقی بدستم
مرنج از من اگر گرمِ نیازم — که آخر بندهٔ نازِ تو هستم
ز پا افتاده ام بر آستانت — بده بهرِ خدا دستے بدستم
امامِ شهر خواند کافرم زان — که شاهد باز و رند و می پرستم
ز تابِ سنبلت در پیچ و تابم — ز رنگ لاله ات در خوں نشستم

[1] گلستاں زاده بمعنی گل و سبزه (بهار عجم) ۱۲ [2] بمعنی کاه ربا ۱۲

بخواجه اصدق از باقر بگوئید
که من چشم و دل از غیر تو بستم

۷ صبح هدایت روئے محمد صلی الله علیه وسلم
شام سعادت موئے محمد صلی الله علیه وسلم
داروئے عیسیٰ نفع نه بخشد شربت خضری سود نه آرد
زنده شوم از بوئے محمد صلی الله علیه وسلم
فتنهٔ دوراں آفت جانے گلشن جان سرو روانے
نخلِ قدِ دلجوئے محمد صلی الله علیه وسلم
کرده اسیرِ حلقهٔ گیسو طائرِ جانِ هر دو جهاں را
تار نفسها موئے محمد صلی الله علیه وسلم
روز قیامت لطف عمیمش دیده بباشد اهل جهاں را
چشم ترصد سوئے محمد صلی الله علیه وسلم
جن و بشر ها حور و ملک ها مانده بصد جاں گرم سجودش
قبلهٔ جانها کوئے محمد صلی الله علیه وسلم
تیرِ قضا را هیچ کمانے نیست و نباشد هیچ زمانے
خنجر خم ابروئے محمد صلی الله علیه وسلم
باقر خود را بار خدایا قبل ز وقتِ خاک شدنها

ساز غبارِ کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۸ دل بدرد آمده فریاد کنم یا نکنم
پیش تو شکوۂ بیداد کنم یا نکنم

وعدۂ وصل ز دلدار رساندی قاصد
دل ازیں مژده بگو شاد کنم یا نکنم

گرچہ ہجر است گراں حسرت دیدن با قیمت
سر تہِ خنجرِ جلاد کنم یا نکنم

من بیادِ تو و نسیان تو ہستم خرسند
چند پرسی کہ ترا یاد کنم یا نکنم

من بقربان ادایت چہ دہی فرمانم
عرضِ حالِ دل ناشاد کنم یا نکنم

از پے کشتنِ من چیست رضایش باقرؔ
سر تہِ خنجرِ جلاد کنم یا نکنم

۹ کشتم جامِ محبت مشربِ رندانہ دارم
ز دل یا ہو برآرم نعرہ مستانہ دارم

دریں دلقِ گدائی شوکتِ شاہانہ دارم
علم بر آسماں از ہمتِ مردانہ دارم

گہے چینِ جبیں دشنام گاہے گاہ بدگفتن
عجب نازک مزاجے تندخو جانانہ دارم

ملاف از عشق پیشِ من کہ من ہم چوں تو اے مجنوں
بعشقِ بے وفا یارے دلِ دیوانہ دارم

شرابِ عشق مینوشم بذوقِ آں سیہ مستم
کجا چوں دیگراں شوقِ می و میخانہ دارم

نباشد بے سند عشقم ز دیوانخانہ جاناں
مزین کردہ از مہر و نشاں پروانہ دارم

بعالم قصہ فرہاد و مجنوں شہرتے دارد
زمن گر بشنوی من ہم عجب افسانہ دارم

بیا و جلوہ کن اینجا فدائے پردہ ات جانم
درونِ سینہ از دل طرفہ خلوتخانہ دارم

بیا جانا باغوشم کنم مشاطگیِ تو
برائے زلفِ شبرنگت ز مژگاں شانہ دارم

بیاید ماه من امشب درونِ خانہ ام باقرؔ
تعالی اللہ عجب رشکِ جناں کاشانہ دارم

ازچہ رو شمع صفت دیدۂ گریاں دارم
یعنی چوں گل ہوسِ آں لبِ خنداں دارم ۱۰

آفتابی رخ او ہست دلیلِ روشن
من اگر مذہبِ خورشید پرستاں دارم

گر چنیں غیرتِ گلہاست ترا نکہت و رنگ
من چو گلہا نہ چرا چاک گریباں دارم

نیست غم نیست بکاشانہ اگر شمع و چراغ
کہ من از نورِ رخش شمع شبستاں دارم

زاہدا سجدۂ حق از من مسکیں مطلب
کہ بتے دشمن دیں غارت ایماں دارم

دیدنِ رنگِ رخِ تست بہ گلہا مقصود
من نہ بیہودہ سرِ سیرِ گلستاں دارم

گفتمش یک غزلے گوش کن از من باقرؔ
گفت خامش کہ بسے چوں تو غزلخواں دارم

اے گنج مخفیم ز ظہورِ تو سوختم
غیبت نشاں من ز حضورِ تو سوختم ۱۱

یکرہ نہ ہمچو شمع ببالینم آمدی
سرگرمِ نازِ من ز غرورِ تو سوختم

موسی بسوخت از شررِ سنگ طور و من
اے شمعِ بزمِ حسن ز نورِ تو سوختم

ما محوِ جلوۂ رخِ جانانۂ خودیم
واعظ برو ز مژدۂ حورِ تو سوختم

خاموش ماندہ بود بشبہا چراغ دل
ایں شمع را ز شعلۂ نورِ تو سوختم

تابد نہ جلوۂ تو بہ آئینۂ دلم
اے شعلہ رو ز حسنِ غیورِ تو سوختم

از عرش بام او چہ بدیر آمدی بمن
اے قاصدِ صبا ز مرورِ تو سوختم

باقر بہ طاعتِ تو چو بوئے خلوص نیست
از طاعتِ تو ہیچو فجورِ تو سوختم

۱۲ سرِ سودائے خوں بالا دلِ شیدائے خود دارم
بروئے مشتری شرم از زبوں کالائے خود دارم
زسیرِ لالہ زار افتادہ ام فارغ کہ ای ہمدم
بہارِ تازہ از داغِ چمن پیرائے خود دارم
بہجرش میدہم جاں و زاحوالم نمی پرسد
شکایتہا ز خوئے یارِ بے پروائے خود دارم
دہد سیلِ حوادث جنبشم لیکن بحمداللہ
کہ پائے استقامت روز و شب برجائے خود دارم
کنم ہرچند ضبطِ خویش باقر لیک نتوانم
کہ رازِ عشقِ پنہاں در دلِ شیدائے خود دارم

۱۳ بر شمعِ عارضِ تو چو پروانہ سوختم
از برقِ جلوۂ تو کلیمانہ سوختم
صیاد بے گناہ اسیرم نمودہ بود
تارِ قفس ز آہِ غریبانہ سوختم
ناکردہ طاعتے ز ثوابم کجا امید
از حشر منم مپرس کہ ماوانہ سوختم
پروانہ سوخت از نفسِ گرمِ شمع و ما
باقر ز سردمہریِ جانانہ سوختم

۱۴ شرابِ لالہ رنگ و ساقیِ گلفام میخواہم
ز چشم و لعلِ نوشش شکر و بادام میخواہم
شبِ مہتاب و روئے آب و دورِ جام میخواہم
نگارِ سیم اندامے و طرفِ بام میخواہم
دلے دارم ز تیغِ انتظارِ مقدمش پرخوں
نگاہے زاں دو چشمِ مستِ خوں آشام میخواہم
مگر در گوشۂ مرقد شوم ہمدوش ایں مطلب
ز بے تابیِ دردِ دل دمے آرام میخواہم

ز شہرِ یار می آئی خدارا مژدۂ قاصد
ز وصلِ آں بتِ مہوش ز تو پیغام میخواہم
طفیلِ مقبلانِ خود بفریادم برس یارب
نجات از دستِ جورِ نفسِ نافرجام میخواہم
نسازد با دماغم نکہتِ دشتِ ختن یارب
نسیمے زاں سرِ گیسوئے عنبر فام میخواہم
شدہ ام قید در خلوت اسیرِ گوشۂ عزلت
فراغے خاطرے از فتنۂ ایام میخواہم
بصد الحاح و صد زاری ز درگاہِ خدا باقر
وصولِ مدعائے ایں دلِ ناکام میخواہم

۱۵ فارغ از کشمکشِ زحمتِ تدبیر شدیم
تا بکارِ دلِ خود قانعِ تقدیر شدیم
چوں بہ پیشِ نظرم صورتِ جاناں آمد
محوِ حیرت ہمہ تن صورتِ تصویر شدیم
عقد از کارِ دلِ ما کہ کشاید ہیہات
بستۂ حلقۂ آں زلفِ گرہ گیر شدیم
لبِ شکر شکنِ یار چو آمد بہ سخن
بیخود و شیفتۂ لذتِ تقریر شدیم
تا درونِ دلِ بے رحمِ تو سازد اثرے
گرمِ آہِ سحر و نالۂ شبگیر شدیم
جنبش از جا نبود چوں صفتِ نقشِ قدم
در سرِ کوچۂ دلدار زمیں گیر شدیم
ساخت ما را بہ جوانی بغمِ عشق خراب
کشتۂ تیغِ جفائے فلکِ پیر شدیم
ما غریبیم و تبہ کار خدایا رحمے
بامیدِ کرمت موردِ تقصیر شدیم
محوِ دیدارِ تو تا حشر بباشیم اگر
نتواں گفت کہ از دیدنِ تو سیر شدیم
چوں پئے فاتحہ آمد سرِ مرقد بہ لحد
باقر استادہ بپا از سرِ توقیر شدیم

۱۶ دریں دو روزِ سرائے جہان وطن چہ کنم — نظارۂ گل و سُنبل دریں چمن چہ کنم
برنگِ گل نکشاید گہے بحرف جواب — سوال بوسہ ازاں غنچۂ دہن چہ کنم
صبا بیار بمن نکہتے ازاں گیسو — نسیم گل چہ کنم نافۂ ختن چہ کنم
برہنگی است لباسم شعارِ من عشق است — چہ احتیاج بدستار و پیرہن چہ کنم
برائے مغفرتِ من بس است شجرۂ پیر — بجامۂ حرمِ محترم کفن چہ کنم
زبس گناہ سیاہ است نامۂ اعمال — دعا بدرگہِ غفار ذوالمنن چہ کنم
تو سُوئے کعبہ کشی آں صنم بجانب دیر — دریں خصوص بگو زاہدا کہ من چہ کنم
بہ بحر عشق فتادم و لے ندانستم — کہ ایں محیط بسے ہست شعلہ زن چہ کنم
تو نازنین جہانی بپائے نازکِ تو — دُرِ سرشک فشانم دُرِ عدن چہ کنم
چساں ز رقص و مستی کنم کہ از نسیم — رسد بگوشِ صدائے تنن تنن چہ کنم
حدیثِ گلشنِ روئے تو ام بتکرار است — حکایتِ گل و نسرین و نسترن چہ کنم
برو کہ پند تو واعظ نمی کند اثرے — بترکِ عشق بگوئے بتو سخن چہ کنم
بہ شوقِ لعلِ لبش جاں ہمیدہم باقر
اگر نہ بنگرد آں عیسیِ زمن چہ کنم

۱۷ دردا کہ عمر در رہِ باطل گذاشتیم — دل را زبس بغیرِ تو مائل گذاشتیم
ما یادگارِ خود ز طپیدن بوقتِ ذبح — از داغِ خون بدامنِ قاتل گذاشتیم
طے کردہ ایم راہ تو تنہا بپائے سر — ما ہمرہیِ راکب و راجل گذاشتیم

تا دل بہ بحرِ عشق فگندیم نفس را — چوں کشتیِ شکستہ بساحل گذاشتیم
اے خضرِ رہ بیا کہ غلط کردہ ایم راہ — کج میرویم و جانبِ منزل گذاشتیم
فارغ شدیم ما ز تماشائے روئے تو — تا عکسِ تو درِ آئینۂ دل گذاشتیم
منعم اگر خزانہ بہ بخشید و سیم و زر — ما نقدِ دل بدامنِ سائل گذاشتیم
باقر بہ فیضِ حضرتِ غالب کہ در سخن
ما داغِ رشک در دلِ بیدل گذاشتیم

۱۸ بسوئے کعبۂ کوئے تو بیقرار روم — کنم طوافِ حرمیت ز اختیار روم
برنگِ برق بسویت رواں شوم بیتاب — بساں ابر بکوئے تو اشکبار روم
بگو نہ گونہ عقوبت جہنم سوزد — اگر بجنت رضواں ز کوئے یار روم
ز برقِ جلوۂ آں روئے آتشیں سوزم — ز تاب و طاقت ازاں زلف تابدار روم
بسوئے جلوہ گہ آں نگارِ سیمیں تن — ببوئے نافۂ آں زلفِ مشکبار روم
اگرچہ خاکِ رہم لیکن از مروت دُور — کہ سینہ چاک و ز کوئے تو دلفگار روم
غبارِ رہ بہ تمنا شدم دریں پیری — کہ در رکابِ تو اے طفلِ نے سوار روم
دل است خوں بہ تمنائے روضۂ خواجہ — خوش آں دمیکہ بہ اجمیر از بہار روم
بیار ساغرِ می ساقیا کہ من با تو — بہ صحنِ باغ دریں موسمِ بہار روم
بگلشنم نہ کشد دل بشوقِ لالہ و گل — مگر بہ صوتِ خوشِ قمری و ہزار روم
بقیدِ نفس گرفتار ماندہ ام باقر

بروں چگونه ازیں آهنی حصار روم

19 به شهرِ آں پری رخسار بر تختِ هوا رفتم
سلیمانم پئے بلقیس در ملکِ سبا رفتم

سرِ تسلیم خم کردم رضاجوئیت بجاں گشتم
ز قیدِ کامِ دل افتم بروں از مدعا رفتم

براهش پا ز سر کردم بکوئے او گزر کردم
بروئے او نظر کردم عجب بودم کجا رفتم

ز دل نقشِ دوی شستم دوی محوِ یکے دیدم
فنا در ذاتِ او گشتم ز یادِ ما سوا رفتم

گهے چیں بر جبیں گردی تبسم زیرِ گه باشی
فدایت جانِ من از جان ازیں ناز و ادا رفتم

بوقتِ جلوهٔ رویش چناں رفتم ز خود باقر
که بند از گفتگو لب شد ز عرضِ مدعا رفتم

20 دیدهٔ آماجگهِ تیرِ نظر ساخته ام
سینه از بهرِ خدنگِ تو سپر ساخته ام

بسکه از گرمیِ عشقِ تو شدم زار و نزار
از سراپائے تو با موئے کمر ساخته ام

دیدنِ سیر نبوده است حدِ همچو منے
از تماشائے تو با یک دو نظر ساخته ام

حرمتِ مقدمِ من دارد بر خود بنشاں
بعدِ یک عمر بکوئے تو گذر ساخته ام

نارسا بوده ام از بس ز سبکروحیِ خود
بهرِ پرواز لبِ بامِ تو پر ساخته ام

از خدا هست امیدم که بمقصود رسم
سوئے منزلگهِ معشوق سفر ساخته ام

من فدائے نگهِ فیضِ تو گردم یا شیخ
که مسِ خویش ز اکسیرِ تو زر ساخته ام

باقر ایں طرفه غزل را به تامل بنگر
صورت و معنیش از لعل و گهر ساخته ام

بدرسگاهِ محبت دلا سبق خوانم
اگرچه پیر شدم طفلِ ایں دبستانم

ز بیقراریِ عشقت چناں شدم که کنوں
نمانده است بجز مرگ هیچ درمانم

ز وصلِ دوست پیامے که قاصدا اکنوں
ز حد گذشت بروں اشتیاقِ جانانم

طراوتِ چمنِ فیضِ حشمت افزوں باد
که مستِ نکهتِ گلهائے ایں گلستانم

اسیرِ سلسلهٔ زلفِ آں پریزادم
هلاکِ شیوهٔ نازِ ویم چه انسانم

حدیثِ عذر به پیشت نیایدم بر لب
نمود کردهٔ خود آنچناں پشیمانم

بغیرِ رحمتِ تو چوں شود سبکدوشی
خمیده قامتِ من کرد بارِ عصیانم

ز چشمِ لطف خدایا بسوئے من نظرے
که سرفگنده و شرمندهٔ گناهانم

ز غمِ گناه زنده نشترم بدل هر چند
خوشم بایں که مگر بندهٔ مسلمانم

مریدِ حضرتِ عشقم بخود همی نازم
که حبِّ آلِ عبا هست دین و ایمانم

بخلق کوسِ سخندانیم بلند صدا است
چه حاجت است که گویم که من سخندانم

برو به سیرِ گلستانِ بے خزاں باقر
گرفته است دل از سیرِ ایں گلستانم

22 جام در کف در بغل آں ماه پیکر داشتم
در شبستاں شمع از رخسارِ دلبر داشتم

در تماشائے چمن دامن کشاں رفتم ز سرو
بسکه شوقِ آں قدِ رشکِ صنوبر داشتم

دی رقیب از دور باشِ من نهیبت خورد و رفت
بسکه از آه و فغان و ناله لشکر داشتم

بود شب آں فردوس شانِ من که رضواں بر درش رشک
در چمن زارِ حریمِ دوست بستر داشتم

خضر اگر از حلقۂ من رہبری خواہد چہ دور   ہمچو اصحٰبِ حق ہادیِ خود پیر رہبر داشتم
نافۂ مشکِ ختن گویا کفِ دستِ من است   بسکہ شب در دستِ آن زلفِ معنبر داشتم

بود باقر دی شبِ من در تجلی ہمچو روز
در بغل آن شاہدِ خورشید منظر داشتم

۲۳ بہ بوئے کاکلت مستانہ چوں بوئے صبا رفتم   رہا کردم ز سر دستار و از بندِ قبا رفتم
ز بس بر بود بیتابی عنانِ اختیار از من   ببویش شد رہا قاصد من او را از قفا رفتم
ز بس کردہ است شوقِ او سبکروحم نسیم آسا   چو بوئے گل بکوئے یار بر دوشِ صبا رفتم
مرا در دیست جانفرسا کہ درمانش نمیدانی   معالج از سرم برخیز کز فکرِ دوا رفتم
رہِ تسلیم بسپردم بدل محو رضا گشتم   ز کامِ دل رہا گشتم ز حرفِ مدعا رفتم
تو عہدِ خویش بشکستی ز راہِ مہر برگشتی   منِ مسکیں ہماں پیوستہ در راہِ وفا رفتم
بدم گفتی تو خود از ناز و خود رنجیدۂ از من   بیا جانا کرم فرما کہ من از مامضیٰ رفتم
بہ یثرب تا ختم آخر ز ہندستاں بحمد اللہ   کہ از دامِ بلا برجستہ در دار الشفا رفتم

ملول از شکوۂ اغیار پیشِ او نیم باقر
گزشتم از سرِ ایں قصہ و زیں ماجرا رفتم

۲۴ بدل زد نشترے تا غمزۂ آں چشمِ فتانم   سحاب آسا گہر بار است ہر رگہائے مژگانم
نشد وا غنچۂ دل از تماشائے گلستانم   چہ باشد آہ تدبیرم چہ سازم سخت حیرانم
برنگِ شمع امشب جلوہ فرما گشت جانانم   بلائے دین و ایمانم بہ شوخی آفتِ جانم

ز دردِ انتظارش بر لب آمد ناتواں جانم   تو ای عیسی بقربانت بفرما چیست درمانم
اگر خواہی ہلاکم کن وگر خواہی بکش در بر   کہ من از جان و دل جانا ترا در خط فرمانم
من و ذکرِ تو بر لبہا دلم سوزیت توئی جانا   کہ محوم ساختی از دل نمودی فقفِ نسیانم
دہم در بندگی خود را بہا یک بوسہ میخواہم   خریدن میتواں جانا کہ جنسے خوب ارزانم
بدستِ نفسِ نافرماں گرفتارم معاذ اللہ   چہ باشد آہ درمانم مریضِ دردِ عصیانم

حیاتِ جاوداں بخشد مرا یک بوسہ زاں باقر
کہ جاں دارو بود شیرینیِ لبہائے جانانم

خوش آنکہ بجاں طالب دیدارِ تو باشم   در سلسلۂ عشق گرفتارِ تو باشم ۲۵
چوں زلفِ سیاہِ تو سیہ روز و پریشاں   چوں نرگس بیمارِ تو بیمارِ تو باشم
باشم ز مقیمانِ سراپردۂ نازت   ہمراز تو و محرمِ اسرارِ تو باشم
افتادہ و وا کردہ نظر سوئے در و بام   چوں نقشِ قدم در پسِ دیوارِ تو باشم
چشمم بر خت باشد و گوشم بہ حدیثت   محوِ طرب از صورت و گفتارِ تو باشم
سرخوش کنندم چاشنیِ شربتِ دیدار   پامالِ خرامت دمِ رفتارِ تو باشم
خاکِ درِ تو بر سرِ من افسرِ شاہی است   سلطانم اگر بندۂ سرکارِ تو باشم

گفتم کہ جفا تا بکجا گفت کہ باقر
باللہ پس ازیں مونس و غمخوارِ تو باشم

بیا کہ زخمیِ شمشیرِ انتظارِ تو ایم   قرار و صبر و سکوں رفت بیقرارِ تو ایم ۲۶

بدرو عشق ز جاں رفتہ سوگوار توایم
اسیر حلقۂ گیسوئے تابدار توایم

نمی رویم بسیرِ چمن کہ خوش نکنیم
بہار گل کہ تماشائیِ بہار توایم

بہار غنچہ و گل خوش نہ آیدم بدماغ
کہ عندلیب بہار گلِ عذار توایم

شمیم نافۂ چنیں خوش نیایدم بدماغ
کہ مست نکہت گیسوئے مشکبار توایم

بیا و از دم جاں بخش زندہ کن مارا
کہ کشتۂ دم شمشیر انتظار توایم

ازاں دو قطرہ زلالے کہ تر دماغ شویم
کہ تشنہ کام مئی لعل خوشگوار توایم

ترانۂ غزلِ تازہ ساز کن باقر
کہ گوش بر سخنِ نغز آبدارِ توایم

۲۷ جز نام تو چیزے دگرے یاد ندارم
در سجہ بجز ذکر تو اوراد ندارم

خاموشیم از نالہ نہ از قوت ضبط است
از ضعف مگر طاقت فریاد ندارم

جز جلوۂ حسنت نبود ہیچ بچشمم
غیر از غمِ تو در دل ناشاد ندارم

گر مہر کنی خانہ ات آباد کہ جہاست
در جور کنی شکوۂ بیداد ندارم

در دیدہ و دل صورت رخسار تو پیداست
نقشِ تو کشد حاجتِ بہزاد ندارم

در لوح دماغم نبود غیر خیالت
در شیشۂ دل جز تو پریزاد ندارم

معشوقۂ من رو نکند جز بسوے من
من شرکت معشوق چو فرہاد ندارم

در حلقۂ می زلہ بر پیر مغانم
من بندگیِ خدمت زہاد ندارم

از دست خودم کش کہ تمنائے من این است
گردن کہ تہہ خنجرِ جلاد ندارم

از نرگس فتان تو شد وقف خرابے
ویراست کہ من ملک دل آباد ندارم

چوں من نبود کس بجہاں کافر مشرب
گر عشق بآں حسن خداداد ندارم

تا چند جفا بر سر مہر آے کہ اکنوں
من تاب جفاے ستم ایجاد ندارم

قاصد چو ز باقر برسانید سلامے
فرمود کہ او کیست بگو یاد ندارم

۲۸ نصیبِ ماست در راہش فغان و جانفشانی ہم
برو نازو ادا ختم است و طرزِ دلستانی ہم

ہمیں خواہم بصد جاں بوسہ از لعلِ شکر خایت
نخواہم دارو ئے عیسیٰ و آبِ زندگانی ہم

مرا واسوخت جان و دل بہجرِ آتشیں رویت
شرارِ نالۂ آتش فشاں سوزِ نہانی ہم

ندانستم کہ عشقِ تو بلائے جاں بود آخر
زدل صبر و سکوں بربود و لطفِ زندگانی ہم

بگردوں برق بر بود از دلِ من طرزِ بیتابی
ز آہ و نالۂ من شیوۂ آتش فشانی ہم

بقربانِ تو جانم ساقیِ گلگوں عذارِ من
بدہ یک بوسۂ لعلت شرابِ ارغوانی ہم

نباشد خواہشِ رضوان و شوقِ حور و غلمانم
بوصلت از خدا خواہیم عیش و کامرانی ہم

نگردد خامۂ کس ہمنوا با خامہ ات باقر
گہر ریزی برو ختم آمد و شکر فشانی ہم

۲۹ دی شب بہ تار اشک چو مضراب میزدم
شد رستے کہ نعرہ تہہ آب میزدم

خوابم نمی ربود بہجرِ تو شب ز اشک
آبے بروئے بخت گران خواب میزدم

بر یاد روئے و نرگس مستانۂ تو شب
جامے بروئے آب بہ مہتاب میزدم

در شوق جلوهٔ تو چو از سینه میرمید
دستے بدامنِ دلِ بیتاب میزدم

جورِ فلک چو بر طرفِ غربتم کشید
بر سر ز دردِ فرقتِ احباب میزدم

خونابهٔ دلست کنوں قسمتم همیں
در بزمِ یار جامِ مئے ناب میزدم

در انتظارِ جلوهٔ نورِ رخِ تو شب
آبے بروز دیدهٔ بیخواب میزدم

در شوقِ ابرویت بدرِ خانهٔ حرم
دستِ طلب بحلقهٔ محراب میزدم

دی مینمود زاغ خروشے بکلبه ام
فالے خوشے بمقدمِ احباب میزدم

غافل ز فیضِ مبدءِ اسبابِ کائنات
باقرؔ نظر بعالمِ اسباب میزدم

۳۰ از شعلهٔ تجلیِ جانانه سوختیم
بر شمعِ آں عذار چو پروانه سوختیم

دیدم تهی ز جلوهٔ ساقی است میکده
از آهِ آتشیں خم و خمخانه سوختیم

از آهِ آتشیں دمِ نظارهٔ رخت
در جلوه گاهِ حسنِ تو مردانه سوختیم

سودائے عشقِ تست که بیخانماں شدم
رختِ سرا ز سوزِ دل و خانه سوختیم

نورِ رخے چو وادیِ ایمن بلند شد
همچو کلیم بیخود و مستانه سوختیم

باقرؔ ز ما شنو دلِ دیوانه را چو شمع
از سوزِ عشقِ آں بتِ فرزانه سوختیم

۳۱ روزگاریست که ما همدم و همرازِ تو ایم
بندهٔ نازِ تو و مونس و دمسازِ تو ایم

سر بسودائے تو و محوِ خیالات دلِ زار
چشم بر راهِ تو و گوش بر آوازِ تو ایم

فرشِ راهیم ترا سبزه نمط گرچه ولے
لله الحمد که چوں سرو سرافرازِ تو ایم

مایهٔ طاقت و صبر است براهِ تو نثار
جاں فشانندهٔ تو عاشقِ جانبازِ تو ایم

بندهٔ ناز و ادا کشتهٔ شمشیرِ جفا
خستهٔ دل شدهٔ چشمِ فسونسازِ تو ایم

مطربا هوش ربا پردهٔ از ناز بسنج
کشتهٔ نغمهٔ تو شیفتهٔ سازِ تو ایم

دمِ رفتارِ تو پامالِ خرامت هستیم
چشم بر روئے تو داریم نظر بازِ تو ایم

نه شکیبی نه دهی دل بقناعت باقرؔ
ما بسے تنگدل از حرصِ تو و آزِ تو ایم

۳۲ اے گلشنِ حسن دل نشینم
وے سرو روانِ نازنینم

باشد نه کم از علوِ شانت
در سایهٔ تو یکے نشینم

آرم چو تو آهوئے بخواهم
در بندِ وصال در کمینم

هستم بغلامیت سرافراز
گر صاحبِ تاج و نگینم

یک جلوه بکن بخانهٔ من
خورشیدِ جمال مه جبینم

دور از تو مردم و نشد آه
یک جلوه ز روئے تو به بینم

دور از تو ستاده ام بخدمت
اذنے که به پهلویت نشینم

از تو نه شوم جدا و لیکن
روزیکه کنند در زمینم

باقرؔ چه عجب ز باغِ جنتش
باشد که گهے گلے بچینم

۳۳ چه گویم طاقتِ گفتن ندارم   که از شمشیرِ نازت دلفگارم
چشم خون شد جگر در انتظارش   نه آمد آن بتِ گلگون عذارم
فراموشم نمیگردد که در یاد   نمی آرد بتِ نسیان شعارم
شوی زاهد جدا از زهد و تقویٰ   اگر بینی یکے روئے نگارم
بچشم این است مقصودِ دلت گر   که بختِ دل همین از دیده بارم
بهار و باغ من جانا تو باشی   چه باشد کار با باغ و بهارم
سحر گه در گلستان بی تو رفتم   چگویم در نظر گل بود خارم
مشو از من جدا اے من فدایت   که از تو طاقتِ دُوری ندارم
بچشمِ کم مبین اے زاهدم زان   که شاهد باز و رند و میگسارم

دلِ پُر درد آوردم به پیشت
چه گویم باقرِ عصیان شعارم

۳۴ من جز تو کس آشنا ندارم   هم غیرِ تو دلربا ندارم
از زلف تو آورد نسیمے   این چشم من از صبا ندارم
آهے بکشید و عیسیٰم گفت   این دردِ ترا دوا ندارم
اے وائے که در مشام بوئے   زان کاکلِ مشکسا ندارم
خالق برساندم بکویت   من غیر ازین دعا ندارم
هستم بگدائیش سرافراز   من مال و منے جز خدا ندارم

فانی شده ام بذاتِ پاکش   من یاد ز ماسوا ندارم
بے جلوهٔ روئے روشنِ تو   هرگز به نظر ضیا ندارم

امید قضائے جمله حاجات
باقر بجز از خدا ندارم

۳۵ جز غیرِ تو با هیچ کسے ساز ندارم   هم جز تو کسے همدم و همراز ندارم
هرگز مرو اے مایهٔ جانم ز برِ من   من طاقتِ صبر اے بتِ طناز ندارم
بهرِ چه رها ساخته صیاد ز دامم   میگشت که من طاقتِ پرواز ندارم
بیتابیِ شوقت ببرد خواب چه سازم   گر دیده به راحت همه شب باز ندارم
گر جلوه کنی منت ور می نکنی خیر   من طاقتِ برداشتنِ ناز ندارم
سرسبز بود گلشن و من قیدِ قفس آه   این فصلِ بهار و پرِ پرواز ندارم
در سینه غمِ عشق نهان داشته ام لیک   من چاره ازین گریهٔ غماز ندارم

باقر غم و دردِ دلِ خود با که بگویم
اے وائے که یک همدم و همراز ندارم

۳۶ اگر دنیا ندارم غم ندارم   چه شد بر زخم گر مرهم ندارم
بغیر از جلوهٔ روئے نکویت   درونِ دیدهٔ پُر نم ندارم
بجز یک بوسهٔ لعلِ لبِ تو   تمنا در دلِ پر غم ندارم
ز دنیائے دنی فارغ نشستم   چه شد دینار و گر درهم ندارم

ازیں غم چوں نگردد پشت من خم　بدست آں کاکلِ پرخم ندارم
بسے در عشق دارم راز پنہاں　بگویم با کہ چوں محرم ندارم
گذارم چوں زمینِ کوئے جاناں　کہ صبر از تخت چوں او ہم ندارم
منم محوِ جمالت دیدۂ تر　بسوئے مہر چوں شبنم ندارم
نمیدانم چہ میسازی علاجم　کہ دردِ دل مسیحا کم ندارم
کدامی شب کہ از دردِ فراقت　چو بلبل نالۂ پیہم ندارم
کنوں ما و خمِ محراب مسجد　ہوائے زلف خم در خم ندارم
صلاحِ کاربارِ دین و دنیا　ندارم آں من و ایں ہم ندارم

پریشانیست باقر قسمتم چوں
چو زلفش کار خود برہم ندارم

۳۷ شب کہ در بزمِ تو جائے بہ لقا میداشتم　کوکبِ اقبال بر اوجِ علی میداشتم
تو ز من ببریدی و با مدعی در ساختی　من ز تو اے بیوفا چشمِ وفا میداشتم
عاشقِ جانباز بودم در بہائے بوسہ　عزم جانم گر ہمیکردی روا میداشتم
او کریم است و رحیم من بہ ہر کرب و طرب　در ہمہ حالے نظر سوئے خدا میداشتم
روزگارے شد نمی آرد نسیمِ زلفِ او　چشم امیدے من از بادِ صبا میداشتم
حیرتِ حسنِ تو شد مہرِ زبانم ورنہ من　بہر عرضِ خدمتت صد مدعا میداشتم
از پئے نظارۂ محراب ابرویت بلند　در دلِ شب تا سحر دستِ دعا میداشتم

بسکہ باقر آمد او از سفر بود است گرم
شب ہمہ شب گوش بر بانگِ درا میداشتم

۳۸ چوں پسِ دیوار بامت بسترے میداشتم　بر سر از اقبال تاباں نیرے میداشتم
چوں کنم پرواز یا رب تا بہ آں بامِ بلند　کاشکے ہمچوں صبا بال و پرے میداشتم
زال دنیا را بپرسیدم کہ باشد شوہرت　گفت در آغوش ہر شب شوہرے میداشتم
بندہ از بندگانت بودمے زاہد ولے　دل بدستِ اختیارِ دلبرے میداشتم
شعلۂ جوالہ گشت و مایۂ جانم بسوخت　آنکہ در دل از غمِ تو اخگرے میداشتم
اے خوشا وقتیکہ از سوزِ غمِ عشقِ بتاں　سینۂ آتش فشاں چشمِ ترے میداشتم
شدتِ جور و جفا بشکست آخر خاطرم　ورنہ ماہم پیش ازیں با تو سرے میداشتم
بودم از جوشِ تجلی فارغ از شمع و چراغ　تا چو تو در خانہ تاباں اخگرے میداشتم
غنچۂ لعل لبت بوسیدمے چوں دیگراں　کاشکے من ہم چو گل مشتِ زرے میداشتم
من ترا دیوانہ از آغاز و تو دانی کہ من　پیش ازیں با دیگراں خبر تو سرے میداشتم
تو بخوابِ ناز بر بالائے بامِ خویش و من　بر درت از نالہ شورِ محشرے میداشتم

در طریقِ عشق باقر چوں نباشم مستقیم
چوں جنابِ پیر اصدق رہبرے میداشتم

۳۹ بندۂ نازِ توام میل بخوباں نکنم　ناظرِ روئے توام رو بگلستاں نکنم
لذتِ بُعدِ وطن حبِ وطن برد ز دل　یار اغیار شدم یادِ عزیزاں نکنم

بر گنہ بسکہ مرا رحمتِ حق کرد دلیر
چوں بہ امید کرم میل بعصیاں نکنم

مایۂ زندگی از بہر چہ حق داد مرا
گر دل و جاں ہمہ بر ناز تو قرباں نکنم

سخنِ ناصحِ مشفق نکند سمع قبول
گوش بر پند بہ عشقِ تو ز لقماں نکنم

فصلِ گل آمد و شد تازہ مرا داغِ جنوں
پارہ چوں غنچہ نمط جیب و گریباں نکنم

جلوۂ حسنِ مجاز آں قدرم برد ز خود
کہ بجز سجدۂ بت طاعتِ یزداں نکنم

دردِ عشقِ تو عزیز آمدہ از جان عزیز
میرم از دردِ دلِ خستہ و درماں نکنم

کام جاں کرد ز بس لذتِ دردم شیریں
عرضِ حالِ دلِ خود پیشِ طبیباں نکنم

بے ثبات است ز بس روئے دلِ خود ہرگز
گر بر آید بسوئے عالمِ امکاں نکنم

گفت از خندہ کہ باقر بہ غمِ مرگِ تو من
نہ بپوشم سیہ و موئے پریشاں نکنم

۴۰ میاں بستم پئے خدمت سبکتر از صبا رفتم
ز بس پا کردہ در سر کارِ شاہِ دوسرا رفتم

ز خوباں چشم بربستم ز دامِ نفس برگشتم
ز دنیائے دنی بے خطرۂ حرص و ہوا رفتم

نیم گر لائقِ خلوت مراں از درگہم بارے
مکن جور و جفا جاناں من از مہر و وفا رفتم

رہا از خویشتن گشتم بذاتِ دوست پیوستم
ز آلامِ فنا رستم بہ آرامِ بقا رفتم

کشادم چشمِ وحدت بیں ندیدم غیر روئے او
شدم محوِ تماشایش ز یادِ ماسوا رفتم

ز جاں محوِ رضا گشتم بدل تسلیمِ تقدیرت
بگشتم از سرِ مطلب ز حرفِ مدعا رفتم

نگر باشد سرِ کویت فروزاں وادیِ ایمن
بدیدم جلوۂ رویت ز ہوش اے دلربا رفتم

نشستم بر درت عمرے ندیدم جلوۂ رویت
بصد اندوہ و حسرت ہا ز کویت دلربا رفتم

ز خود گم کردہ ام خود را نمیدارم خبر باقر
کہ من با ایں دلِ محزوں کجا بودم کجا رفتم

۴۱ چوں نسیم آہ براہِ تو نپویم چہ کنم
جلوہ فرما نشوی گر تو بسویم چہ کنم

زاہد از من تو مرنج ار نکنم با تو نماز
لائقِ سجدۂ حق نیست وضویم چہ کنم

من بشوقِ لبِ لعلِ تو بمیرم ہمہ شب
تو ز شرم ار نہ کنی رو بسویم چہ کنم

شدتِ تشنگی اے وائے رگِ جانم سوخت
آبِ تیغت نرسد گر بگلویم چہ کنم

من چرا با دلِ پر غم نہ بسازم کہ فلک
درِ عیشے نکشادہ است برویم چہ کنم

گرچہ از شکوۂ بیدادِ تو ضبطِ نفس است
حالِ زارِ دلِ خود با تو نگویم چہ کنم

میرساندم بسرِ عرش فغان و زاری
غیرتِ عشق کند خفہ گلویم چہ کنم

عیشِ من چوں نشود تلخ کہ ہر دم برپا
فتنۂ نو کند آں عربدہ جویم چہ کنم

من و چشم و رخِ تابندۂ آں ماہ ولے
باقر او را نظرے نیست بسویم چہ کنم

۴۲ میخوارم و جز پیرِ مغاں یار ندارم
منزل گہے جز خانۂ خمار ندارم

دور از گلِ رویت منم و گوشۂ عزلت
میلِ گل و گلشن سرِ بازار ندارم

موسیٰ صفت از خود بردم جلوۂ حسنت
اے وائے چہ کنم طاقتِ دیدار ندارم

میپرسیم احوالِ دلِ خستہ ولیکن
چوں عرضہ دہم طاقتِ گفتار ندارم

نے مومن و کافر نہ منم شیخ و برہمن | در دست و گلو سبحہ و زنار ندارم
در بر چو کشم می بردش خواب شب وصل | آیا چہ کنم طالع بیدار ندارم
جز داروے وصلت نبود ہیچ دوائے | جز صدمۂ ہجرت دگر آزار ندارم
خاموش زبان میکندم حیرت حسنش | گویا پئے مطلب لب اظہار ندارم
از نکر و ریا پاکم و صد شکر چہ نقصان | زاہد صفت ار جبہ و دستار ندارم
نکشائے سر کیسۂ خود بہر سلوکم | منعم طمع درہم و دینار ندارم
تا منزل جانانہ خدایا برسم چوں | دور آمد و من طاقت رفتار ندارم

خوش گفت کسے باقر و من نیز بگویم
من در دو جہاں غیر خدا یار ندارم

۴۳ در فراقت ماہ من با شور و ماتم ساختم | با فغان و زاری شبہائے پیہم ساختم
با رخ زرد و دم سرد و شرار آہ گرم | با دل پر درد و غم با چشم پر نم ساختم
طاق ابروئے ترا از دور کردم سجدہ ہا | قامت خود را بہ تعظیم قدت خم ساختم
در فراقت غنچہ ساں دل بستہ ماندم روزہا | گریہ شبہا بر گل رویت چو شبنم ساختم
جبہ وقف سجدۂ ایزد نکردم وا دریغ | پائے خود وقف رہ دینار و درہم ساختم
تو بزخم غیر رگ زن مرہم کافور نہ | من برائے زخم خود از مشک مرہم ساختم
آمدم مستانہ وش جام و سبو را بر زدم | بزم عیش میکشاں بے صرفہ برہم ساختم

فکرہا کردم نشد بہ باقر این زخم دلم

ساز با بقراط و با عیسیِ مریم ساختم

۴۴ شب ز بیتابی دل روئے بگلشن کردم | بہ تمنائے تو سیر گل و سوسن کردم
شب فقیرانہ در صاحب دولت بزدم | وا نہا ہمچو گدا گدیہ ز خرمن کردم
کفر و دیں را نشناسم کہ شدم بندۂ عشق | رو کہ قطع نظر از شیخ و برہمن کردم
گرم جولاں بسمند آمدہ آں مایۂ ناز | جبہ را وقف بسجود سم توسن کردم
تا تماشائے جمالت کنم از دیدۂ دل | سینہ بشگافتم از نالہ و روزن کردم
بسراغت نرسیدم تو کجائی اے شوخ | جستجوئے تو بہر کوچہ و برزن کردم
اے خوشا باغ کہ دایم بودش فصل بہار | من بگلزار خزاں دیدہ نشیمن کردم

باقر آں مایۂ علمے کہ مرا بود و فنے
صرف نسیاں بہ رہ آں بت پرفن کردم

۴۵ ز صحت یکطرف رنجور درد لا دوا بودم | مریض عشق بودم فارغ از فکر دوا بودم
شہودم در شہادت شد ورا اندر ورا بودم | اسیر بندگی اینجا شدم آنجا خدا بودم
بری از بیم و فارغ از رجا بودم خوشا حالم | مبرّا و منزہ ہم ز تسلیم و رضا بودم
رسیدی بر سرم ناگہ ولے نہ نشستہ برگشتی | چرا بیگانہ وش رفتی نہ آخر آشنا بودم
منم اکنوں کہ در راہت غبار ناتواں ہستم | بچشم اہل بینش ورنہ روزے توتیا بودم
نشستم بر سر راہت نہ آوردا ز تو پیغامے | سحر در انتظار مقدم پیک صبا بودم
چہ از بخت زبوں نالم نشد وا عقدۂ کارم | کہ من عمرے درازے ناخن دست دوا بودم

چه گویم تا چه بودم غرقهٔ بحرِ گنه بودم ولیکن کشتی اهل صفا را ناخدا بودم

زبان و سود خود باقر بدست یار بسپردم
زناکامی نه بد بردم زبس محوِ رضا بودم

۴۶ رواج راحت و رنج از میاں بگردانیم بر آں سرم که شعارِ جهاں بگردانیم
کمال ذاتیِ خود چوں مراست شهرهٔ دهر تفاخریست که از دودماں بگردانیم
زکار عشق زمعشوق چوں نشد کامم بخواهم اینکه ازاں سو عناں بگردانیم
غبار خاطر نازک اگر فسانهٔ ماست زبان ناطقه بندم بیاں بگردانیم
کنیم گریه و سر نالها همی خواهم که راز عشق نهانت عیاں بگردانیم
بچند وعده مهِ من یکے نکردی راست چساں ز قول تو دل شادماں بگردانیم
بیا بیا که ز وصلت ز سر جواں گردم بسوئے فصلِ بهاری عناں بگردانیم
قرارگاه خوشا بود گلشنِ قدسم ازیں چمن بپرم آشیاں بگردانیم
بیا بیا که بپائے تو سر بیفشانیم بگرد فرقِ تو دل را و جاں بگردانیم

بگوشهٔ بنشینم بیاد حق باقر
زروئے خلق رخ خود نهاں بگردانیم

۴۷ قیامِ قبلهٔ جاں میپرستم سراپا شان یزداں میپرستم
مس آں مهر درخشاں میپرستم چراغ دین و ایماں میپرستم
سرم وقتِ سجود درگه اوست همائے اوج عرفاں میپرستم

نصیبم نیست بارِ درگهت آه من از یک عمر درباں میپرستم
زحرفِ کفر و اسلامم خبر نیست ترا اے جان جاناں میپرستم
حریفاں گوهرِ مقصود بردند منم کیں داغ حرماں میپرستم
بجان و دل ندارم غیر اصدق هماں سلطان خوباں میپرستم
براهِ کعبهٔ کویش بهر گام خس و خارِ بیاباں میپرستم

بیا باقر بخواں بهر خدا باز
قیامِ قبلهٔ جاں میپرستم

۴۸ جلوهٔ حسن کسے در دل نالاں داریم وه چه گنجے است که در منزل ویراں داریم
تاجرانیم و سرِ کشور جاناں داریم تحفهاۓ دل صد پاره بدکاں داریم
در هوائے رخ او خار بدوشیم مدام حال آشفتگیِ کاکل جاناں داریم
هر نفس لخت دل از دیدهٔ پرخوں ریزد گل بجبینِ چه گلِ زیب گریباں داریم
چوں بگلهائے جهاں بوئے محبت نبود نے دماغِ چمن و نے سر بستاں داریم
تا ز صاحب نظرانیم دریں باغ وجود نرگس آسا بر خش دیدهٔ حیراں داریم
سایه ساں نیست ز ذات تو جدا هستیِ ما جلوه گر شان وجوب از سر امکاں داریم

یکه تازانهٔ مضمار بلاغت باقر
توسن طبع رواں بر سر جولاں داریم

۴۹ سحر با مطرب و مینا و ساقی در چمن رفتم زجاں در انتظارِ آں بت پیماں شکن رفتم

سحر گہ چوں صبا بر بامِ آں رشکِ چمن رفتم
گل رویش تماشا کردم و از خویشتن رفتم

ز طوفانِ بلا بر جستہ بیروں از وطن رفتم
ز سر در کوئے جاناں ہمچو بحرِ موجزن رفتم

چہ پندم میدہی اکنوں کہ در عشقِ بتاں زاہد
ز دینِ شیخ برگشتم بکیشِ برہمن رفتم

سبک پرواز باغِ قدس بودم اے خوشا وقتے
چہ سنگیں ساعتے بود آنکہ در قیدِ بدن رفتم

ز بس بیرحمیِ خویشاں ما شد موکشاں آخر
بصد حسرت بشامِ غربت از صبحِ وطن رفتم

شہیدِ ناز او بودم قتیلِ غمزہ در مرقد
بزخمِ تیشۂ حسرت منِ خونیں کفن رفتم

بشوقِ استلامِ عتبۂ پیرانِ خود باقر
گہے اجمیر و گہ دہلی و گاہے در پٹن رفتم

۴۵ حاصلِ ملکِ جہاں را ما بہ پشتِ پا زدیم
برق از طوفانِ ہمّت در خسِ دنیا زدیم

ہرزہ بود از ناصحاں از بسکہ پندِ ترکِ مے
پنبہ در گوشِ سماعت چوں لبِ مینا زدیم

گرچہ بیباکیست معذورم ز فرطِ شوقِ خود
دست گرد دامنِ آں شوخِ بے پروا زدیم

رہ بکوئے یار بردن از قضا قسمت نشد
دست و پا ہر چند چوں بسمل دریں سودا زدیم

خلعتِ رندی عطا فرمود تا سلطانِ حسن
چاکہا مانندِ گل در جامۂ تقویٰ زدیم

نالۂ پُر درد بود و گریہ و خونابِ دل
جامِ عشرت با مے و مطربِ لبِ دریا زدیم

مست سودائیم شرحِ نام و ننگ از ما مپرس
طبلِ رسوائی بعشقِ آں قد و بالا زدیم

تا مقامِ ما بسعیِ فکر کے بتواں رسید
ما پرِ پرواز خود را بر پرِ عنقا زدیم

در نظر ہرگز نیامد جلوۂ وے ـــــ
گریہ ہا کردیم روز و نالہ در شبہا زدیم

فتحِ بابِ مدعا باقر نمی آید بدست
بس درِ دیر و حرم چوں مومنِ ترسا زدیم

۵۱ تا نہ بینیم جمالِ تو شکیبا نشویم
ماتسلی بخیالِ رخت اصلا نشویم

آنچناں محوِ خیالِ رخِ زیبائے توایم
کہ بحورانِ جناں گرمِ تماشا نشویم

تا بیادِ گلِ رخسارِ تو در خانہ خویشیم
مایلِ سیرِ چمن عازمِ صحرا نشویم

ہر دم از مبدء فیض است تقاضائے عروج
پستیِ حوصلۂ ما است کہ بالا نشویم

تا ز خاکِ قدمت دیدہ بکحل نشود
باشد از طورا اگر سرمہ کہ بینا نشویم

گرچہ بس فتنہ گر است و بلا عشوہ فروش
ما یکے شیفتۂ شیوۂ دنیا نشویم

جمع ممکن نبود حیف نخوداری و شوق
ما بعشقِ رخِ زیبائے تو رسوا نشویم

یار چوں واقفِ راز است بہ آنست کہ ما
طالبِ کام و سرِ عرضِ تمنا نشویم

ناصحا دیدۂ بینا بچہ حق دادہ اگر
ناظرِ روئے خوش و زلفِ چلیپا نشویم

واشدِ ما ہمہ موقوفِ شکر خندۂ تست
از دمِ بادِ سحر غنچہ صفت وا نشویم

طالبِ دنیا و عقبیٰ چو نباشد ـــــ
رحم بر ما است اگر طالبِ مولا نشویم

ہمچو باقر سرِ تسلیم فگندیم بہ پیش
گر رسد تیغ ز دستت گلہ آرا نشویم

ردیف نون

۱ چو آں رعنا غزالم رشتۂ الفت برید از من
دلم از سینہ چوں آہوبروں جست ورمید از من

بعشقِ آتشیں روئے چو مشقِ گریہ میکردم
بجائے قطرہائے اشک اخگر میچکید از من

زخونِ من کہ اے قاتل نگاریں کردہ پارا
زغیرت آب شد در سینہ خونِ صد شہید از من

چراغِ ہستیم گل شد چو شمع صبحگہ امشب
بہ اندازِ عجب آنشوخ دامن برکشید از من

چہ گویم ہمتو چوں بگذشت شب از فرطِ بیتابی
نہ یک دل بلکہ ہر عضوے چو بسمل میطپید از من

زافسونِ جنوں آخر نمودم رام چوں مجنوں
غزالے را کہ از وحشت بکلی میرمید از من

برنگ نے بہجرانت ہمہ تن شور و افغانم
چہ غیر از نالہ و آہے کسے ایجاں شنید از من

پریشاں ماند از حیرت طبیب من ز احوالم
ز شوقت میطپید از بس چو شریاں ہر وَرید از من

نوائے نغمۂ بلبل بہ پیشش خارج آہنگ است
بحیرت نالۂ مستانہ ہر کس شنید از من

نظر بر رحمتش داریم باقرؔ با ہمہ عصیاں
کہ خود گفت او نباید گشت ہرگز نا امید از من

۲ رحمے بحالِ بیدلاں چنداں جفا کاری مکن
ناز و ادا و غمزہ را صرفِ دل آزاری مکن

باشد مشامم عطر ساز اں کاکلِ عنبر فشاں
اے نافۂ چیں پیش من بصرفہ عطاری مکن

اے من فدائے ایں ادا آخر کہ گفتا ای دلربا
دلدادگانِ خویش را یک ذرہ دلداری مکن

برکن نگاہِ ناز را بر حال بیماراں نگر
اے چشم جادوئے کسے خود عذر بیماری مکن

در حلقۂ رنداں بیا زاہد بکش پیمانہ
مستی کن و دیوانہ شو بیہودہ ہشیاری مکن

۳ خاطرِ غمزدہ از من دل شاد ز دگراں
خار حرماں ز من و نخلِ مراد از دگراں

بسکہ نازِ تو کشیدیم ز یاد از دگراں
سرگراں کردہ بما بودی و شاد از دگراں

ہم بہ پیشِ تو بنالیم ز جور و ستمت
ما نخواہیم ز بیداد تو داد از دگراں

شکوۂ نیست ازیں رو کہ فراموشم کرد
شکوہ اینست کہ چوں ساختہ یاد از دگراں

گرچہ آشوب جہانند حسیناں لیکن
حسن تو فتنہ برانگیخت زیاد از دگراں

جز بدرگاہ تو امیدگہ ما نبود
ما نہ آنیم کہ خواہیم مراد از دگراں

طعنہ بر باقرؔ دل سوختہ در عشق مزن
گریہ آئینِ وفا رخنہ فتاد از دگراں

۴ داغ عشق تو بود زیب جبینِ دل من
نام پاکِ تو بود نقشِ نگینِ دلِ من

وسعت آباد فروغت چو بدیدش گردوں
از سرِ عجز ببوسید زمینِ دلِ من

خانۂ دل ہمہ از غیر تو پرداختہ ام
جز بیادِ تو کسے نیست مکینِ دلِ من

جاں پئے صلح فدائے نگہِ ناز تو کرد
چشم مستت چو کمر بست بکینِ دلِ من

از تجلی جمالِ رخ پر نورِ کسے ‌ ‌ ‌ ‌ هست خوبے عجبے پرده نشینِ دلِ من
هست کویت صنما کعبۂ مقصود مرا ‌ ‌ ‌ ‌ آستانِ تو بود عرشِ برینِ دلِ من

نه مسلمانش توان گفت و نه کافر باقرؔ
می ندانم چه بود ملت و دینِ دلِ من

۵ بیا در کوچۂ او شورِ محشر را تماشا کن ‌ ‌ ‌ ‌ سرِ بام آں قدر رشک صنوبر را تماشا کن
مصفا ساز از حسنِ روے آئینۂ دل را ‌ ‌ ‌ ‌ دریں جامِ جهاں بیں روئے دلبر را تماشا کن
بچشمش کرد همچشمی ببیں شوخیِ نرگس را ‌ ‌ ‌ ‌ بقدش همسری دارد صنوبر را تماشا کن
بشوق آنکه یکدم در برت گیرم چه بیتابم ‌ ‌ ‌ ‌ بیا و انتظارِ چشم بر در را تماشا کن
به بحرِ عشق طوفانی ست گر خود کشتی نوح است ‌ ‌ ‌ ‌ دریں دریائے بے پایاں شناور را تماشا کن
نصیحت میکنی در عشق او ناصح مرا یکره ‌ ‌ ‌ ‌ جمالِ عارضِ آں ماه پیکر را تماشا کن

بکامِ غیر ما را دور کرد از بزمِ وے باقرؔ
جفاهائے سپهرِ سفله پرور را تماشا کن

۶ بیخود از نظارۂ دلدار میباید شدن ‌ ‌ ‌ ‌ مست از پیمانۂ دیدار میباید شدن
از سنانِ غمزۂ او فگار میباید شدن ‌ ‌ ‌ ‌ کشتۂ تیغِ نگاهِ یار میباید شدن
بر بساطِ هوشمندی کنجِ خلوت تا بکے ‌ ‌ ‌ ‌ مست لایعقل سرِ بازار میباید شدن
منزلت دور است و آمد بر سرت وقتِ رحیل ‌ ‌ ‌ ‌ خوابِ غفلت تا بکی بیدار میباید شدن
نکته ها دارد بسے هر صنعتِ نقشِ وجود ‌ ‌ ‌ ‌ محوِ صورت محرمِ اسرار میباید شدن

تا کجا ضبطِ نفس مسکین دلِ من پیشِ او ‌ ‌ ‌ ‌ حالِ دل را بر سرِ اظهار میباید شدن

میتواں آزاد گشتن باقرؔ از قیدِ خودی
بیحجاب از پردۂ پندار میباید شدن

۷ بے تو دُر وا نیست ای خورشید سیما زیستن ‌ ‌ ‌ ‌ کے مرا زینگونه باشد آه زیبا زیستن
تا کجا خلوت بیا زاهد به بزمِ میکشاں ‌ ‌ ‌ ‌ خوش بود با ساقی و با جام و مینا زیستن
من فدائے تو بیا اے مرگ تا کے میتواں ‌ ‌ ‌ ‌ با فغان و ناله و فریاد شبها زیستن
با غم و دردِ فراقت زندگانی مشکل است ‌ ‌ ‌ ‌ خود بفرما چوں تواں دور از تو جانا زیستن
ساز کن پیمانه اے ساقی که آمد نوبهار ‌ ‌ ‌ ‌ نیست خوش در فصلِ گل بے جام و صهبا زیستن
در تمنائے تو ما را هر نفس در موجِ اشک ‌ ‌ ‌ ‌ نقش بر آب است چوں گرداب دریا زیستن
از بسر بردن بهجرِ یار مردن بهتر است ‌ ‌ ‌ ‌ خوش بود با دلربا در عیش شبها زیستن

چوں نباشد باقرؔ احتیاجِ خصومت با کسے
میتواں در دهر با لطف و مدارا زیستن

۸ چوں لبِ گل روزیِ من ساز خنداں زیستن ‌ ‌ ‌ ‌ تا بکے یارب برنگِ شمع گریاں زیستن
از غمِ دنیا نباید ایں قدر روساختن[۱] ‌ ‌ ‌ ‌ میتواں اے همنشیں با روئے خنداں زیستن
تنگنائے دارِ دنیا محبسِ سجنِ من است ‌ ‌ ‌ ‌ شاد و خرم چوں تواند کس به زنداں زیستن
بے نصیبم از لبِ لعلش که درمانِ من است ‌ ‌ ‌ ‌ خود بگو مرگے بود در شوقِ درماں زیستن

---

[۱] روساختن بمعنی شرمنده شدن - حسن بیگ رفیع گوید ؎ محو حجاب از آنکس که صاف طینت نیست ٭ قفائے آئینه روساختن نمیداند (از مصطلحات الشعرا) اینجا بمعنی دل گرفته نشستن است -

گر کسے جانبر شود از ناز او باشد ولے   کے تواں از غمزۂ آں چشم فتاں زیستن
در اماں بودن ز دستِ نفس کافر مشکل است   ہست ممکن فارغ از تلبیس شیطاں زیستن
چیست شمشاد و گل و نسریں کہ دارد زندہ ام   کے توانم بے تو اے سرو خراماں زیستن
حاصلِ زہد تو زاہد نیست جز عجب و ریا   بہ بود از طاعتت در بند عصیاں زیستن
چوں دلِ جمعِ تو آرم خاطر جمع از کجا   قسمتِ ما بود چوں زلفت پریشاں زیستن
کام بخشیہا کند آں شوخ باقرؔ غیر را   آہ میگوید مرا ہمدوشِ حرماں زیستن

9 مائیم و در فراقِ تو شبہا گریستن   وز درد دل بیاد تو تنہا گریستن
در شوق نوشِ آں لب خنداں ست کارِ من   مجنوں صفت بوادی و صحرا گریستن
در ہر یکے طبیعت دیگر نہادہ اند   آید ز جام خندہ ز مینا گریستن
بسپار کار خویش بتقدیر و شاد باش   بیہودگی است از غم دنیا گریستن
چوں حال دل بدوست نویسم برنگ کلک   آغاز میکنم دم انشا گریستن
آہستہ اشک ریزی و ضبط نفس خوش است   خوش نیست با فغاں و بغوغا گریستن
بے گریہ کار دل نکشاید بہ ہیچ جا   باید بہ مسجد و بہ کلیسا گریستن
باقرؔ نہ شستہ شد ز دلِ یار گرد کیں   خوشتر ز گریۂ تو بود نا گریستن

10 جانا بیا بجلوہ و ترکِ حجاب کن   بالیں ز بازویم کن و با ناز خواب کن

در ہجر دوست گریہ کن و ترک خواب کن   خوں ناب دل رواں ز دو چشم پر آب کن
سیر آمدم ز زندگی از دوریِ رخت   خنجر بکف بیا و بقتلم شتاب کن
تا چند ضبط شکوہ بر واے دلِ حزیں   از خشم او مترس سوال و جواب کن
برہم مدار خاطر عاشق ز برہمیش   ہاں شانۂ بگیسوے پر پیچ و تاب کن
دل میطپد بہجر تو دستے بسینہ ام   مگذار ایں قدر ز برائے ثواب کن
بیروں در از پردہ و از شعلۂ عذار   آتش بخرمن دل ہر شیخ و شاب کن
روئے توجہے بمنِ خستہ جاں یکے   ہر چند با عتاب نمائی خطاب کن
اے مست جام غفلت ہر روزہ یک شبے   آہے ز سینہ بر کش و چشمے پر آب کن
آمد بہار لالہ و گل چہرہ بر فروخت   ساقی بیا و ساغر من پُر شراب کن
اے شہسوار اشہب آہو خرام را   جولاں بباز و کشور دلہا خراب کن
بر آستان پاک حبیبِ خودم رساں   یارب ز لطف دعوت ما مستجاب کن
یارب رساں ز لطف بہ آبادیِ قدم   بیگانہ از خورنق و از خراب کن
خواہی زدن چو غوطہ بہ موجِ اجل ضرور   لعنت بکار زندگیِ چوں حباب کن
باقرؔ بیا بمیکدہ دستے بجام زن   در کار خیر تا بتوانی شتاب کن

11 سنبلستاں را چو بینی زلف دلبر یاد کن   در چمن چوں بگذری سرو سمن بر یاد کن
چوں بترسی از گنہ لطفِ پیمبر یاد کن   تشنہ لب ہر گہ شوی از حوض کوثر یاد کن

چشم بند از هر ورق در صفحهٔ دل کن نظر — در گزر از هر کتب فرمان داور یاد کن

ایکه با احباب خود آراستی بزمِ شراب — تشنگانِ وصل را از یک دو ساغر یاد کن

فتنهٔ روزِ قیامت راز بالایش نگر — از بیاضِ گردنِ او صبحِ محشر یاد کن

گوهرِ عقدِ ثریا را دُرِ گوشش شمار — چوں بہ بینی ماه را آں ماه پیکر یاد کن

چوں بخواہی کامِ دل برگو علیؑ مشکل کشا — چوں مصیبت رو دہد شبیر و شبر یاد کن

در بیابانِ طلب باقرؔ مکش منت ز خضر
رہ چو بنمائی غلط از پیرِ رہبر یاد کن

۱۲ گریہ بار آورد اے اہلِ نظر خندیدن — میکند دل دل شب ہمچو سحر خندیدن

صحبت ما و تو میداشت بہارِ عجبے — گریۂ تلخ ز من از تو شکر خندیدن

از ادائے تو بجا ہست اگر میبارد — لب و دندانِ تو بر لعل و گہر خندیدن

از لبِ عاشقِ گریان تو ممکن نبود — زعفراں زار گر آرد بہ نظر خندیدن

بستہ میدار لبِ خود کہ پریشانیِ گل — گشت در صحنِ چمن پیش بہر خندیدن

چہ بلائیست ادایت کہ بود آفتِ جاں — با رخِ ہمچو گلِ تازہ و تر خندیدن

باقرؔ از خندهٔ بیہوده لبِ خود بر بند
کہ بود عیب بر اہلِ ہنر خندیدن

۱۳ رود ہوش و خرد از جلوهٔ رخسار ماهِ من — بیک ذره دیده دیدن دل برد جادو نگاهِ من

مگر وصلِ توام جانا نماید طالعم روشن — سیہ تر از شبِ ہجراں بود بختِ سیاهِ من

ز فیضِ مقدمش روشن چو صحنِ لامکاں گردد — دہد در کلبۂ تارم اگر تشریف شاهِ من

حذر کن از دمِ گرمِ دلم اے جانِ جاں ورنہ — زند آتش بگردوں چوں بجنبد برقِ آهِ من

ز شرمِ کثرتِ عصیاں نہ آید عذرِ تقصیرم — امیدِ رحمتت باشد خدایا عذر خواهِ من

بغیر از خاکِ کوئے تو ندارم ہیچ ملجائے — ہمیں دیوار بامِ تو بود پشت و پناهِ من

بسے ہر چند در راہش نمودم جانفشانیہا — بتِ سنگیں دلم ہرگز نہ آرد رو براهِ من

چو فریادم شنید آں مہ بگفتا ہاں تواں دیدن — کہ مینالد بکوئے من کہ باشد داد خواهِ من

مبادا زیں ادا آلوده گردد دامنِ پاکش — نہ بیند از حیا سویم بتِ عصمت شعارِ من

صدائے آفریں خیزد ز جمعِ سامعانِ او
نہ تنہا ہست بر شعرِ تو باقرؔ واه واهِ من

بیا اے سرو من اینجا بفرما سیرِ داغِ من — کہ رشکِ گلشنِ رضواں بود گلہائے داغِ من ۱۴

چناں از ناتوانیہا بہ عشقش بے نشاں گشتم — کہ مرگ از کاتبِ اعمال میپرسد سراغِ من

چناں از نکہتِ زلفِ سمن سائے تو سرمستم — کہ بوئے گلشن و گلہا نہ برتابد دماغِ من

بہ ترکِ شیوهٔ رندی چہ پندم میدہی ناصح — ز معشوق و مے و مینا کجا ممکن فراغِ من

ز بس پروانہ ام بر شمع روئے پاک بیں شوخے — بچشمِ اہلِ بینش سرمہ شد دودِ چراغِ من

نہ از دستِ نوالِ تو کہ از بختِ زبوں نالم — کہ از لطفِ تو اے ساقی نشد پُر مے ایاغِ من

اگر آں شمع رو باقرؔ نگردد شمعِ بالینم
چراغِ خانۂ تاریکِ من شبہا است داغِ من

۱۵ این چنین حسنِ ملیح و روئے زیبا داشتن — واہ نگہے از عاشقِ بیدل نہ پروا داشتن
تا کجا سوزم بہ شوقت از کہ می آید بگو — چشم را در راہ مقدم تا سحر وا داشتن
تا نماید جلوہ در وے پرتوِ حسنِ ازل — بایدت آئینۂ دل را مصفا داشتن
ساقی از خونِ جگر مَی وز دلِ پُرغم کباب — از پئے آں میہماں باید مہیا داشتن
چوں دہن باشد معمائے میتش آمد ضرور — گردش از خطِ سیہ شرحِ معما داشتن
چوں تمنا بر نمی آید ترا می بایدت — لوحِ دل را خالی از حرفِ تمنا داشتن
ناصحا پندم چہ گوئی شد شعارِ من چنیں — در بغل در دست ہر دم جام و مینا داشتن
از چنیں چشمے چہ حاصل وائے بر تقدیرِ من — بر رخش روزی نشد چشمِ تماشا داشتن
می رباید صبر و طاقت تاجِ زریں کج بہ سر — کاکلِ شبگوں بروئے مہر سیما داشتن
روز در فکرِ معیشت باش و باقرؔ بایدت
نعرۂ یا ھو و یا من ھو بہ شبہا داشتن

۱۶ این قدر جور و جفا بر دلِ رنجور مکن — ہر چہ خواہی بکن از پیشِ خودم دور مکن
از فروغش دلِ من وادیِ ایمن باشد — گو تجلی پئے من بر شجرِ طور مکن
گرچہ بے جذبۂ او تا در وصلش نرسی — تو دریغ از طلبش تا حدِ مقدور مکن
از عبادت نتواں خواست بجز رضائش — خدمتِ حضرتِ او بر طمعِ حور مکن
جاں سپردن بہ تہِ تیغِ تو دشوار خوش است — تیز بر سنگِ فسانت دمِ ساطور مکن
جبہ سائی بدرت ہست ز شاہی خوشتر — زیبِ فرقِ سرِ خود افسرِ فغفور مکن

گرچہ شوقت طلبد سیرِ دیار و امصار — ناز پروردِ بتِ من سفرِ دور مکن
خوش بیا با رخِ بے پردہ بہ بزمِ عشاق — زیرِ برقع مہِ من عارضِ پُرنور مکن
در رہِ زہد اگر میطلبی حسنِ قبول — مایۂ صدق و صفا آر دلا زُور مکن
جنتت گر عوضِ کوچۂ جاناں بخشند
باقرؔ از راہ مرو ہرگز و منظور مکن

ای عیسی دردِ دلم نہ مرہمے بر ریشِ من — ای فدائے مقدمت بنشیں مرو از پیشِ من ۱۷
بہرِ بہائے بوسہ دارم بکف این نقدِ دل — جاناز لطفت درگزر ہم از کم و از بیشِ من
نوشے نمیدارم اگر مانندِ زنبورِ عسل — عقرب نیم ہم تا دلا نالد کسے از نیشِ من
کردم بپائے آں صنم ہمچوں برہمن سجدہ ہا — آخر چو خود بیدیں مرا کرد آں بتِ بدکیشِ من
رفتم چو سوئے آں صنم گفتا بصد لطف و کرم — اینجا بیا بودی کجا اے عاشقِ دلریشِ من
آخر بہ عشقِ آں صنم نقدِ دل و دیں باختم
کارے دریں سودا نکرد ایں عقلِ دور اندیشِ من

بمرگ آخر کشید اے وائے احوالِ عجیبِ من — چہ بر نبضم نہی دستے برو نادان طبیبِ من ۱۸
کجا ایں چشمِ خونبارم کجا نظارۂ رویش — کہ وصلِ او بخواب اندر نگردد ہم نصیبِ من
دمِ نزعم بیا و از حدیثے زندہ ام فرما — کہ گر عیسی بود جز تو نمی باشد طبیبِ من
بیا جانانہ ام بنما بہارِ گلشنِ جنت — کہ چہ چہ بر گلِ رویت نماید عندلیبِ من
بصد ناز و ادا امشب بہ آغوشم بود آں مہ — برو خونِ جگر می نوش و بر سر زن رقیبِ من

کجا انجم تواند شد طرفِ مہرِ درخشاں را   کجا حسنِ مہ کنعاں کجا حسنِ حبیبِ من

میان ما و او قربے و بعدے بو العجب باشد   کہ من دورم از و بسیار و او باشد قریبِ من

بہ ہجرِ تو ز جاں رفتم نہ پرسیدی یکے آخر

کجا رفت و کجا شد باقرِ مسکین غریبِ من

۱۹ مشکل برخت دیدہ بدیدار کشادن   ما و نظرِ یاس بہ دیوار کشادن

اے پردہ نشیں شاہد مستور چہ لازم   روزن پے نظارہ بدیوار کشادن

در بستۂ بر روئے چو مہ بازچہ حاصل   بے صرفہ لبِ وعدۂ دیدار کشادن

تا شہر شود دشت ختن بایدت ای شوخ   بر بام یکے طرۂ طرار کشادن

زاہد تو نہ محرمِ اسرار نخواہم   در پیش تو گنجینۂ اسرار کشادن

دارم گلہ بسیار و لیکن نتوانم   پیشِ تو ز حیرت لبِ اظہار کشادن

تا وا شودم عقدۂ کارِ دلِ شیدا   باید گرہ از کاکل خمدار کشادن

خوابم نبرد گرچہ بہ ہجرِ تو بروئیت   روزی نشدم دیدہ بدیدار کشادن

باقر بودت دیدۂ گریاں خوش و ناخوش

در خندہ دو لب بیہدہ بسیار کشادن

۲۰ سرورِ دو سرا معین الدین   ہادی و رہنما معین الدین

تو شہی من غلام بر پایت   میکنم جاں فدا معین الدین

دردمند آمدم بہ چشم و توئی   دردہا را دوا معین الدین

ما مریضیم روضۂ پاکت   ہست دار الشفا معین الدین

نورِ حق جلوۂ تو و شانت   ہست شانِ خدا معین الدین

در مشامم بگو کہ بوئے خوشت   برساند صبا معین الدین

گشتہ بیگانہ از ہمہ با تو   گشتہ ام آشنا معین الدین

نیست خوبے بہ حسن و زیبائی   چوں توئے دلربا معین الدین

خوش بیا و نشیں بچشم و سرم   مرحبا مرحبا معین الدین

آمدم بر درِ تو حاجتمند   حاجتم کن روا معین الدین

من غلامِ تو و مرا صد رنج   بشنو ایں ماجرا معین الدین

یک نگہ از کرم کہ بندۂ تست

باقرِ بینوا معین الدین

۲۱ ہادی و رہنما معین الدین   رہبر و پیشوا معین الدین

سرورِ اولیا معین الدین   ہمسرِ انبیا معین الدین

ہمہ زیبائی و کرشمہ و ناز   شاہد دلربا معین الدین

ہم طبیب و معالجِ مرضم   ہم دوا ہم شفا معین الدین

از پے مغفرت وسیلۂ من   مقصد و مدعا معین الدین

نیست ہمچوں جمال عارض تو   صورت دلکشا معین الدین

وا رہانندۂ قلوب از غم   دافعِ ہر بلا معین الدین

دل و جانِ عزیز و ہوش و خرد — بر تو کردم فدا معین الدین
نشود آشنائے کس ہر گو — با تو شد آشنا معین الدین
نور چشم حسینؑ ابن علیؑ — سید دو سرا معین الدین
تو طبیبی و من مریض توام — کن کرامت شفا معین الدین
روز روشن ز نور اوست چشم — ہست نور و ضیا معین الدین
اندریں ہر دو چشم تیرۂ من — روشنی کن عطا معین الدین
شمع دیں شد ز نور او روشن — آفتابِ ہُدیٰ معین الدین
نور ایزد عیاں ز عارض او — مرأۃ حق نما معین الدین

نظرے کن ز لطف و از باقرؔ
عفو فرما خطا معین الدین

۲۲ فغان و زاریت تا چند بس کن — منال اے دل چنیں ضبط نفس کن
بروں از خانہ شو کن سیر بازار — بشوخی جلوہ بر پشتِ فرس کن
بکن آزاد صیدِ خویشتن را — بہ بشکن بال و در قیدِ قفس کن
بسوئے عاشقاں برقِ نگاہے — بیا و آتشے در مشت خس کن

کدامی کارواں می آید ای دل
بروں شو گوش بر بانگ جرس کن

ردیف واؤ

۱ بسوخت ز آتش حسرت دلِ خلیل از تو — بریختہ است پر و بال جبرئیل از تو
بدیر و کعبہ بغیرِ تو نیست جلوہ کنے — شرار آزر و ہم گلشنِ خلیل از تو
بخواہم از کہ بغیرِ تو راہ مقصد ہا — کہ خضر از تو و گم گشتہ و دلیل از تو
جدا فتادہ ام از بزم وصل تو لیکن — بگوش جاں رسدم بانگ یا خلیل از تو
چو میل سرمہ بچشم ہمی کنی رفتار — اگرچہ دور فتادم ہزار میل از تو
بشاہراہ محبت بحق تشنہ لباں — شدہ است چشمۂ چشمان من سبیل از تو
محقق است کلامت ہر آنچہ میگوئی — مسلم است بما حرف بے دلیل از تو
نظر بروئے حسیناں بود تماشایت — کہ مشتق است جمالِ ہمہ جمیل از تو
تمام عمر بعصیاں گذاردم اکنوں — چہ عذر خویش بخواہم دمِ رحیل از تو

نہ واقف است خجل از تو باقرؔ تنہا
بخون دل بخورد غوطہا قتیل از تو

۲ چوں برق سوخت جانہا گلگوں قبائے تو — خوں کرد عالمے را رنگیں ادائے تو

گه خوں ز دیده ریزم گه لخت دل فشانم جانا چها بگویم در هجر ادای تو
گشتیم محو حیرت در جلوه گاه جنت از خود ربود ما را این خود نمای تو
یکره نشد گذارت تا گوشهٔ دلِ او آهِ رسا چگویم از نارسای تو
از لوح دل ستردی حرفِ وفا بکلی خون شد دل ای ستمگر زین کج ادای تو
مرغان خوش نوا را شد برق خرمن جان
ای کلک نکته سنجم آتش نوای تو

٣ جاں میدهد بقالب بیجان نسیم تو شرمنده آب خضر ز خاک حریم تو
تا کے بدوریِ تو بسوزم بسان شمع اے من فدائے شهره خُلقِ عظیم تو
رحمے کنی اگر تو بما هم چه کم شود محروم کس نشد چو ز فیضِ عمیم تو
جانا گدائے کوے تو باشم همیں بس است آں بخت کو چو غیر که باشم ندیم تو
دلها فدائے شیوهٔ ترکانه غمزه ات جانها هلاک خندهٔ لعلِ لبیم تو
جانا ز ما بریدی و با غیر ساختی آں وعده ات کجا شد و عهدِ قدیم تو
گفتا نها دو دست بدستم چو تو علی پیدا است درد عشق ز نبضِ سقیم تو
باقر چه نغز ریخت ز کلکِ تو این غزل
صد آفریں به وقت طبعِ سلیم تو

۴ یاد از من دلخسته نیاری عجب از تو اے حضرت مخدوم بهاری عجب از تو
اغیار بود محو تماشاے تو و من دور از تو کنم ناله و زاری عجب از تو

در خون جگر همچو منِ بندهٔ نازت غلطد سر کوے تو بخواری عجب از تو
صد داغ غلامیِ تو داریم و تو یکره ما را ز غلاماں نشماری عجب از تو
با آنکه فشاندم بر هت نقد دل و جاں پروائے منِ خسته نداری عجب از تو
صد غرقهٔ طوفاں بلا رسته ز دستت از بحر غمم گر نه بر آری عجب از تو
دستے ز عنایت بنهی بر سرِ اغیار
بر باقر خود رحم نیاری عجب از تو

خط بر آورد لبت رونق آں رنگ تو کو شوخی و ناز کجا شد ستم و جنگ تو کو ۵
ربط با مدعیاں هست کنوں شیوهٔ تو نخوت و شانِ تو و شرم تو و ننگ تو کو
گر سرِ همسریت یا مه من هست قمر خط و خال و لب لعل و دهنِ تنگ تو کو
بینمت خسته و افسرده چه شد باقر من
جوشش و ولوله و همت و آهنگ تو کو

ختن ز نکهت زلف تو مشکبار از تو چمن چو روئے تو شد نو خط بهار از تو ٦
شرار آه دلم از تو شد ز چرخ بروں دو چشم من شده از گریه جوئبار از تو
ز تیغ غمزهٔ سفاک کشتیم از ناز شدم شهیده شدم صاحب مزار از تو
نثار ناز ز تو شد هم عاشق و معشوق گل از تو سر ز تو قمری و هزار از تو
جمال تست و من و حسرت اے مه کنعاں عزیز مصری و شد مصر ایں دیار از تو
چو تیر غمزه فگندی بسوئے من از ناز دلِ حزینِ منِ خسته شد فگار از تو

چه شرح حال خودم پیش تو کنم جانم | که مانده ام همه شب بیتو بیقرار از تو
نه کاکل است بران عارض صفا آگیں | نشانده شد بسر گنج طرفه مار از تو
دو چشم نرگس و گیسوئے سُنبل و رخ گل | بدیده ام من شیدا عجب بهار از تو
براو تو مه من شد چنان عدم باقر
نماند هیچ از و جز کف غبار از تو

۷ خار زار است چمن اے گل خندان بیتو | چه برآید ز گل و سوسن و ریحان بیتو
آتشین روئے تو گو کشت مرا شدت برد | چون گذشته ست چه گویم زمستان بیتو
جلوه از ناز بفرما کے بظلمت کده ام | هست بے نور مرا شمع شبستان بیتو
نروم سوئے چمن تا تو نه آئی از ناز | سر من خوش نبود سیر گلستان بیتو
ماه من گنج مراد است وصالت چه کنم | خود اگر دست دهد ملک سلیمان بیتو
جلوه آرا خود اگر یوسف کنعان ست چه سود | رونق بزم محال آمده جانان بیتو
یکره از ناز بیا و سر و سامانم ساز | گشته ام آه بسے بیسر و سامان بیتو
بر در خود طلبش زنده چنان ماند آه
باقر بندهٔ تو اے شه جیلان بیتو

۸ دلم آشفتهٔ بیباکی تو | هلاک شیوهٔ سفاکی تو
فریب وصل وادی دل ربودی | سرم قربان این چالاکی تو
به این تردامنی خواهم چه از تو | حیا می آیدم از پاکی تو

بسان غنچه خوں سازم دلم را | برنگ گل گریبان چاکی تو
خمار آلوده میگردی پریشان | معاذالله ازین بیباکی تو
ببارش آورد ابر کرم را | بسر از چشم تر نمناکی تو
برون کن کلفت دل را که باقر
غمین میسازدم غمناکی تو

۹ صنوبر قدا گل رخا جادوئے تو | بدل هستی و هم بچشمم توئی تو
به شوخی و خوبی چگویم که چونی | ز خوبان عالم غرض نیکوئی تو
معطر دماغم شد از نکهت تو | گلی یا سمن یا گل شب بوئی تو
ندارد وجودے کسے جز وجودت | یکے هست ذاتت بری از دوئی تو
نیاید بچشمم بجز جلوهٔ تو | بهر جا بهر سو که بینم توئی تو
بمعبودیت گر ستایم چه باشد | که مسجود خلق از خم ابروئی تو
ز رنگ رخے رشک یاقوت و مرجان | ز جوش صفا یا دُر لولوئی تو
اگر دست حسرت نمالم چه سازم | که اغیار را حیف در قابوئی تو
ز انداز و از طرز ناز و کرشمه | عجب گونه سحری عجب جادوئی تو
بهوش آمدم چون ز غفلت بدیدم | که هستی در آغوش و در پهلوئی تو
چنان بنگرد جز بسوئے تو باقر
برون از جهانی و در هر سوئی تو

10 المنۃ للہ کہ چمن آمدۂ تو — از قامت و رخ سرو و سمن آمدۂ تو
صد شکر کہ پرویں و پرن آمدۂ تو — از نکہت خود مشک ختن آمدۂ تو
رحمے کہ مسیحائے زمن آمدۂ تو — لطفے کہ طبیب دل من آمدۂ تو



ردیف ہا

1 تا در خرام سرو تو اے جاں برآمدہ — آشوب تازہ در چمنستاں برآمدہ
در ہر چمن کہ آں گل خنداں برآمدہ — گل با ہزار چاک گریباں برآمدہ
تا جلوۂ جمال رخت چہرہ برفروخت — دود از نہاد گبر و مسلماں برآمدہ
کردہ است خوں بیگنہاں ترک من بسے — با تیغ عشوہ بر زدہ داماں برآمدہ
بر کشتگان خویش چو بگذشتۂ بناز — رُوحی فداک از تن بیجاں برآمدہ
جاری شدہ است از گل و بلبل شرشک خوں — در ہر چمن کہ با لب خنداں برآمدہ
قربان جلوۂ تو کہ از پرتو رخت — اینجا ہزار یوسف کنعاں برآمدہ
پوئیدہ در رکاب تو با بانگ طرقوا — جبریل بر تو مروحہ جنباں برآمدہ
از جاں فدائے خوبی و رعنائی تو اند — رعنا قدے کزیں چمنستاں برآمدہ
رشک شہی ست فقر چو اندر لباس فقر
باقر بجلوہ آں شہ شاہاں برآمدہ

2 عیش خلقے تلخ از شہد تبسم کردۂ — عالمے را کشتۂ طرز تکلم کردۂ

خوابگاہت نیست فردا غیر فرش روئے خاک — تکیہ گر امروز بر سنجاب و قاقم کردہٗ
در شکنجِ زلف پنہاں کردہ میپرسد زمن — گوہر یکدانۂ دل را عجب گم کردہٗ
می نہ آید در نوشتن می نگنجد در بیاں — انچہ از جور و جفا بر جان مردم کردہٗ
می برد از خود مرا موجِ نسیمش ساقیا
جرعۂ زاں بادۂ گلبو کہ در خم کردہٗ

۳ ز شوخیِ نگہت بر دلم سناں زدہٗ — ز جنبشِ مژہ نشتر بمغز جان زدہٗ
چہ حاصلِ تو شود بعد ازیں بجز حسرت — عبث بلشکر عشاق ناتواں زدہٗ
رسیدہ بر ہدفِ دل گذشت تا بجگر — فدائے شوخیِ تیرے کہ بر نشاں زدہٗ
باوج رتبہ ات اے نالۂ دلم نازم — علم بر اوج مکانہائے لامکاں زدہٗ
کنوں ز وعدۂ وصلت چہ میزنی آبم — کہ آتش از تپ ہجرم بمغز جاں زدہٗ
ز شیوۂ ستم ارکشتۂ مرا چہ عجب — چو من ہزار ز عشاق کارواں زدہٗ
بعشق شعلہ رخانِ جہاں عبث باقر
تو برق آفتِ برجانِ ناتواں زدہٗ

۴ بر حالِ خستگاں نہ بدیدن چہ فائدہٗ — فریاد بیکساں نشنیدن چہ فائدہ
از راست باز عشق نشنیدن چہ فائدہ — از طالبِ وصال رمیدن چہ فائدہ
رحمے نکرد یار وگہے چشم نم نشد — اے لختِ دل ز دیدہ چکیدن چہ فائدہ
ترکانہ آمدِ تو مرا کشت وحالیا — شمشیر از نیام کشیدن چہ فائدہ

زہرِ فراق چوں بہ رگ و پے حلول کرد — تریاق وصل یار چشیدن چہ فائدہ
محوِ نظارہ شو دلِ ناداں بروئے او — در زیر تیغ یار طپیدن چہ فائدہ
باقر بعشق سنگ دلے بیوفا بیتے
بسمل نمط بخاک طپیدن چہ فائدہ

۵ جاں میبری برقص تو دستے بسر زدہ — دستے دگر بناز و ادا در کمر زدہ
لعلِ لب تو خندہ بلعل و گہر زدہ — رخسارۂ تو سکہ بشمس و قمر زدہ
جاناچہ گو نہ بہ شودم زخمہائے دل — ہر لحظہ غمزۂ تو خدنگِ دگر زدہ
یکرہ در آ بجلوہ بہِ من کہ گلستاں — لا فد ز حسن خود گل دعوے ابسر زدہ
کارے نکرد آہ فلک سیر من ہنوز — اے آسماں بگو چہ بلا بر اثر زدہ
بیروں ز جستجوست نشانِ مقام ما — عنقا در آشیانۂ ما ہم نہ پر زدہ
تاراج کرد مملکت عیش و انبساط — تا لشکرِ غمت بدلم خیمہ بر زدہ
بودم ز ارجمندیِ بختِ بلند دوش — پیمانۂ وصال بطرز دگر زدہ
لب بر لبش نہادہ و دستے بگردنش — دستِ دگر بطرز عجب در کمر زدہ
دیدم ربود حسن خطِ سبز فام دوست — قسمت نگر مرا رہِ ایماں خضر زدہ
باقر بطرز تازہ بہ من رسید دوش
گیسو بپا فگندہ و داماں بسر زدہ

۶ باصد کرشمہ سوئے رقیباں رسیدۂ — تا من چہ کردم ام کہ تو از من رمیدۂ

جانم زدست جور تو آمد بلب مگر   خود گو کہ شکوۂ ستم از من شنیدۂ
از بندگی مکن آزادیم پسند   بے زر چرا چو از پے خدمت خریدۂ
داری حصول کام ز دنیا عبث طمع   گاہے گلِ مراد ازیں باغ چیدۂ
زیں پیش داشتی سر مہر و محبتم   اکنوں چہ شد کہ رشتۂ الفت بریدۂ
بردار تا جمال تو بینیم بے حجاب   آں پردۂ کہ بر رخ زیبا کشیدۂ
پے کردہ پائے سیر کنوں خوب کردۂ
باقرؔ کہ پا بدامن عزلت کشیدہ

۷ ایں شکل و ایں شمائل ہرگز کسے ندیدہ   چوں صورتیکہ داری خالق نہ آفریدہ
بیتابیِ دل من شب بود چوں بہجرت   سیماب وار یکدم ہرگز نہ آرمیدہ
رحمے تواں نمودن بر پیر بندۂ خود   در خدمتت رسیدم با قامتِ خمیدہ
از جوشِ غصہ و غم خوں شد دلِ فگارم   چوں قطرہائے شبنم از چشم تر چکیدہ
از بزم تو نہ جنبم قتلم اگر نمائی   در محفل تو استم چوں شمع سر بریدہ
رحمے بحال زارم دانی کہ کیستم من   محزون جفا کشیدہ مسکیں ستم رسیدہ
اے نازنیں کرم کن از ناز جلوہ فرما   پائے تو بر سرِ من جا یابد بہر دو دیدہ
از یاد بر د قمری رعنائیِ صنوبر   چوں سرو من بگلشن دامن کشاں خمیدہ
باقرؔ مرا ازیں غم تارِ نفس گسستہ
سر رشتۂ محبت آں بیوفا بریدہ

۸ در ہجر یار اے دل شیدا چگونۂ   با کاوکاو غصہ شکیبا چگونۂ
اے دل جدا ز عالم بالا چگونۂ   اے آہوے رمیدہ ز صحرا چگونۂ
جا داشتی بہ بزم حریفاں دلا کنوں   در گوشۂ لحد تنِ تنہا چگونۂ
عرشِ خدا کجا و خیالِ خدا کجا   خود در دلم تو اے غم دنیا چگونۂ
غیر ار بدم بگفت بہ پیش تو دشمن است   تو گوش بر شکایت اعدا چگونۂ
از ما بریدہ اے بتِ پیماں شکن بگو   با غیر سر خوشِ مے و صہبا چگونۂ
با ایں ہمہ جمال کہ داری و رنگ و بو   پہلوئے خار اے گل رعنا چگونۂ
فارغ بدی ز کعبہ بہ پیشِ بتاں کنوں
باقرؔ ز عجز ناصیہ فرسا چگونۂ

۹ تا شد لباس خوبی بر قامتت بریدہ   دست جنوں گریباں تا دامنم دریدہ
از سر ز ہوشیاراں شد عقل و ہوش آمد   مستانہ چوں بر آمد از خانہ می کشیدہ
نشنیدہ چوں تو خوبے گوشِ فلک بعالم   چوں روئے دلفروزت چشم فلک ندیدہ
یوسف بہ پیش رویت از حسن چیں نہ دم   بیچارہ بندۂ تو بودہ ست زر خریدہ
از طرز عشوۂ تو وز ناز و غمزۂ تو   دلہا بخوں طپیدہ جانہا ز تن رمیدہ
ذوقِ لقائے خوباں شد زہر در مذاقم   تا لذتِ وصالت کامِ دلم چشیدہ
تا رفتۂ تو چوں جاں اے جانجاں ز پہلو   مسکیں دلم بہ پہلو یکدم نہ آرمیدہ
بگذشت چوں بگلشن آں نونہال گشتند   محوِ نظارۂ او گلہائے نو دمیدہ

تاگشت زیبِ گلشن آں شوخ گلعذارم   رنگ چمن زگلشن چوں بوے گل پریدہ

حافظ دریں زمیں چوں فرمود فکر باقر
آوردہ ایم ما ہم مضموں چیدہ چیدہ

۱۰ سپردہ ام بتو دل با چنیں جفاے کہ چہ   تو بیوفا شدہ ام با تو آشناے کہ چہ
چگونہ در خورم صحبتِ تو خرم و خوش   کہ راست باز دلِ من تو کج اداے کہ چہ
شہنشہی ست شہا ظلِ کفش پائے توام   من و نشستن در سایۂ ہماے کہ چہ
تو سادہ لوح ندانی کہ ایں سرا فانیست   بخواب عیش نخفتن دریں سراے کہ چہ
ترا کہ شرط اجابت یکے مہیا نیست   کنی دو دست بلند از پئے دعاے کہ چہ
ترا کہ ہست بریدن ز غیرِ حق لازم   بہ بستۂ دل خود را بما سواے کہ چہ
ترا چو غیرِ خدا ہیچ کس غنی نکند   بغیر درگہِ او گشتۂ گداے کہ چہ
تو دین و دل بربائی بیک ادا از خلق   بحور خلد بباشد چنیں اداے کہ چہ
فتادۂ تو عبث عیسیم بفکر دوا   براے دردِ دل عاشقاں دواے کہ چہ

بہاے جلوہ جاناں است دو جہاں باقر
تو میدہی دل و یکجاں برو نماے کہ چہ

۱۱ ہر کس کہ محو آں دہن و آں میاں شدہ   عنقا صفت ز ہر دو جہاں بے نشاں شدہ
رازِ نہاں کہ بود دراں غنچۂ دہن   مانند رنگِ گل ز تبسم عیاں شدہ
در حیرتم کہ نقطۂ موہوم ہندسی   آمد چساں بطرفِ لبانت دہاں شدہ

زجلوۂ رخِ تو بہ گلشن دمید گل   پیدا ز عکسِ قامتِ تو ارغواں شدہ
عشقِ رخت ز چہرہ عیاں شد چو رنگِ گل   سوزِ غمت بدل چو سویدا نہاں شدہ
بودہ است یک دلے بمن آں نیز با نصیب   رسواے خلق در غمِ عشقِ نہاں شدہ
نازم لبش کہ شد شکرستاں تمام بزم   گرمِ سخن چو آں بتِ شیریں دہاں شدہ
نازم حلاوتِ تو کہ قند است آں لبت   میرم لطافتِ تو کہ جسمِ تو جاں شدہ
ضبطم ز دست شد دمِ نظارۂ رخت   مہتابِ جلوۂ تو و صبرم کتاں شدہ
دارم بہجرِ تو رخ زردے و اشک سرخ   جانا بیا بہ بیں کہ بہارم خزاں شدہ

دارد بشوقِ تو نفسِ گرم و آہ سرد
ہم باقرت ز طائفہ عاشقاں شدہ

۱۲ نورِ دو دیدہ گشت و سرورِ دلم شدہ   وارد ز دوست نامۂ مشکیں رقم شدہ
ایں سبز خط کہ بر رخ رنگیں شد آشکار   خطِ غبار بر ورقِ گل رقم شدہ
آں قسمتے کہ خامۂ تقدیر زد رقم   دیدم ز سعیِ عقل کہ نے بیش و کم شدہ
موجود راست اول و ہم آخرش عدم   موجود از عدم شد و سوئے عدم شدہ

باقر چکیدۂ کلکِ تو در جہاں
چوں نیشکر بخوبش ز گیہا علم شدہ

۱۳ لذتِ شبہائے وصلت شب چو در یاد آمدہ   از تپِ حسرت دلِ زارم بفریاد آمدہ
اے دل خود رفتہ خم کن گردنِ عجز و نیاز   تیغ در کف بر سرِ وقتِ تو جلاد آمدہ

گفتہ بودی باتو باشم لیکن آں پیمان وعہد | ایں قدر بہرِ چہ جاناسست بنیاد آمدہ
چشم نرگس زلف سنبل چہرہ گل تن یاسمن | قدرعنائے بخوبی طرفہ شمشاد آمدہ
اندریں گلشن نیم چوں گل بقیدِ آب و رنگ | از دو عالم طبع من چوں سروِ آزاد آمدہ
دام بر دوش است می آید بسوئے ایں چمن | نالۂ بلبل مگر در گوش صیاد آمدہ
رفت مسکیں از سر شوق و نپرسیدش کسے | از سرِ کوئے تو دل با طبعِ ناشاد آمدہ
محو حیرت ماندہ ام یارب چہ باشد سرِ ایں | آنکہ در اسلام جنگِ سہ و ہفتاد آمدہ
از جفاہائے تو ظالم میخورم خونِ جگر | از کہ خواہم داد ہر چہ از تو بیداد آمدہ
میکند جولانیش قطعِ لسانِ شاعراں | خامہ در دستم بجائے تیغ فولاد آمدہ

باقرا برخیز و برخواں پیش او از گفتہات
از پےِ اصلاح روحِ غالب استاد آمدہ

۱۴ آں سرو ناز کز چمنِ جاں برآمدہ | نخلِ قدم ز گلشنِ امکاں برآمدہ
روئے خوشِ تو از صدفِ حسن گوہرے | یا تازہ گل ز روضۂ رضواں برآمدہ
مرہم نہٖ جراحتِ عشاقِ خستہ دل | از یک تبسم آں لبِ خنداں برآمدہ
چوں من ہزار غرقہ کہ از دستگیریت | بر ساحلِ نجات ز طوفاں برآمدہ
در سطحِ ہفت چرخ براقِ بکروت | غرقِ عرق ز گرمیِ جولاں برآمدہ
از بہرِ حفظِ تو بہ نگہباں چہ حاجت است | خالق بہ نفسِ خود چو نگہباں برآمدہ
کردی بصحنِ باغ قدم رنجہ چوں بناز | قمری بشاخِ سرو غزلخواں برآمدہ

وقتِ ہلاکِ دشمن یاراں و آلِ تو | از کردہ ہائے خویش پشیماں برآمدہ
آں سنگدل صنم بتِ سفاکِ روزگار | آسودہ کف ز خونِ شہیداں برآمدہ

جاں دادہ ام بہ نکہتِ گیسوئے آں نگار
باقر ز تربتم گل و ریحاں برآمدہ

برہمن از کنشت از صومعہ دیندار بگذشتہ | چو در مستی ازاں سو آں بتِ میخوار بگذشتہ ۱۵
نظر بر مصحفِ آں روئے چوں افتاد زاہد را | ز خلوت شد بروں از جبہ و دستار بگذشتہ
ز فرطِ جوشِ استغنا ز جنت شد بری آں کس | بہ زیرِ قصرِ او از سایۂ دیوار بگذشتہ
ز پیرِ خانقہ چوں شیخ را فیضے نشد حاصل | بر پیرِ مغان و خانۂ خمار بگذشتہ
تو گوئی وادیِ چیں شد ز بویش کوچہ و برزن | چو با روئے عرقناک از سرِ بازار بگذشتہ
کنوں از مہر سازد از قدومِ خویش ممنونم | بحمد اللہ کہ آں مہ از سرِ انکار بگذشتہ

ز دنیا رفت امشب باقرِ محرومِ دیدارت
دمے در گریہ شوکان طالبِ دیدار بگذشتہ

خلقے بدامِ زلف گرفتار دیدہ | نازی نہ چوں کہ گرمیِ بازار دیدہ ۱۶
از حیرتِ جمالِ تو پیشِ تو ساکتم | گویا گہے مرا لبِ اظہار دیدہ
گم کردہ ام رہش تو بفرما بد اینتے | زاہد اگر تو خانۂ خمار دیدہ
ما ئیم در رکابِ تو تنہا مرو دلبر | آیا گہے تو کوچہ و بازار دیدہ
جانا چنانکہ طرۂ عنبر فشانِ تست | مشکِ ختن بطبلۂ عطار دیدہ

نازت بجاست بہ حسنت کہ صد ہزار / ہمچوں عزیز مصر خریدار دیدهٔ

جانا چگونہ میل بہ باقر بود کہ تو / لطفِ دگر بصحبت اغیار دیدهٔ

۱۷ افسردہ دل چرا لب حسرت گزیدهٔ / شاید کہ حال عشق من از کس شنیدهٔ

گیرم کہ از ثری تو تا بہ ثریا رسیدهٔ / اے مرغ عقل تا لب بامش پریدهٔ

مانند جاں بکنارم نشیں چرا / آہو صفت تو از من وحشی رمیدهٔ

اے دل شدہ است کام و دہانت شکر فشاں / در خواب شب مگر لب جاناں مکیدهٔ

اوراق دیں شدہ است پریشاں چو زلف تو / تا شانہ را بزلف پریشاں کشیدهٔ

شب با رقیب دست وگریباں تو بودهٔ / جانا چہ شد کہ دامن عصمت دریدهٔ

اے وائے ہمچو بسمل بیجا نست حالتت / شب تا سحر بیا و کہ اے دل طپیدهٔ

ہر نعمتے بکام تو زہرِ ہلاہل است / تا چاشنی عشق تو اے دل چشیدهٔ

باقر بہ وصف او نتوانی قلم کشید / چوں حسن صورتِ رخ خوبش ندیده

۱۸ آمد بسوئے گلشن آں شوخ می کشیده / پیراہنش بہ مستی مانند گل دریده

چوں طائران قدسی در شوق جلوهٔ تو / عنقائے نالۂ من تا آسماں رسیده

سر بر درت نہادم در کوچہ ات فتادم / پائے شکستۂ خود از سیر برکشیده

اے کردہ رو بہ بستاں اینجا بیا و بنگر / بر تربتِ شہیدان گلہائے نو دمیده

می آمدی بسویم در خانۂ رقیباں / رفتی عنان اشہب از جانبم کشیده

صد سیل خوں بریزد موج طراوشِ او / ہر قطرہ ہائے اشکم کز چشم من چکیده

اے محو ناز و تمکیں رحمے بحال باقر / کو آمدہ بخدمت با قامتِ خمیده

۱۹ ای آنکہ کوے خانۂ دلدار دیدهٔ / فردوس زیر سایۂ دیوار دیدهٔ

بیتاب میروی ز برِ من بروں دلا / در سینہ ام بگو کہ چہ آزار دیدهٔ

مشکے چو زلف یار گہے دیدهٔ بگو / اے آنکہ چین و تبت و تاتار دیدهٔ

بردار میکشید وفا پیشہ مرا / غوغا شبے کہ بر سر بازار دیدهٔ

شرمے بکن کہ محرم رازِ دلِ توام / دز دیدہ گر بجانب اغیار دیدهٔ

خورسند چوں شوی ز منِ پاکباز عشق / لطفے اگر بصحبت اغیار دیدهٔ

تسکیں چہ میدہی تو بگو راست ای طبیب / ہیچ از حصول صحتم آثار دیدهٔ

بیتاب میرسی صنما سوے من نگر / تاثیر نالہائے شرربار دیدهٔ

کردی سبیل آب دم تیغ عاقبت / از بس ہجوم کشتۂ دیدار دیدهٔ

باقر بہ بزم او ز رقیباں مشو ملول / خود در چمن بہ پہلوی گل خار دیدهٔ

ردیف یا

۱ دلم در علتِ عشقِ تو بیمار است میدانی   بدامِ زلف خمارت گرفتار است میدانی
بهر سو میروی سر بر کنند از پے خریداران   ترا هم یوسف آسا گرم بازار است میدانی
ز جورِ یارِ مینائی چرا عاشق شدی ای دل   که هر شوخ پریزادے دل آزار است میدانی
بفریاد و فغانِ من چه میرنجی که عاشق را   جرس آسا به افغاں هر نفس کار است میدانی
شبِ هجر است و من حیرانم چگویم با تو ای همدم   بروز آوردنِ این شب چه دشوار است میدانی
نیاری چوں بقدر و قیمتِ خود ای سرت گردم
ترا هر کس بنقدِ جاں خریدار است میدانی

۲ گل پیرهنا یوسف کنعاں که بودی   نورِ نظرِ دیدهٔ حیراں که بودی
اے من بفدائے تو بیا جلوه بفرما   آبادکنِ خانهٔ ویراں که بودی
اے لعل لبت زندگیِ عیسیِ مریم   دردِ تو مرا گشت تو درماں که بودی
آشفتگی از حالِ تو پیدا بود اے دل   سودا زدهٔ زلف پریشاں که بودی
چوں گل همه تن گشتهٔ ای دل لبِ خنداں   گلچیں بهارِ چمنستاں که بودی

چوں لاله وجودت همه داغ است دلِ زار   بسملِ خورِ سرپنجهٔ مژگاں که بودی
دی غارتِ دل ساختهٔ از من و امروز   ای دشمنِ دیں بے ایماں که بودی
باقر همه چاکست چو گل دامنِ حیرت
نظارگیِ چاکِ گریباں که بودی

۳ نه بختِ گردِ سر گشتن نه دستے تا بپا بوسے   دلے دارم چه دل از مدعا محروم و مایوسے
مقیمِ کوچه ات باشم مراد و مدعا اینست   نه شوقِ جنتِ رضواں نه میلِ باغِ فردوسے
ز تقصیرِ نظر باشد ندیدن آفتاب را   توئی پیدا به هر ذرات چوں شمعے بفانوسے
ز قیدِ کفر و دیں هر کس بروں آید بگوشِ او   نباشد فرق در بانگِ نماز و بانگِ ناقوسے
چناں در دیده و دل جلوه آرائی که غیر از تو   ندانم هیچ معقولے نه بینم هیچ محسوسے
چکیده است از نے کلکِ باقر ایں چنیں نظمے
نگاریں دلکشے رنگیں برنگِ بالِ طاؤسے

۴ گیسوے تابدار بر خسار میکشی   مصحف بحلقهٔ سرِ زنار میکشی
جراحِ زخمیِ خطِ سبزش بود دلم   بر زخمِ من چه مرهمِ زنگار میکشی
تسلیم شو که لذتِ راحت چشی ز رنج   بهر چه جورِ چرخِ ستمگار میکشی
من خود کیم که حلقهٔ قدوسیاں همه   در حلقه هاے طرهٔ طرار میکشی
بهر طپیدن ای دلِ شیدا بروں شتاب   در تنگنائے سینه چه آزار میکشی
خود کشتهٔ غمِ توام از بهرِ من چرا   ایں لشکرِ کرشمه به پیکار میکشی

خود شهره است باقر شیدا العشق تو
اوراچه مو کشان سر بازار میکشی

۵ دور از شمعِ رخت گل شد چراغِ زندگی   بے تو زهر افشاند در جانم ایاغِ زندگی
وا دریغا شد بهارِ عمر پامالِ خزاں   بر مرادِ دل نه گل چیدم ز باغِ زندگی
شربتِ مرگ از دمِ تیغِ تو دارم آرزو   نیست چوں شمعِ سحرگاهم دماغِ زندگی
از سرشکِ لاله گوں پرور نهالِ عشق را   به ازیں نخلے نمی باشد بباغِ زندگی
خواستم ریزم مئ عشرت بجامِ آرزو
ناگهاں لبریز شد باقر ایاغِ زندگی

۶ گاہے بسلامے مه من یاد نکردی   ایں خاطرِ ناشاد مرا شاد نکردی
جانم بفدائے تو کدام است بفرما   جوریکه بمن اے ستم ایجاد نکردی
یک جلوه نکردی بدلِ زار و نزارم   ایں منزلِ ویراں شده آباد نکردی
یکره نکشادی درے از وصل برویم   زیں بندِ غمم هیچگه آزاد نکردی
مردم بفراقِ تو بصد حسرت و اندوه   رحمے بمن اے شوخِ پریزاد نکردی
شیریں تو و سر گرمی هنگامه به پرویز   یکره نظرِ لطف بفرهاد نکردی
اے مرغِ چمن درد گرفتار چه دانی
سیرِ قفس و خانهٔ صیاد نکردی

۷ زبس نازک مزاجی مهر ورزیدن نمیدانی   بعاشق جز عتاب و خشم رنجیدن نمیدانی

سیه مستے چرا از بادهٔ عشقت بود صوفی   چو من خونابهٔ دل را چو نوشیدن نمیدانی
بگاهِ بوسه میرنجی و در آغوش میجوشی   عجب کز گلستانِ وصل گل چیدن نمیدانی
سر اے خورشید محشر از گریباں بر مکن هرگز   که پیشِ برقِ آهِ من درخشیدن نمیدانی
خراشِ سینهٔ گل شد فغانِ خارج آهنگت   خموش اے بلبلِ شیدا که نالیدن نمیدانی
گره در ابروان و خنده ها در زیر لب پیدا   فدائے سادگیهایت که رنجیدن نمیدانی
بخندیدن در آمد هر لبِ زخمِ دلِ باقر
تو لبها را به بند اے گل که خندیدن نمیدانی

۸ لطفے بمن فدائے تو گاہے نمیکنی   مرهونِ منتم بنگاہے نمیکنی
پیکاں غمزه ات جگر و دل شگافته   اے ترکِ شوخ چشم نگاہے نمیکنی
آخر مرا به تیغِ تغافل که کشته است   گر خود توئی چنیں که گناهے نمیکنی
با خاک گشته ایم برابر چو نقشِ پا   چشمے چرا به چشمِ براہے نمیکنی
باقر غلامِ همتِ مردانهٔ تو ایم
جاں میدهی بسختی و آہے نمیکنی

۹ ادائے دلربائے خوئے بیباکانه داری   نگاهِ شوخ و شنگے غمزهٔ ترکانه داری
ترا دیوانه بسیار اند میدانم و لے خود گو   ازیں دیوانگاں چوں من یکے دیوانه داری
نگارِ نکته سنجِ تو سرے دارد به افسانه   بگو اے دل تو هم پیشش اگر افسانه داری
فدائے جلوه ات جانم تو از بزمِ که مے خورده   پریشاں میرسی و لغزشِ مستانه داری

بسوز و ساز پروانه همی خندی نمیدانی   که گرد شمع روئے خود تو هم پروانه داری
به لیلی قیس مینازد بشیریں کوهکن سازد   تو هم بر خود ببال ای دل که خوش جانانه داری
درون خانهٔ اغیار تا کے جلوه آرائی   پریشاں گرد من آخر تو هم کاشانه داری
متاع دین و دنیا باختی در عاشقی باقر
بنام ایزد چه والا همت مردانه داری

10 تو از سینه ای دل رمیدی چه کردی   ز چشمان پر نم چکیدی چه کردی
شکستی مگر شان تسلیم را دل   ته خنجر او طپیدی چه کردی
درون دل زار و بشکستهٔ من   تو اے نشتر غم خلیدی چه کردی
بچیدم گلے از گلستان حسنش   اجل بر سر من رسیدی چه کردی
نه ممکن که آئی بروں از خمارش   می عشق اے دل چشیدی چه کردی
نداری یکے عاشقے همچو باقر
ته تیغ جورش کشیدی چه کردی

11 خورشید رخش هر چند در پرده نهانستی   در چشم حقیقت بیں بے پرده عیانستی
اے زاهد ظاهر بیں مست می غفلت   پیدا و نهاں هر جا آنست و همانستی
زیں کوچه برو زاهد هستی نه حریف آں   آں ابرو و آں مژگاں تیغے و سنانستی
ظاهر بود و مخفی داخل بود و خارج   از کون و مکاں بیروں در کون و مکانستی
درد و غم مهجوری گفتن نتواں هرگز   ایں قصه بروں اے دل از شرح و بیانستی

باقر دل محزونم چوں گل نه چرا شگفد
مصروف بخندیدن آں غنچه دهانستی

12 گرد ساقی می پرستم یللی   داد جام و کرد مستم یللی
پا ز گردشها شکستم یللی   بر سر کویت نشستم یللی
شد مجاز من حقیقت زانکه کرد   بت پرستی حق پرستم یللی
از سر کونین دست افشاں شدم   پیر صدق داد دستم یللی
از تماشائے حسینان جهاں   در بروئے خویش بستم یللی
چوں تو اے زاهد نیم تقوی گزیں
میکش و شاهد پرستم یللی

13 بروں از منزل خود ای مه کامل نمی آئی   بچشم در نمی آئی و هم در دل نمی آئی
همی آئی بر من خشم آلود و عتاب آگیں   به پیش من چرا خنداں برخ و خوشدل نمی آئی
حریفاں با می و مطرب به شوق مقدمت جمع اند   چرا چوں شمع ماه من درین محفل نمی آئی
رسد جاں بر لبم در اشتیاقت یا روم از جاں   نمی آئی بسر وقتم غرض حاصل نمی آئی
نباشد کار دنیا هیچ جز لهو و لعب دیگر   تو باز از شغل ایں کردار بیحاصل نمی آئی
نمی آئی اگر بے پرده خود پیش من مجنوں   چرا لیلی نمط در پردهٔ محمل نمی آئی
همی آری جواب نامهٔ شوق من اے قاصد   ولے میرم که چوں پیک صبا عاجل نمی آئی
بغیر حق بود هر انچه اندیشی همه باطل   تو اے غافل بروں ز اندیشهٔ باطل نمی آئی

ازیں طوفان موج افزا بروں افتادنت مشکل — غریق لجۂ الفت لب ساحل نمی آئی

اگر شوق شہادت دامن دل میکشد باقر
چرا از خود بزیر خنجر قاتل نمی آئی

۱۴ از نور رخت روشن ہر خانہ بفرمائی — یک جلوہ بچشم ہم اے آنکہ تو ہر جائی
در کلبۂ تاریکم باروئے چو مہ یکرہ — باشد کہ قدم رنجہ از ناز بفرمائی
در خانہ و در صحرا گہ نالد و گہ گرید — حالے بعجبے دارد ایں عاشق سودائی
باشد کہ وہد بارم در خلوت خاص خود — بر درگہ والایت ایں ناصیہ فرسائی
دور از تو چہ برگویم چون است دل زارم — نے صبر و شکیبائی نے تاب و توانائی
می ساختم از اول از عشق بتاں منعت — آخر بکشید اے دل کار تو برسوائی
بے پردہ بیا جانا از ناز بہ بالینم — کس نیست دگر با من غیر از غم تنہائی
میکرد قدم رنجہ ای کاش یکے سویم — دارم بزبان ورد ایں ماضی تمنائی
بر شمع رخت خلقے پروانہ نمط سوزد — گر جلوہ کناں ای مہ از خانہ بروں آئی
باشند بسے خوباں در خلق جہاں لیکن — جانانہ تو بے مثلی در خوبی و رعنائی
ایں عتبہ والایت چوں کعبہ و سنگ آں — ہم بوسہ گہم باشد ہم جائے جبیں سائی
تابد ز جبین تو ہم فر سلیمانی — باشد بہ سرت زیبا ہم تاج شہنشائی
در جوشش جنوں دارم با پیرہن چاکے — گہ سیر بیابانہا گہ بادیہ پیمائی

باقر بسرت زیبد بے خانگئ رہبے

در ملک سخنداری گہ افسر دارائی

۱۵ گاہے نہ نمودی بمن از ناز نگاہے — از لطف بکن اے بت طناز نگاہے
گوئی جگرم سفت و دلم نیز خدنگے — کرد آں مہ من با عجب انداز نگاہے
یک طرفہ بلا ہست نگہدار خدایا — از فتنۂ آں شوخ فسوں ساز نگاہے
دل می برد از دست و خرد گم کند از سر — از نرگس مست تو بہ ایں ساز نگاہے
گوئی کہ مگر سرمۂ حیرت بگلو ریخت — از چشم تو ام باختہ آواز نگاہے

باقر نزود درد من از داروئے عیسیٰ
الا کہ کند ماہ من از ناز نگاہے

۱۶ مرا کوئے صنم جائے تو باشد گلشن ای قمری — مرا بے یار باشد گلشن تو گلخن اے قمری
بیا اینجا و سرو قامت یارم تماشا کن — عبث بر سرو خود سازی نشیمان نشیمن اے قمری
اگر سرو روانم در چمن دامن فشاں آید — تو از سرو گلستاں برفشانی دامن اے قمری
اگر بینی سنان غمزۂ موزوں قد مارا — بچشم تو شود شاخ صنوبر سوزن اے قمری
دلے دارم جراحت دیدۂ از فرقت جاناں — نمک بر سینۂ ریشم مپاش از شیون اے قمری
بخیل عاشقان خستہ مخصوصی و ممتازی — ازیں طوقے کہ از سروت بود در گردن اے قمری
طپم بر خاک و خوں از دوری دلدار خود مارا — مزن آتش بجاں از نالۂ شور افگن اے قمری
تو بر سرو سہی نازی و بلبل بر رخ گلہا — منم بر عارض جانانہ محو دیدن اے قمری
خوشا بلبل کہ باشد برگ گل زیب گریبانش — ترا خالی بود از غنچہ و گل دامن اے قمری

عروس غنچہ و گلہا بگلشن جلوہ فرما شد — تواں با لہجۂ خوش نغمہ سنجیدن اے قمری
بسیرِ روئے گل بلبل ہمی بیالد و نازد — ز دستِ سرو حاصل شد ترا نالیدن اے قمری
بود سرو و تو سرسبز و دلِ بلبل ز روئے محزون — ترا زیبد دریں وقتے بخود نازیدن اے قمری
بہ پیشِ نالۂ زارم ہمی بندد لب بلبل — تو کے پیشم توانی نالہ سر کردن اے قمری

دلِ باقر بفریاد است از پاسِ ادب امشب
تو از افغاں لبِ خود را توانی بستن اے قمری

۱۷ قیامت بر سر انگیزد کند صد فکر و تدبیرے — فغان و نالۂ عاشق ندارد ہیچ تاثیرے
حرارت سوخت جان و دل چناں لب تشنہ ام قاتل — چکاں اے من فدایت در گلویم آب شمشیرے
قدت شمشاد و رویت گل لبِ لعلِ تو یاقوتے — تعالی اللہ کشید از خامۂ قدرت چہ تصویرے
بود چشمِ سخن گویش بصوتِ حالِ من گویا — نمیگنجد دریں جا ہیچ تقریرے و تحریرے
غمش ہر کس رود آنجا ہمیگردد نشاط آگیں — ہمانا کوچۂ او زعفراں زار است و کشمیرے
چہ میپرسی ز احوالم کہ چوں ہستی جدا از من — پریشاں خاطرے آشفتہ محزون دلگیرے
اسیرِ عشق شد یارب دلِ خود رفتہ ام ناگہ — بدام افتاد صیادِ مرا ایں طرفہ نخچیرے
دلِ بیچارہ ام شد مبتلائے عشقِ ترسائے — بگوئید اے مسلماناں اگر دانید تدبیرے
چناں سویم نمود آں مہ نگاہِ آفتِ جانے — ہمانا بر دلم افتاد زہر آلودۂ تیرے
درونِ سینہ ام جا گیرد و در جائے دل گردد — اگر آں شہسوارِ من بسویم سر کند تیرے
منور میشود کاشانہ از شمعِ رخت تنہا — نماند شمعِ محفل را بہ پیشت ہیچ تنویرے

دلِ شبہا ز خود رفتن مسِ دل را طلا سازد — نباشد غیر ازیں بہرِ مہوس ہیچ اکسیرے

دلِ خود رفتۂ باقر ز دستِ عشق ویراں شد
بکرد آں بادشاہِ من دریں ویرانہ تعمیرے

۱۸ ہوشم بربود آں صنمِ جلوہ طرازے — جادو روشے ماہ وشے مایۂ نازے
کوتاہ کنم دامنِ صحرائے طلب را — گر دست دہد سلسلۂ زلفِ درازے
جائیکہ تو باشی و منِ خستہ جگر ہم — سرسبز شود گلشن رازے و نیازے
باشد دہنت غنچۂ گلزارِ معانی — لعلِ تو بود حقۂ پر از گوہرِ رازے
جانم بفدائے رہت اے مایۂ نازم — در پیشِ من آ تا بکنم عرضِ نیازے
تقوی چہ بود پیشِ رخِ خوب کہ محمود — نقدِ دل و دیں باختہ در عشقِ ایازے
در عشق دلم آمدہ بس پختہ و پرکار — طے کردہ دریں راہ نشیبے و فرازے
گشتیم رواں بیخود و سرگشتہ و حیراں — در منزلِ عشقِ تو نہ برگے و نہ سازے
ظلمتکدہ روشن کنم از شعلۂ آہے — امید کہ تشریف دہد جلوہ طرازے

باقر طربے ساز و بہ ہوش آئے کہ نادان
آمد بہ سرت شاہدِ عشاق نوازے

۱۹ تو زمانہ بر مراد و تو فلک بکام داری — کہ ز سحرِ حسن و خوبی دلِ خلق رام داری
تو بیا بیا بفرما سرِ من فدائے راہت — کہ کجا است مسکنِ تو تو بگو چہ نام داری
چہ خوش آمدی تو قاصد بنشیں و زود برگو — چہ ز سوئے دلبرِ من سخن و پیام داری

ز کجا بود ز سویت نظرے ز لطف بر من — چو منِ غریب و مسکیں تو بسے غلام داری
منم آں یکے کہ گاہے نکنی بمن نگاہے — ز کرم سوئے رقیباں نظرِ تمام داری

سخنِ تو آبِ حیواں ز لطافت است باقر
چہ لطیف و نغز دلکش روشِ کلام داری

۲۰ کجا بودی تو مہمانِ کہ بودی — مہِ من شمعِ ایوانِ کہ بودی
تو در بزمِ کہ بودی جلوہ افروز — بقربانِ تو جانانِ کہ بودی
بہ آغوشِ کہ بودی راحت افزا — سرورِ سینہ و جانِ کہ بودی
ز دردِ دل مرا جان است بر لب — مسیحِ من تو درمانِ کہ بودی
کجا از لعلِ لب بودی گہر ریز — سخن سنج و سخن دانِ کہ بودی
بہ ایں کبر و بہ ایں تمکین و جاہت — مطیع و زیرِ فرمانِ کہ بودی
ز بے برگی منم پژمردہ دل آہ — تو برگ و ساز و سامانِ کہ بودی

بہ نعشت باقرا خلقیت گریاں
شہیدِ لعلِ خندانِ کہ بودی

۲۱ نہ نشست آں جواں یکدم بہ آغوشِ منِ پیرے — رمید از پہلوئے من چوں ز آغوشِ کماں تیرے
نگردد رام آں کافر نژادم اے مسلماناں — خدا را میتواں فرمود بہرم ہیچ تدبیرے
سیہ چشمِ تو صید افگن سیہ زلفِ دراز تو — پئے قیدِ دلِ عشاق باشد طرفہ زنجیرے
ازاں یک ذرہ مالیدن مسِ تن را طلا سازد — برنگِ خاکِ کوئے تو ندیدم ہیچ اکسیرے

بہ ترکِ عشقِ خوبانم چہ میگوئی برو واعظ — کہ تاثیرے ندارد در دلِ من وعظ و تذکیرے
ہماں شد انچہ تو کردی ہماں گردد کہ تو خواہی — معارض کے تواں گشتن بہ تقدیرِ تو تدبیرے
نباشم قسمتم وصلش ندارم نامہ بر پیکے — میانِ ما و او یارب نہ تقریرے نہ تحریرے
بخوانِ علم و جودِ او بہر کلی و ہر جزوی — بہ بیں ترکیبِ صنعِ او بہر تعریف و تنکیرے

ز قربِ جاہلاں باقر حذر کن تا توانی
کہ قربِ پہلوئے جاہل بہ پہلو تیز تیرے

چو خشم آگیں شدہ از پہلوئے من دامن فشاں رفتی — زہے با عارضِ چوں گل خدِ چوں ارغواں رفتی ۲۲
چو آگہ گشتی از ذوقِ شبِ وصلت بحمد اللہ — سحر با خاطرِ خوشنود و طبعِ شادماں رفتی
ز بزمِ می دمِ رخصت شدن از دیگراں خوشدل — چہ دیدی از منِ مسکیں کہ از من سرگراں رفتی
بہ پایت سر ہمی سودم ہمی گشتم تقربانت — چرا از دستِ من اے جانِ جاں دامن کشاں رفتی
نمودی بزمِ عشرت را شکنجِ حلقۂ ماتم — چرا آزردہ دل جانا ز بزمِ میکشاں رفتی
چہ رو داد امشب اے قاتل کہ شمشیرِ دودم در کف — بقتلِ عاشقِ مسکیں چو مرگِ ناگہاں رفتی
قدت سرو و رخت سوسن پریشاں طرہ ات سنبل — بہار آمد بہ گلشن چوں تو در فصلِ خزاں رفتی

گزیدی گوشۂ عزلت بیادِ حق خوشا باقر
بروں ز اندیشۂ کونین و فکرِ این و آں رفتی

دلا بر عارضِ آں گل نظر انداختی رفتی — متاعِ عقل و نقدِ ہوش خود را باختی رفتی ۲۳
سمندِ ناز جولاں کردہ چوں برق آمدی ناگہ — دیارِ ملکِ دل اے ترک ویراں ساختی رفتی

به مستی آمدی از ناز و محو حیرتم کردی　　نقاب از چهرهٔ پرنور خود انداختی رفتی
سوارِ بادپا عشاق را بنواختی از لطف　　زمن عطفِ عنانِ اشہبِ خود ساختی رفتی
بمیداں آمدی ترکانه شمشیرِ ادا در کف　　به اقلیمِ ستمگاری علم افراختی رفتی
بمن ربطِ خلوص از روزگارے داشتی اکنوں　　بریدی از من و با مدعی در ساختی رفتی
ترا ہر روز و شب با غیر باشد گرم جوشیہا
به باقر ساعتے نردِ محبت باختی رفتی

۲۴ خوشا بختے که غمخوارم تو باشی　　رفیق و مونس و یارم تو باشی
دوائے علتِ بیتابیِ دل　　چراغ خانهٔ تارم تو باشی
نہی دست از کرم بر سینهٔ من　　تسلیِ دلِ زارم تو باشی
نداند ہیچ کس رازِ دلِ من　　مگر دانائے اسرارم تو باشی
تو باشی ہم انیس خلوتِ من　　رفیقِ سیر بازارم تو باشی
کشم کے منتِ خضر و مسیحا　　دوائے جان بیمارم تو باشی
بگفتا کیستی باقر چه تو
که خواہی محو دیدارم تو باشی

۲۵ بے پردہ جلوہ گر رخ تاباں چه میکنی　　یک خلق را چو آئینه حیراں چه میکنی
اکنوں که کرد دردِ دلم کار خود تمام　　ناداں طبیب کوششِ درماں چه میکنی
گر مرده ام به عشق تو جانا بمرگِ من　　زلفِ سیاه خویش پریشاں چه میکنی

گر رفت موسمِ گل رعنا صبور باش　　ای عندلیب ناله و افغاں چه میکنی
گردد ز پرده جلوهٔ حسن تو آشکار　　روئے چو شمع در ته داماں چه میکنی
رو در چمن بسیر منم ہم رکاب تو　　تنہا نشسته بر لبِ ایواں چه میکنی
از خاطرِ تو شسته نشد لوث ماسوا　　زاہد دروغ دعوی عرفاں چه میکنی
ہر ہفت کردهٔ پے تاراج دین و دل　　زیں گونه شیوه غارت ایماں چه میکنی
باقر ہوائے آں لب و دنداں مبارکت
بیہوده خواہشِ در و مرجاں چه میکنی

۲۶ ساعتِ وعدهٔ دیدار شمارم تا کے　　حال شوقِ دل بیتاب نگارم تا کے
گر شود رنگ رخ و دیدهٔ پرنم غماز　　رازِ عشقِ تو نہاں آه بدارم تا کے
من به سودائے علاج تو طبیبم ای وائے　　آهِ سرد و نفسِ گرم برآرم تا کے
جلوه بنما که دلِ زار تسلی گردد　　دردِ ہجراں به بر و صبر و قرارم تا کے
ساکنِ کوئے توام شهر تو باشد وطنم　　پرسی از خنده تو از شہر و دیارم تا کے
من بقرباں ادائے تو بفرما از دور　　خواہیم گفت بیا عاشق زارم تا کے
من فدائے تو کنی خانهٔ ویرانهٔ من
رشک گلزار توای باغ و بہارم تا کے

۲۷ دی که با تیغ ادا جلوه کناں میرفتی　　بہر عشاق بلا جان جہاں میرفتی
چه بگویم بچه عنواں و چساں میرفتی　　روئے در پرده نہاں کرده عیاں میرفتی

با رُخِ رشکِ گل و طرّۂ رشکِ سُنبل — از پے سیرِ چمن سرو رواں میرفتی
باز می خورده به اغیار چه رو داد که دوش — مست از خانه ز رخ پرده کشاں میرفتی
پائے رنگیں ز حنا کرده بکفش زریں — بهر پامال دلِ خسته دلاں میرفتی
با کلاه و کمرِ زر و کلاهِ اطلس — غارتِ دین و دل ای دشمن جاں میرفتی
من شدم صید ادایت تو کجا بهر شکار — با قد و ابروئے چوں تیر و کماں میرفتی
دست در دست رقیباں تو کجا وقت سحر — اے بتِ غنچه دهاں موے میاں میرفتی

در تلاشش که چنیں بے سرو ساماں باقر
با لبِ خشک کجا تشنه دهاں میرفتی

۲۸ اے زاهد خلوت بجز اخبار چه دانی — تو ساده دلی لذت دیدار چه دانی
اے بلبلِ دستانزن شاخ شجرِ گل — تو نالۂ مرغان گرفتار چه دانی
از خانه بروں آے و ببیں راه کشاده — نادیده تو حالِ پس دیوار چه دانی
اے شیخ تو و خلوت و تسبیح و مُصلے — تو حاصلِ طوفِ در خمار چه دانی
اے مدعی بیهوده مزن لافِ وگزافے — آساں نکنی فهم تو دشوار چه دانی
هر قطرۂ اشکے که چکد درِ یتیم است — تو مرتبۂ چشم گهربار چه دانی

زاهد ز رهِ کبر زنی طعنه به باقر
کافیست مرا رحمت غفار چه دانی

۲۹ بیا حشرے عجب در کوچه و بازار میکردی — سحر با ناز چوں بر بام خود رفتار میکردی

ترا جادو گرا نازم که در ساعت مسیحا را — ز سحرِ نرگسِ بیمار خود بیمار میکردی
زعکسِ عارضت میریختی گل در گریبانم — ز نوکِ غمزۂ خود در دلِ من خار میکردی
کنوں از شور و افغانم نترسی پیش ازیں ورنه — حذر از ناله و از آه آتشبار میکردی
ز راهِ خنده گر میکرد با تو وعدۂ مقدم — تو زاهد فرش راهش جبه و دستار میکردی
چه خوش بودے که از خونِ دلم میساختی قشقه — هم از تارِ رگ اے هندو پسر زنار میکردی
حنائی میشده ای کاش از خونِ دلم دستش — لباسِ خود ز اشکِ سرخ من گلنار میکردی

چه از شانِ نیازت کم شدے باقر اگر گریه
ز مقصد واگهِ نازش لبِ اظهار میکردی

۳۰ بندۂ خسته دلے نامه سیاهے عجبے — آمده پیش تو با حالِ تباهے عجبے
عمر در لهو و لعب باخته بے هنرے — موے سفیدے عجبے روے سیاهے عجبے
اشک ریز آمده ام بر درت ای خواجه معین — با دلِ پر غم و با ناله و آهے عجبے
ما همه تن گنه و تو همه بخشایش و جود — ما غلامے عجبے خواجه تو شاهے عجبے
ما کجا از درِ پاکِ تو توانم رفتن — هست خاکِ در تو جائے پناهے عجبے
بر سرِ بندۂ مسکیں بنه از لطف قدم — هست در خاک طپاں چشم براهے عجبے
بے وضو داده ام از بوسه بپائے سگ تو — عفو فرما که شد از بنده گناهے عجبے

باقرِ بندۂ تو آمده با عجز و نیاز
بروے از لطف بکن نیم نگاهے عجبے

۳۱ دیدم امروز بتِ فتنه پناهی عجبی   شاهدی شمعِ رُخی غیرت ماهی عجبی

داشتی همچو گلی تنگ قبای گلگون   کج بطرز عجبی کرده کلاهی عجبی

علم افراخته در معرکهٔ جور و ستم   بودش از غمزه و از ناز سپاهی عجبی

رفتم از هوش و شدم محو تماشای رخش   کرد در سوی من از ناز نگاهی عجبی

باشد از نغمهٔ جانسوز هزاران خوشتر   از منِ خسته شنو ناله و آهی عجبی

جلوه آرا شده در خانهٔ باقر آن شاه

با شکوهی عجب و شوکت و جاهی عجبی

۳۲ خوش فصل بهار آمد شد موسم گل ساقی   کن روبسوی گلشن با ساغر و مل ساقی

سرخوش چو کنی از می آید به نظر عرشم   تو مرشد کل ساقی هادی سبل ساقی

با آتش رخسارش دم میزند از گرم   افسرده ز آبِ می کن آتش گل ساقی

می ریز که می آید در سمع بسی خوشتر   از چار قل قرآن این دو قل قل ساقی

خوش دجله بجوش آمد با چنگ و دف و مطرب   هنگامهٔ می برپا کن بر سر پل ساقی

آن لعل چو گل را شد لب تشنه دلِ باقر

یک جام میش درده با نزهت گل ساقی

۳۳ ز تشنگی است بلب جان بده میم ساقی   دو دست پیش تو بندم بپا فتم ساقی

ز بهر می دو سه جامی دریغ میداری   کنون ز انجمنت پا نمیکشم ساقی

به بخشش باده   که بیخودی بخشد   همی قدر ز تو خواهم نه بیش و کم ساقی

به بخششِ دو سه جامی تو زنده ام کردی   شدم کمینه غلامِ تو بیدرم ساقی

به بخشش دو سه رطلِ گران دماغم ده   به بام عرش که چون قدسیان پرم ساقی

کرم نما و ز بهرِ خدا مرو از بزم   روا مدار تو بر جان من ستم ساقی

به پیش او ز سرِ صدق عذر کن باقر

بده میٔ که ببویش ز جان روم ساقی

۳۴ دیده ام محو جمالِ رخ زیبا نکنی   من ستاده به درت حیف تو در وا نکنی

دلِ پر درد بشوقِ تو بجان آمده حیف   تو مسیحی و علاجِ دل شیدا نکنی

عقدهٔ دل بگشاید به یکی خندهٔ تو   غنچه آسا به تبسم لب خود وا نکنی

وای تقدیر که بر شمع عذارت ای شوخ   همچو پروانه بسوزیم تو پروا نکنی

خوش بهار است گل و سنبل و سوسن در جوش   سبزه شد سبز چرا رو بتماشا نکنی

از چه ای من به فدایت بت نصرانی من   از رخت خانهٔ من رشک کلیسا نکنی

خود تو فرما مهِ من هست همین شرط وفا   من به یادِ تو و تو یاد من اصلا نکنی

دشمن جان بودت نفس لعینِ کافر   غره بر زهد مشو ناز بتقوی نکنی

ای دلِ خسته بود خلد برین کوچهٔ یار   هم در آن کوچه چرا منزل و ماوی نکنی

باقر اینجا همه مست اند حریفان تو چرا

رو بسوی ساقی و در ساغر صهبا نکنی

۳۵ چه خوش آمدی فدایت تو کجا مقام داری   ز کجا رسی بفرما و بگو چه نام داری

سحر رخش چہ بینی کہ بدیدہ شام داری چہ شمی شمیم زلفش کہ بسر زکام داری
زرہِ کرم خدایا ہمہ عفو کن گناہم چہ ز بندۂ کمینہ سر انتقام داری
بہ منِ غریب مسکیں نظرے ہم از کرم کن تو بسوئے بندۂ خود نظرِ تمام داری
چہ شگفت ماجرائے کہ منم بہ جستجویت بہ دیار و در پریشاں تو بہ دل مقام داری
بہ کسے نہ لطف و مہرے نہ محبتے نہ خلقے نہ طریق راہ و رسمے نہ سرِ سلام داری
دل بیقرار باقر چو حنا نمودہ پرخوں
چہ عجب تو سرو نازم روشِ خرام داری

۳۶ ز دیار خویش گفتم کہ سفر کنی نکردی برہِ تو بود چشمم کہ گزر کنی نکردی
تو شدی خراب آخر تو گفتہ بودم ای دل ز ادا و ناز خوباں کہ حذر کنی نکردی
زرہِ نیاز صد رہ بتو ای صبا بگفتم کہ برو بہ او ز حالم تو خبر کنی نکردی
چہ زنی تو دم ز عرفاں بتو بود شیخ لازم کہ ریا و سمعہ از دل تو بدر کنی نکردی
ز کرم نمودی پرسش کو یکے ز حال باقر
ز تو داشت آں امیدے کہ دگر کنی نکردی

۳۷ جمعے بہ حسن خویش گرفتار میکنی خلقے بدام زلف گرفتار میکنی
جانا تو با رقیب چہ گفتار میکنی اغیار را چہ محرم اسرار میکنی
رُوحی فداک با ہمہ دعوی پردگی
نظارہ ہا ز رخنۂ دیوار میکنی

نالۂ جانسوز من کارے نمودے کاشکے زنگ کیں از خاطرش یارب زدودے کاشکے ۳۸
طالعِ خوابیدہ ام بیدار بودے کاشکے ماہ من یکرہ بہ آغوشم غنودے کاشکے
کوچہ و بازار گشتے رشکِ صحرائے ختن زلف مشکینش صبا برہم نمودے کاشکے
می طپم از درد دل شبہا چہا در خاک و خوں سینہ را بدریدہ دل رامی ربودے کاشکے
خوش علاجے بود بہرِ درد سر بر جبہ ام جائے صندل زلف مشکیں را بسودے کاشکے
تیغ در کف آمدے گفتے کہ ہاں گردن بنہ ترک من زیں گونہ عشقم آزمودے کاشکے
یا رسول اللہؐ چہ دارم تا کنم بر تو نثار از منِ مسکیں رسد بر تو درودے کاشکے
اشتیاقِ جلوہ ات بادا بجانم سر بلند داغ عشقت در دلم ہر دم فزودے کاشکے
راحتِ جانی دہم نورِ نظر چوں مردمک جائے تو جانانہ ام در دیدہ بودے کاشکے
کمترینِ بندگانت ہست باقر یا نبیؐ
بر درِ تو جبہ را در سجدہ سودے کاشکے

بندۂ عشقیم رُوئے ما بود سوئے علیؑ سجدہ گاہِ ما بود محراب ابروئے علیؑ ۳۹
میکشی ما را سوے جنت نمیدانی مگر ما ہمہ ہستیم رضواں ساکنِ کوئے علیؑ
میکنم بر دامنش پیراہنِ یوسف نثار نکہتِ یوسف چہ سازم یابدم بوئے علیؑ
آتشِ دوزخ چہ سوزد یک سرِ موئے مرا رشتۂ جانم بود از تار گیسوئے علیؑ
فرض شد بعد از نبیؐ بر وے درود ہم سلام فرض شد ہم بر مسلماں عشق بازوئے علیؑ
از علوئے قدر خود شیراں رفعت صید را کمتر از روبہ شمارد ہر سگ کوئے علیؑ

شربت خضری چه سازم یا خدا در کام من   قطرهٔ آبی چکان از جوی دلجوی علیؑ
کشف شد سرّ خفی مد بسم الله تمام   نقش شد تا در دل من بیت ابروی علیؑ
پانگاه عشق را در غایت قصوی رساند   عاشق روی نبی شد عاشق روی علیؑ
من غلامم مرتضیٰ را می‌نترسم از عدو   پاره سازد دشمنم را تیغ ابروی علیؑ
باقر از سیر جهان فرسوده شد پایم عبث
بعد ازین دست من است و دامن کوی علیؑ



مخمسات

خمسه بر غزل بابا کمال خجندی رحمة الله علیه

شدم جدا ز درت ماجرا همین باشد   شدم بروی تو عاشق خطا همین باشد 1
سزای عشق نگر دلربا همین باشد   مرا ز پیش براندی جفا همین باشد
نهایت ستم ای بیوفا همین باشد

نمانده است سر سیر بوستان نعیم   نه شوق تخت سلیمان نه میل طور کلیم 2
جدا بود ز درت زیستن عذاب الیم   بر آستان تو مردن سعادتیست عظیم
ز بخت خویش توقع مرا همین باشد

برنگ ابر سیه خوشنما است زلف کثرت   پی جنون زده زنجیر پایست زلف کثرت
زبوی نافه بسی جانفزا است زلف کثرت   گمان برند که مشک خطا است زلف کثرت
تصور کثرت و فکر خطا همین باشد

ز عشق روی حسینان همین نشانم ذیل   اگرچه هست بعالم زخوب روصد خیل
ز بسکه ذات تو اصل است و دیگراند طفیل   نمیکند دل ما جز بسرو قد تو میل
علوی همت مشت گدا همین باشد

بگوش جان بشنیدیم گفتگوی ترا   بکام دل برساندیم رنگ و بوی ترا

بیازمودہ ودانستہ ایم خوئے ترا بدانچہ شکر نگفتم وصال روئے ترا
گر انتقام نمائی جزا ہمیں باشد

اگر ز جملہ محبان حضرتِ اوئی اگر تو خود ز مقیمان حضرتِ اوئی
چو باقر ار ز گدایان حضرتِ اوئی کمال اگر ز گدایان حضرت اوئی
مقام سلطنت وکبریا ہمیں باشد

خمسہ بر غزل حضرت بابا فغانی رحمۃ اللہ علیہ

۲ رویت کہ ہمچو شمع فروزاں برآمدہ ماہ عجب ز چاک گریباں برآمدہ
سامان جوشش مستیٔ مستاں برآمدہ نخلِ قدت کہ از چمنِ جاں برآمدہ
شاخِ گلے بصورت انساں برآمدہ

جانم ہلاک شوخی وآں صورت جمال قربان آں کرشمہ وآں حسن بیمثال
میرم بہ ایں لطافت وخوبی واعتدال از فرق تا قدم ہمہ جانست آں نہال
گویا ز آب چشمۂ حیواں برآمدہ

یوسف بہ شوق روئے تو با عجز و با نیاز کردہ است سر بپاے وے از بہر امتیاز
آں جا کہ شد ز قدوم تو سرفراز بر ہر زمیں کہ جلوہ کناں رفتۂ بناز
دود از نہاد گبر و مُسلماں برآمدہ

سوئے قطار لالہ وصد برگ و یاسمن سوئے شگفتہ سوسن و نسرین و نسترن

یا نگہتے کہ ہست پئے نافۂ ختن بہر نظارۂ گل روئے تو در چمن
گل ہر طرف ز شاخ درختاں برآمدہ

بر حسن خویش غرہ و با ناز جو دبان یارب کہ باد سلسلۂ زلف او دراز
با روئے ہمچو شعلہ و با چشم نیم باز مست از می شبانہ ہمہ من ز خواب ناز
با آفتاب دست وگریبان برآمدہ

در دَور عارضِ تو حسینان نازنیں خطِ غلامیِ تو کشیدند بر جبیں
تقویم کہنہ ساختۂ حسن ہر حسیں اکنوں توئی جمیل جہاں گرچہ پیش ازیں
آوازۂ جمال ز کنعاں برآمدہ

اے خواجہ بندہ پرور واے شاہ دلنواز بر آستان تست ملک را سرِ نیاز
بر روئے عاصیان در رحمت نمودہ باز بر کشتگان تیغ تو بگذشتۂ بناز
رُوحی فداک از تن بیجاں برآمدہ

باقر حدیث درد شنو از لبِ قلم با قامتِ خمیدہ و با چشم پُر ز نم
از فرط اضطراب دل و شدتِ الم در ہر چمن کہ خواند فغانی سُرود غم
افغاں ز بلبلان خوش الحاں برآمدہ

رباعیات

رُباعی

اے نورِ نگاہِ اہلِ بینش مددے — وے شمعِ سرائے آفرینش مددے
دارم دلکے اسیرِ زنجیرِ ہوس — اے عقدہ کشائے عقل و دانش مددے

رُباعی

اے یار گہت قبلہ گہِ حاجتِ ما — وے سجدۂ خاکِ درِ تو طاعتِ ما
عفو و کرم و عطا عادتِ تو — جرم و گنہ و سہو و خطا عادتِ ما

رُباعی

اے رونقِ بزمِ جامِ دنیا از تو — وے روشنی دیر و کلیسا از تو
لیلیٰ ز تو جلوہ کردہ در کنجِ خلوت — مجنوں ز تو سر زدست و صحرا از تو

رُباعی

یک نظر گر رخِ خوبِ تو ببینم چہ شود — یک گلے از چمنِ حسن بہ چینم چہ شود
من کز عمرے پے وصلِ تو شدم سرگرداں — گر بہ پہلوئے تو یکدم بنشینم چہ شود



قطعات

۱ قطعہ در جوابِ مکتوبِ دعوت از حضرت شاہ غلام مظفر صاحب قدس سرہٗ و قرابتہٗ

با گونہ گونہ ناز درآمد صبا بہ باغ — یا شمع در لگن طرفِ انجمن رسید
بوئے گل است آمدہ از صحنِ باغِ خلد — یا نگہتے ز جانبِ دشتِ ختن رسید
کُحل الجواہر است کہ در دیدہ جا گرفت — روحے بقالبِ آمد و جانے بہ تن رسید
افسونِ سحرِ سامری از بہرِ نسخہ — یا حرزِ بازوئے کہ زشیخِ زمن رسید
توقیعِ کامرانی و منشورِ مدعا — وحیِ شگرف نو کہ ز چرخِ کہن رسید
اکسیرِ اضطرابِ دل و کیمیائے درد — جان داروئے کہ بہرِ مریضِ محن رسید
برسر فگند سایہ ہمائے خجستہ پے — یا ہدہد از سبا ز سباخندہ زن رسید
حرفے تواں شنید کہ تفصیلِ مجمل است — از سوئے دوست نامۂ شوقے بمن رسید

کیوان منزلت عطارد مرتبت ملکی ذات قدسی صفات والا گہر خورشید منظر جناب شاہ گردوں پائیگاہ غلام مظفر صاحب لازالت شموس انوارکم بازغۃ علیٰ رؤس الطالبین ۔

سلامیکه از مجمره گردانی خلوص مشام جاں را معطر و شامه ناطقه را از مشک افشانی نیاز معنبر گرداند ہدیه خدمت حاشیه نشینان بساط فیض مناطمی نماید۔ ہمایوں نامه محبت ختامه در ساعت مسعود منت ورود بر گردن ایں سراپا نیاز نہاد۔ خاطر از غایت خرمی ہا برخود بالید و بخت نارسا بر رسیاہائے خویش بنازید۔ داعیه شوق وابرام آرزو ہا دامن دل برکشید که ہاں پا از سر و قدم از دیده ساخته گام فرسائے جاده ایں انجمن مینو سواد وره نورد ایں مجلس برکت بنیاد می تواں شد۔ خانه کسلمندی خراب که دل خوں گشته اشتیاق را رہین ایں تمنا نکرد و خوے خجالت را از چہره بیتابیہا فرانچید از غایت سرور وقت برخود خیدن و ہم از دست نارسائی ہائے طالع زار نالیدن مقربان حضرت ارشاد منزلت مخاطب به ندائے حیّ علی الخیر والبرکه فرموده اند و بخت نافرجام نحوست انجام پائے نقل و حرکت فرسوده۔ ناگزیر از نکہت انفاس متبرکه حاضراں آں سواد از دور بوئے برگرفتم و بیاد سرگرمی شورش آں ہنگامه ہوئے برکشیدم بالجمله نافرمانی و ناکامیم غریق لجه ملال کرده است و اسیر سلسله انفعال تقصیر غیر مسئول و عذر تقصیر مقبول باد۔ تاریخ یازدہم ربیع الاخری ۱۳۰۸ ہجری۔

۲ قطعه در تاریخ تصنیف کتاب سروش سخن تصنیف خواجه فخرالدین حسین صاحب فرماید

بنام ایزد چه رنگیں داستانے ... که شد جاری از و نہر فصاحت
خرامان نوجوانان معانی ... بباغ صفحه اش با صد نزاکت

به گاه سیر در چشم تماشا ... رسد از برق حسن او صداقت
نه افسانه فسون عشق گر سحر ... کند تاراج صبر و ہوش و طاقت
رباید دل ز پیر کاران پیر فن ... ز انداز و ادا و ناز و اشارت
چکید از نوک کلک خواجه ما ... که رخشد از رخش نور نجابت
شرافت خانه زاد خاندانش ... درخشاں نیر اوج سعادت
دبیرے شاعرے رنگیں بیانے ... طلیقے افصحے جان طلاقت
بہر بزمے شود سرگرم تقریر ... شود بلبل چو گل محو سماعت
بہر علم و فنوں علامه دہر ... بصرف و نحو و معنی و بلاغت
ذکی الفطرتے کاندر مشامش ... رسد از بوعلی بوئے غباوت
لطیفے بذله گوئے نکته سنجے ... چراغ بزم ارباب براعت
حسینے مه رخے نازک ادائے ... فروغ عارض لطف و محبت
چه دارد لذتے شیریں کلامش ... که در لب چسپد از جوش حلاوت
پے تفتیش تاریخ سر انجام ... چو بردم سر فرو در جیب فکرت
بغورش بوده ام حیراں که ہاتف ... بگوشم داد مید از روئے بہجت

چه رنگیں مصرعه موزون و دلکش
"زہے سرچشمه حسن و لطافت"
۱۲۷۶ ھج

۳ قطعهٔ تاریخ تصنیف کتاب دستور البنا تصنیف مولوی فرید الدین صاحب

تصنیف چو گشت این کتاب دلخواه
شد خامهٔ ما گرم گہر افشانی
یعنی پے اختتام تاریخ نوشت
دستور بنائے بیت و ایوان دانی

۱۲۸۴ ھ

۴ قطعهٔ تاریخ تصنیف کتاب نجم ثاقب تالیف منشی نجم الدین صاحب

چو آں روشن دلے والاجنابے عارف کامل
کہ مشہور جہاں در علم و زہد و پارسائی شد
چگویم از علو رتبهٔ ذات و صفات او
براہ معرفت مخصوص بہر پیشوائی شد
بنام ایزد چو نام خویش نجم ملت و دین است
شکست رنگ دین راہمت او مومیائی شد
حریمش بسکہ آمد کعبۂ اہل دل و ایماں
بکویش یکجہاں زاخلاص گرم جبہ سائی شد
زبس اوج کمال او شد از ادراک بالاتر
عروج فکر اینجا مایۂ حیرت فزائی شد
زجوش بخشش و احسان و انعام عمیم او
در او عالمے را قبلۂ حاجت روائی شد
بہ تحریر جواب اعتراض فیلسوف انہ
موفق از رہ صدق از جناب کبریائی شد
تعالی اللہ چہ رنگین نسخۂ بنوشت کلک او
کہ از فیض سوادش صفحۂ کاغذ ختائی شد
زشوخی حرف حرف او بود معشوق طنازے
کہ در بزم تماشا بر سر برقع کشائی شد
بجنب جنس تحقیقش خرد کیشان عالم را
ببازار بیاں کاسد متاع خود نمائی شد
نمودم فکر تاریخش سروش آمد بگوش من

طلوع شمس ہیں کانجا با وج رہنمائی شد

۱۲۸۴ ھ

۵ قطعهٔ تاریخ انطباع کتاب دیگر تصنیف منشی نجم الدین صاحب

بحمد اللہ کہ شد ایں نسخہ مطبوع
کہ باشد جملہ احکام شریعت
بیان رتبۂ شاہ شہان است
کند روشن دل از نور محبت
طریق اہل حق را رہنمون است
بود دستور بہر اہل سنت
مصنف را جزائے خیر بادا
کہ خوش ملزم رقم فرمود حجت
بہ تنبیہ مخالف کشف حق کرد
کہ دیں را گفت پیغمبر نصیحت
دلائل از کتاب و سنت آورد
زہے دینداری و حسن عقیدت

خرد گفتا پئے تاریخ اتمام
چہ زیبا کاشف رمز حقیقت

۱۲۸۹ ھ

۶ مصرعهٔ تاریخ دیگر برائے ایضاً

عجب گنجینۂ فیض معانی ہے

۱۲۸۹ ھ

۷ قطعهٔ تاریخ تصنیف کتاب عمدة المقال فی تحقیق الحال و القال تصنیف مولوی حاجی شاہ اقبال علی صاحب بہا ساکن بری تبیا

عابد و زاہد تصوف کیش
فاضل دہر مولوی اقبال
معدن علم و مجمع خوبی
صاحب عز و مجد و جاہ و جلال

ظاهرش مظہر جمال خدا   باطنش مایۂ صفات کمال

خاطرش آفتاب علم و یقین   پیکرش آیۂ جلال و جمال

واقف راز و شاہد اسرار   محرم گوشۂ حریم وصال

روشن از نور معرفت دل او   وز تجلی ذات مالامال

طرز گفتار او بود اعجاز   روشِ کلک اوست سحر حلال

باشد از غایت صفائی ہا   سخنِ آبدار او چو زلال

بہر تصنیف این کتاب لطیف   شد موفق ز ایزد متعال

وہ چہ نسخہ کہ ہر سطرش   باشد از بوستان علم نہال

معنی نازکش ز پردۂ لفظ   جلوہ گر چون مخدرات حجال

بسکہ آورد حجتِ محکم   منکران را ببست لب ز سوال

دعوی ہمچو نغز تقریرے   ہان گزاف است و ادعائے محال

این چنین گفتن است و رُسفتن   حبذا گفتگوئے و طرز مقال

این حدیثِ خوش و لطافت باز   بطریقِ صواب باشد دال

معنیِ حالت و حقیقت آن   شرح کم دادہ کس بدین منوال

چون دلم خواست سال تاریخش

گفت ہاتف "ضروری الاحوال"

۱۲۹۳ہجری

---

٨ "تقریظ بر کتاب مولوی عبد الرحمن صاحب ناصری گنجی مع تاریخ طبع"

تعالی اللہ زہے رنگیں کتابے   کتابے نغز یا دُرِ خوش آبے

ز مضمون لطیفے درج گوہر   ز رنگینی بود یاقوت احمر

عبارا تش متاع خوش بیانی   زلالے بلکہ آبِ زندگانی

مجلّا تر ز آبِ فضہ و زر   مدلل چوں کتابِ شیخ اکبر

صفائے لفظ او چوں عارضِ حور   فروغِ معنیش چوں جلوۂ طور

بنام ایزد چہ تقریر مدلل   برنگِ زلف محبوبان مسلسل

ز گوناں گوں علومِ نغز مشحوں   نماندہ خصم را تابِ چہ و چوں

حفیظ الدین لقب حبرے نبیلے   براہِ معرفت روشن دلیلے

کتابے کرد در توحید انشا   بدعوی شد سرِ میدان صف آرا

مجیب لوذعی روشن رقم ساخت   بنقضِ ہر براہینش بپرداخت

بزنجیرِ جوابِ پختہ بستہ   حریفِ خام را پائے شکستہ

کنوں نے خصم را تابِ جواب است   نہ ساکت شد تواں در پیچ و تاب است

بنائے قصر او از پا در افتاد   مگر بودہ است از بس سست بنیاد

خزاں آمد بہ آب و رنگِ باغش   بروں شد نشۂ علم از دماغش

چنیں توحید ہر ذی علم داعی   نہ فہمد غیر از رومی و جامی

بود موقوف بر برهان عقلی — به ترتیب دلائل هائے نقلی

چنین تکلیف بس مالایطاق است — چسان زین کشمکش یارب توان رست

تکلم کرد شارع زین نمط چون — ز قدر فهم و عقل ناس برون

علوم رسمی و نحو و بلاغت — نباشد هر کسے را رسم و عادت

کنون ایمان محال است این دلیل است — که موقوف آمده بر مستحیل است

نمی گویم که توحید وجودی — نباشد حق بجز علم شهودی

مگر هان هم شهود است عین ایمان — نباشد غیر گفتن کفر و طغیان

تغایر مذهب اهل کلام است — خلافے هیچ نے در این کلام است

هر آنکو سالک این راه گشت است — مخالف را کسے گمره نگفت است

حق است این علم لیک از سانحات است — شعار اهل کشف و واردات است

درین ره رفته اند اهل حقایق — بگفتند این نمط در دقایق

بیان این مسئله کردند اعلام — حقیقت پیشگان وحدت سرانجام

ثبوت مدعا از کشف سازند — نه بر برهان ظاهر جان ببازند

شعار حضرت صوفی چنانست — همین سان شیوهٔ اشراقیانست

نیاید راست این وحدت ز تقلید — به اثبات براهین و به تمهید

شود حق جلوه گر در حجلهٔ دل — نماید قلب را چون عرش منزل

نه بیند غیر حق عارف در آن دم — چو ریزد بر دل آید بر زبان هم

بگوید اندر آن ساعت همه اوست — نه بیند غیر چون گوید همه زوست

همه نقش دوی از دل بشوید — بگوید هرچه گوید حق بگوید

نداند نکتهٔ این غیر عارف — چه داند رمز این اهل زخارف

نه کار سفله و هر سوقیان است — ز جهل و احمقی زینسان نشان است

بفرموده است صوفی عبد رحمان — به مطوی کلام خود همین سان

چنین نقل بلا ذکر ارتحال است — سراسر سرقه هست و ابتذال است

جناب پاک قاضی فضل رحمان — همه اغلاق صوفی کرد آسان

سلام از ما رسد بر روح پاکش — ببارد آب رحمت حق بخاکش

کلیل آمد ازو عین مصنف — نگردش فهم طبع این مؤلف

اگر باشد مؤلف مرد میدان — به تردیدش بگردد دامن افشان

چو شد مطبوع این دلکش کتابے — رسید از غیب کلکم را خطابے

که هان بنویس سال انطباعش — بر افگن پرده از روئے خفایش

رقم زد خامه ام از روئے اظهار — بر آورد از صدف این در شهوار

به نقش کلک خود بنگر به تدقیق

بخوان باقر "عجب تدقیق و تحقیق"

۱۳ ۱۳ ۱ھ

۹ تاریخ دیگر

چو این نسخہ مطبوع شد خاطرِ من — بہ تفتیش تاریخ او کرد میلے
بپرسیدم از ہاتفِ غیب سالش — بگفتا "بہ بینی لطیفست خیلے"

۱۰ "تقریظ بر دیوان حضرت حسن نوشہ توحید قدس سرہٗ کہ جناب حضرت شاہ امین احمد صاحب مدظلہ قصد طبع آں دارند"

حمد خداوند جہاں آفریں — صورت پیدا و نہاں آفریں
ذرۂ عالم متکون از وست — صورت اشیا متلون از وست
گوہر دلہا صدف راز کرد — معرفتِ خویش در و ساز کرد
خلق ہمہ ساجد و مسجود او — خلق ہمہ فانی و موجود او
عالم امکاں ہمہ موجود از وست — ز وست مگو بلکہ ہمہ عین اوست
پردہ برخ در تتق غیب اوست — بیں کہ عیاں ہم ہمہ لاریب اوست
جز رخ او در حرم و دیر نیست — جلوہ بہر جاست از و غیر نیست
خلق ہمہ صید نمک سود او — زلہ برِ مائدۂ جود او
از ہمہ خلقے شرف و اجتبا — ساختہ مخصوص پے انبیا
و ز ہمہ خاصاں شرف و برتری — داد بہ آں خاتم پیغمبری

گر نہ بدے ذات وے اندر میاں — کے شدے پیدا اثرِ دو جہاں
نام خدا شان خدا شان او ست — عرش یکے زینہ ز ایوان اوست
ہر دو جہاں مشتریِ ناز او — شیفتۂ شیوۂ انداز او
بخشش و جود و کرم او نعیم — قہر و عتاب و غضبِ او جحیم
خیل ملک حاجب دیوان او — جلوۂ حق شمع شبستان او
سجدہ بر بارگہش ہر نبی — زلہ برِ مائدہ اش ہر ولی
ہر چہ بفرمود ہمہ حق بود — صورت او آئینۂ حق بود
صدمہ ز اعدا چہ کشد جان او — خود چو خدا بود نگہبان او
شد چو بہ او رسم رسالت تمام — یافت بر و نعمت حق اختتام
فیض خودش ریخت بقلبِ علی — فیض علی انورِ دلِ ہر ولی
دولت ایں فیض علی اولیا — رشک دہِ طائفۂ انبیا
زاں ہمہ خاصان خدائے کریم — در حرمِ خاص ولایت مقیم
نوشۂ توحید جنابِ حسن — غوث زماں مرشد ہر مرد و زن
قدوۂ دیں زبدۂ اہلِ صفا — واصل حق پیشرو اولیا
واقف سر حرمِ کبریا — ہمدم و ہمراز رسول خدا
عالمیاں راز رہِ عاطفت — کرد بہ رخ باز درِ معرفت
سحر حلال آمدہ گفتار او — معجزۂ روح قدس یار او

معنی قرآں ہمہ دیوان او　　آیۂ عرفان خط عنوان او
جامع ہر فضل جناب امیں　　آنکہ بود منبع علم و یقیں
زینت سجادۂ حضرت شرف　　روح شرف راست بسویش شغف
خلق خوشش مظہر خلق عظیم　　مالک دلہا است ز لطف عمیم
جامع علم آمدہ از عقل و نقل　　صاحب تحقیق بہر فرع و اصل
عالم علام زماں بے بدیل　　فاضل فرزانہ و حبر نبیل
مہدی و ہادی رہ سالکاں　　شیخ زماں قطب جہاں بیگماں
رو بہ سخن کرد چو طبعش ز شوق　　در سخن از نکتہ وراں برد فوق
گشت نہاں نام ظہوری ازو　　کردہ بہ رخ پردۂ دوری ازو
نام خدا سعدی ثانی است او　　رشک نظیری و فغانی است او
خواست کند طبع درین نسخہ را　　تا بکشد پردہ ز روئے خفا
کار عجب ہمت والائے او　　کرد ز ہے روشنی رائے او
طبع بفرمود ز فضل جلیل　　نسخۂ خوش بہر شفائے علیل

بادروان چشمۂ احسان او
موج فزا دجلۂ فیضان او

"رقعۂ منظوم بتقریب نوید ختنہ"

حمد خداوند جہاں آفریں　　نطق و بیانہا بزباں آفریں
راست کن نسخۂ ایجاد خلق　　راست بسویش بود اسناد خلق
ہست ازو مفرد و ترکیب را　　دست بدوشش رقم مدعا
معنی الفاظ فصاحت قریں　　گشت ازو لیلی محمل نشیں
روئے سمن راست صفای ازو　　پنجۂ مرجانست حنای ازو
آتش گلہا بچمن بر فروخت　　مایۂ صبر دل بلبل بسوخت
تاب دہ کاکل سنبل بباغ　　سازکن نکہت گل با دماغ
بلبل ازو گشت سبق خوان عشق　　قمری ازو طفل دبستان عشق
جلوۂ حسن و رخ زیبا ازو　　دست و بغل صورت و معنی ازو
ناطقہ را فکر معانی ازو　　خازن اسرار نہانی ازو
جلوہ دہ کوکبۂ مرسلاں　　سلسلہ بند صف پیغمبراں
از ہمہ مخلوق بہر دو سرا　　خاص کن طائفۂ انبیا
وز ہمہ خاصان شرف و سروری　　داد بہ آں خاتم پیغمبری
احمد مرسل کہ خدائے کریم　　گشت ثناخوانش بخلق عظیم
ہر دو جہاں گرم نیاز وسیت　　حور و ملک بندۂ ناز وسیت

جانِ عجم روحِ روانِ عرب   مخزنِ علم آمد و امی لقب

جلوہ دہِ صورتِ حسنِ نخست   زو شدہ طغرائے رسالت درست

رُوحِ رواں محوِ فروغِ رخش   خرمنِ دل سوختۂ شعلۂ اش

نے مہ من آمدہ شکلِ عرب   بود مگر جلوہ کناں عین رب

مجمعِ اسرارِ حدوث و قدم   باعث ایجاد وجود از عدم

غیرتِ عرش آمدہ ایوانِ او   شانِ خدا جلوہ گر از شانِ او

خاکِ رہش سُرمۂ چشمِ ملک   کوشکِ او پشت و پناہِ فلک

مُلک و مَلک زلہ برِ خوانِ او   جن و بشر بندۂ احسانِ او

گرد سرش گرد بصد جان خلیلؑ   مروحہ جنبانِ رخش جبرئیلؑ

معجزہ آموز کلیمؑ و مسیحؑ   معجزہ آور زِ کلامِ فصیح

انچہ نہ پا کردہ بمکتب گہے   بردہ سبق در ہمہ از ہر کسے

باد ز ما ہدیہ درود و سلام   بر وے و بر آلِ کرامش مدام

بعد چنیں عرضہ دہم با نیاز   تا دہدم رو شرف و امتیاز

خدمتِ اخوان و عزیزاں ہمہ   خدمتِ احباب و محبّاں ہمہ

کز سرِ لطف و کرمِ ذوالجلال   پانزدہ و شانزدہ از ہِجر حال

سایہ ببندم زرہِ رسم و راز   باز رسانم بہ بزرگاں نیاز

ہفدہم مکتبِ لختِ جگر   روحِ رواں مایۂ نورِ نظر

نامِ خدا احمدؐ سجاد نام   طفلکِ والا گہرِ عالیمقام

مایۂ عیش و طرب و انبساط   با ہمہ شادی و خوشی و نشاط

با ہمہ ترتیب و ہمہ انتظام   مجمعِ احباب بپا بد نظام

چشم ز الطاف و عنایاتِ شمایاں   داشتہ ام از سرِ منت چناں

کہ ہمہ تاریخِ قدوم آورند   ما حضر از لطف تناول کنند

ملتمسم گر بہ اجابت رسد
منت و احساں بدل و جاں شود

قطعہ ۱۳

"ابیاتے چند در تہنیت مجلس میلاد شریف کہ بنورِ چشم مولوی محمد شاہ صاحب منعقد کردہ بود"

مجلسِ مولود مبارک بتو   محفلِ مسعود مبارک بتو

بذل و عطایا بتو میمون بود   ایں کرم و جود مبارک بتو

حشمت و اقبالِ تو در اوج باد   دولت و بہبود مبارک بتو

بزم پر از نغمۂ چنگ و رباب   زمزمۂ عود مبارک بتو

مایۂ پر عیش نشاطت بدست   گوہرِ مقصود مبارک بتو

دستِ خلایق بدعایت دراز   خاطرِ خوشنود مبارک بتو

حبِ نبیؐ روز فزوں شد ترا
سیرتِ محمود مبارک بتو

قطعہ

۱۳ ''این قطعہ بجواب رُباعی حضرت غالب کہ شعر ثانیش این است نوشتہ شد

زاجماع چہ گوئی بہ علیؑ بازگرائے — مہ جائے نشیں مہر باشد نہ نجوم

درین شعر اظہار تشیع خود نمودہ اند و انکار اجماع نمودہ حالانکہ اجماع از اصول دین است''

اصحاب نجوم اند نہ ہرگز برکس — اطلاق مہ آمدہ بہ حدیث نبویؐ

مہ نیر بود بجز از جملہ نجوم — این امر بدیہی است بدانند صبی

زاجماع چو منکر تو شدی ای ناداں — حاصل چہ ز گرویدن تنہا بعلیؑ

۱۴ ''قطعہ تاریخ ولادت فرزند ارجمند بخانہ میاں عبدالعزیز در ہجری''

للہ الحمد کایزد متعال — عشرت تازہ بما بخشید

از کمال کرم عطا کردہ — مایۂ زندگانی جاوید

یعنی عبدالعزیز را از لطف — دادہ فرزند ارجمند سعید

احسن اللہ ز جلوۂ رویش — محو صورت بماند ہر کہ بدید

ہر طرف غلغل مبارکباد — از زمین خاست و بر فلک پیچید

از کمال نشاط و جوش طرب — میکند رقص بر فلک ناہید

در پئے فکر سال میلادش — دل خورم چو سر بجیب کشید

از کمال سرور کردہ غلط — عدد سال را دم تسوید

بیخبر از فزونی عددے

گفت ناگہ ''زہے چراغ امید''

ہجری ۱۲۸۰ = ۱ - ۱۲۸۱

۱۵ ## ایضاً در فصلی فرماید

چوں بعبدالعزیز فرزندے — حق عطا کرد از کمال کرم

گشتہ وا غنچۂ دل عشاق — دل ہر دوستاں شدہ خرم

عشرت و بہجت و نشاط و سرور — چوں عناصر بدل شدند بہم

دادہ در شادیانہ جد و پدر — زر و سیم و جواہر و درہم

خلعت خز و اطلس و دیبا — اشتر و فیل و اسپ داد بہم

خواست فکر رسا چو تاریخش — بر سر آسماں نہادہ قدم

بہر اظہار سال فصلی او

بانگ برداشت ''نیر اعظم''

۱۲۷۱ فصلی

۱۶ ## ایضاً ''تاریخ مسیحی'' فرماید

ثمر بیش رس و گلشن اقبال بود

۱۸۶۴ع

۱۷ ''قطعہ تاریخ ولادت فرزند ارجمند بخانہ محمد تقی سلمہ''

صد شکر کہ از کمال فضل فضال — آمد بوجود طفل فرخندہ خصال

بردار تخلص و بخواں تاریخش
خورشید دمیده باقر از اوج کمال
۱۲۹۲ھ

۱۸ "قطعۂ تاریخ ولادت فرزند نجابتہ میاں واحد کریم ڈیانواں"

مطرب خوش ترانہ ام امشب — ساز عیش و طرب بساز و بیا
غلغلِ دف تواں بچرخ رساند — نغمۂ نے ز عرش کن بالا
خوش درآور رہِ حجاز و عراق — در صفاہاں بدہ بنغمہ صدا
جوش مستی زن و بخواں از ناز — بے محابانہ شو برقص درآ
کن سرودے بلحن داؤدی — اندریں بزم شادمانی ما
وہ چہ بزمے کہ رشکِ فردوس است — از پری طلعتاں مہ سیما
شیشہ و ساغر است و بادۂ ناب — ساقیِ گلعذار مہر لقا
ہاں چہ شادی کہ شادئ دلکش — روئے بنمودہ است در دنیا
شیخ واحد کریم را یعنی — پسرے کرد حق ز لطف عطا
وہ چہ طفلے بود پری طلعت — دو جہاں باشدے بجاں شیدا
غیرتِ مہر و رشکِ ماہ منیر — مطلعِ آفتابِ عزّ و علا
سرو دلجوئے گلشنِ دولت — بحر اقبال را دریکتا
جذا لطف کردگار جہاں — جذا فضل بے شمار خدا

حق تعالیٰ سلامتش دارد — از سر لطف تا بروز جزا
کرد باقر چو فکر تاریخش — دل شیدائے حسن معنی ما
قلم ما نوشت بے کم و کاست
"شمع کاشانۂ تمنا ہا"
۱۲۸۴ ہجری

۱۹ "قطعۂ تاریخ فرزند ارجمند دوم نجابتہ عطا حسین سلمہ
کہ بتاریخ ۳۰ ربیع الاول در دریاپور تولد شد"

شکر خلاقِ جہاں کز فضل و جودش در وجود — طفلے مبارک طالعے نیکو سرانجام آمدہ
یعنی ز افضالِ خدا طفلے عطا را شد عطا — فرزند دلبند دوم کو خوش ولا رام آمدہ
چوں شد تولد آں پسر از جوشِ شادی و طرب
گفتم پئے تاریخ او "فرخندہ فرجام آمدہ"
۱۳ ۱۳ ہجری

۲۰ "قطعۂ تاریخ وفات حضرت شاہ غلام حسن ہتھوی عرف کالے میاں"

چو آں سرکردۂ صاحبدلاں و مقتدائے دیں — کہ نامِ او حسن در انس و جاں ورد زبانی شد
ز قلبِ صافیِ او حرف مدحت را چہ برخوانم — تعالی اللہ جنید وقت و شبلیِ زمانی شد
کمیت طبع در میداں معنی کرد چوں جولاں — بعہدِ خویشتن گویا نظیری و نغانی شد

بگفتا خیر باد ایں جہانِ بے نشاں یعنی　　ازیں دنیائے فانی در سرائے جاودانی شد

زبہرِ سالِ تاریخِ وفاتش ہاتفِ غیبی
ہمیں گفتا "کجا لے وائے خلاقِ معانی شد"
۱۲۵۸ ہجری

۲۱ "قطعۂ تاریخ در وفات مولوی گوہر علی نوراللہ مرقدہٗ"

عالمے خستہ و پریشاں شد　　رفت گوہر علی چو از دنیا
حرفے از دفترِ کمالاتش　　بر زباں آورد کرا یارا
وصفِ خلقش حدِ بشر نبود　　چہ کند کس صفاتِ او انشا
مثلِ او در جہاں ندیدہ فلک　　بود در جملہ وصف بے ہمتا
ماہرِ جملۂ علوم و فنون　　عالمِ دہر و فاضلِ غرا
کوہِ تمکین و آسمانِ وقار　　سکہ آرائے نقدِ مجد و علا
فیضِ طبعش رواں چو ابرِ مطیر　　بذل و جودش چو بخششِ دریا
لطفِ عامش بخاص و عام تمام　　با امیر و فقیر و شاہ و گدا
چہ سرایم بمدحِ او حرفے　　بد چو نامِ خودش درِ یکتا
شد جہاں از وفاتِ او تاریک　　آنچناں کز غروبِ مہرِ سما
نہ ہمیں سینۂ زمیں شق شد　　ماتمی شد لباسِ گردوں را
با ہزاراں غم و ملال و الم　　دستِ ہاتف بسر زد و گفتا

بہرِ تاریخ در سنۂ ہجری
"زیں جہاں رفت آں ابوالفقرا"
۱۲۷۸ ہجری

بازلختے ز دل برید و بگفت　　تا شود سالِ فصلیش پیدا
مصرعۂ با دلِ ملول و حزیں
"رشکِ حاتم بمرد واویلا"
۱۲۶۹ فصلی

۲۲ "قطعۂ تاریخ وفات حضرت مولانا و مقتدانا مولوی سید محمد مہدی حسن قدس سرہٗ"

چہ جانگداز خدایا مصیبتے رو داد　　کہ گشت خاطرِ ہر کس ازاں ملول و حزیں
ہمیں نہ در دلِ انساں خلید نشترِ غم　　کہ گشت خون جگرِ قدسیانِ عرش نشیں
جنابِ قبلۂ آفاق مولوی مہدی　　کہ ملکِ علم و عمل داشتہ است زیرِ نگیں
بعزمِ سیرِ خیاباں گلشنِ فردوس　　پرید طایرِ روحش باوجِ علیین
بپاکی و بطہارت بجاہ و عزت شد　　ببارگاہِ خداوند ذوالجلال قریں
شدہ است خلق سیہ جامہ از پئے ماتم　　برنگِ کاکلِ جادو وشانِ زہرہ جبیں
من و خدا کہ عجب شمعِ علم شد خاموش　　کہ سوخت آتشِ ایں غم دلِ زمان و زمیں
ہمیں نہ در فنِ معقول بود شیخِ زمن　　کہ بودہ است بمنقول فخرِ دینِ متیں

بفکر سال وصالش چو سر فرو بردم — نشستہ با جگرِ خستہ و دلِ غمگیں

رسید از لب ہاتف بگوشم ایں مصراع

"چہ مہر علم الٰہی نہفت زیر زمیں"

۱۲۹۳ ہجری

۲۳ "قطعۂ تاریخ انتقال داور حسین مرحوم ساکن شاہو بیگہ"

داور نیک ذات پاک نہاد — در ردائے عدم چو رخ بنہفت

دلِ خوں گشتۂ محبّاں را — نشترِ غصّہ والم برسفت

ہاتفِ غیب سال تاریخش — با ہمہ محنت و محن چوں جست

خراشیدہ ریش را خراشیدہ

دخل الجنتہ النعیم بگفت

۱۳۰۹ = ۱۰ - ۳۱۹ -

۲۴ "قطعۂ تاریخ وفات شاہ ارشد علی بیتھوی"

چو رفت ارشد علی از دار دنیا — سرشک از دیدہ خوں از دل بجوشید

زماں سرگرم فریاد و فغاں شد — ز آہ و نالہا دلہا خروشید

خوشا شیخ زمان و صوفیِ وقت — کہ غیر از ذکرِ حقش لب خموشید

بہ تسبیح و بہ تہلیل و بہ تذکیر — بہ تحصیلِ رضائے حق بکوشید

ازیں دارِ فنا چوں کرد رحلت — صدائے مغفرت از حق نیوشید

شرابِ صافیِ مشکیں ختامے — ز دستِ ساقیِ کوثر بنوشید

سروش آمد پے سالِ وصالش

"ردائے رحمتِ سبحاں بپوشید"

۱۳۰۸ ہجری

۲۵ قطعہ در تاریخ رحلت دختر زادۂ خود محمود بختیار فرماید

چو محمود... از دارِ دنیا — رسائی بملکِ عدم یافتہ

چگویم چہا زیں مصیبت چہا — دلِ دردمنداں الم یافتہ

ز جور و ستمہائے سنگیں دلاں — وجودش لباسِ عدم یافتہ

پے کشتنِ او بہ بیماریش — دوا در ہلاہل بہم یافتہ

بایں خرد سالی و طفلی مقام — ز دنیا بہ باغِ ارم یافتہ

دلِ ہاتفِ غیب زیں ماجرا — بسے درد و اندوہ و غم یافتہ

سرِ آہ ببرید تاریخ او

بگفتا۔ شہادت ز سم یافتہ

۱۳۱۳
۱ -
۱۳۱۲ ہجری

۲۶ ایں قطعۂ تاریخ بابت تعمیر مقبرۂ نبر گبیت کہ صراحت آں نفرمودہ اند

بنا چوں کردہ شد ایں روضۂ پاک — سرورِ خاطرِ اہلِ صفا شد

پئے تاریخ اتمامِ عمارت — مرا از جانبِ ہاتف ندا شد

تو بگذر از سرِ ہستی و فرما
زیارت گاہ دینداران باشد

ہجری ۱۳۱۶ = ۵ - ۱۳۲۱

۲۷ قطعہ تاریخ وفات شاہ محمد اکرم مرحوم و مغفور

عزیزم شاہ اکرم سید الحاج — کہ دستش بود بحرِ جود و خیرات
ازیں دارِ فنا با شوکت و شان — بملک جاودانی رفت ہیہات
چو جستم سال تاریخ وفاتش
سروش آمد "خرامیدہ بجنات"

۱۳۱۶ ہجری

۲۸ قطعۂ تاریخ وفات جناب مُلّا سرمست صاحب قطب صاحب گنج گیا

چوں حضرت سرمست مریدِ شاہ اصدق — از دار فنا راہی فردوس بگردید
عالم ز غمِ رحلت آں شیخ طریقت — خوں ریختہ از دیدہ و بر چہرہ بپاشید
خود رفت بفردوس بریں و دل خلقے — در خاک زبس حسرت و در خوں بطپانید
ہے ہے چہ تواں کرد کہ آں شاہ بزودی — سیر از سرِ دنیا شد و عقبیٰ بہ پسندید
پرسید ز ہاتف چو دلم سال وفاتش
گفتا ز رہِ غم کہ "بجنت بخرامید"

۱۳۱۲ ہجری

۲۹ قطعہ دیگر در تاریخ رحلت حضرت ملا سرمست قدس سرہٗ فرماید

چو جناب پاک ملا سرِ طالبان مولا — ز جہاں نمود عزم سفر دیار داور
دل خلق گشت پرخوں ز فراقِ عارضِ او — بجہاں فگند شورے غم او چو شور محشر
ز کمال خود کہ بودش شریعت و طریقت — پئے سالکاں ایں رہ شدہ دستگیر و رہبر
ہمہ تن ز سیر دنیا شدہ سیر خاطرِ او — سر عرش کرد منزل بر مصطفیٰ و حیدر
ز کمال درد و غمہا پئے سال رحلتِ او
ز فلک ندا برآمد کہ "ایا خجستہ پیکر"

۱۳۱۲ ہجری

۳۰ قطعۂ دیگر در تاریخ رحلت او شان قدس سرہٗ فرماید

ہے ہے شدہ زیر زمیں سرمست مستِ عشق حق — بودہ ست بہرِ فیض دیں آں جامع علم و عمل
از مرگ آں تقوی گزیں در گریہ شد شمس و قمر — ہم زہرہ و ہم مشتری بگریست مریخ و زحل
در طاعتِ حق ہر نفس سرگرم بود و مستعد — بودہ ست اوقاتش بری ز ایام نقصان و خلل
در راہ مولا بے ریا صادق بزہد و اتقیا — کامل بوصفِ اولیا بیروں ز تلبیس و دغل
شیریں کلام خندہ رو فرخندہ سیرت نیک خو — خلق خدا خوشنود از و در لطف و خوبی بے بدل
خوش صوفیِ خلوت نشیں کش نورِ وحدت بر جبیں — بر چرخ بگذشت از زمیں در خلد ز طبل و دہل
سرمست فیضِ سرمدی ہم چشتی و ہم قادری — ہم اصدقی ہم صادقی ہم فخری فخرِ ملل

نامش بذوقِ عارفاں از قند و از شکر لذیذ   ذکرش بکامِ کاملان شیریں تر از شانِ عسل

چوں رُوحِ پاکش بہ فلک رفت از زمیں ہاتف بگفت

از بہرِ تاریخش چنیں "اے مظہرِ علمِ ازل"

۱۳۱۲ ہجری

۳۱ قطعۂ تاریخ وفات مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی

کہ بتاریخ ۲۲ ۔ شہر ربیعُ الاول ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۳ ماہ ستمبر ۱۸۹۵ء انتقال فرمود"

فضلِ رحمٰن کہ بود مرشدِ دیں   پاکباز و لطیف و پاک سرشت

ہادی و رہنمائے اہلِ یقیں   چوز دنیا گذشت و شد بہ بہشت

دردمندانہ ہاتفِ غیبی   گریہ ہا کرد و تخمِ حسرت کشت

سر ...... برید ......

"رہبرِ راہ معرفت" بنوشت

۱۴۰۳ - ۹۰ = ۱۳۱۳ ہجری

۳۲ قطعۂ تاریخ رحلت حضرت اوشاں قدس سرہٗ فرماید

قطبِ زماں آنکہ نبودش نظیر   ہادیِ دیں مرشدِ زہاد بود

فضل کہ بودست بہ رحمٰن مضاف   نام خوشش ذکرِ چو اوراد بود

بود بزرگے کہ ز اخلاقِ او   خاطرِ ہر پیر و جواں شاد بود

داشت نگہبانیِ باطن بدست   از کرمش ملکِ دل آباد بود

پاک نژادے کہ دلش از صفا   جز بخدا از ہمہ آزاد بود

از طرفِ ہند و دیارِ عرب   شہرتِ او تا حدِ بغداد بود

رفت بفردوس ز دنیائے دوں   بسکہ ازیں دائرہ ناشاد بود

آہ بدیدیم ز اندوہِ او   بزمِ طرب کنجِ غم آباد بود

از پئے تاریخِ وفاتش سروش

گفت "فروغِ ابد آباد بود"

۱۳ ۱۳ ہجری

سہ قطعات در جوابِ قطعاتِ مولوی عبدالصمد فدا سلہٹی و منشی جواہر سنگھ جوہر لکھنوی

مولوی احمد علی بنگالی تخلص احمد ۔ در جواب "قاطع برہان" حضرت غالب کتابے موسوم "بہ موید البرہان" تالیف کردند ۔ حضرت غالب کتابے موسوم بہ "تیغ تیز" در جواب نوشتند و قطعۂ ہم نزد مولوی احمد علی فرستادند کہ مطلعش ایں بود ؎

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخۂ   در خصوصِ گفتگوئے پارسی انشا کردہ است

مولوی عبدالصمد فدا شاگرد مولوی احمد علی احمد قطعہ در جواب قطعہ حضرت غالب نوشتند ۔ در جوابش حضرت باقرؔ قطعہ نوشتند کہ قطعہ اول ایں سہ قطعات است ۔ منشی جواہر سنگھ جوہر قطعہ در جواب نوشتند و مولوی عبدالصمد فدا ہم قطعہ دیگر شائع کردند

قطعہ دوم و سیوم حضرت باقر در جواب ایں دو قطعات است

۳۳ قطعۂ اول

در جواب قطعۂ مولوی عبد الصمد فدا اسلہٹی منقول از ہنگامۂ دل آشوب حصہ اول

ہاں تماشائے سخندانان معنی آشنا / الکنے[1] با افصحے ہنگامہ برپا کردہ است
ماجرائے طرفہ باشد قصۂ باشد عجیب / زاغ پیش بلبلے پر شور و غوغا کردہ است
صعوہ با شہباز گرمِ رزم شد نے نے غلط / روبہے با شیر جنگِ فتنہ برپا کردہ است
ہاں کجا احمد علی و حضرتِ غالب کجا / ذرۂ خود را باوج مہر ہمتا کردہ است
غالب آمد غالبِ ہر شاعرانِ نکتہ سنج / گلشنِ معنی نے کلکش مطرا کردہ است
در فنِ معنی ہر آنکس با فلک سر بر کشید / سجدۂ خاکِ درِ او زیب سیما کردہ است
رستمِ میدان معنی حضرتِ غالب بود / رحم بر شوخے کہ با وے جنگ برپا کردہ است
گفت در ردِ کتابِ حضرتِ غالب جواب[2] / ایں مگس را بیں کہ با شہباز پروا کردہ است
گرچہ زاید باشد از حیثیتش۔ نامِ خدا / لائقِ تحسین بود کاریکہ آغا کردہ است
ارچہ جہلش گشت ثابت با دلیلِ قاطعی / دعوی تردید قاطع گرنہ بیجا کردہ است
ہم بغور و فکر بسیارے زتحریرِ جواب / سرسری ہر چہ کلکِ غالب انشا کردہ است

---

[1] از "الکنے" اشارہ بہ مولوی احمد علی احمد است و از "افصحے" بہ حضرت غالب۔

[2] مراد از "موید البرہان" است کہ مولوی احمد علی احمد در جواب "قاطع برہان" حضرت غالب تالیف کردند۔

خود چو قاصر گشت آغا۔ کوچک[1] ابدالش چرا / خویش را با اوستاد خویش رسوا کردہ است،
آن فدائے بیخرد بیچارہ بنگالی نژاد / من فدائے او چہ خوش تقریر بیجا کردہ است
چوں ندانند شیوۂ گفتار آن ناداں چرا / رنشجیدِ خلق خود را بیحیا پا کردہ است
شوخیِ طبعش نیارم آنکہ در عرضِ کمال / پردۂ شرم و حیا از روئے خود وا کردہ است
در گمانِ خویش شد پشت و پناہِ اوستاد / عیبِ پنہانش حقیقت آشکارا کردہ است
سستیِ طرزِ کلامش گر نویسم سر بسر / دفترے باشد بشرحِ آنکہ انشا کردہ است
لیک ظاہر میکنم زاں جملہ عیبِ چیدۂ / تا بہ بیند ہر کہ حقش چشم بینا کردہ است
با فصاحتہا کہ دارد ہمچنیں ارشاد کرد / "بر زبان دارند ایں مطلع کہ بروا کردہ است"
سر نمودن واز مطلع پر غریب است و عجیب / لیک نتواں گفت کایں بیہودہ املا کردہ است
سر برہنہ بودن است از عادت بنگالیاں / انچہ خود میکرد شعرش نیز گویا کردہ است
باز میبازد بدیگر جا چنیں تقریر خوش / "گر مجیب و معترض کہ کار بیجا کردہ است"
نیک میدانند اہلِ راز کایں اشباعِ کاف / از فصاحت شعر را بیشک معرا کردہ است
گر بگفتے زیں نمط بودے فصیح و خوبتر / گر مجیب و معترض آخر کہ بیجا کردہ است
شد ترنم آشنا جائے با آہنگِ دگر / "نامیان[2] ہند را دشنام بیجا کردہ است"

---

[1] از "کوچک ابدال" اشارہ بہ مولوی عبد الصمد فدا است کہ در جواب قطعہ حضرت غالب قطعہ نوشتند کہ مطلعش ایں بود
ع فرقِ حق و باطل اے صاحب نظر بشنو ز من / گر ترا جویائے حق ایزد تعالیٰ کردہ است
و ایں قطعۂ حضرت باقر در جواب ہماں قطعہ مولوی عبد الصمد فدا است۔

[2] اشارہ است بہ شعرے از شعرہائے قطعہ مولوی عبد الصمد فدا ع
زشت گوئی را چو کارِ عقل دانند پس چرا / نامیان ہند را دشنام بیجا کردہ است

کردنِ دشنام کے باشد روا نزدِ فصیح — بیخبر از کوچۂ دانش چہ آیا کردہ است

غیر ازیں از سستیِ ترکیب و لغو و حشو و لغز — نچتہ مغزیہائے او ہر چہ تقاضا کردہ است

ہمچو روزِ روشن است و نیک روشن گشتہ است — بر سخندانِ جہاں ہر کس تماشا کردہ است

با ہمہ فقدانِ استعداد ایں شور و شغب — بود کے جائز مگر از راہِ سو دا کردہ است

بیخرد شاگردیِ احمد کہ کردہ است آشکار — تا چہ طرفے بست زیں کاریکہ پیدا کردہ است

ہاں بیا ناداں بیا۔ با اوستادِ خود بیا — غالب استادِ جہانش حق تعالیٰ کردہ است

سر بخاکِ آستانش نہ پئے عذرِ گناہ — حق پرستیہا اگر در دل ترا جا کردہ است

سرِ مکتومِ معانی بلہوس اینجا بجوے — گر دلت رمزِ معانی را تمنا کردہ است

باقر از شکرانۂ ایں کے تواں آمد بروں

کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالیٰ کردہ است

---

۳۴ قطعۂ دوم

درجوابِ قطعہ منشی جواہر سنگہ جوہر تخلص شاگرد مرزا ناطق مکرانی منقول از ہنگامۂ دل آشوب حصۂ دوم

جوہرِ دانش پژوہے نکتہ سنجے نغمہ گو — آنکہ در ملکِ معانی داوریہا کردہ است

بردگوئے سبقت از استادِ خود صد مرحبا — سحر کاریہا عجب در نظم پیدا کردہ است

حبذا انداز و خوش طرزِ خرامِ خامہ اش — زندہ جانِ استادِ خود ازیں ادا ہا کردہ است

می برد دل در سخن ہے ہے چہ انداز است ایں — من بہ شرش گردم چہ طرزِ نطق پیدا کردہ است

ہوشم از سر برد و صبر از دل ز معشوقانہ وضع — طرفہ سحرے بیں کہ ہندو زادۂ ما کردہ است

رشکِ امثال است در شیوا زبانیہا بلے — نطقِ او انداز ناطق را ہویدا کردہ است

ہاں مگر کج مج زبانیہا ز وجہ کم سنی است — آفریں بادش کہ حق زیں گونہ گویا کردہ است

خامۂ شیریں نوا در پردہ تا کے نغمہ ہا — آشکارا گو چہ کلکِ گوہر انشا کردہ است

ہاں کشیدن می تواں شمشیرِ بُرّانِ زباں — انقلاعِ کفر واجب حق تعالیٰ کردہ است

آں جواہر بیں کہ جوہر کرد نامِ خویشتن — طرفہ تحقیقے بنامِ خویش پیدا کردہ است

حرفِ علت چوں گراں آمد ورا اندر میاں — از دروں ساقط چنیں آسا الف را کردہ است

دعوی شاگردیِ مکرانیش و آنگہ چنیں — در زبانِ سوقیاں ایں شعر و غوغا کردہ است

ہیچ در نگرفت فیضِ اوستادش وا عجب — قولِ سعدیؒ صادق آمد آنچہ ایما کردہ است

عمرِ خود برباد داد آخر چرا و رمشقِ شعر — چوں ہمیں سرمایۂ دانش مہیا کردہ است

ریختِ ایں ہندوے بینید آبروئے پارسی — طرفہ کج واکج پریشاں گفتگوہا کردہ است

نیست از مسند خبر باشد اگر مسند الیہ — ہست ترکیب از غلط ہر گز نہ پروا کردہ است

لفظ اگر باشد غلط باشد۔ ہمانا عفو و است — لغو و حشو و مہمل و موضوع یکجا کردہ است

زعفرانِ زارش بخوانم نے زمینِ شعرِ او — خندہ می آید کسے را کایں تماشا کردہ است

کرد بسم اللہ غلط ناداں چہ گفتا ایں چنیں — "جوہر امروزے باخبار ایں تماشا کردہ است"

ے اشارہ است بہ مطلعِ قطعہ منشی جواہر سنگہ جوہر سے جوہر امروزے باخبار ایں تماشا کردہ است ۔ شاعرے با شاعرے ہنگامہ برپا کردہ است

بائے "امروزے" چہ باشد گر نباشد لغو و حشو — الحذر زیں سہو کایں بیچارہ اینجا کردہ است
"اکبرآبادی خدائے نظم باخود غالب است"[1] — مصرعے زینساں بہ بگر شعر انشا کردہ است
کاش کسے دانستمے باخود چہ معنی داشتہ است — شاعر شیریں زبان ما چہ املا کردہ است
"میکنم تسلیم ہاں پیر بخارا غالب است"[2] — ایں کلامش بیں کہ شوخی اش تقاضا کردہ است
خود بود ناداں مگر مغلوب طفل لکھنو — غالبم را کلکش از پیر بخارا کردہ است
می سراید مصرعہ در شان آں احمد علی — "احمد درانی آں احمد کہ ہیجا کردہ است"[2]
سستی ترکیب ایں مصرع ہمی باشد عیاں — ماسبق را ہیچ ربطے ہم نہ پیدا کردہ است
"می توانم گفت نامہر کہ از ایراں بہند"[3] — مصرعش باشد کہ املا کلکم اینجا کردہ است
خندہ می آید مرا بر دانش و بر عقل او — کایں خرد دشمن چہ ایں بیہودہ دعوی کردہ است
صد ہزار از شاعران نغز گو باشد بلے — آنکہ سوئے ہند نہ روئے تماشا کردہ است
من تقربان فصاحت ہائے ایں مصرع کہ خواند — "لفظ رنگیں شوخ مضمون کے بہ بیجا کردہ است"[3]
"علم و فضل اے دوستاں بر نطفہ شیراز نیست"[4] — مصرعہ با صد فصاحت کلکش املا کردہ است
معنی او منحصر بر نطفہ شیراز نیست — لیکن از بطن خود ایں محذوف پیدا کردہ است
بیخرد شوق حکم گشتن ہمی دارد بسر[5] — از گلیم اندازہ بیروں بلہوس پا کردہ است

---

[1] اشارہ است بہ شعر دوم قطعہ جوہر ــ "اکبرآبادی خدائے نظم باخود غالب است" ؛ "احمد بنگالہ ہم پیغمبر بہا کردہ است"
[2] اشارہ است بہ شعر شانزدہم قطعہ جوہر ــ "میکنم تسلیم ہاں پیر بخارا غالب است" ؛ "احمد درانی آں احمد کہ ہیجا کردہ است"
[3] اشارہ است بہ شعر ہیجدہم قطعہ جوہر ــ "میتوانم گفت نامہر کہ از ایراں بہند" ؛ "لفظ رنگیں شوخ مضمون کے بہ بیجا کردہ است"
[4] اشارہ است بہ شعر دہم قطعہ جوہر ــ "علم و فضل ای دوستاں بر نطفہ شیراز نیست" ؛ "کس بہ صلب و رحم آخر کے سخنہا کردہ است"
[5] اشارہ است بہ شعر بست و ہشتم قطعہ جوہر ــ "راست گویم بعد ازیں گر ہرزہ گیرد ہم حکم" ؛ "کیں غلط کردہ است یا آں شور بیجا کردہ است"

خود حکم کے میتواں شد بو الحکم باشد بلے — با ہمہ جہلے کہ دارد طرفہ دعوی کردہ است
آہ زیں نادانیش فریاد زیں نادانیش — کز جہالت اعتراض پوچ برپا کردہ است
"گاف" "ماو" "کاف" "بنگالی" تہ یک حکم راند[1] — صدر و اوسط را بزعم خویش یکتا کردہ است
فرق میداند کسے کو را بود ذوق صحیح — چوں نداند او چرا ہنگامہ برپا کردہ است
اعتراض ثانیش ناشی ز سہو کاتب است[2] — لفظ "مصرع" او بجائے "شعر" املا کردہ است
خامۂ معجز نگار سحر پرداز صفیر[3] — کو بہ تسلیم معانی خسرو یہا کردہ است
خوب تقریر لطیف و نیک تحقیق انیق — در جواب اعتراض جوہر انشا کردہ است
میتواں نگریستن آں جملہ را با غور و فکر — گر دلت تفصیل و شرحش را تمنا کردہ است
آں فدا زیں پیشتر باقر دل ما بردہ بود — جوہر ما حالیا ایں فتنہ برپا کردہ است
آں فدا خوش منظر آمد جوہر آمد خوش مزاج — وہ چہ شوخیہا بصد ناز و ادا ہا کردہ است

---

[1] در شعر بست و دوم قطعہ اول خود حضرت باقر را اشباع "کاف" کہ در مصرعہ مولوی عبدالصمد فدا "کز مجیب و معترض کہ کار بیجا کردہ است" واقع شدہ بود اعتراض کردند۔ منشی جواہر سنگہ جوہر ہماں اعتراض بر مصرعۂ ثانی مقطع قطعہ اول حضرت باقر آوردند و گفتند ــ "میکنند کج مج زباں را کاف بنگالی بلے ؛ کز مجیب و معترض کہ کار بیجا کردہ است ؛ طعنہ زد شاگرد غالب باز خود موزوں نمود ؛ کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالی کردہ است"۔ حضرت باقر دریں شعر جواب آں اعتراض دادہ اند و در قطعہ سیوم ہم بجواب اعتراض عبدالصمد فدا پرداختہ اند و تائید صحت دعوی خود از اشعار اساتذہ کردہ اند
[2] در پرچہ ہنگامہ دل آشوب حصۂ اول در شعر بست و سیوم قطعہ اول حضرت باقر بجائے لفظ "شعر" لفظ "مصرع" از سہو کتابت طبع شدہ بود۔
[3] مراد حضرت میر سید فرزند احمد صفیر بلگرامی آروی اند کہ شاعر بے بدل بودند و در تحقیقات لغات فارسی و اردو پایۂ بلند داشتند۔

آں اگر نورِ نظر بود ایں سرورِ سینہ شد — زندہ باشد خوش دلِ غمدیدۂ ما کردہ است

باشدش ہر لحظہ از ما صد نیاز و اشتیاق

کو چو جان اندر حریمِ دل مرا جا کردہ است

۳۵ قطعۂ سوم

در جوابِ قطعۂ ثانی مولوی عبد الصمد فدا منقول از ہنگامۂ دل آشوب حصۂ دوم

مولوی عبد الصمد یعنی فدائے نکتہ سنج — در جوابِ قطعۂ[1] ما قطعہ انشا کردہ است

وہ چہ خوش قطعہ کہ قطعاتِ جواہر نثار — آسماں بر نظمش از عقدِ ثریا کردہ است

مرحبا صد مرحبا خیزد ز قبرِ انوری — آفریں صد آفریں روحِ شفیعا کردہ است

بسکہ از ہر حرف حرفش میچکد آبِ حیات — ناظریں را غیرتِ خضر و مسیحا کردہ است

کشورِ بنگالہ زو نازد بخود نامِ خدا — بابِ علم و فضل بر روئے جہاں وا کردہ است

بلبلِ شیراز باشد شاعرِ بنگالوی — کان سفال الہند را خاکِ مصلا کردہ است

جوہرِ علم و ادب را بہر شہرت دادہ عرض — از گروہِ شاعراں باشد تمنا کردہ است

آفریں بر وقتِ طبعِ رسایش آفریں — وہ چہا ایراد بر اشعار املا کردہ است

واد از ہر اعتراضے داد خوش فہمی چہ خوش — گنجِ مخفی معانی آشکارا کردہ است

می سراید نغمۂ دلکش بآہنگِ عجیب — می رباید دل ز کف کارِ نکیسا[2] کردہ است

---

[1] مراد از قطعۂ اول باقر است۔ [2] نکیسا بکسر اول و ثانی بر تحتانی رسیدہ و سین بے نقطہ بالف کشیدہ۔ نام چنگی خسرو پرویز بودہ و او نیز مانند بار بد عدیل و نظیر نداشتہ و سرود خسروانی از وست (برہان قاطع)۔

میکند تردیدِ قولِ ما بایرادِ سخیف — اتباعِ رسمِ استادِ خود آغا کردہ است

او ز نافہمی جوابِ حضرتِ غالب نوشت — یعنی از ہذیان تردیدِ آنچہ انشا کردہ است

کرد ردِّ قاطعِ برہاں بزعمش گوئیا — کعبہ را بشکستہ تعمیرِ کلیسا کردہ است

ویں بعزمِ جنگِ ما اینک میانِ جاں ببست — سر ز ہر سو خنجر و تیغ و سناں ہا کردہ است

لنگ لنگاں جلوہ گر شد بر سرِ میدانِ رزم — غیرتِ طبع کہ دارد ایں تقاضا کردہ است

شرح پردازم جوابِ اعتراضش حالیا — کز رہِ فکرِ رسا در خاطرش جا کردہ است

ایں[1] نوائے خارج آہنگش بگوشِ دل شنو — کہ بتقریرِ عجیب ایرادِ بیجا کردہ است

"ہاں سخندانان خوش اضراب و ترقی بنگرید — اندریں شعر یکہ کلکِ باقر املا کردہ است"

نسبتِ روبہ بشیر از نسبتِ اول قوی — در ضعیفی ہست ظاہر شک چے اینجا کردہ است

لفظِ[2] 'حیثیت' چرا باشد مرادفِ 'علم' را — معترض بین طرفہ استلزام پیدا کردہ است

بیخبر در مفہوم 'حیثیت' بود اسلوب و وضع — زاید از اسلوبِ خود یعنی کہ آغا کردہ است

میتواں[3] دانست باشد زاں نمط لفظِ 'جواب' — کہ اضافت را لزومانہ تقاضا کردہ است

---

[1] اشارہ است باعتراض مولوی عبد الصمد فدا بر شعرِ قطعۂ اول حضرت باقر — صعوہ با شہباز گرمِ رزم شد نے غلط پہ روبہے، با شیرِ جنگ فتنہ برپا کردہ است۔ — در شعرِ نوزدہم ایں قطعہ جواب آں اعتراض دادہ اند۔

[2] بر لفظِ 'حیثیت' کہ در شعرِ نہم قطعۂ اول حضرت باقر واقع شدہ است مولوی عبد الصمد فدا معترض شدند و گفتند — لفظِ 'حیثیت' بجائے 'علم' میخواہد سند ؛ ز اہلِ پارسی آں را بدیں معنی کہ املا کردہ است

[3] بر لفظِ 'جواب' کہ در مصرعۂ اول شعرِ ہشتم قطعۂ اول حضرت باقر آمدہ است مولوی عبد الصمد فدا معترضانہ گفتند — خوش مضاف آوردہ در شعرِ دوم لفظِ 'جواب' ؛ دوستاں بینید کایں ہندی تماشا کردہ است (لفظِ 'جواب' در شعرِ ہشتم واقع شدہ است نہ در شعرِ دوم)۔

گاہ مذکوراست وگہ محذوف جزوِ ثانیش　　نیک داند ہرکہ رسم قوم احصا کردہ است
مولوی[1] جامی کہ بادا رحمت حقش نثار　　اندریں مصراع حذفِ جزوِ اُخری کردہ است
چیست دانی مطلبش یعنی جواب صد سلام　　اقتضا شانِ محل تقدیر آنرا کردہ است
ہمچناں مفہوم شعر ماست از لفظِ "جواب"　　حذف لفظِ قطعہ را اینجا تقاضا کردہ است
مصرعِ ثانی بود تفسیر آں تقدیر و بس　　وائے نافہمی عجب ایراد بیجا کردہ است
خند[1] خنداں آنکہ می آید بسوئے "ریشخند"　　تا چہ شکے در دلِ والائے او جا کردہ است
چوں بتقریر جوابش خامہ بکشاید زباں　　معترض منشائے شکِ خود چو اخفا کردہ است
ہاں تردد باشدش در ہائے زاید غالباً　　آنکہ کلکِ کاتبش از سہو املا کردہ است
در[2] جوابِ قطعۂ جوہر جوابِ "عین" را　　خامۂ معنی نگارم آشکارا کردہ است
وانکہ[3] کاف را نظیر "کاف" با اشباع خود　　از رہِ جہل و کمال ساد گیہا کردہ است

[1] جامی علیہ الرحمۃ — بہر سلام مکن رنجہ در جواب آں لب ؛ کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو۔

[1] بجائے لفظ "ریشخند" کہ در شعر چہاردہم قطعہ اول حضرت باقر واقع شدہ است لفظ "ریشخندہ" از غلطی کاتب در پرچہ ہنگامہ دل آشوب حصہ اول طبع شدہ بود مولوی عبدالصمد فدا در قطعہ دوم خود تمسخر میکنند و می گویند —
ریشخندہ خلق خوش بستہ است در شعر دگر　　ضحکۂ خلق از زبان خلق خود را کردہ است

[2] در شعر بست و سیوم قطعہ اول حضرت باقر لفظ "مصرع" بجائے لفظ "شعر" از غلطی کاتب در پرچہ ہنگامہ دل آشوب طبع شدہ بود منشی جواہر سنگھ جوہر معترض شدند و حضرت باقر در شعر سی و ششم قطعہ دوم خود جواب اعتراض دادند مولوی عبدالصمد فدا ہم در قطعہ دوم خود اعتراض آوردند و گفتند — "عین" مصرع را فگند و خون شعر خود بریخت ؛ خون ایں برگردنش ظلم آشکارا کردہ است۔

[3] مولوی عبدالصمد فدا در قطعۂ اول گفتند — نیک میدانند دانایان تحقیق آشنا ؛ کز مجیب و معترض کار بیجا کردہ است
در قطعہ اول خود حضرت باقر فرمودند — نیک میدانند اہل راز کایں اشباع کاف ؛ از فصاحت شعر را بیشک معرا کردہ است
مولوی عبدالصمد فدا در قطعہ دوم خود بر مقطع قطعہ اول حضرت باقر — باقر از شکرانۂ ایں کے تواں آمد بروں ؛ کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالی کردہ است
معترض شدہ گفتند — جائے دیگر باز میگوید کہ ایں اشباع کاف ؛ از فصاحت شعر را بیشک معرا کردہ است
خندہ می آید مرا بر خوردہ گیر یہائے او ؛ خود بدو آنکہ بطعن غیر بیجا کردہ است

کافِ صدر و کافِ اوسط مختلف باشد بحکم　　بیں دوا وین گر خدایت چشم بینا کردہ است
دیدۂ عبرت کشا و بنگر ایں اشعار[1] را　　کز پئے جمعِ دلِ تو کلکم املا کردہ است
گر کنم[1] قطعِ نظر زیں "کاف" لفظِ "کار" تو　　آنکہ بعد کاف در شعرِ تو ماوا کردہ است
ہاں بفرمائی خدارا کز برائے کار چیست　　گر تنافر را نہ در شعرِ تو پیدا کردہ است
دعوی[2] نحویتش وانگہ بہ بیں "تبطیل" را　　در نخستیں قطعۂ خود آنکہ املا کردہ است
ہاں بگو تبطیل کے اندر لغت باشد صحیح　　جائے ابطالش رقم کلکش چہ بیجا کردہ است
وانکہ[3] بر "شکرانہ" دارد از سرِ جہل اعتراض　　فکر در قولِ سخن سنجان مگر نا کردہ است
گر بلفظِ "شکر" داخل گشت حرفِ نسبتی　　قبح در معنی بگو نادان چہ پیدا کردہ است
بیں کلام[3] حضرتِ حافظ کہ چوں فرمودہ است　　اندریں شعر کہ اندر حاشیہ جا کردہ است

[1] حزیں — دارم از غالیہ سایان صبا چشم حزیں　　کہ غبارے بمن از خاک مصلا بخشند
حزیں — کاسۂ آز بود چشم لئیمان جہاں　　کہ ز خاکش نتواں با ہمہ تنگی پر کرد
ظہوری — نکتہ دان شاہ عادل ابراہیم　　کہ بجز فش لب از خطا مصئون
حافظ — خوش خبر باش اے نسیم شمال　　کہ بما میرسد زمان وصال
عرفی — خواب آشب ہمہ شب دیدہ بپا می سودم　　کہ بردیم در ایں واقعہ را ساختہ باز
[2] مثال شکرانہ حافظ — شکر ایزد کہ میانِ من و او صلح افتاد　　حوریان رقص کناں ساغر شکرانہ زدند

[1] اشارہ است بر لفظ "کا" کہ در ہماں مصرع مولوی عبدالصمد فدا واقع شدہ است — کز مجیب و معترض کہ کار بیجا کردہ است
[2] در قطعہ اول خود مولوی عبدالصمد فدا گفتند — پاسخ اقوال بیجا لیش نوشتم بیدرنگ ؛ کردہ ام تبطیل ہر یک انچہ ایما کردہ است۔
[3] در مقطع قطعہ اول حضرت باقر فرمودند — باقر از شکرانۂ ایں کے تواں آمد بروں۔ در قطعہ دوم مولوی عبدالصمد فدا گفتند — ہم نشست لفظ "شکرانہ" تماشا کردنیست ؛ شکر و شکرانہ مرادف آشکارا کردہ است۔

هست[1] ای ناداں بداں لفظِ "سخنداں" اسمِ جنس — کاقتضائے واحد و جمع و تثنی کردہ است
چوں سوئے لفظِ "جہاں" و خواہ "عالم" شد مضاف — معنی در حکمِ استغراق پیدا کردہ است
"وا[2] نمودن" را چہ خوش گفتا جوابِ با صواب — یعنی غیر از ترجمہ دیگر چہ انشا کردہ است
فاعلِ[3] فعلِ "رسد" گم کرد در قولِ سخن — جستجو ہر چند ہر جانب چو اعمیٰ کردہ است
فاعلِ فعلِ "رسد" باشد ضمیرِ حرفِ "شیں" — آنکہ در ما قبل کلکِ شاعر املا کردہ است
وانکہ[4] "ہا" خواندہ است بعد "بوالعجب" درجائے "ما" — بیخرد او را مگر ہیجان سودا کردہ است
اعتراضے[5] میکند ناداں بضم و کسرہ — آخر از دستِ خودش قایل نہ املا کردہ است

---

[1] بر لفظ "سخنداں جہاں" کہ در مصرعہ دوم شعر بست و ہشتم قطعہ اول حضرت باقر آمدہ مولوی عبد الصمد فدا در قطعہ دوم گفتند ؎ ماورای خبطِ ایں لفظِ "سخنداں جہاں" ؛ طرفہ حسن و خوبی شعر آشکارا کردہ است ۔ لفظ واحد را بجائے جمع آوردن چرا ؛ ایں چنیں جاہا چہ لفظے را تقاضا کردہ است ۔ مراد او شاں اینست کہ بجائے "سخنداں جہاں"، "سخنداناں جہاں" میبایستے۔

[2] اشارہ است بہ شعر مولوی عبد الصمد فدا ؎ لفظ "وا کردن" بود با "باز کردن" متحد ؛ در لغت بیں گر ترا در دل شکے جا کردہ است ۔

[3] مولوی خواجہ سید فخر الدین حسین سخن در قطعہ خود کہ در جواب قطعہ اول مولوی عبد الصمد فدا شائع کردہ بودند گفتند ؎ عرفی و قتش بگویم گر بمطلب وا رسد ؛ خامۂ جادو طرازش انچہ انشا کردہ است ۔ در قطعہ دوم مولوی عبد الصمد فدا گفتند ؎ بنگرید اے شاعراں یکرہ کہ شاگرد رشید ؛ شعر خویش در مدح استادِ خود انشا کردہ است ؛ فاعلِ فعلِ "رسد" یا ظاہر آمد پس کدام ؛ فعلِ واحد یا بحذفِ فاعل املا کردہ است ۔

[4] در جواب قطعہ اول مولوی عبد الصمد فدا مولوی خواجہ فخر الدین حسین سخن در قطعہ اول خود گفتند ؎ بوالعجب "ما" ماندہ ام کایں صاحبِ علم و ادب ؛ با چنیں فہم و فراست ایں چہ آیا کردہ است ۔ لیکن از سہو کاتب در نسخہ مطبوعہ ہنگامہ دلاشوب حصہ اول بجائے لفظ "ما"، لفظ "ہا" طبع شد ۔ مولوی عبد الصمد فدا در قطعہ دوم خود گفتند ؎ بوالعجب ہا ماندہ ام با لفظ "ہا" "با" شد عجب ؛ جمع و واحد اندریں یک فقرہ یکجا کردہ است ۔

[5] در قطعہ دوم مولوی عبد الصمد فدا گفتند ؎ ہمچنیں با ہائے مضموم آں دگر فقرہ بہ بیں ؛ رفع جائے کسرای نحوی چہ بیجا کردہ است ۔ در طباعت کاتب سہو کردہ بجائے کسرہ ضمہ نوشتہ بود ۔

با حشیشے می در آویزد غریقِ جاں بلب — آرے آرے فرطِ جہلش خوار و رسوا کردہ است
می سراید طرفہ شعرے دلفریبے کاں چہا — وقتِ طبعِ روانش آشکارا کردہ است
"بشنو و فرما" خطابِ فعلِ غایب کردہ است — جمع ایں ہر دو بیک شعر از چہ آیا کردہ است"
لفظ "غایب" یا خبر باشد ز لفظِ "فعل" تو — پس چہ فعل است آنکہ غائب قایل آنرا کردہ است
یا صفت باشد برایش پس چہ باشد معنیش — گفتگوئے طرفہ با رمزِ معما کردہ است
حالیا بشنو جوابِ اعتراضِ خویشتن — کز جہالت خطرہ اندر خاطرت جا کردہ است
فاعل اندر مصرعِ ثانی بود آغائے تو — ہم ضمیر پا سخش راجع بآغا کردہ است
در خطابِ "بشنو و فرما" مخاطب شد فدا — خامۂ ما کر د تسکینِ تو یا نا کردہ است
ہست ایرادت بفعلش ہاں عجب فعلِ شنیع — حق بدستت ست با تو خواجۂ ما کردہ است
می سراید مصرعے با صد فصاحت معترض — "دوستاں بینید کایں ہندی تماشا کردہ است"
ہندیم از طعن فرمود و بجا فرمودہ است — ہاں مگر خود را حریفِ اصفہاں زا کردہ است
کردہ زیں قطعِ نظر لفظ "تماشا بنگرید" — کاندریں مصراع او معنی چہ پیدا کردہ است
دیدن و رفتن باستعمالِ فرس و تازی است — تا ازیں ہر دو چہ معنی در دلش جا کردہ است
لیک در مصرع نمی باشد یکے ہم منطبق — از برائے قافیہ شاید کہ املا کردہ است
شاعرِ شیریں زبانِ ما بقر ماید چنیں — "ایں نہ بس باشد کہ موزوں شعر انشا کردہ است"
من بلا گرداں موزونی طبعِ نازکش — شعر را موزوں صفت کردو چہ آیا کردہ است
ایں نمی داند کہ موزوں داخلِ حدِ وے است — از حقیقت وصف آں کردو چہ بیجا کردہ است

سرمۂ بینش کشم در دیدۂ عبد الصمد
این دل شیدائے ما باقر تمنا کرده است

لیک روشن کے تواں شد دیدۂ اعمائے وے
چوں خدایش کور مادر زاد پیدا کرده است

نرم کردن می تواں آہن بہ آہن فی المثل
خامۂ ما ہم بانداز وے املا کرده است

سخت گوئی را نباشد پیشہ سستی زیں طرف
او چو بد گفت است آخر خود ہم اصغا کرده است

منقول از ہنگامۂ دل آشوب حصۂ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”جواب تحریر اردو میر آغا علی صاحب شمس تخلص از نتائج افکار افصح الفصحا ابلغ البلغا جناب مولوی سید محمد باقر علی صاحب باقر تخلص تلمیذ حضرت ملک الشعرائے ایران و ہند جناب نواب اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ غالب تخلص مد ظلال اجلالہ“

بر نکتہ سنجان معنی رس و دقیقہ شناسان پاک نفس مخفی و محتجب مباد کہ دریں جزو زمان کہ از علم و فضل عموماً رسمے و از فن معنی و بلاغت خصوصاً نشانے نماندہ است الا ماشاء اللہ۔ چنانکہ اعلم علمائے بلاغت و معانی سعد الدین تفتازانی طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ در عنوان مختصر معانی ارشاد فرماید ان ہذا الفن قد نضب الیوم ماؤہ فصار جدالاً بلا اثر وذہب رواؤہ فعاد خلافاً بلا ثمر حتی طارت بقیۃ آثار السلف ادراج الریاح وسالت باعناق مطایا تلک الاحادیث البطاح۔ پس ایں زماں کہ علی مر الدہور والاعصار از

زمان خلعت وجود در برکشیده درکشاد سلعۃ الفضل والکمال الیق وازید خواهد بود اکثر کم مایگان قلیل البضاعت را شعار و دثار چناں گردیده که بر اکابر و اعیان که علم وکمال شان مسلم الثبوت زمان و زمانیان و فضل و بلاغت آنان مشهور نزدیک و دور جہاں و جہانیاں باشد لب اعتراض کشانید وکمال حدت فہم و حراقت ذہن خودشان را روبروئے عوام کالانعام وانمایند و مورد تحسین و آفریں شوند و صدائے احسنت و حبا از زبان سوقیاں شنوند و حال آنکه دامن عظمت و جلال و پیراہن علم وکمال آں حضرات از آلودگی قبح و نقصان منزه و مبرا است و گلشن دانش و حدیقۂ فضیلت آں عالی منزلتان خالی از خار و خس شک و اعتراض بوده علیٰ وجہ الکمال سرسبز و مطرا است و منشائے آں جز ہوائے شہرت و برآوردن نام در میانۂ جہلا و عوام دیگر نمی باشد مگر بحضور علما و خواص معاملہ بالعکس میشود که غیر از خیبت و خسران و کاہت و خذلان بحصول نمی انجامد ؎

ملامت بین که ہر سنگے که جست از تیشۂ فرہاد
ہوا میگردد و ہم بر سرِ فرہاد می آید

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تفصیل ایں اجمال و توضیح ایں مقال آنکه در اوده اخبار نمبر ۲۶ مورخۂ ۲۵ ماہ جون ۱۸۶۷ء عیسوی قصۂ عبرت خیز و ماجرائے وحشت انگیز بمطالعه درآمد یعنی بے حیثیتے فقید الاستعدادے ہیچمدانے کج مج زبانے ژاژ خائے ہرزه درائے خودنمائے بیہوده سرائے بیراہه خرام دیجور صفت شمس نام مصداق ؎

بالعکس نہند نام زنگی کافور ۔ زبان طعن و لب اعتراض بر اکمل شعرا و ابلغ بلغا کشوده است و عمائد دہلی و بلگرام را که چشم فلک و گوش ملک دار العلمی مثل آں در آفاق ندیده و شنیده زیر خنجر جرح و قدح کشید و از ہذیانات مجنونانۂ خود صفحۂ قرطاس را برنگ روئے خود سیاه و تباه نموده است ؎

ہر کرا خواہد خدا پرده درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

خصوصاً در شان حضرت اسد اللہ خان غالب که غلغلۂ فصاحت و طنطنۂ بلاغت شان از قاف تا قاف رسیده بل از کنگرۂ عرش بریں بالا کشیده لا یعنیہا چاویده داد خروج و قساوت داده است ؎

بر بلندان سخن بسوئے خود است
تف بسوئے فلک بروئے خود است

ہر چند بدیہی است که خواب پریشاں را تعبیرے و مہملات مختل الحواس را تاویلے نیست مگر چوں ایں ذرۂ بیمقدار که باقر علی نام و باقر تخلص دارد از خوشه چینان خرمن آں آفتاب عالمتاب سپہر سخنوری یعنی حضرت غالب مدظلہ العالی است مصلحت آں ندید که از جوابات شافیہ اعتراض ایں سرمست بادۂ استکبار خاموش باشد و رگ گردن ایں ہذیان سرا را که بدعوئ معنی پروری بلند نموده است به نشتر تقریرات آبدار نخراشد ناگزیر بحکم ضرورت از جواب دیگر مطاعن و اعتراضات واہیہ ایں بے مغز خوفاً للاطناب قطع نظر نموده بجواب ایرادات که از راه خوش فہمی بر حضرت غالب نموده بکمال اختصار پرداخته آمد تا شاہد جہل او از منصۂ خفا علیٰ رؤس الاشہاد جلوه نماید۔ وباللہ التوفیق

وبہ ازمۃ التحقیق۔

قولہ مطلع سر دیوان غالب ؎

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

یہ شعر خلاصہ سے خارج ہے حسن معانی کا حارج ہے اس واسطے کہ کاغذی پیرہن کا محاورہ فارسی میں جاری ہے (الی آخر ما قال) "ہر" کا لفظ تعمیم کے ساتھ گلی و سنگی تصویروں کے واسطے واجب ہے۔ انتہیٰ۔

اقول۔ دریں شعر دو اعتراض کردہ اول اینکہ پیراہن کاغذی محاورہ فارسیست در اردو ناجائز دوم دیگر اینکہ پیراہن کاغذی برائے تصویر کاغذیست نہ برائے سنگی و گلی حالانکہ لفظ "ہر" برائے تعمیم است۔ اعتراض اول از کمال سخافت و رکاکت مضحک طفلان تواند بود وجہ ظاہر است کہ اہل اردو را در شاعری اتباع شعرای فارسیست و اقتباس مضامین از فارسی میکنند و ازیں جہت است کہ چنانکہ معشوق شعرائے فارسی امارد و نوخطانند معشوق اردو گویاں نیز سبزان نوخط اند لہٰذا باتباع فارسی تعریف خط و خال میکنند پس چوں اردو گویاں را در انداز سخن تقلید فارسیانست البتہ محاورۂ فارسی در اردو جائز بود ولا بالعکس و نظیرہ کثیر۔ جواب اعتراض ثانی اینکہ فہم کلام بلغا را ملاحظہ قراین و سیاق و سباق کلام ہم لازم است۔ ملاحظہ باد کہ در مصرعۂ اول لفظ نقش و تحریر زیب رقم یافتہ پس بقرینۂ سباق کلام در مصرع ثانی مراد نخواہد بود دیگر تصویر کاغذی و لفظ "ہر" در مصرع ثانی برائے کل تصویر کاغذی دال بر عام مخصوص است۔

شیخ علی حزیں فرماید ؎

نصیحت کردمے گرمی شنیدے۔ دلبر خود را
چرا وقف خرابی کرد ظالم کشور خود را

ظاہر است کہ اگر ملاحظہ معنی لفظ "دلبر" کہ در مصرعہ اولی واقعست نکردہ آید وقف خرابی کشور از کجا ثابت خواہد شد۔ فافہم و تدبر۔

قولہ۔ غالب ؎ کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے۔

اس مصرع کا خلاصہ سخنوران ظریف کے نزدیک یہ خوب ہے کہ قایل اس کا ایک پر غالب ہے دوسرے کا مغلوب ہے۔

اقول۔ معترض کمال ظرافت و ذکاوت را بکار برد و چنیں مضمون لطیف اعتراض سخیف برآوردہ است فمرحبا ثم مرحبا اگر لفظ "آگے" و "پیچھے" مستلزم ہمیں معنی است۔ فیالیت شعری ما معنی ہذہ الکریمہ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ بینوا و توجروا۔

قولہ ؎ عشق نے پکڑا نہ تھا غالب ابھی وحشت کا رنگ

اس مصرعہ کا مضمون ما بون کے نزدیک خوش اسلوب ہے ساکنان دہلی کو دل سے مرغوب ہے۔

اقول۔ مضمون ایں مصرع مگر معترض را ہم خوش آمد۔ اگر ہمیں مضمون ازیں لفظ مفہوم خدام و ذوی الاحترام بحسب الف و عادت گردیدہ پس لفظ "گرفتن" را کہ مرادف

لفظ معترض علیہ خباب، در فارسی است در شعر قتیل کہ استاذ الاستاد جناب اند چہ معمل خواہد بود و نقصے ازیں کشمکش قتیل و پیروانش را بچہ رو رو خواہد داد۔ وھُوَ ھٰذا۔

قتیل ؎ با داغ جنوں گرہ ویرانہ نگیریم آرام ز سوزِ دل دیوانہ نگیریم

شاید انچہ از ترجمہ لفظ 'گرفتن' مفہوم معترض است ہماں معنی مطلوب استاذ الاستاذش ہم بودہ کہ ایں قدر از گرفتن ابا و انکار میکند و زار نا یلہامی نماید۔

قولہ۔ غالب[1] ؎ نافِ زمین ہے نہ کہ نافِ غزال ہے۔

اعتراض اعلان نون میکند۔

اقول۔ جواب ایں ظاہر است کہ لفظ 'یہ' کہ تجنیس لفظ 'نہ' است کاتبش مکرر فہمیدہ قلم انداز کرد ورنہ ہمچو غلط از مبتدی ممکن نیست چہ جا کہ رئیس المنتہین۔

قولہ۔ غالب ؎ بے بدستور صورتِ ارقام

تمام ہندوستان سے کہتا ہوں کہ 'ارقام' رقم کے معنی میں غلط و ناروا۔ الیٰ آخرہٖ

اقول۔ اول معنی ایں فقرہ ارشاد شود کہ "تمام ہندوستان سے کہتا ہوں" چہ معنی دارد بعد ازاں گوش باید کرد کہ لفظ 'ارقام' از باب افعال فی الواقع نہ آمدہ مگر ایں لفظ بر السنۂ خاص و عام جاریست۔ مجتہد فانی لکھنوی در تصانیف خود یعنی در بارقہ ضیغمیہ و مولوی سبحان علی خان کنبوہ کہ معتقد عنہ معترض است

---

[1] غالب ؎ مشکیں لباس کعبہ علی کے قدم سے جان ۔ نافِ زمیں ہے یہ نہ کہ نافِ غزال ہے۔ در نسخۂ دیوان غالب کہ دراں زماں طبع شدہ بود از غلطی کاتب لفظ 'یہ' در کتابت نہ آمد۔

در مکاتیب خود بنام نور الدین لفظ 'ارقام' را صد جا بیش آوردہ و در قدما ہم مستعمل حکیم محمد ارزانی رحمۃ اللہ علیہ در قرابادین قادری در بحث حمیات لفظ 'ارقام' طرح نگارش دادہ **فلیس الغالب فیہ منفرداً** و اگر بفتح اول جمع رقم خواندہ شود ہم قبحے ندارد۔

قولہ غالب ؎ نہ کیوں ہو مادہ سال عیسوی مخفوظ۔

لفظ 'مادہ' حادّہ و حارّہ کے وزن پر لکھا یعنی 'میم' کے بعد 'الف' متحرک ہے اور اوس کو ساکن باندھا۔ الیٰ آخرما اتی بالتحقیقات الانیقہ۔

اقول۔ اعتقاد راقم آثم اینکہ معترض بدیں اعتراض بسیار بر خود چیدہ و از فرط شادمانی در پیرہن نگنجیدہ باشد۔ منبض شناسان صحت الفاظ خدا را علاج خلل دماغ ایں مخبوط الحواس بفرمائید و بسر وقت ایں بیچارہ رسید کہ چہا ہذیان بر زبان می رائد عجب صد عجب کہ معترض در افتتاح کلام خود لوائے دعوی تمام علوم از صرف و نحو و منطق و حکمت و ہندسہ و نجوم و ریاضی و ادب و لغت وغیرہ برافراشتہ و تمامی علمائے اعلام را کہ در علمے کوس لمن الملکی نواختہ اند در ہماں علم استاد خود از راہ فخر و مباہات قرار دادہ با ایں ہمہ بلند آہنگی از کوئے تحقیق لغات مشہورہ نابلد محض افتادہ۔ 'مادہ' را بر وزن 'میسّر' و 'موکّل' صیغہ مفعول گفتہ۔ واضح باد کہ لفظ 'مادہ' بمعنی اصل ہر چیز و سامان ترکیب و زیادت متصلہ بالف ساکن است نہ مفتوح زیرا کہ جمع آں 'مواد' مشدد بر وزن مفاعِل می آید پس باید دانست کہ 'موادّ' جمع 'مادہ' بغیر بودن الف ساکن بعد میم صورت نمی بندد

زیراکه قاعدهٔ صرف اینست که هرگاه الف قبل الف جمع مفاعل و مفاعیل افتد واو شود
چنانکه ضوارب جمع ضارب و قواریره جمع قاروره پس ظاهر است که اگر ماده بفتح الف
که آن درحقیقت همزه است بودے جمع آن مئاد بهمزه قبل الف آمدے نه مواد و متوهم
نشود که دریں صورت اجتماع ساکنین ناجائز لازم می آید زیراکه قاعده اینست که هرگاه ساکن
اول یائے تصغیر یا مده و ساکن ثانی مدغم دریک کلمه باشد اجتماع ساکنین جائز باشد چنانکه
در دابه و خاصه و خویصه واقع است فافهم و تدبر و لا تکن من الجاهلین واعجبا
من هذا القائل که بهمیں مبلغ استعداد برآسمان بلاغت حضرت اسد الله خاں غالب
زبان اعتراض میکشاید ؎

براں صلحب سخن رحم است صائب
که دخلش منحصر در دخل بیجا است

ثم الجواب - وههنا الشرع فی تبئین بعض هفواته تفریحا للقلوب
واظهارا لبعض العیوب بحیث ینشط خاطر الناظرین و یهیج اشواق
السامعین - فاقول - درجواب سیاح داستان سگ خارشتی نقل فرموده و نجات یافتن
نبی در سایهٔ عاطفت آں قحبه بازاری و علو مرتبت آں زن بحسن عمل طعام دادن سگ خارشتی
مذکور نوک ریز خامهٔ فصاحت بار نموده است ما میگوئیم که معترض هم مصداق همان سگ خارشتی
است که خود را ایں طرف و آں طرف از برائے علوفه انداخت و بهر شهر و دیار و کوچه و
بازار برائے وجه معاش رفت و کسے پارهٔ نان بل مشتے استخوان پیشش نگذاشت آخر
ملجائے و ماوائے خود خانهٔ زهره و مشتری زنان بازاری را ساخت و مصارف اوقات و وظیفه

روزی خود زر مختتانهٔ ایں دو لولیان شوخ شیریں کار نمود و علم استادی و اتالیقی ایں نوجیان لطفی کوش
معرکه بیحیائی برافراشت نعوذ بالله من هذا الوقاحت - آرے ؎ بیحیا باش هرچه خواهی کن
و در محاورهٔ ذوق ریختن انچه از سیاح و منصف سند میخواهد و بقیاس اکتفا نمیکند مخفی نماناد که
مرزا قتیل جابجا در کلام خود محاوره نو تراشیده و در جواب اعتراض تشبث بقیاس نمود چنانچه دریں شعر

؎ شب ریخته خونهانگه یار و سحر هم
بیروں نخرامیده ازاں کوچه خبر هم

چوں کسے اعتراض کرد که 'خرامیدن خبر' خلاف محاورهٔ اهل زبانست جواب داد که 'لطف'
کجا گام دارد که حافظ گفته ؎ هم مگر لطف شما پیش نهد گامے چند پس طوریکه آں جائز خواهد بود
ایں هم جائز خواهد بود - و بر اهل خبرت ظاهر است که قیاس در محاوره پیش نمیرود فما جواب القتیل
فهو جواب السیاح والمنصف - و در جواب قبح مصرع ثانی یعنی آنکه لفظ 'هم' بجائے خود نیست
ارشاد فرمود که گاهے کار از تقدیر هم می برآید چنانکه دریں شعر ؎

بجرم عشق توام میکشند و غوغائیست
تو نیز بر سر بام آکه خوش تماشائیست

حالانکه دریں شعر حاجت تقدیر نیست زیراکه لفظ غوغا دال بر هجوم و ازدحام خلایق موجود است
فبینهما بون بعید منقول است که کسے ایں شعر مرزا قتیل پیش شخصے از اهل ایران خواند ؎

تیغ بگرفت و من گفت که نازم اینست
سر فرو کردم و گفتم که نیازم اینست

گفت که بوے هندی می آید بجائے آنکه نام مرزا قتیل بگوشش خورده باشد علت آنکه میگوید تیغ
بگرفت حالانکه می باید گفت تیغ سر کرده الخ چنانکه در فرهنگ ظهیر اے تفرشی موجود است
حالا چند خطائے دیگر که در اثنائے کلام از مرزا قتیل سرزده برائے عبرت معترض زیب رقم می آید -

قتیل ؎ صد پری قربان نازش دلستان کیست این ✽ رفت آرام از دلم آرام جان کیست این

بر ماہران فن ظاہر است کہ در جائے "رفت" "برد" می بایست۔

ولہ ؎ سوخت چوں برق نگاہش آشیانم را تمام ✽ زیر لب پرسید از من آشیان کیست این

بدیہی است کہ بعد سوختہ شدن وجود آشیاں باقی نماندہ پس لفظ آشیان کیست این بجائے

خود نخواہد بود بلکہ آشیان کہ بود می تواں گفت۔

ولہ ؎ متہم گردش بعشق خویش ہر کس را کہ کشت ✽ بہ نگردد زخم او تیر و کمان کیست این

ربط در مصرعین ہرگز پیدا نیست والمعنی فی بطن الشاعر۔

ولہ ؎ ناقہ کش مرد ے غلط کردہ است رہ بر خاک تو ✽ چند خواب اے قیس بنگر ساربان کیست این

اند کے استخواں بندی مصرعۂ اولی و فصاحت ترکیب "ناقہ کش مرد ے" را ملاحظہ باید کرد غالب کہ

صاحبان ذوق سلیم ہرگز پسند نفرمایند اگر بدیں ترکیب میگفت از ثقالت ترکیب اول گونہ

نجات میشد ؎ رہ غلط کردہ است بر خاک تو مرد ے ناقہ کش۔

ولہ ؎ بجا میبرد ت غمزۂ صید افگن تو ✽ اے سر ما ہمہ قرباں کمر بستن تو

بردن غمزہ صاحب خود را خالی از ظرافتے نیست و ایں شعر تمام لفظے است کہ از معنی بوئے ندارد و بقول حضرت غالب

مد ظلہ العالی ؎ بگذر از معنی ہمیں الفاظ بر ہم بستہ ہیں ✽ بادہ نبود شیشہ و ساغر مہیا کردہ است

ولہ ؎ گفتم بہ بزرگے کہ بہ بیں شانۂ خود را ✽ بہر چہ قرار ایں ہمہ در خانہ نگیرم

چوں کینۂ آں زلف سیہ با دل من دید ✽ گفتا کہ دگر در کف خود شانہ نگیرم

شانہ بیں را بزرگ گفتن اگر مسخرگی نیست دیگر چہ باشد۔

(ختم شد)

تذییل

دیوان باقر کے قطعات میں جن جن صاحبوں کے نام آئے ہیں اون کے نہایت مختصر حالات ناظرین کی شناسائی کے لیے قلمبند کئے جاتے ہیں۔

قطعہ ۱۔ **حضرت شاہ غلام مظفر صاحب بلخی** قدس سرہٗ حضرت باقر کے برادری میں تھے۔ رائے پور فتوحہ کی خانقاہ کے صاحب سجادہ تھے۔ حضرت باقر کے دوسرے محل سے چھوٹی لڑکی کی شادی حضرت شاہ مظفر صاحب کے چھوٹے فرزند شاہ محمد یعقوب صاحب سے ہوی تھی۔

قطعہ ۲۔ **خواجہ محمد فخر الدین حسین صاحب** متخلص بہ سخن دہلوی۔ "مقدمہ دیوان باقر" میں ان کا حال قلمبند ہو چکا ہے۔

قطعہ ۳۔ **مولوی فرید الدین صاحب**۔ مولوی سید وحید الدین خاں بہادر کے چھوٹے بھائی اور شمس العلما نواب سید امداد امام بہادر مرحوم کے چچا تھے۔ بیکونتی مکانات کی تعمیر کے فن میں ایک کتاب مسمی بہ دستور البنا تصنیف کی تھی۔

قطعہ ۴۔۵۔۶۔ **منشی نجم الدین صاحب**۔ یہ بھی مولوی سید وحید الدین خاں بہادر کے چھوٹے بھائی اور شمس العلما نواب سید امداد امام بہادر کے چچا تھے۔ دو کتابیں تصنیف کیں۔

ایک کا نام نجم ثاقب رکھا۔ اوس میں اہل سنت کے عقائد کی تائید اور لامذہبوں کے خیالات اور اقوال کی تردید کی ہے۔ دوسری کتاب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل مدارج اور رتبہ کو اہل سنت کے عقائد کے مطابق بیان کیا ہے۔

قطعہ ۷۔ حاجی شاہ محمد اقبال علی صاحب بحر بہاری "مقدمہ دیوان باقر" میں ان کا حال لکھا جا چکا ہے۔ حال و قال کی حقیقت میں اونھوں نے ایک کتاب مسمیٰ بہ "عمدۃ المقال فی الحال والقال" تالیف کی اور ۱۲۹۶ھ میں مطبع احمدی لکھنؤ میں طبع کرائی تھی۔

قطعہ ۸ و ۹۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب ناصری گنجی آرہ کے ضلع میں قصبہ شہسرام سے گیارہ میل جانب شرق و شمال دریائے سون کے کنارے ناصری گنج شرفا کی ایک بستی ہے۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب نہایت جید عالم تھے اور بہت دنوں تک شہسرام کے مدرسہ میں مدرس دوم رہے۔ ایک شخص نے وحدت وجود کے مسئلہ پر ایک رسالہ لکھکر اس کو دلائل عقلیہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب نے اوس کے جواب میں رسالہ لکھا جس کی تقریظ اور تاریخ میں یہ دو قطعے ہیں۔

قطعہ ۱۰۔ حضرت شاہ امین احمد صاحب قدس سرہٗ خانقاہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب سجادہ تھے اور نہایت بزرگ اور کامل اور عالم باعمل تھے۔ حضرت حسن نوشہ توحید علیہ الرحمہ حضرت مخدوم الملک کے خلیفہ خاص حضرت مظفر شمس بلخی کے بھائی کے پوتے تھے اور اپنے والد ماجد حضرت حسین کے توسط سے حضرت مظفر کے سلسلہ بیعت اور خلافت میں داخل تھے۔

قطعہ ۱۱۔ یہ قطعہ کن صاحب کی فرمائش پر لکھا گیا مجھے معلوم نہ ہو سکا۔

قطعہ ۱۲۔ مولوی محمد شاہ مرحوم حضرت باقر کے بھانجے مولوی سید شاہ محمد اکرم صاحب کے فرزند تھے۔

قطعہ ۱۴ و ۱۵ و ۱۶۔ میاں عبد العزیز۔ مولوی سید شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم حضرت باقر کی پہلی اہل خانہ کے بھائی تھے۔ پٹنہ میں وکالت کرتے تھے۔

قطعہ ۱۷۔ محمد تقی۔ مولوی سید شاہ محمد تقی صاحب حضرت باقر کے بھتیجے اور حضرت سید شاہ حسین علی صاحب قدس سرہ کے فرزند تھے۔

قطعہ ۱۸۔ میاں واحد کریم۔ مولوی واحد کریم قصبہ ڈیانواں ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے۔ زمیندار تھے۔ حضرت باقر کے شاگرد تھے۔ اون کے فرزند (جن کی ولادت کا یہ قطعہ تاریخ ہے) کا نام مولوی محمود عالم تھا۔ چند سال ہوے کہ یہ بھی رحلت کر گئے۔

قطعہ ۱۹۔ عطا حسین۔ راقم کا نام ہے۔ راقم کے دوسرے فرزند سید فضل الرحمٰن مرحوم کی ولادت کا یہ قطعہ حضرت باقر نے لکھا تھا۔ اوس کی ولادت ۳۰ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو ہوئی۔ اوسی سال اور اوسی مہینے کی ۲۲ کو حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہٗ کی رحلت ہوئی تھی اور اون کی رحلت کا مادہ تاریخ میں نے "سید فضل الرحمٰن" کہا تھا اس لڑکے کا وہی نام تبرکاً رکھا گیا۔ ۸ شعبان ۱۳۲۳ھ یوم چہارشنبہ کو آٹھ نو گھنٹوں کی علالت میں اوس نے پٹنہ میں انتقال کیا۔

قطعہ ۲۰۔ حضرت شاہ غلام حسن ہتہوی عرف کالے میاں حضرت باقر کے

برادری میں تھے۔ بڑے ادیب اور انشا پرداز اور پرگو شاعر اور اہل دل بزرگ تھے ایک دیوان اور ایک مثنوی مسمی "بہ کارستان عشق" اون کی یادگار ہے۔ خاندانی سلسلہ چشتیہ سراجیہ اشرفیہ میں اون کو بیعت اور خلافت تھی۔ اوس کے علاوہ اون کو سلسلہ ابوالعلائیہ میں بھی حضرت شاہ روشن علی قدس سرہٗ سے خلافت تھی۔ یہ بزرگ حضرت صوفی محمد دایم کے خلیفہ تھے اور اون کو حضرت مولانا محمد منعم پاک سے خلافت تھی۔ حضرت شاہ غلام حسن کی رحلت ۱۳۵۸ھ میں ہوی اور رحلت سے چند سال بعد اون کے فرزند مولوی حکیم سید مظہر احمدی صاحب مرحوم کی فرمایش پر حضرت باقر نے یہ قطعہ لکھا۔

قطعہ ۲۱۔ مولوی گوہر علی صاحب۔ قصبہ ڈیانوان ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے بہت بڑے زمیندار تھے اور نہایت سخی اور فیاض بزرگ تھے۔

قطعہ ۲۲۔ مولوی سید محمد مہدی حسن صاحب۔ حضرت باقر کے استاد تھے "مقدمہ دیوان باقر" میں ان کا حال لکھا گیا ہے۔

قطعہ ۲۳۔ داور حسین۔ مولوی سید داور حسین صاحب موضع شاہو بیگہ ضلع گیا کے رہنے والے تھے اور حضرت باقر کے رشتہ داروں میں تھے۔

قطعہ ۲۴۔ شاہ ارشد علی صاحب بتھیوی مولانا سید محمد مہدی حسن قدس سرہٗ کے سالے تھے۔

قطعہ ۲۵ محمود بختیار۔ حضرت باقر کے نواسے اور اون کی بڑی صاحبزادی کے فرزند تھے چودہ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ گمان یہ ہے کہ دوا میں کسی طرح زہر مل گیا جس سے اون کی ہلاکت ہوی۔

قطعہ ۲۶۔

قطعہ ۲۷۔ شاہ محمد اکرم صاحب۔ حضرت باقر کی بڑی ہمشیر کے فرزند تھے "مقدمہ دیوان باقر" میں اون کا ذکر آچکا ہے۔

قطعہ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ جناب ملا سرمست قدس سرہٗ ان کا نام محمد عمر تھا۔ ولایتی تھے اور ہندوستان کے شمالی مغربی سرحدی ممالک کے رہنے والے تھے۔ پیر کی تلاش میں پورب آئے اور حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہٗ سے مرید ہوے۔ پیر نے ملا سرمست کا خطاب دیا اور خلافت دی۔ اون کی رحلت کے بعد گیا کی ایک مسجد میں آکر مقیم ہوے اور بقیہ عمر وہیں گزاری اون کا مزار اوسی مسجد کے احاطہ میں ہے۔

قطعہ ۳۱۔ ۳۲۔ حضرت مولانا فضل رحمن صاحب قدس سرہ نہایت کامل مکمل اور مشہور بزرگ تھے۔ حضرت شاہ آفاق دہلوی علیہ الرحمہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ قصبہ گنج مراد آباد میں اون کا قیام تھا وہیں اون کی رحلت ہوی اور وہین اون کا مزار ہے۔

قطعہ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ان قطعات میں جن جن کا نام ہے اون کا ذکر "مقدمہ دیوان باقر" میں صراحت سے ہو چکا ہے۔

غلط نامه دیوان باقر

صفحه	سطر	غلط	صحیح	صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳	۳	مراسم	مواسم	۱۱	۱۲	مؤنشان	موکشان
۴	۵	فیص	فیض	۱۳	۷	بروائے	بروائے
۴	۱۶	توبت	نوبت	۱۴	۱۶	زہرآب	زہراب
۵	۲	ہنربر	ہنر بر	۱۵	۱۲	شندے ولے	شندے آوے
۵	۳	برحِم	برحم	۱۶	۱	فراسائی	فرسائے
۵	۱۷	راہِ	راہ	۱۷	۱۰	ببدار	بیدار
۶	۳	مقتبش	مقتبس	۱۸	۱۵	خندن	خیدن
۷	۱	سَدرہ	سِدرہ	۲۰	۱۲	قراق	فراق
۷	۳	گرزشتہ	گذشتہ	۲۰	۱۴	برودوکش	برودوشش
۸	۱۲	بفرق غلاماں	بفرق جملہ غلاماں	۲۱	۷	ہم نفسے	ہمنفسے
۹	۵	ہنان	دہنان	۲۱	۱۱	بکلامم	بکلامم
۹	۱۲	فارغ وزخوف	فارغ واز خوف	۲۲	۶	شمعِ	شمع
۱۰	۹	بدینگونہ	بدینگونہ	۲۴	۱۲	داغِ ما	داغِ من
۱۰	۱۴	پیچ	بیچ	۲۶	۱	اقوال	قوّال
۱۰	۱۵	خمیرم	ضمیرم	۲۶	۹	چشمم	چشتیم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶	نمبر غزل برحاشیہ ۱	—	۲۶
۲۷	۱۳	گردش	گردشے
۲۷	۱۳	مے تاب	مے ناب
۲۸	۱۴	فردوس	فردوس
۳۰	۸	تندخوئے	تندخوئی
۳۰	۱۵	شغلہ	شُعلہ
۳۰	۱۶	انداد	انداز
۳۱	۵	جلوہ پرواز	جلوہ پرداز
۳۳	۸	کشاد	کشادہ
۳۳	۱۲	تفاتے	تفاوتے
۳۳	۱۳	بگفتہ نوک	بگفتہ بکہ
۳۵	۱۲	دستم کشی	دستم کشی گہہ
۳۶	۱۶	برگشتہ	سرگشتہ
۳۷	۱۱	چوب پے قدم	چو میروم
۳۷	۱۳	ہم زبان	ہمزبان
۳۹	۴	چشیدہ	چشندہ
۳۹	۸	درباب	دریاب
۴۰	۵	افگندہ	افگنہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۰	۱۷	لب تشنہ	لب تشنہ
۴۱	۷	تار شبہا	تار سبحہ
۴۴	۸	فدائی	فدائے
۴۵	۱۱	شہی	شہنشہی
۴۶	۲	جمال ترا	جمال روے ترا
۴۶	۱۱	اصدق	اصدقی
۵۰	۶	عبث	عبث عبث
۵۱	۱	غبغش	غبغبش
۵۴	۹	آئینۂ	آیینہ
۵۴	۱۱	خوابش	خولبش
۵۵	۸	جمیتم	جمعیتم
۵۶	۱۶	دام	وام
۶۱	۴	چشتی	چشتی
۶۳	۱۱	رعد	راد
۶۳	۱۴	رعنائے	رعنائے
۶۴	برحاشیہ ۲	۳۳	۳۲
۶۴	برحاشیہ ۱	۳۴	۳۳
۶۴	۱۱	نجاست	بخاست

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۵	۱۷	مشکین	مسکین
۶۶	۱۳	جابزم	جا ببزم
۶۷	۱	آب جاری	آبیاری
۷۰	۲	بانگاہت	بانگاہت
۷۰	۱۲	عَسَس	عسعس
۷۱	۳	بزم	بَرَم
۷۱	۷	تنسیم	تبسم
۷۲	۴	ہامضا	مامضیٰ
۷۳	۵	بجوئے	بجوے
۷۵	۴	غیب عیب	غیب غیب
۷۷	۵	رمیدتیست	رمیدنیست
۷۷	۹	دردِ غم	درد و غم
۷۷	۱۳	ہنوزازدرمن	ہنوز از درمن
۷۹	۲	بطایع	بطالع
۷۹	۲	ینگ	تنگ
۷۹	۳	قطرے	فطری
۸۰	۱۷	ماراازلطف	مارازلطف
۸۱	۲	افعان	افغان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۲	۴	فدائی	فدائے
۸۳	۹	یارمن بارخ	یارمنِ بارخ
۸۶	۹	کرددم	کردہ ام
۹۱	۱۰	مشکین	مسکین
۹۳	۱۴	گلذار	گلزار
۹۶	۶	سحِر	سحر
۹۶	۷	چکیدہ	چیدہ
۹۶	۹	قرارت	قرارش
۹۶	۱۰	صافی	صافِ
۹۶	۱۳	ہیچکارہ	ہیچکارہٗ
۹۸	۸	سُوس	سوسن
۹۸	۱۵	بکشاید	بگشاید
۱۰۱	۱۰	گل عنابی	گلِ رعنائے
۱۰۱	۱۲	اوبرولیش	ابرولیش
۱۰۲	۱	دم	رم
۱۰۳	۸	شیدئے	شیدائی
۱۰۴	۹	گلخن	گلگخن
۱۰۴	۱۰	نسرین	نسرین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۵	۱۱	بنشیند	بنشینند
۱۰۷	۱۱	جوئے	جوئی
۱۰۷	۱۴	بتیے	بُتے
۱۱۳	۱۰	حود	خود
۱۱۶	۸	آید	ابد
۱۱۹	۷	کین	کاین
۱۱۹	۱۰	پالیش	پابیت
۱۱۹	۱۶	پسینہ	بہ سینہ
۱۲۲	۲	کثرتِ	کثرتِ
۱۲۴	۹	غیط	غیظ
۱۲۴	۱۰	چہ غم کہ	چہ غم بود کہ
۱۲۶	۱۲	نگر	نگو
۱۲۷	۱۰	رسد	رسند
۱۲۹	۴	بالمِ	بامِ
۱۳۲	۲	بیصرقہ	بیصرفہ
۱۳۲	۱۴	یک	تو یک
۱۳۹	۲	بروئے	بروَے
۱۴۵	۱۶	یاقیمت	باقیمت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۶		غزل نمبر ۴۹ کے اشعار غزل نمبر ۵۸ صفحہ ۱۲۳ میں شریک ہیں۔ یہ اشعار غلطی سے مکرر لکھے گئے۔	
۱۴۹	۱۲	کینان	کاینان
۱۵۳	۷	مستِ	مست
۱۵۵	۹	قلبم	قلمم
۱۵۵	۱۵	بیمہرے	بیمہری
۱۵۶		غزل نمبر ۱۰۱ غلطی سے مکرر طبع ہوگئی صفحہ ۱۱۳ (غزل نمبر ۱۴) پر طبع ہو چکی ہے۔	
۱۵۷		غزل نمبر ۱۱۱ بھی غلطی سے مکرر طبع ہوگئی صفحہ ۱۰۵ (غزل ۲۹) پر طبع ہو چکی ہے۔	
۱۵۸	۳	زخیل	ـ زخیل
۱۵۹	۱۷	ـ آن	باقر حیرت شد آن
۱۶۰	۲	ـ دوری	طاقتِ دوری
۱۶۰	۹	کہ اولایق	کنون لایق
۱۶۰	۱۰	میگذرد	گذرد
۱۶۱	۲	ترا	تو
۱۶۱	۳	سرو پائے	سراپائے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۱	۷	جامعۂ	جامۂ
۱۶۳	۲	عمت	غمت
۱۶۷	۱۴	گلشن	گلشں
۱۶۸	۲	بسوزد	سوزد
۱۷۱	۱۱	شمع سان ازسر	شمع سان سر
۱۷۲	۹	زہرآب	زہراب
۱۷۲	۱۱	قدوشس	قدومش
۱۷۴	۵	کہ نچشیده	نچشیده
۱۷۴	۶	بگفتی	بگفتم
۱۷۶	۲	فروعِ	فروغِ
۱۷۶	۹	پرده داری	پرده دری
۱۷۷	۴	کہنہ	کُہنہ
۱۷۸	۴	بیاد	بباد
۱۸۱	۶	بیبایدت	بایدت
۱۸۲	۱۰	ابتلائے	اعتلاے
۱۸۴	۱۰	نہ بود	نتد
۱۸۷	۹	جلوه کن	جلوه ده
۱۸۸	۲	حبیب	جیب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۸	۱۱	بوسۂ	بوسہ
۱۹۰	۱۲	فرمائے	فرمائی
۱۹۰	۱۳	وخورا	وخودرا
۱۹۱	۲	والبتہ	دربستہ
۱۹۱	۴	ازدرولی	ازدرددل
۱۹۳	۵	تہ بخشد	نہ بخشد
۱۹۷	۶	وصولِ	حصولِ
۱۹۷	۹	عقد	عقده
۱۹۷	۱۷	توفیر	توقیر
۱۹۸	۱۲	بگوئے	بگوئی
۲۰۰	۳	افتم	رفتم
۲۰۱	۵	وبیم	ویم
۲۰۱	۹	زنده	زند
۲۰۲	۱۶	غنخۂ	غنچۂ
۲۰۴	۴	چنین	چین
۲۰۵	۱۴	لشکر	شکر
۲۰۶	۱۳	ہیچو	ہیچون
۲۰۹	۹	منت	منت دور

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۲۱۴	۴	خیرت	حیرت
۲۱۴	۱۳	جو	چو
۲۱۴	۱۴	جبه	جبهه
۲۱۵	۱۵	جبه	جبهه
۲۱۸	حاشیه ۹	۴۵	۵۰
۲۱۹	۶	میدوفیض	مبدءِفیض
۲۲۵	۱	زوچشمِ	زدوچشمِ
۲۲۵	۶	بیرون درا	بیرون درآ
۲۲۵	۱۱	جبیبِ	حبیبِ
۲۲۶	۱۲	بپیتس	بیش
۲۲۹	۶	ای فدای	ای من فدائی
۲۳۰	۱۴	بدیوار	بدیدار
۲۳۲	۱۶	کاررروان	کاروان
۲۳۳	۱۲	قبای تو	قبائی تو
۲۳۳	۱۲	ادای تو	ادائی تو
۲۳۴	۱	جدای تو	جدائی تو
۲۳۴	۲	خودنمای تو	خودنمائی تو
۲۳۴	۳	نارسای تو	نارسائی نو
۲۳۴	۴	کج ادای تو	کج ادائی تو
۲۳۴	۶	نوای تو	نوائی تو
۲۳۵	۱۴	شهیده شدم	شهیدو شدم
۲۳۷	۱	سازم	سازد
۲۳۷	۶	جادوی	جادوئی
۲۴۱	۳	ببتی	بتی
۲۴۱	۱۷	کروم	کرده ام
۲۴۲	۲	بندگی کمن آزادیم	بندگی کمن مگر آزادیم
۲۴۲	۲	چرا	مرا
۲۴۲	۵	برزخ	بررخ
۲۴۲	۷	کشیده	کشیدهٔ
۲۴۴	۱۲	دردل	درودل
۲۴۵	۱	زجلوه	ازجلوه
۲۴۵	۳	نهان	بتان
۲۴۵	۱۴	چکیدهٔ کلکِ تو	چکیدهٔ نیِ کلکِ تو
۲۴۷	۲	آسوده	آلوده
۲۴۸	۱	نازت بجاست	نازت همه بجاست
۲۴۸	۵	گیرم	گیرم

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۲۴۸	۶	جان بکنارم	جان بیابکنارم
۲۴۸	۱۵	رسیده	پریده
۲۵۱	۲	وین پی	وین درپی
۲۵۴	۱۴	بین مستِ	بین ای مست
۲۵۴	۱۵	آبرو	ابرو
۲۵۷	۱	گهر	گر
۲۵۷	۷	حقه	حقه
۲۶۱	۳	نباشم	نباشد
۲۶۱	۷	آگین شده	آگین تو
۲۶۱	۸	دوقِ	ذوقِ
۲۶۱	۹	شدن	شدی
۲۶۵	۱۰	موی	مو
۲۶۶	۱۰	گرم	گرمی
۲۶۶	۱۴	نزهت	شربت
۲۶۸	۹	آخروبتو	آخربتو
۲۶۸	۱۲	کو	تو
۲۷۱	۱۲	همین فشانم	همی فشانم
۲۷۳	۱	یا	تا
۲۷۴	۷	کرم وعطاء	کرم ولطف وعطا
۲۸۰	۸	وه چه نسخهٔ	وه چه این نسخهٔ
۲۸۱	۸	گوناں گوں	گوناگون
۲۸۵	۱۰	علی انور	علی نور
۲۸۷	۹	سبق خان	سبق خوان
۲۸۹	۸	۱۳ قطعه	۱۲ قطعه
۲۹۰	۵	آمده	آمد
۲۹۱	۴	محمدتقی	محمدنقی
۲۹۳	۷	شکر	صدشکر
۲۹۳	۸	طفلی	طفلم
۲۹۶	۹	۳۱۹	۱۳۱۹
۲۹۹	۱۲	اتقیا	اتقا
۳۰۰	۵	که تباریخ ۲۳	که تباریخ ۲۲
۳۰۲	۶	برپا	آرا
۳۰۲	۱۱	جواب ۲	کتاب ۳
۳۰۳	۸	همچنین	این چنین
۳۰۵	۷	تحقیقی	تخفیفی
۳۰۵	۱۱	سرمائه	سرمایهٔ

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳۰۵	۱۶	باخیار	باخبار
۳۰۶	۵	از	ار
۳۰۷	۴	قرق	فرق
۳۰۸	۷	جواهر	جواهرها
۳۰۹	سطر ۴ فٹ نوٹ	پارسی	پارس
۳۱۰	۷	جو	چو
۳۱۰	۹	نگار	بگارم
۳۱۱	۱ فٹ نوٹ	لفظ دکا،	لفظ دکار،
۳۱۹	۹	منتلزم	مستلزم
۳۲۱	۹	منبض	نبض
۳۲۱	۱۶	وربادت	وزیادت
۳۲۲	۱۰	ثم	تمّ
۳۲۳	۱۳	زاہل	ازاہل

⁂

مطبوعہ
شمس الاسلام پریس حیدرآباد دکن